طلب العلم فريضة على كل مسلم
(سنن ابن ماجہ، جلد اوّل ص۸۱)
اسلامی تعلیمی نصاب
(جدید)
حسب فرمائش
عطائے مفتی اعظم ہند حضرت علامہ
مولانا محمد شاکر علی نوری
(امیر سنی دعوت اسلامی)
مرتبین
مولانا سید عمران الدین نجمی
مولانا عبداللہ اعظمی نجمی
ادارہ معارف اسلامی ممبئی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ

(سنن ابن ماجہ، حصہ اول، ص:۸۱)

اسلامی تعلیمی نصاب (جدید)

حسب فرمائش:

عطائے مفتی اعظم ہند داعیِ کبیر حضرت علامہ

مولانا محمد شاکر علی نوری

امیر سنی دعوتِ اسلامی

مرتبین:

مولانا سید عمران الدین نجمی

مولانا عبد اللہ اعظمی نجمی

پیش کش:

ادارۂ معارف اسلامی

ناشر:

مکتبۂ طیبہ

نام کتاب	:	اسلامی تعلیمی نصاب (جدید)
مرتبین	:	مولانا سید عمران الدین نجمی
		مولانا عبد اللہ اعظمی نجمی
پروف ریڈنگ	:	مولانا مظہر حسین علیمی رمولانا صادق رضا مصباحی
حروف ساز	:	سید سفیان نوری، سید حامد نوری (متعلمین جامعہ حرا انجم العلوم)
اشاعت اول	:	بہ موقع عالمی سالانہ اجتماع دسمبر ۲۰۱۳ء
صفحات	:	۹٦۰
تعداد	:	گیارہ سو
ناشر	:	مکتبۂ طیبہ، ۱۲٦ رکامبیکر اسٹریٹ، ممبئی۔۳
قیمت	:	

ملنے کے پتے:

☆ نیوسلور بک ایجنسی، فینسی محل، محمد علی روڈ، ممبئی۔۳۔

☆ ناز بک ڈپو، فینسی محل، محمد علی روڈ، ممبئی۔۳

☆ اقرأ بک ڈپو، ۳۰ ربی، نور منزل، محمد علی روڈ، ممبئی۔۳

فہرست مضامین

تیسرا باب

گیارہواں باب

بارھواں باب

چودھواں باب

پندرہواں باب

سولہواں باب

سترہواں باب

شرفِ انتساب

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کے نام
امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے نام
صدرالشریعہ حضرت علامہ امجد علی علیہ الرحمہ کے نام

اور

عطائے مفتیِ اعظمِ ہند، داعیِ کبیر
حضرت امیرِ سُنّی دعوتِ اسلامی کے نام
جن کی سرپرستی اور رہنمائی کی بدولت
ہم اس کتاب کو پیش کرنے کے قابل ہوئے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیاز مند: مرتبین

پیشِ لفظ

عمل کی اساس علم ہے، جب تک کہ کسی چیز کا علم نہ ہو اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ آج امتِ مسلمہ کی بے عملی کی ایک اہم وجہ علم سے دوری بھی ہے۔

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ" یہ حدیث جس کثرت کے ساتھ زبان زدِ عوام وخواص ہے اتنی ہی کثرت کے ساتھ اس حدیث کے تفصیلی مفہوم سے ناواقفیت بھی پائی جاتی ہے۔ عوام تو عوام، بہت سارے دین دار اور علم سے وابستگی رکھنے والے بھی اس سے غافل ہیں کہ اس حدیث کا مطالبہ کیا ہے اور کن علوم کی تحصیل کو اس ارشادِ پاک میں فرض قرار دیا جا رہا ہے؟ اس حوالے سے بھی عموماً بڑی غفلت پائی جاتی ہے کہ علومِ مروجہ میں سے کن کی کیا شرعی حیثیت ہے؟ کن علوم کی تحصیل فرضِ عین یا فرضِ کفایہ ہے؟ کن علوم کی تحصیل میں لگنا شرعاً مطلوب ہے؟ کن علوم کی تحصیل مستحب اور مباح اور کن کی تحصیل ممنوع وحرام ہے؟

انھی وجوہات کی بنیاد پر ہم نے عطائے مفتیِ اعظم ہند حضرت مولانا محمد شاکر نوری مدظلہ العالی کی فرمائش اور ہدایتوں کے مطابق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات کی روشنی میں خصوصیت کے ساتھ مبلّغین سنّی دعوتِ اسلامی اور اسکول وکالج کے طلبہ کے لیے مذکورہ علوم سے متعلق ایک کتاب پیش کرنے کی کوشش کی۔ حضرت امیر سنی دعوتِ اسلامی نے کتاب کی ترتیب میں رہنمائی بھی فرمائی اور اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا، اور علوم قلبیہ یعنی "فرائضِ قلبیہ" اور "محرمات باطنیہ" کے ابواب کی ترتیب میں آپ نے خصوصی رہنمائی فرمائی۔

حدیثِ ''طلب العلم فریضۃ'' اور فرضِ عین علوم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ.

(سنن ابن ماجہ، حصہ اول، باب فضل العلماء، ص:۸۱)

ترجمہ: ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اس کو حسن قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

''بوجہِ کثرتِ طُرُق وتعدُّدِ مخارج' حدیث حسن ہے۔''

اس حدیث کا مطلب کیا ہے، کن علوم کی تحصیل کو یہ حدیث فرضِ عین قرار دے رہی ہے اور ''کُلِّ مُسْلِمٍ'' سے کون لوگ مراد ہیں؟ ان سارے سوالات کے جوابات ہم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض فتاویٰ کے اقتباسات سے پیش کر رہے ہیں۔

''اس کا صریح مفاد (مطلب/فائدہ یہ ہے کہ) ہر مسلمان مرد وعورت پر طلبِ علم کی فرضیت (فرض ہے)، تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اس علم پر جس کا تَعلُّم فرضِ عین ہو اور فرضِ عین نہیں مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل (عملاً) اپنے دین میں محتاج ہو۔''

آگے تحریر فرماتے ہیں:

''ان کا اعمّ واشمل واعلیٰ واکمل واہمّ واجلّ (دینی زندگی گذارنے کے لیے جن علوم کی ضرورت سب سے زیادہ اور اہم ہے وہ) (۱) علـــــــمِ

اصولِ عقائد ھے جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنّی المذہب ہوتا ہے اور انکار ومخالفت سے کافر یا بدعتی، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تَعلُّم (سیکھنا) ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں۔ (اس کی ضرورت سب کو برابر برابر ہے۔)

پھر (۲) **علمِ مسائلِ نماز** یعنی اس کے فرائض وشرائط ومفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کر سکے۔

پھر جب رمضان آئے تو (۳) **مسائل صوم**۔

مالکِ نصابِ نامی (حقیقی یا حکمی طور پر بڑھنے والے مال کے نصاب کا مالک ہو) ہو تو (۴) **مسائلِ زکوٰۃ**۔

صاحبِ استطاعت ہو تو (۵) **مسائلِ حج**۔

(۶) **نکاح** کیا چاہے تو اس کے متعلق **ضروری مسئلے**۔

تاجر ہو تو مسائلِ بیع وشراء، مُزارِع پر مسائلِ زراعت، موجر ومستاجر پر مسائلِ اجارہ، وعلیٰ ہذا القیاس ہر اس شخص پر اس کی (۷) **حالتِ موجودہ کے مسئلے** سیکھنا فرض عین ہے۔

اور انہیں میں سے ہیں (۸) **مسائلِ حلال و حرام** کہ ہر فردِ بشر ان کا محتاج ہے۔

(۹) **مسائلِ علمِ قلب** یعنی فرائضِ قلبیہ مثلِ تواضع واخلاص وتوکل وغیرہا اور ان کے طُرقِ تحصیل اور محرماتِ باطنیہ تکبر وریا وعُجب وحسد وغیرہا اور اُن کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے، جس

طرح بے نماز فاسق و فاجر و مرتکبِ کبائر ہے یوں ہی بعینہٖ ریا سے نماز پڑھنے والا انھی مصیبتوں میں گرفتا ہے۔نَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَۃَ.
(ہم اللہ تعالٰی سے عفوو عافیت کا سوال کرتے ہیں۔)"

آگے تحریر فرماتے ہیں:

"تو صرف یہی علوم حدیث میں مراد ہیں وبس۔"

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"غرض اس حدیث میں اسی قدر علم کی نسبت ارشاد ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد۲۳، علم وتعلیم ص:۶۲۳ تا ص:۶۲۶)

معلوم ہوا کہ مکلّف مسلمان پر کل نو (۹) قسم کے علوم کی تحصیل فرضِ عین ہے، جن میں سے چند علوم کی تحصیل حسبِ حاجت وضرورت فرض ہوتی ہے۔آپ کتاب کے اگلے صفحات میں ان علوم کی تفصیل ملاحظہ کریں گے۔

فضیلت والے علوم محض دینی علوم ہیں

امام اہلِ سنت سرکارِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ہاں آیات واحادیثِ دیگر کہ فضیلت علماء وترغیب علم میں وارد، وہاں ان کے سوا اور علومِ کثیرہ بھی مراد ہیں جن کا تعلّم فرض کفایہ یا واجب یا مسنون یا مستحب اور جوان سے خارج ہو ہرگز آیات واحادیث میں مراد نہیں ہوسکتا۔"

"فقیر غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ قرآن وحدیث سے صدہا دلائل اس معنے پر قائم کرسکتا ہے کہ مصداقِ فضائل صرف علومِ دینیہ ہیں وبس۔ان کے سوا کوئی

علم شرع کے نزدیک علم، نہ آیات واحادیث میں مراد، اگرچہ عرفِ ناس میں باعتبارِ لغت اسے علم کہا کریں۔ ہاں آلات ووسائل کے لیے حکم مقصود کا ہوتا ہے مگر اسی وقت تک کہ وہ بقدرِ توسل وتقصد توسل سیکھے جائیں، اس طور پر وہ بھی مورد فضائل ہیں جیسے نماز کے لیے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز میں ہے جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے۔"

"ان کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں خواہ اصالۃً جیسے فقہ وحدیث وتصوف بے تخلیط، وتفسیر قرآن بے افراط وتفریط خواہ وساطۃً مثلاً نحو وصرف ومعانی بیان کہ فی حدِّ ذاتہا امرِ دینی نہیں مگر فہمِ قرآن وحدیث کے لیے وسیلہ ہیں اور فقیر غفرہُ اللہ تعالیٰ اس کے لیے عمدہ معیار عرض کرتا ہے مرادِ متکلم جیسے خود اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے دوسرے کے بیان سے نہیں ہوسکتی۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنھوں نے علم وعلما کے فضائلِ عالیہ وجلائلِ غالیہ ارشاد فرمائے انھی کی حدیث میں وارد ہے کہ **"علما وارث انبیا کے ہیں، انبیا نے درہم ودینار ترکے میں نہ چھوڑے، علم اپنا ورثہ چھوڑا، جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔"** (سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، ص: ۸۱) بس ہر علم میں اسی قدر دیکھ لینا کافی کہ آیا یہ وہی عظیم دولت نفیس مال ہے جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ترکے میں چھوڑا؟ جب تک تو بے شک محمود اور فضائلِ جلیلۂ موعود کا مصداق اور اس کے جاننے والے کو لقبِ عالم ومولوی کا استحقاق ورنہ مذموم وبد ہے جیسے فلسفہ ونجوم یا لغو وفضول جیسے قافیہ وعروض یا کوئی دنیا کا کام جیسے نقشہ ومساحت، بہرحال اُن

فضائل کا مورد نہیں، نہ اس کے صاحب کو عالم کہہ سکیں۔''

''اور ان ضروریات (فرضِ عین علوم) سے فراغ کے بعد پورا علم دین فقہ، حدیث، تفسیر، عربی زبان، اس کی صرف، نحو، معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہا آلاتِ علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرضِ کفایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ. (تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں)''

اور ان ضروریات سے فراغ کے بعد پورا علمِ دین، فقہ، حدیث، تفسیر، عربی زبان، اس کی صرف، نحو، معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہا آلاتِ علومِ دینیہ بطورِ آلات سیکھنا سکھانا فرضِ کفایہ ہے۔ یہی علوم علمِ دین ہیں اور انھی کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب اور ان کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کارِ ثواب نہیں۔'' (فتاوی رضویہ، جلد ۲۳، علم وتعلیم ص: ۶۲۶ تا ص: ۶۴۸)

''تبیین'' میں فرضِ کفایہ کی یہ تشریح کی گئی ہے کہ فرضِ کفایہ وہ علم ہے کہ انسانی معاشرت اور امورِ دنیا کو قائم رکھنے میں اس سے استغنا و صرفِ نظر نہ کیا جا سکے جیسے علمِ طِب، **علمِ لُغت، علمِ قراءت، اسنادِ احادیث کا علم، وصایا وِراثت کی تقسیم، کتابت، معانی و بدیع و بیان، معرفتِ ناسخ ومنسوخ اور علم عام، خاص، نص اور ظاہر کا، یہ علوم تفسیر وحدیث کے لیے ضروری ہیں۔ ایسے ہی علم الآثار والاخبار، علم اسماء الرجال، علم اسماے صحابہ، اُن کے فضائل اور ان کے عدالت فی الروایۃ، ان کی عمریں اور علومِ صنعت وحرفت، فلاحت و**

کاشت وغیرہا یہ تمام علوم فرضِ کفایہ میں داخل ہیں۔

(بہارِ شریعت، حصہ ۱۹ (ضمیمہ) علم کی اقسام، ص: ۱۰۳۶)

ان اقتباسات کا خلاصہ یہ ہے کہ۔۔

☆ آیات اور احادیث میں جن علوم کو حاصل کرنے کی فضیلت اور ترغیب آئی ہے وہ فقط علومِ دینیہ یعنی علمِ تفسیر، علمِ حدیث، علمِ فقہ اور علمِ تصوف ہے یا پھر وہ علوم جو ان مذکورہ چار علوم کے حاصل کرنے کا واسطہ اور وسیلہ ہیں۔ یہ بھی پتہ چلا کہ اسلامی مدارس کے مروّجہ علوم میں سے بعض فرضِ عین اور بقیہ فرضِ کفایہ اور مندوب و مستحب ہیں۔

☆ جو علوم مذکورہ چار علوم کے لیے وسائل کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی تحصیل اسی وقت باعثِ ثواب ہوگی کہ انھیں بحیثیتِ وسیلہ ہی سیکھا جائے اور جتنی مقدار میں وسیلے کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے اتنی مقدار ہی حاصل کی جائے۔ اگر کوئی ضرورت سے زیادہ سیکھے تو جائز تو ہوگا لیکن باعثِ ثواب نہیں۔

☆ شریعت کی نگاہ میں عالم وہی ہے جو علومِ دینیہ کا عالم ہو، علومِ دینیہ سے ہٹ کر دیگر علوم میں چاہے جتنی مہارت کوئی حاصل کر لے وہ شرعاً عالم نہیں کہا جا سکتا ہے۔

☆ فرضِ عین علوم کی تکمیل سب سے مقدم ہونی چاہیے نہ کہ علمِ صرف ونحو وغیرہ وغیرہ۔ ہاں فرضِ عین سے فراغت کے بعد فرضِ کفایہ کی تحصیل میں لگنا بھی دنیوی اور اخروی بھلائی اور سعادت کا باعث ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرضِ عین اور فرضِ کفایہ دونوں کی تعلیم ایک ساتھ جاری رہے۔

☆ مدارسِ اسلامیہ میں پڑھائے جانے والے ۸-۱۰ فنون کی تعلیم ہی محض فرضِ کفایہ نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی متعدد فنون کی تعلیم فرضِ کفایہ ہے، جن کا تذکرہ اوپر ہوا ہے۔

حفظِ قرآن کا حکم

امام اہلِ سنت سرکارِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

(مکمل) حفظِ قرآن فرضِ کفایہ ہے اور سنتِ صحابہ وتابعین وعلماے دینِ متین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور من جملہ افاضل مستحبات عمدہ قربات منافع وفضائل اس کے حصر وشمار سے باہر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: يَجِيْءُ الْقُرْاٰنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ حُلَّهُ، الحدیث۔

یعنی قرآن قیامت کے روز آئے گا پس عرض کرے گا اے رب میرے! اسے خلعت عطا فرما تو اس شخص کو تاج کرامت عطا فرمائیں گے، پھر عرض کرے گا اے رب میرے اور زیادہ کر، تو اسے حلۂ بزرگی پہنائیں گے، پھر عرض کرے گا اے رب میرے اس سے راضی ہوجا، تو اللہ جل جلالہ اس سے راضی ہوجائے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا: پڑھ اور چڑھ، اور ہر آیت پر ایک نیکی زائد کی جائے گی۔ (جامع الترمذی، ابواب فضائل القرآن)

اور فرماتے ہیں:

يُقَالُ يَعْنِيْ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اقْرَءْ وَ ارْتَقِ وَ رَتِّلْ، الحديث.

(رواه الترمذی و ابن ماجه واللفظ للترمذی)

یعنی صاحبِ قرآن کو حکم ہوگا کہ پڑھ اور چڑھ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے تو اُسے دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا کہ تیرا مقام اُس پچھلی آیت کے نزدیک ہے جسے تو پڑھے گا۔

حاصل یہ کہ ہر آیت پر ایک ایک درجہ اس کا جنت میں بلند کرتے جائیں گے

جس کے پاس جس قدر آیتیں ہوں گی اسی قدر درجے اسے ملیں گے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد۲۳، علم وتعلیم، ص:۶۴۲ تا ص:۶۴۳)

معلوم ہوا کہ حفظِ قرآن بلا شبہ کثیر ثواب والا اور بے شمار فضیلت والا کام ہے لیکن یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ پورے قرآن کو یاد کر لینا فرضِ کفایہ ہے اور اس کی تکمیل سے پہلے فرضِ عین علوم کی تحصیل ضروری ہے۔ عام طور پر لوگ اس سے نا بلد ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہم سب کی اصلاح فرمائے۔

حضور صدر الشریعہ ارشاد فرماتے ہیں:

"کچھ قرآنِ مجید یاد کر چکا ہے اور اسے فرصت ہے تو افضل یہ ہے کہ علمِ فقہ سیکھے کہ قرآنِ مجید حفظ کرنا فرضِ کفایہ ہے اور فقہ کی ضروری باتوں کا جاننا فرضِ عین ہے۔" (بہارِ شریعت، حصہ۱۶، ص:۶۲۹)

اسی طرح یہ بھی ذہن نشین ہونا چاہیے کہ اس سے زیادہ فضیلت اور خوبی کا کام پورا عالم بننا ہے یعنی علمِ تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوّف میں مشغولیت حفظِ قرآن میں مشغولیت سے کہیں بڑھ کر ہے۔

حضور صدر الشریعہ ارشاد فرماتے ہیں:

"ایک آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلّف پر فرضِ عین ہے اور پورے قرآنِ مجید کا حفظ کرنا فرضِ کفایہ اور سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کے مثل، مثلاً تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا حفظ واجبِ عین ہے۔ بقدرِ ضرورت مسائلِ فقہ کا جاننا فرضِ عین ہے اور حاجت سے زائد سیکھنا حفظِ جمیعِ قرآن سے افضل ہے۔" (بہارِ شریعت، حصہ۳، ص:۵۴۵-۵۴۶)

عصری مدارس (اسکولوں، کالجوں) میں مروّج بعض علوم فرضِ کفایہ، بعض مباح اور بعض ممنوع وحرام

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

"غیرِ دین کی ایسی تعلیم کہ تعلیمِ ضروریِ دین کو روکے مطلقاً حرام ہے، فارسی ہو یا انگریزی یا ہندی، نیز اُن باتوں کی تعلیم جو عقائدِ اسلام کے خلاف ہیں جیسے وجودِ آسمان کا انکار یا وجودِ جن وشیطان کا انکار یا زمین کی گردش سے لیل ونہار یا آسمانوں کا خرق و اِلتیام محال ہونا یا اعادۂ معدوم ناممکن ہونا وغیر ذٰلک عقائدِ باطلہ کہ فلسفۂ قدیمہ جدیدہ میں ہیں ان کا پڑھنا پڑھانا حرام ہے، کسی زبان میں ہو، نیز ایسی تعلیم جس میں نیچریوں دہریوں کی صحبت رہے، ان کا اثر پڑے، دین کی گرہ سست ہو یا کھل جائے۔ اگر جملہ مفاسد سے پاک ہو تو علومِ آلیہ مثلِ ریاضی وہندسہ وحساب وجبر ومقابلہ وجغرافیہ وامثال ذٰلک ضروریاتِ دینیہ سیکھنے کے بعد سیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں، کسی زبان میں ہو اور نفسِ زبان کا سیکھنا کوئی حرج رکھتا ہی نہیں۔"

آگے تحریر فرماتے ہیں:

"سائنس وغیرہ وہ فنون وکتب پڑھنی جن میں انکارِ وجودِ آسمان وگردشِ آفتاب وغیرہ کفریات کی تعلیم ہو حرام ہے، اور وہ نوکری جو خود حرام یا حرام میں اِعانت ہے اس کی نیت سے پڑھنا بھی حرام ہے اور اگر جائز فنون جائز نوکری کے لیے پڑھے تو جائز ہے جب کہ اس میں وہ اِنہماک نہ ہو کہ اپنے کو ضروریاتِ دین وعلومِ فرض کی تعلیم سے باز رکھے ورنہ جو فرض سے باز رکھے

حرام ہے۔اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے دین واخلاق ووضع پر اثر نہ پڑے، اسلامی عقائد و خیالات پر ثابت و مستقیم اور مسلمانی وضع پر قائم رہے۔ اِن سب شرائط کے اجتماع کے بعد جائز رزق حاصل کرنے کے لیے حرج نہیں۔ رہی اُس سے عز و جاہِ دنیوی کی طلب، طلبِ جاہ خود نا جائز ہے اگر چہ عربی زبان و اسلامی علوم سے ہو نہ کہ وہ جاہ کہ استقامت علی الدین کے ساتھ کم جمع ہو۔''

مزید تحریر فرماتے ہیں:

''ہاں جو شخص ضروریاتِ دینِ مذکورہ سے فراغت پا کر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالفِ شرع نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجبِ شرعی میں خلل نہ پڑے۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد۲۳، علم وتعلیم، ص:۶۴۸ تا ص:۷۱۰)

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''طب اور حساب اور ان اچھے علوم میں سے بعض فرضِ کفایہ ہیں اور بعض فقط بہتر ہیں لیکن فرض نہیں۔ ان اچھے علوم میں بعض فرضِ کفایہ ہیں اور فرضِ کفایہ وہ علوم ہیں جن کی حاجت امورِ دنیا کے قائم رہنے کے لیے ضروری ہو جیسے ''طب'' بدن کے تندرست رہنے کے لیے ضروری ہے اور ''علمِ حساب'' معاملات میں اور وصیتوں اور ترکوں کی تقسیم وغیرہ میں اور یہ وہ علوم ہیں کہ اگر شہر میں کوئی نہ جانتا ہو تو شہر والے نہایت محنت سے کام لیں اور حاصل کریں، جب ایک بھی انھیں پڑھ لے تو بھی کافی ہے اور دوسرے لوگوں

سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

اس میں تعجب نہ کریں کہ ہم نے طِب اور حساب کو فرض کہہ دیا ہے۔ اس اعتبار سے تو تمام صنعتیں بھی فرضِ کفایہ ہیں۔ مثلاً: کپڑا بُننا اور کاشت کاری اور سیاست بھی فرضِ کفایہ ہیں بلکہ پچھنے لگانا اور کپڑے سینا بھی ضروری ہے مثلاً کسی شہر میں خون لینے والا نہ ہو تو لوگ مر جائیں گے اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں گے۔

اس لیے کہ جس نے بیماری بھیجی ہے اس نے دوا اُتاری ہے اور اس کے استعمال کا طریقہ بھی ہدایت فرمایا اور اس کے اسباب بھی مقرر فرمائے ہیں۔ ان اسباب کو بے کار چھوڑ کر مر جانا درست نہیں۔

(احیاء العلوم مترجم، جلد اول، باب دوم، ص:٦٦)

"تبیین" میں فرضِ کفایہ کی یہ تشریح کی گئی ہے کہ فرضِ کفایہ وہ علم ہے کہ انسانی معاشرت اور امورِ دُنیا کو قائم رکھنے میں اس سے استغنا وصرفِ نظر نہ کیا جا سکے جیسے **علم طب**، علم لغت، علم قراءت، اسنادِ احادیث کا علم، وصایا وراثت کی تقسیم، کتابت، معانی و بدیع و بیان، معرفتِ ناسخ ومنسوخ اور علم عام، خاص، نص اور ظاہر کا، یہ علوم تفسیر وحدیث کے لیے ضروری ہیں۔ ایسے ہی علم الآثار والاخبار، علم اسماء الرجال، علم اسمائے صحابہ ان کے فضائل اور ان کے عدالت فی الروایۃ، ان کی عمریں اور **علوم صنعت وحرفت، فلاحت وکاشت وغیر ہا یہ تمام علوم فرضِ کفایہ میں داخل ہیں۔**

(بہارِ شریعت، حصہ ١٩ (ضمیمہ)، علم کی اقسام، ص:١٠٣٦)

ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رَدِّ نصاریٰ انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دنیا کے لیے صرف زبان سیکھنے یا حساب، اقلیدس، جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطے کہ ہمہ تن اُس میں مصروف ہو کر اپنے دین وعلم سے غافل نہ ہو جائے ورنہ جو چیز اپنا دین وعلم بقدرِ فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے۔ اس طرح وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائدِ باطلہ مثل انکارِ وجودِ آسمان وغیرہ درج ہیں ان کا پڑھنا بھی روا نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳، کسب وحصولِ مال، ص:۵۳۳)

مذکورہ عبارات سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

☆ دنیوی تعلیم میں اس طرح مصروف ہو جانا کہ ضروری دینی تعلیم حاصل کرنے کا موقع ہی نہ ملے، ناجائز ہے۔

☆ اسلامی نظریات کے مخالف علوم وفنون کا پڑھنا پڑھانا' ناجائز وحرام ہے جب کہ انھیں صحیح سمجھا جائے۔

☆ دین کی ضروری تعلیم حاصل کر لینے کے بعد عصری علوم کی تحصیل بلاشبہ جائز ہے جب کہ اسلامی اعتقادات کے خلاف باتوں کی تعلیم نہ ہوتی ہو۔

☆ کسی بھی زبان کو سیکھنا اصلاً ممنوع نہیں ہے۔

☆ طِب، ریاضی اور ان کے جیسے متعدد عصری علوم انسانی معاشرتی ضروریات کی تکمیل کے لیے نہ صرف جائز ومباح بلکہ بعض صورتوں میں فرض ہیں۔

☆ اسی طرح انسانی ضروریات کی تکمیل کرنے والی صنعتیں، پیشے، کھیتی باڑی وکاشت کاری وغیرہ کی معلومات حاصل کرنا نہ صرف یہ کہ مباح بلکہ فرض وضروری ہے۔

☆ انگریزی پڑھنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ اگر دینِ اسلام وسنیت کی امداد وتعاون کے لیے ہوتو باعثِ اجروثواب ہے۔

☆ محض دُنیا کمانے کے لیے بھی انگریزی علوم کی تحصیل جائز ومباح ہے بشرطے کہ دین سے دوری کا باعث نہ بنے۔

☆ جو عصری علوم کی تعلیم حاصل کرے اس کے لیے فرض ہے کہ اس بات کو یقینی بنائے کہ اُن علوم کی تحصیل کے نتیجے میں وہ کسی بھی اسلامی عقیدے اور نظریے کے خلاف باطل نظریات کا حامل نہ ہو۔

علوم حاصل کرنے میں ترتیب

☆ **پہلے کن علوم کی تحصیل ضروری ہے؟**

☆ **کیا فرضِ عین علوم کو چھوڑ کر دوسرے علوم کی تحصیل میں مشغولیت جائز ہے؟**

اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ سے چند اقتباسات نقل کیے جارہے ہیں:

”فرضِ عین کا علم حاصل کرنا فرضِ عین، فرضِ کفایہ کا فرضِ کفایہ، واجب کا واجب، مستحب کا مستحب۔“

”علمِ دین سیکھنا اس قدر ہے کہ مذہبِ حق سے آگاہ ہو، وضو، غسل، نماز، روزے وغیرہا ضروریات کے احکام سے مطلع ہو۔ تاجر تجارت، مُزارِع زراعت، اجیر اجارے، غرض ہر شخص جس حالت میں ہے اس سے متعلق احکامِ شریعت سے واقف ہو، یہ فرضِ عین ہے۔ جب تک یہ حاصل کرے

جغرافیہ، تاریخ وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:
طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ ۔(ہر مسلمان مرد عورت پر علم کی تلاش فرض ہے۔)"

"جو فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو حدیثوں میں اس کی سخت برائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا، کَمَا بَیَّنَّاہُ فِی الزَّکٰوۃِ مِنْ فَتَاوٰنَا. (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاویٰ کی بحثِ زکوٰۃ میں تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔) نہ کہ فرض چھوڑ کر فضولیات میں وقت گنوانا، غرض یہ علومِ ضروریہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسہ، طبعیات، فلسفہ یا دیگر خرافات وفلسفہ پڑھنے پڑھانے میں مشغولی بلاشبہ متعلم و مدرس دونوں کے لیے حرام ہے اور اِن ضروریات سے فراغ کے بعد پورا علمِ دین فقہ، حدیث، تفسیر، عربی زبان، اس کی صرف، نحو، معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہا آلاتِ علومِ دینیہ بطورِ آلات سیکھنا سکھانا فرضِ کفایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ ۔(تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔)"

"غیر دین کی ایسی تعلیم کہ تعلیمِ ضروریِ دین کو روکے مطلقاً حرام ہے، فارسی ہو یا انگریزی یا ہندی۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد۲۳، علم و تعلیم، ص:۶۴۷ تا ۷۰۶)

مذکورہ عبارات سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

- ☆ ضروری دینی تعلیم حاصل کیے بغیر غیر ضروری علوم کی تحصیل میں لگنا جائز نہیں۔ البتہ اگر علمِ دین کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم کو حاصل کیا جائے تو جائز ودرست ہے۔

☆ ضروری دینی تعلیم کو چھوڑ کر نفلی چیزوں میں مصروفیت بھی بے کار و بے سود ہے۔

☆ ضرورت بھر دینی تعلیم مدارس کے مروّجہ تفصیلی علوم وفنون پر بھی مقدم ہے۔

☆ کسی بھی طرح کی کوئی بھی ایسی مصروفیت جو ضروری علمِ دین کے حصول سے مانع ہو، ناجائز و حرام ہے۔

تعلیم میں والدین کی مداخلت

فرضِ عین علوم کی تحصیل سے اولاد کو روکنا جائز نہیں۔ اگر والدین روکیں تو اُن کی مخالفت جائز ہے۔ فرضِ کفایہ کی تحصیل پر والدین کی ضروریات و مشکلات کو ترجیح دینا چاہیے۔

اس سلسلے میں فتاویٰ رضویہ شریف کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

"طلبِ علمِ دین اپنی حاجت کے قدر فرضِ عین اور اس سے زائد فرضِ کفایہ ہے۔ اس کے باپ کا اس سے روکنا خلافِ حکمِ خدا ہے اور خلافِ حکمِ خدا میں کسی کی اطاعت نہیں۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لَا طَاعَةَ لِاَحَدٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى ۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت (اور فرماں برداری) نہیں۔ (المعجم الکبیر)"

"ہاں اگر باپ محتاج ہے اور اگر یہ باہر جائے تو وہ ضائع رہ جائے کوئی ذریعۂ قوت نہ اس کے پاس ہو نہ یہ بھیج سکے تو اس کا روکنا بجا ہے۔

قولِ زید (ماں باپ اگر تحصیلِ علمِ فرض سے منع کریں تو اِس میں اُن کی تعمیلِ حکم ہرگز نہیں چاہیے اور اگر ان کی قربت میں تحصیل نہ ہو سکے تو سفر کرنا ضروری ہے اگرچہ ماں باپ کو اس کی خدمت کی طرف احتیاج ہو) صحیح ہے

مطلقاً جب کہ اس علم کی تحصیل چاہتا ہو جو فرضِ عین ہے، یوں ہی صحیح ہے اگر بقدرِ فرضِ عین جانتا ہو اور فرضِ کفایہ کی تحصیل چاہے اور وہاں میسر نہ ہو اور اس کے سفر کرنے میں والدین کا ضائع چھوڑنا نہ ہو اور اگر ان کی اِضاعت لازم آئے تو فرضِ عین کے بعد کفایہ کے لیے اُس کی اجازت نہیں ہوسکتی کہ ان کا ضائع نہ چھوڑنا اس پر فرضِ عین ہے۔ ضائع چھوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قادر ہیں، یہی کماتا ہے اور اُنھیں کھلاتا ہے اور اگر تحصیلِ کفایہ میں مشغول ہوگا تو ان کے نفقے سے عاجز ہوگا اور وہ نانِ شبینہ کو محتاج رہ جائیں گے یا وہ سخت مریض یا اپاہج یا مفلوج ہیں کہ حرکت سے عاجز ہیں اور ان کی خدمت اُسی سے متعلق ہے اور وہ اجیر نہیں رکھ سکتے تو تحصیلِ کفایہ کو سفر ممنوع۔" (فتاوی رضویہ، جلد ۲۳، علم و تعلیم، ص: ۷۰۲ تا ۷۰۶)

مذکورہ عبارات سے چند باتیں سمجھ میں آتی ہیں:

- ☆ جس قدر ضروری علمِ دین فرضِ عین ہے اس کی تحصیل سے والدین منع نہیں کر سکتے، اگر منع کریں گے تو خود گنہ گار رہوں گے، اولاد نہیں۔
- ☆ اگر والدین مجبورِ محض ہیں اور کوئی بود و باش کا ذریعہ نہیں، اولاد کے علمِ دین میں مصروف ہونے کے سبب ان کی جان جانے یا معذور ہو جانے کا اندیشہ ہو تو والدین روک سکتے ہیں، لیکن عموماً ایسا نہیں ہوتا ہے۔
- ☆ والدین کے ہلاک یا معذور یا محتاج ہو جانے کا خدشہ نہ ہو تو فرضِ عین کیا فرضِ کفایہ کی تحصیل سے بھی اولاد کو منع نہیں کر سکتے۔
- ☆ اگر والدین کے ہلاک و معذور یا محتاج ہونے کا خدشہ ہے تو فرضِ کفایہ کیا فرضِ عین کی

تحصیل سے بھی روک سکتے ہیں۔

☆ مفلوج و معذور والدین کی خدمت فرض علوم کی تحصیل پر مقدم ہے جب کہ اس کے علاوہ انھیں کوئی اور سہارا دینے والا نہ ہو۔

بعض علوم کی تحصیل حرام ہے

جہاں اسلام بہت سارے علوم کی تحصیل کی اجازت و حکم دیتا ہے وہیں متعدد ایسے علوم کی تحصیل کو ناجائز و حرام قرار دیتا ہے جو لوگوں کے اعتقادات کے بگاڑ کا سبب بنیں۔ ایسے ہی ان علوم کی تحصیل سے بھی منع فرماتا ہے کہ جن سے دوسرے انسانوں کا دینی یا دنیوی نقصان ہو۔ ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جا رہا ہے:

☆ فلسفے کا وہ حصہ جس میں عالَم کے قدیم ہونے، خدا کا انکار کرنے، آسمانوں کے وجود کا انکار کرنے اور دیگر کفریات و محرمات کی تعلیم دی جاتی ہو حرام و گناہ ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے اسلام کی پختگی کے ساتھ ان کا رَد کرنے کے لیے اور لوگوں کو اُس علم کی گمراہی سے بچانے کے لیے اس کا علم حاصل کرے تو یہ جائز ہے۔

☆ شعبدہ بازی، سحر، کہانت اور منطق کے علم کا وہ حصہ جس سے ضلالت و گمراہی پیدا ہو ان سب کا حاصل کرنا حرام ہے، اِسی طرح علم تَنْجِیْم بھی ہے کہ اگر اِس علم سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعے سے ماہ و سال، اوقات صلوٰۃ و سمتوں اور موسموں کی اقسام کا حال معلوم کیا جائے اور زکوۃ و حج کے اوقات کو جانا جائے تو مضائقہ نہیں یہ جائز ہے اور اگر علمِ تنجیم سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعے سے آنے والے حوادث کو معلوم کیا جائے اور غیبی اُمور بتانے کے لیے استعمال کیا جائے اور ستاروں کی گردش کے دنیا پر اثرات ظاہر کرنے کے لیے حاصل کیا جائے تو حرام ہے۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نجوم کا اتنا علم حاصل کرو جس سے تم اپنے بحری و برّی سفر میں راستوں کی شناخت کر سکو، اس سے زیادہ نہیں۔

علمِ نجوم اگر چہ آسمانی علم ہے جو سیّدنا حضرت ادریس علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور وہ ان کا معجزہ تھا، اس میں ظن و تخمین یا حسابیات کو دخل نہ تھا۔ وہ ایک روحانی قوت تھی جو من جانبِ اللہ عطا کی گئی تھی وہ علم باقی نہیں رہا، بعد میں لوگوں نے ظن و تخمین اور حسابیات سے کام لینا شروع کر دیا اور ستاروں کے اثرات کو مؤثر بالذات مان لیا جو اسلام کے قطعاً منافی ہے۔

☆ علمِ رَمل بھی انھی علوم میں شامل ہے جن کا حاصل کرنا حرام ہے۔ علامہ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں بیان فرماتے ہیں: اس علم کا سیکھنا سخت حرام ہے کیوں کہ اِس علم سے عوام کے دماغوں میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ نَعوذُ بِاللہ اس علم کا جاننے والا اللہ عالمُ الغیب کا شریک ہے۔

☆ علمِ سحر، علمِ کہانت، علم الحروف اور علم الموسیقی وغیرہ بھی علومِ محرمات میں داخل ہیں اور علمِ طبیعی کا وہ حصہ حرام علم میں داخل ہے جو فلاسفہ کے باطل نظریات کے مطابق ہو جو اسلامی اعتقادات کو فاسد کرتے ہوں۔ جیسے عالَم کے قدیم ہونے کا اعتقاد کہ یہ سراسر باطل اور کفر ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ ۱۹ (ضمیمہ) علم کی اقسام، ص: ۱۰۳۷-۱۰۳۸)

مذکورہ تفصیلات سے آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ دین کی بنیادی تعلیم جس کی عموماً صرف فضیلت بیان کی جاتی ہے اور اس کی تحصیل کی طرف توجہ نہیں دی جاتی ہے حالاں کہ اس کا حصول اشد ضروری ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''اسلامی تعلیمی نصاب (جدید)'' کا بیشتر حصہ ایسی ہی باتوں پر مشتمل ہے جن کے سیکھنے کی تاکید اور فرضیت حدیث پاک میں مذکور ہے۔

ایک ضروری وضاحت

فرضِ عین علوم کی معلومات کے ساتھ ہم نے ہر عنوان کے تحت چند ایسے مسائل بھی پیش کیے ہیں جن کا حصول فرضِ عین تو نہیں لیکن مبلغین کے ساتھ ساتھ عام دینی اداروں اور طلبۂ مدارس کو ان کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ کئی ایسے ابواب کا اضافہ بھی کیا ہے کہ فرضِ عین علوم سے تو ان کا تعلق نہیں ہے (بلکہ ان میں سے بعض کی تحصیل واجب اور بعض کی مندوب ومستحب ہے) لیکن دین کا کام کرنے والوں کے لیے ان کا جاننا بلا شبہ ضروری ہے۔

ادارۂ معارفِ اسلامی اس سے قبل ''اسلامی تعلیمی نصاب'' نامی کتاب کو متعارف کرا چکا ہے جسے بحمد اللہ تعالیٰ کافی حد تک مقبولیت حاصل ہوئی لیکن حدیثِ **طلب العلم فریضۃ** اور اس حدیث سے متعلق امام غزالی اور اعلیٰ حضرت علیہما الرحمہ کے ارشادات کی روشنی میں جن علوم کا حصول فرضِ عین یا فرضِ کفایہ یا واجب ہے ان سب کا بیان اُس کتاب میں نہیں ہو سکا تھا اس لیے چند ابواب و مسائل کا اضافہ کر کے نئے سرے سے کتاب کو مرتب کیا گیا تاکہ عوام، طلبۂ مدارس اور خصوصیت کے ساتھ مبلغین سنّی دعوتِ اسلامی کے لیے یہ کتاب زیادہ نفع بخش ہو جائے۔ کتاب میں مندرجہ ذیل ابواب و مسائل کا اضافہ کیا گیا ہے:

(۱) کفریہ کلمات (۲) سنّیوں کی پہچان کی بیس علامتیں (۳) احکام مسجد (۴) سنن ونوافل کا مفصل بیان (۵) نماز تراویح کا مفصل بیان (۶) جنازے اور کفن و دفن کا بیان (۷) روزے کا بیان (۸) زکوٰۃ، صدقات وعشر کا بیان (۹) حج وعمرہ کا بیان (۱۰) نکاح اور طلاق کا بیان (۱۱) ذبح اور قربانی کا بیان (۱۲) مسائلِ حلال وحرام (۱۳) مسائلِ حالتِ موجودہ (۱۴) فرائضِ قلبیہ (۱۵) محرماتِ باطنیہ

ہم اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کتاب میں اسلامی عقائد اور

فقہی مسائل، فقہ حنفی کی شہرۂ آفاق کتاب **''بہار شریعت'' کے مختلف حصوں** سے ملخصًا و مُسہّلًا لیے گئے ہیں اور مسائلِ علمِ قلب حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہورِ زمانہ کتب ''**کیمیائے سعادت**'' اور ''**احیاء العلوم**'' سے تلخیص و تسہیل کے ساتھ اخذ کیے گئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ مبلغین، طلبہ، عوام اور دین کی طرف رغبت رکھنے والے حضرات اس کتاب کا مطالعہ کر کے کسی حد تک حصولِ علم کے بنیادی فریضے کی تکمیل کر سکیں۔

یہ کتاب اہل علم و دانش کی نظر سے گزرے تو ان سے خصوصی گزارش ہے کہ اگر انھیں کتاب کی ترتیب، تسہیل، حروف سازی وغیرہ میں کسی بھی طرح کی کوئی کمی نظر آئے تو ادارۂ معارفِ اسلامی کے ذمے داران کو اس سے آگاہ کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس سے ہر کسی کو بھرپور استفادہ کرنے اور اسے عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نیاز مند: مرتبین

۲۱ر محرم الحرام ۱۴۳۵ھ/ ۲۶ر نومبر ۲۰۱۳ء

کتاب ایک نظر میں

☆	پہلا باب	:	اعتقادات
☆	دوسرا باب	:	طہارات
☆	تیسرا باب	:	نماز
☆	چوتھا باب	:	روزے
☆	پانچواں باب	:	زکوٰۃ،فطرہ اور عشر
☆	چھٹا باب	:	حج وعمرہ
☆	ساتواں باب	:	نکاح اور طلاق
☆	آٹھواں باب	:	ذبح اور قربانی
☆	نواں باب	:	مسائلِ حلال وحرام
☆	دسواں باب	:	مسائلِ حالتِ موجودہ
☆	گیارہواں باب	:	فرائض قلبیہ
☆	بارہواں باب	:	محرمات باطنیہ
☆	تیرہواں باب	:	ترتیل کی معلومات
☆	چودہواں باب	:	سورتوں کی تحفیظ
☆	پندرہواں باب	:	حفظِ احادیث
☆	سولہواں باب	:	آداب وادعیہ

☆ سترہواں باب : سیرتِ رسول

پہلا باب

اعتقادات

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اے عزیز! تو جان کہ جو کافر صبح کے وقت مسلمان ہو یا جو لڑکا بالغ ہو اس وقت اس پر اتنا فرض ہے کہ ”لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ کے معنٰی جانے اور ان معنوں کا علم اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ اہل سنت کے عقائد حاصل کرے، ان کو قبول کرے اور سب پر یقین کرے۔ خدا، رسول، آخرت، بہشت، دوزخ، حشر، نشر تمام باتوں کا اعتقاد رکھے اور یہ جان لے کہ اس کا خدا اِن اِن صفات پر ہے اور اُسی خدا کی طرف سے رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی پیغام واحکام آئے ہیں۔ جو اطاعت کرے گا مرنے کے بعد مرتبۂ سعادت کو پہنچے گا، جو نافرمانی کرے گا درجۂ شقاوت کو پہنچے گا۔ (کیمیاے سعادت)

سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

ان کا اعمّ واشمل واعلیٰ واکمل واہمّ واجلّ (دینی زندگی گذارنے کے لیے جن علوم کی ضرورت سب سے زیادہ اور اہم ہے وہ) ”علمِ اصولِ عقائد“

ہے جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنّی المذہب ہوتا ہے اور انکار و مخالفت سے کافر یا بدعتی، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (ایمان لانے کے بعد) سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تَعَلُّم (سیکھنا) ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں۔ (اس کی ضرورت سب کو برابر برابر ہے۔) (فتاویٰ رضویہ)

ایمان و عقیدے کی حفاظت ہر مسلمان کی اولین ذمے داری ہے اور اسی پر سارے اعمال کا دار و مدار ہے۔ عقیدہ درست ہے تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ہر فرض و نفل عبادت مقبول ہوگی اور اگر عقیدہ درست نہیں تو کوئی عمل قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ اس لیے بہت ضروری ہے کہ اسلامی عقائد سے مسلمان آشنا ہوں تاکہ ان پر ان کا اعتقاد مضبوط ہو۔ اس لیے اگلے صفحات پر ایمانیات کے تعلق سے مفصل بیان ذکر کیا جارہا ہے۔ ان کا بہ غور مطالعہ کریں اور اپنے ایمان و عقائد کو مضبوط کریں اور جہاں تک ہوسکے ان میں سے خاص خاص باتیں زبانی یاد کرلیں۔

اس باب میں پیش کردہ سارے عقائد و مسائل ''بہارِ شریعت'' جلد اول، حصۂ اول سے تلخیص و تسہیل کے ساتھ ماخوذ ہیں۔

ہم نے اس باب میں کئی ایسے عقائد و مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے کہ فرضِ عین علوم سے تو ان کا تعلق نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض کی تحصیل واجب اور بعض کی مندوب و مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق عقائد

☆ اللہ عزوجل ایک ہے۔اس کی ذات،صفات اوراحکام میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

☆ وہی واجب الوجود ہے،وہ ازلی اورابدی ہے،یعنی ہمیشہ سے ہےاور ہمیشہ رہے گا۔

☆ صرف وہی عبادت کا مستحق ہے،اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

☆ وہ کسی کامحتاج نہیں مگرپوری دنیااس کی محتاج ہے۔

☆ جس طرح اس کی ذات قدیم (فنانہ ہونے والی)،ازلی اورابدی ہے(ہمیشہ سے ہےاور ہمیشہ رہنے والی ہے)اسی طرح اس کی صفات بھی ازلی وابدی ہیں۔

☆ اس کی ذات وصفات کےعلاوہ سب چیزیں حادث ہیں،یعنی پہلے نہ تھیں،اس نے بنایا تو موجودہوئیں۔

☆ اس کی ذات وصفات کےعلاوہ دنیا کی کسی بھی چیزکوقدیم ماننایا حادث ہونے میں شک کرنا کفر ہے۔

☆ نہ وہ کسی کاباپ ہے،نہ کسی کا بیٹا اورنہ ہی اس کی کوئی بی بی۔جواسے باپ یابیٹا بتائے یا اس کے لیے بی بی ثابت کرے کافر ہے بلکہ جواس کے لیے باپ، بیٹایا بی بی ہوناممکن مانے وہ بھی گمراہ وبدمذہب ہے۔

☆ وہ حَــیُ ہے،یعنی خودزندہ ہےاورپوری کائنات کی زندگی اسی کی قدرت میں ہے جسے چاہےزندہ کرےاورجسے چاہےموت دے۔

☆ وہ ہرممکن چیز پرقادر ہے۔جوچیزیں محال ہیں اللہ عزوجل ان سے پاک ہے کہ اس کی قدرت انہیں شامل ہو۔

☆ وہ ہر کمال وخوبی کا جامع اور ہر قسم کے عیب ونقصان مثلاً جھوٹ، دغا، خیانت، ظلم، بے حیائی وغیرہا سے پاک ہے۔ یہ سمجھنا کہ محال چیزوں پر قادر نہ ہوگا، تو اس کی قدرت ناقص ہو جائے گی محض باطل خیال ہے کہ اس میں قدرت کا کچھ نقصان نہیں۔ نقصان تو اس محال کا ہے کہ اللہ کی قدرت کے تحت ہونے کی اس کے اندر صلاحیت ہی نہیں۔

☆ زندہ ہونا، قادر ہونا، سننا، دیکھنا، کلام فرمانا، علم، ارادہ یہ تمام باتیں اس کی ذاتی صفتوں میں سے ہیں مگر اس کا سننا کان سے نہیں، اس کا دیکھنا آنکھ سے نہیں، اس کا کلام فرمانا زبان سے نہیں، کیوں کہ کان، آنکھ، زبان یہ ساری چیزیں جسم کے اَجزا ہیں اور وہ جسم سے پاک ہے۔

☆ چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کو بھی دیکھتا ہے، باریک سے باریک آواز کو بھی سنتا ہے۔

☆ اس کی تمام صفتوں کی طرح اس کا کلام بھی قدیم ہے۔ لہٰذا جو قرآن عظیم کو مخلوق مانے امام اعظم ودیگر ائمہ کرام نے اسے کافر کہا بلکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اس کی تکفیر ثابت ہے۔

☆ اس کا کلام آواز سے پاک ہے اور یہ قرآن عظیم جس کو ہم اپنی زبان سے تلاوت کرتے ہیں، ہمارا پڑھنا، لکھنا اور ہماری آواز حادث ہے اور جو ہم نے پڑھا جو لکھا وہ قدیم ہے۔

☆ ازل سے لے کر ابد تک ساری موجود چیزوں کو اس کا علم گھیرے ہوئے ہے۔ دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو بھی جانتا ہے۔ اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں۔

☆ اسی نے ہر چیز کو پیدا فرمایا، روزی حقیقۃً وہی دیتا ہے، ملائکہ وغیرہم وسیلہ اور واسطہ ہیں۔

☆ اس نے جو چاہا کیا جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسا چاہے گا کرے گا، اس کے ارادے سے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ جو کرتا ہے یا کرے گا عدل وانصاف ہے، ظلم سے

پاک وصاف ہے۔

☆ آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتا ہے، آگ جلاتی ہے، پانی پیاس بجھاتا ہے۔ وہ چاہے تو آنکھ سنے، کان دیکھے، پانی جلائے، آگ پیاس بجھائے۔ نہ چاہے تو لاکھوں آنکھیں مل کر بھی دن میں پہاڑ کو نہ دیکھ سکیں۔

☆ مظلوم کی فریاد کو پہنچتا ہے اور ظالم سے بدلہ لیتا ہے۔

☆ نفع اور نقصان اسی کے دست قدرت میں ہے، اس کی مشیت اور ارادے کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ مگر اچھے کام پر خوش ہوتا ہے اور برے کام سے ناراض۔

☆ اس کے ہر کام میں بہت ساری حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں، خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

☆ وہ جہت، مکان، زمان، حرکت، سکون، شکل وصورت اور تمام حوادث سے پاک ہے۔

☆ ہر بھلائی، برائی اس نے اپنے علم ازلی کے موافق مقدر فرمادی ہے۔ جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اپنے علم سے جانا اور ویسا ہی لکھ دیا۔ تو یہ نہیں کہ جیسا اس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا۔

☆ قضا (تقدیر) کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) قضاے مبرم حقیقی (۲) قضاے معلق محض (۳) قضاے معلق شبیہ بہ مبرم۔

☆ جو قضائے مبرم ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی ناممکن ہے، اگر اللہ عزوجل کی بارگاہ کے محبوبین کبھی اتفاقاً اس سلسلے میں بارگاہ خداوندی میں کچھ عرض کرتے ہیں، تو انہیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے۔

☆ جو قضاے معلق ہے اس تک اکثر اولیا کی رسائی ہوتی ہے، ان کی دعا سے ٹل جاتی ہے۔

☆ جو قضاے معلق شبیہ بہ مبرم ہوتی ہے اس تک خواص اکابرین کی رسائی ہوتی ہے۔ سیدنا

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کے بارے میں فرمایا ہے کہ ''میں قضائے مبرم کورد کردیتا ہوں''۔

☆ تقدیر کے مسائل میں غور وخوض کرنا اور اس سلسلے میں بحث ومباحثہ کرنا سخت منع ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسی عظیم شخصیتوں کو بھی حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقدیر کے سلسلے میں بحث کرنے سے منع فرمایا۔

☆ برا کام کر کے تقدیر کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہیے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے اللہ کی جانب سے توفیق سمجھے اور جو برائی سرزد ہو اس کو اپنے نفس کی شامت سمجھے۔

☆ دنیا کی زندگی میں اللہ عزوجل کا دیدار حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے اور آخرت میں ہر سنی مسلمان کے لیے ممکن ہے۔ رہا قلبی دیدار یا خواب میں تو یہ دیگر انبیاے کرام علیہم السلام بلکہ اولیاے کرام کے لیے بھی ممکن ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام سے متعلق عقائد

☆ نبی اس انسان کو کہتے ہیں جس کے پاس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سیدھے راستے پر چلانے کے لیے وحی بھیجی ہو۔

☆ تمام انبیا علیہم السلام انسان اور مرد ہی تھے، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ کوئی عورت۔

☆ نبی کو خواب میں جو چیزیں بتائی جائیں، وہ بھی وحی ہیں۔ان کے جھوٹے ہونے کا احتمال نہیں۔

☆ اولیائے کرام کے دلوں میں سوتے یا جاگتے میں جو باتیں اِلقا ہوتی ہیں انہیں اِلہام کہتے ہیں۔

☆ وحی انبیا علیہم السلام کے لیے خاص ہے جو اسے کسی غیر نبی کے لیے مانے کافر ہے۔

☆ نبوت محض اللہ تعالیٰ کی عطا سے ملتی ہے، کوئی شخص عبادت و ریاضت کے ذریعہ اسے حاصل نہیں کرسکتا۔

☆ تمام انبیائے کرام کو اللہ عزوجل نے تمام بُرے اخلاق سے پاک پیدا فرمایا، تمام اچھے اخلاق کا جامع فرما کر ولایت کے تمام درجے طے کروایا۔نسب و جسم، قول و فعل، حرکات وسکنات میں ہر ایسی بات سے منزہ فرمایا جو نفرت کا سبب بنیں۔انہیں عقلِ کامل عطا فرمایا جو کہ اوروں کی عقلوں سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔کسی حکیم اور فلسفی کی عقل کسی نبی کی عقل کے لاکھوں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

☆ تمام انبیا اور تمام فرشتے معصوم ہیں کہ اللہ عزوجل نے گناہوں سے ان کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے جس کے سبب ان سے گناہوں کا صادر ہونا محال ہے۔انبیائے کرام علیہم

السلام اور فرشتوں کے علاوہ کوئی امام معصوم نہیں، یہ اور بات ہے کہ ان سے گناہ سرزد نہ ہوا ہو مگر ہو تو شرعاً محال نہیں۔

☆ انبیاے کرام اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد ہر اس کام سے جو مخلوق کے لیے نفرت کا سبب بنے، جیسے جھوٹ، جہل، ظلم، خیانت نیز ہر ایسے کام سے جو کہ مروّت اور انسانیت کے خلاف ہیں، اسی طرح تمام صغائر و کبائر گناہوں اور شرک و کفر سے منزہ اور پاک رہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا پر بندوں کے لیے جتنے احکام نازل فرمائے انہوں نے وہ سب بندوں تک پہنچا دیے۔

☆ بندوں تک احکامِ خدا کے پہنچانے میں انبیاے کرام سے سہو اور کسی قسم کی بھول محال ہے۔

☆ اللہ عزوجل نے انبیاے کرام علیہم السلام کو علم غیب عطا فرمایا۔ یعنی زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے۔ اللہ عزوجل کے علم غیب اور انبیا علیہم السلام کے علم غیب میں فرق یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا علم ذاتی ہے اور انبیا علیہم السلام کو اللہ کے دیے سے حاصل ہے۔

☆ اولیاے کرام کو بھی انبیاے کرام کے واسطہ سے علم غیب حاصل ہوتا ہے۔

☆ انبیاے کرام تمام مخلوق، یہاں تک کہ تمام فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔ ولی کتنا ہی بڑے مرتبہ والا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

☆ تمام انبیاے کرام کی تعظیم فرضِ عین بلکہ تمام فرائض سے بڑھ کر ہے۔ کسی نبی کی ادنیٰ سی توہین بھی کفر ہے۔

☆ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے پہلے رسول جو کفار پر بھیجے

گئے حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔

☆ انبیا علیہم السلام کی تعداد کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں، لہٰذا ان کی تعداد معین کرنا جائز نہیں کہ تعدادِ معین پر ایمان رکھنے میں کسی نبی کو نبوت سے خارج ماننے یا غیر نبی کو نبی جاننے کا احتمال ہوگا اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ عزوجل کے ہر نبی پر ہمارا ایمان ہے۔

☆ نبیوں کے مختلف درجے ہیں، ان میں سے بعض بعض سے افضل ہیں اور تمام انبیا میں افضل ہمارے آقا و مولا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کا۔ یہ پانچوں حضرات دیگر تمام انبیا و مرسلین، فرشتے، انسان و جن اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔

☆ تمام انبیا اللہ عزوجل کے حضور عظیم مقام و مرتبہ والے ہیں، لہٰذا یہ کہنا کہ (معاذ اللہ) وہ حضرات اللہ کی شان کے آگے چوہڑے چمار کی مثل ہیں، کھلی گستاخی اور کلمۂ کفر ہے۔

☆ نبی اپنی نبوت کے دعویٰ کے ثبوت میں عام طور پر محال باتوں کے ظاہر کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور منکرینِ نبوت کو ان کے مثل پیش کرنے کی طرف بلاتا ہے، اللہ عزوجل اس نبی کے دعوے کے مطابق اس امر کو ظاہر فرما دیتا ہے اور منکرین سب عاجز رہتے ہیں، اسی کو معجزہ کہتے ہیں۔

☆ جو شخص نبی نہ ہو اور نبوت کا دعویٰ کرے وہ دعویٰ کر کے کوئی محال عادی اپنے دعویٰ کے مطابق ظاہر نہیں کر سکتا، ورنہ سچے جھوٹے میں فرق نہ رہے گا۔

☆ تمام انبیاے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح وہ دنیا میں زندہ تھے۔ان کی زندگی شہدا کی زندی سے بہت ہی ارفع واعلیٰ ہے۔وہ کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں جاتے آتے ہیں۔اللہ کے وعدہ کے سچے ہونے کے لیے انہیں صرف ایک آن کے لیے موت آتی ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق عقائد

☆ دیگر انبیاے کرام علیہم السلام کو اللہ عزوجل نے کسی خاص قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انسانوں، جن، فرشتوں، حیوانات، جمادات سب کے لیے نبی بنا کر بھیجا۔

☆ صرف انسانوں ہی پر نہیں بلکہ تمام مخلوق پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت فرض ہے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبوت کو ختم فرما دیا ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا مانے یا جائز جانے وہ کافر ہے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔

☆ دوسروں کو علیٰحدہ علیٰحدہ جو کمالات عطا ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اللہ عزوجل نے ان تمام کمالات کو جمع فرما دیا اور ان کے علاوہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ کمالات عطا فرمائے جن میں اور کسی کا حصہ نہیں۔

☆ کسی کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل ہونا محال ہے۔ جو کسی خاص صفت میں کسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل بتائے، گمراہ یا کافر ہے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے اپنا محبوبِ اکبر بنایا کہ تمام مخلوق اللہ کی رضا چاہتی ہے اور اللہ عزوجل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے معراج بھی ہے۔

☆ رات کے ایک بہت ہی کم وقفہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے ساتوں آسمان اورعرش وکرسی بلکہ عرش سے بھی اوپر اپنے حقیقی جسم کے ساتھ تشریف لے گئے اور اللہ عزوجل کا وہ قرب آپ کو حاصل ہوا کہ کسی انسان یا فرشتے کو نہ کبھی حاصل ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔

☆ معراج کی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حقیقی آنکھوں سے اللہ عزوجل کے جمال کو دیکھا اور اللہ عزوجل کے کلام کو بلا واسطہ سنا۔

☆ قیامت کے دن شفاعت کبریٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ یعنی جب تک آپ شفاعت کا دروازہ نہ کھولیں گے کوئی شخص شفاعت نہ کر سکے گا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دیگر لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں شفاعت لائیں گے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں شفاعت لے جائیں گے۔

☆ یہ شفاعت کبریٰ مومن، کافر، نیک، گنہگار سب کے لیے ہے کہ میدان محشر میں جب سب لوگ حساب کے انتظار میں ہوں گے اور وہ وقت بہت ہی سختی کا ہوگا، لوگ تمنا کریں گے کہ حساب جلد ہو جائے خواہ جنت ملے یا جہنم، سب لوگوں کو اس بلا سے نجات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں ملے گی۔

☆ اس شفاعت پر تمام اولین وآخرین، موافقین ومخالفین، مومنین وکافرین سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد کریں گے، اسی کا نام مقام محمود ہے۔

☆ شفاعت کی اور بھی قسمیں ہیں۔ مثلاً بہت سے لوگ ایسے ہوں گے، جنہیں بے حساب جنت میں داخل فرمائیں گے۔ جن میں چار ارب نوے کروڑ کی تعداد معلوم ہے بلکہ اس

سے بھی زیادہ۔ بہت سے وہ ہوں گے جن کا حساب ہو چکا ہوگا اور جہنم کے مستحق ہوں گے، ان کو جہنم سے بچائیں گے۔ بہت سوں کو شفاعت فرما کر جہنم سے نکالیں گے۔ بہت سارے لوگوں کے درجات بلند فرمائیں گے اور بہت سوں کے عذاب میں تخفیف کروائیں گے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ایمان کی اصل ہے بلکہ ایمان اسی محبت کا نام ہے جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ماں، باپ، اولاد اور تمام جہاں سے زیادہ نہ ہو، آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ عزوجل کی اطاعت ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص فرض نماز پڑھ رہا ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے یاد فرمائیں، تو فوراً جواب دے اور حاضر خدمت ہو جائے اور یہ شخص کتنی ہی دیر تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو کرتا رہے اس کی نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ وہ اسی طرح نماز ہی میں ہے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ایمان کا جز ہے۔ آپ کی تعظیم وتوقیر جس طرح اس وقت فرض تھی جب آپ دنیا میں ظاہری نگاہوں کے سامنے تشریف فرما تھے، اب بھی اسی طرح فرضِ اعظم ہے۔

☆ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر آئے تو مکمل خشوع وخضوع اور انکساری کے ساتھ با ادب ہو کر سنیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سنتے ہی درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

☆ بعض لوگ اختصار کے لیے ''صلعم'' یا '' ؐ '' لکھتے ہیں یہ محض ناجائز وحرام ہے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی قول، فعل، عمل یا حالت کو حقارت کی نظر سے

دیکھنا کفر ہے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نائبِ مُطلق ہیں، ساری دنیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصرف میں ہے۔ جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں۔

☆ احکام تشریعیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضے میں ہیں کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کردیں اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نبیوں کے نبی ہیں اور تمام انبیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمّتی ہیں، سب نے اپنے زمانے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت میں کام کیا۔

☆ انبیاے کرام علیہم السلام سے جو لغزشیں واقع ہوئی ہیں، ان میں ہزاروں حکمتیں ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت آدم علیہ السلام کی لغزشِ پیغمبرانہ ہی کی برکت ہے کہ اگر وہ صادر نہ ہوتی، تو آپ جنت سے نہ اترتے، دنیا آباد نہ ہوتی، نہ کتابیں نازل ہوتیں، نہ رسول آتے۔ لہٰذا تلاوتِ قرآن اور روایتِ حدیث کے سوا انبیاے کرام علیہم السلام کی لغزشوں کا ذکر سخت حرام ہے۔

☆ انبیاے کرام علیہم السلام کی لغزشیں صِدّیقین کی نیکیوں سے افضل واعلیٰ ہیں۔

آسمانی کتابوں سے متعلق عقائد

☆ بہت سے نبیوں پر اللہ عزوجل نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اتاریں۔

☆ چار کتابیں بہت مشہور ہیں (۱) توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ (۲) زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ (۳) انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور (۴) قرآن مقدس جو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

☆ اللہ کی کتابوں میں سب سے افضل قرآن مقدس ہے کہ وہ سب سے افضل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔

☆ اللہ کی کتابوں میں افضل ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ ہمارے لیے اس کا ثواب زیادہ ہے، ورنہ اللہ عزوجل ایک، اس کا کلام ایک، اس میں افضل ومفضول کی گنجائش نہیں۔

☆ سب آسمانی کتابیں اور صحیفے حق ہیں اور سب اللہ کے کلام ہیں، ان میں جو کچھ ارشاد ہوا، سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔

☆ اگلی کتابوں کی حفاظت اللہ عزوجل نے اُمت کے سپرد کی تھی، ان سے ان کتابوں کی حفاظت نہ ہو سکی بلکہ ان کے شریروں نے ان میں اپنی خواہش کے مطابق گھٹا بڑھا دیا۔

☆ ان کتابوں کی کوئی بات ہمارے سامنے پیش ہو، تو یہ دیکھیں گے کہ اگر وہ قرآنِ مقدس کے احکام کے موافق ہے، تو اس کی تصدیق کریں گے اور اگر مخالف ہے تو اس بات کا یقین کریں گے کہ یہ ان کی تحریفات میں سے ہے۔

☆ قرآن مقدس کی حفاظت اللہ عزوجل نے اپنے ذمۂ کرم پر رکھا ہے، لہٰذا اس میں کسی

حرف یا نقطہ کی کمی بیشی محال ہے۔

☆ قرآن مجید نے اگلی کتابوں کے بہت سے احکام منسوخ کر دیے یوں ہی قرآن مجید کی بعض آیتوں نے بعض آیتوں کو منسوخ کر دیا۔

☆ منسوخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت تک کے لیے ہوتے ہیں مگر یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ یہ حکم فلاں وقت تک کے لیے ہے جب میعاد پوری ہو جاتی ہے، تو دوسرا حکم نازل ہوتا ہے۔

ملائکہ سے متعلق عقائد

☆ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اللہ عزوجل نے انہیں یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں، اختیار کرلیں۔ کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں۔

☆ فرشتے اللہ کے معصوم بندے ہیں، ہر قسم کے صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے پاک ہیں۔

☆ اللہ عزوجل انہیں جو حکم فرماتا ہے وہ وہی کرتے ہیں۔ اس کے حکم کے خلاف نہ جان بوجھ کر نہ ہی بھولے سے کبھی کچھ نہیں کرتے۔ فرشتے نہ مرد ہوتے ہیں نہ عورت۔

☆ ان کی تعداد اللہ عزوجل اور اس کے بتائے سے اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔

☆ چار فرشتے بہت مشہور ہیں (۱) حضرت جبریل علیہ السلام جو انبیاے کرام علیہم السلام کی بارگاہوں میں اللہ عزوجل کے پیغام پہنچاتے تھے۔ (۲) حضرت اسرافیل علیہ السلام جو قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔ (۳) حضرت میکائیل علیہ السلام جو پانی برسانے اور روزی پہنچانے پر مقرر ہیں۔ (۴) حضرت عزرائیل علیہ السلام جنہیں ملک الموت کہتے ہیں، وہ روح نکالنے پر مقرر ہیں۔

☆ کسی فرشتے کی ادنی گستاخی بھی کفر ہے، اسی طرح کسی دشمن یا برے شخص کو دیکھ کر یہ کہنا کہ ملک الموت یا عزرائیل آگیا، یہ بھی کفر سے قریب ہے۔

☆ فرشتوں کا انکار کرنا یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کا نام ہے، یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔

جِنوں سے متعلق عقائد

☆ جِن آگ سے پیدا کیے گئے ہیں، ان میں سے بھی بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔

☆ ان کی عمریں بہت لمبی ہوتی ہیں، شریر جنوں کو شیطان کہتے ہیں۔

☆ انسانوں کی طرح یہ بھی عقل والے، روح و جسم والے ہوتے ہیں، ان میں بھی توالد و تناسل ہوتا ہے، کھاتے، پیتے، جیتے، مرتے ہیں۔

☆ ان میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی مگر ان کے کفار انسانوں کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں اور ان میں کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی، سنی بھی ہیں اور بد مذہب بھی۔ انسانوں کی بہ نسبت ان میں فاسقوں کی تعداد زیادہ ہے۔

☆ ان کے وجود کا انکار کرنا یا یہ کہنا کہ بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان ہے، کفر ہے۔

عالَمِ بَرزَخ سے متعلق عقائد

☆ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالم ہے جس کو برزخ کہتے ہیں، مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام انس وجن کو اس میں رہنا ہوتا ہے۔

☆ برزخ میں کسی کو آرام ہے اور کسی کو تکلیف۔

☆ ہر شخص کی جتنی زندگی مقرر ہے، اس میں نہ زیادتی ہوسکتی ہے، نہ کمی۔ جب زندگی کا وقت پورا ہوجاتا ہے، اس وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کر لیتے ہیں۔

☆ مرنے کے بعد بھی روح اور بدن کا تعلق باقی رہتا ہے، اگرچہ روح بدن سے جدا رہتی ہے۔

☆ جس طرح دنیا میں آسائشیں بدن پر وارد ہوتی ہیں مگر راحت ولذت روح کو پہنچتی ہے، تکلیف بدن پر وارد ہوتی ہے مگر اذیت روح کو بھی پہنچتی ہے، اُسی طرح عالم برزخ میں بھی ہوگا۔

☆ مرنے کے بعد مسلمانوں کی روح اپنے مرتبہ کے مطابق مختلف مقاموں میں رہتی ہے۔ بعض کی قبر پر، بعض کی زمزم شریف کے کنویں میں، بعض کی آسمان وزمین کے درمیان، بعض کی پہلے یا دوسرے یا ساتویں آسمانوں پر، بعض کی آسمانوں سے بھی بلند، بعض کی عرش کے نیچے قندیلوں میں اور بعض کی اَعلٰی عِلِیِّین میں۔

☆ روح کہیں بھی ہو اپنے جسم سے اس کا بدستور تعلق رہتا ہے۔ جو کوئی قبر پر آئے اسے دیکھتی، پہچانتی اور اس کی بات سنتی ہے۔

☆ کافروں کی روحیں اپنے مرتبوں کے مطابق ان کے مرگھٹ یا قبر پر رہتی ہیں، بعض کی چاہِ برہوت میں جو کہ یمن میں ایک نالہ ہے، بعض کی پہلی، دوسری، ساتویں زمین

تک،بعض کی اس کے بھی نیچے سِجّین میں۔

☆ کافروں کی روحیں کہیں بھی ہوں جواس کی قبر یا مرگھٹ پر گزرے اسے دیکھتی ، پہچانتی اور بات سنتی ہیں۔مگر کہیں جانے آنے کا اختیار نہیں کہ قید ہیں۔

☆ یہ خیال کہ وہ روح کسی دوسرے بدن میں چلی جاتی ہے،خواہ وہ آدمی کا بدن ہو یا کسی اور جانور کا جس کو تناسخ اور آواگون کہتے ہیں،محض باطل اوراس کا ماننا کفر ہے۔

☆ موت کا معنی روح کا جسم سے جدا ہو جانا ہے،روح مرتی نہیں ہے جوروح کوفنا مانے بد مذہب ہے۔

☆ جب لوگ مردے کو دفن کر کے واپس لوٹتے ہیں،اس وقت اس کے پاس نہایت ہی ہیبت ناک دوفرشتے آتے ہیں،ان میں سے ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے۔مردے کوجھڑک کرنہایت ہی سختی کے ساتھ اُٹھاتے ہیں اور کڑک آواز میں تین سوالات کرتے ہیں۔

☆ پہلاسوال مَنْ رَبُّکَ؟ (تیرارب کون ہے؟) دوسراسوال مَا دِیْنُکَ؟ (تیرادین کیا ہے؟) تیسراسوال مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ؟ (ان کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟)

☆ مردہ اگرمسلمان ہے،توپہلے سوال کا جواب دے گا:رَبِّیَ اللّٰہُ. (میرارب اللہ ہے۔) اوردوسرے کاجواب دے گا:دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ. (میرادین اسلام ہے۔)اورتیسرے سوال کے جواب میں کہے گا:ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ. (وہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔)

☆ اس وقت آسمان سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا،اس کے

لیے جنت کا بچھونا بچھاؤ، اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ جنت کی ہوا اور خوشبو اس کی طرف آتی رہے گی اور جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے گی وہاں تک اس کی قبر کشادہ کردی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا سوجا جس طرح دولہا سوتا ہے۔

☆ کافر سوالوں کے جواب نہ دے سکے گا اور کہے گا: هَاه هَاه لَا اَدْرِیْ كُنْتُ اَسْمَعُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَاَقُوْلُ. (افسوس مجھے تو کچھ معلوم نہیں، میں لوگوں کو کہتے سنتا تھا، خود بھی کہتا تھا۔)

☆ اس وقت ایک پکارنے والا آسمان سے پکارے گا کہ یہ جھوٹا ہے، اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور اس کو آگ کا لباس پہناؤ اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو اور پھر اس پر طرح طرح کا عذاب ہوگا۔

☆ قبر کا عذاب جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے۔ جسم اگرچہ جل جائے، گل جائے مگر اس کے اصلی اجزا (جو کہ ریڑھ کی ہڈھی میں نہایت ہی بارک ہوتے ہیں، جنہیں خوردبین سے بھی نہیں دیکھا جاسکتا ہے) قیامت تک باقی رہیں گے، انہیں پر عذاب وثواب مرتب ہوں گے اور قیامت کے دن انہیں کے ذریعہ دوبارہ اللہ عزوجل اپنی قدرتِ کاملہ سے پہلے کی طرح جسم بنائے گا اور اس میں دوبارہ روح لوٹائی جائے گی۔

☆ مردہ اگر قبر میں دفن نہ کیا جائے تو جہاں پڑا رہ گیا یا پھینک دیا گیا، غرض کہیں ہو، اس سے وہیں سوالات ہوں گے اور وہیں ثواب یا عذاب پہنچے گا۔

☆ انبیا علیہم السلام اور اولیاے کرام، علماے دین، شہدا، حافظِ قرآن جو کہ قرآن کے احکام پر عمل کرتے ہوں جو منصب محبت پر فائز ہیں، وہ جس نے کبھی اللہ عزوجل کی

نافرمانی نہ کی ہو اور وہ لوگ جو کہ درود شریف کی کثرت کرتے ہیں، ان کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی۔

☆ جو شخص انبیاے کرام علیہم السلام کی شان میں یہ خبیث کلمہ کہے کہ (معاذ اللہ) وہ مر کے مٹی میں مل گئے، گمراہ، بد دین، خبیث، مرتکب توہین ہے۔

قیامت اور حشر کا بیان

☆ زمین، آسمان، جن، انسان اور فرشتے سب ایک دن فنا ہو جائیں گے، صرف اللہ عزوجل کی ذات باقی رہے گی۔ اسی دن کو قیامت کہتے ہیں۔

☆ قیامت سے پہلے اس کی چند نشانیاں ظاہر ہوں گی:

(١) تین جگہ آدمی زمین میں دھنس جائیں گے۔

(٢) علم اٹھ جائے گا یعنی علما اٹھا لیے جائیں گے۔

(٣) جہالت کی کثرت ہوگی۔

(٤) زنا کی زیادتی ہوگی۔

(٥) مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ، یہاں تک کہ ایک مرد کی سرپرستی میں پچاس عورتیں ہوں گی۔

(٦) بڑے دجال کے علاوہ تیس اور دجال ہوں گے کہ وہ سب نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ ان میں سے بعض گزر چکے ہیں جیسے مُسَیلَمہ کَذّاب، طَلِیحَہ بن خُویلَد، اَسود عَنسی، سَجَاح عورت کہ بعد میں اسلام لے آئی اور غلام احمد قادیانی وغیرہم۔

(٧) مال کی کثرت ہوگی۔ نہر فرات اپنے خزانے کھول دے گی کہ وہ سونے کے پہاڑ ہوں گے۔

(٨) ملک عرب میں کھیتی، باغ اور نہریں ہو جائیں گی۔

(٩) دین پر قائم رہنا اتنا دشوار ہوگا، جیسے مٹھی میں انگارا لینا۔

(۱۰) وقت میں برکت نہ ہوگی، یہاں تک کہ سال مہینے کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ دن کی طرح اور دن ایسا ہوجائے گا جیسے کسی چیز کو آگ لگی اور جلد بھڑک کر ختم ہوگئی۔

(۱۱) زکوٰۃ دینا لوگوں پر گراں ہوگا اور اس کو تاوان سمجھیں گے۔

(۱۲) علمِ دین پڑھیں گے مگر دین کے لیے نہیں۔

(۱۳) مرد اپنی عورت کا مطیع ہوگا اور ماں باپ کی نافرمانی کرے گا۔

(۱۴) مسجد میں لوگ چلائیں گے۔

(۱۵) گانے باجے کی کثرت ہوگی۔

(۱۶) اگلوں پر لعن طعن کریں گے اور ان کو برا کہیں گے۔

(۱۷) درندے، جانور انسانوں سے بات چیت کریں گے بلکہ چابک کا سرا اور جوتے کا تسمہ بھی کلام کرے گا، اس کے بازار جانے کے بعد جو کچھ گھر میں ہوا بتائے گا بلکہ خود انسان کی ران اسے خبر دے گی۔

(۱۸) کم درجے کے لوگ بڑے بڑے محلوں میں فخر کریں گے۔

(۱۹) دَجّال ظاہر ہوگا، چالیس دن میں حرمین طیبین کے علاوہ پوری دنیا کی سیر کرے گا، اس کا فتنہ بہت سخت ہوگا، اس کے ساتھ ایک باغ ہوگا جس کو وہ دوزخ کہے گا اور ایک آگ ہوگی جس کو وہ جنت کہے گا۔ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ جو اس پر ایمان لائے گا، اسے اپنی جنت میں ڈالے گا اور جو انکار کرے گا، اسے جہنم میں داخل کرے گا۔ مردے جلائے گا، زمین کو حکم دے گا وہ سبزے اُگائے گی، آسمان سے پانی برسائے گا، جادو کے زور سے اسی قسم کے بہت سے کرشمے دکھائے گا۔ اس کی پیشانی پر ک، ف، ر یعنی کافر لکھا ہوگا جس کو ہر مسلمان پڑھے گا اور کافر کو نظر نہ آئے گا۔

(۲۰) امام مہدی کا ظہور۔ دنیا میں جب سب جگہ کفر کا غلبہ ہوگا، اس وقت تمام ابدال بلکہ ساری دنیا کے اولیاے کرام سمٹ کر حرمین شریفین کی طرف ہجرت کر جائیں گے، صرف انہیں دو جگہوں پر اسلام ہوگا۔ رمضان شریف کا مہینہ ہوگا، ابدال کعبہ شریف کا طواف کرتے ہوں گے، حضرت امام مہدی وہیں ظاہر ہوں گے، تمام اولیاے کرام ان کے ہاتھوں پر بیعت کریں گے پھر وہ تمام لوگوں کو لے کر ملک شام تشریف لے جائیں گے۔

(۲۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینارہ پر اتریں گے۔ صبح کا وقت ہوگا، فجر کی نماز کے لیے اقامت ہوچکی ہوگی، حضرت امام مہدی کو امامت کا حکم دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس کی خوشبو سے دجال لعین پگھلنا شروع ہوگا، وہ بھاگے گا، آپ پیچھا کریں گے اور اس کی پیٹھ میں نیزہ ماریں گے، وہ جہنم رسید ہو جائے گا۔ آپ کے زمانے میں مال کی کثرت ہوگی، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو مال دے گا تو وہ قبول نہ کرے گا۔ اس زمانے میں دشمنی، بغض وحسد آپس میں بالکل نہ ہوگا۔ پوری دنیا میں صرف دین اسلام ہوگا اور صرف مذہب اہل سنت ہوگا۔ آپ کے زمانے میں بچے سانپ کے ساتھ کھیلیں گے، شیر بکری ایک ساتھ چریں گے۔ آپ چالیس سال تک دنیا میں قیام فرمائیں گے، نکاح کریں گے، اولاد بھی ہوگی۔ وفات کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ منورہ میں مدفون ہوں گے۔

(۲۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دجال کو قتل کر کے مسلمانوں کو کوہِ طور پر لے جائیں گے، اس وقت یاجوج ماجوج نکلیں گے، دنیا میں فساد اور قتل وغارت مچائیں گے،

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ عزوجل ان کی گردنوں میں کیڑے پیدا کر دے گا جس سے وہ سب کے سب مر جائیں گے۔ پھر ایک قسم کے پرندے ظاہر ہوں گے جو ان کی لاشوں کو پھینک آئیں گے۔

(۲۳) اس وقت بہت برکت ہوگی، یہاں تک کہ ایک انار کو ایک جماعت مل کر کھائے گی اور اس کے چھلکے کے سائے میں دس آدمی بیٹھیں گے، دودھ میں اتنی برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ ایک جماعت پیئے گی، ایک گائے کا دودھ ایک قبیلہ اور ایک بکری کا دودھ خاندان بھر کو کافی ہوگا۔

(۲۴) ایک دھواں ظاہر ہوگا جس سے زمین سے آسمان تک اندھیرا ہوگا۔

(۲۵) دَابَّۃُ الارَض نکلے گا، یہ ایک قسم کا جانور ہے۔ اس کے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ عصا سے مسلمانوں کی پیشانی پر نورانی نشان اور انگوٹھی سے کافروں کی پیشانی پر سخت کالا دھبا لگائے گا۔ اس وقت تمام مسلمان اور کافر علانیہ طور پر پہچانے جائیں گے۔ یہ علامت کبھی بدلے گی نہیں جو کافر ہے وہ کبھی ایمان نہ لائے گا اور جو مسلمان ہے وہ ہمیشہ ایمان پر قائم رہے گا۔

(۲۶) سورج پچھّم سے نکلے گا۔ اس نشانی کے ظاہر ہونے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد کسی کا مسلمان ہونا یا توبہ کرنا معتبر نہ ہوگا۔

(۲۷) قیامت سے چالیس سال پہلے ایک ٹھنڈی خوشبودار ہوا چلے گی جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی۔ اس سے مسلمانوں کی روح قبض ہو جائے گی اور کافر ہی کافر رہ جائیں گے پھر انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

☆ قیامت کی سب نشانیاں ظاہر ہونے کے بعد چالیس سال تک کسی کی کوئی اولاد نہ ہوگی۔ یہ چالیس سال کا زمانہ ایسا گزرے گا جس میں دنیا میں صرف کافر ہی کافر ہوں گے، اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوگا۔

☆ ایک دن سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ شروع شروع میں اس کی آواز باریک ہوگی، پھر دھیرے دھیرے تیز ہوگی۔ لوگ کان لگا کر اس کی آواز سنیں گے، بے ہوش ہوکر گر پڑیں گے اور مر جائیں گے۔ آسمان، زمین، پہاڑ، یہاں تک کہ صور، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور تمام فرشتے بھی فنا ہو جائیں گے۔ اللہ عزوجل کی ذات کے علاوہ کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔

☆ پھر اللہ عزوجل جب چاہے گا، حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ فرما کر حکم دے گا، وہ دوبارہ صور پھونکیں گے۔ صور پھونکتے ہی تمام اگلے پچھلے، فرشتے، انسان، جن، حیوان سب موجود ہو جائیں گے۔

☆ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر انور سے اس طرح باہر نکلیں گے کہ آپ کے داہنے ہاتھ میں حضرت صدیق اکبر اور بائیں ہاتھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ ہوگا، پھر مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے قبرستانوں میں جتنے مسلمان ہیں سب کو ساتھ لے کر آپ میدان حشر میں تشریف لے جائیں گے۔

☆ حشر صرف روح کا نہیں بلکہ روح و جسم دونوں کا ہوگا۔

☆ دنیا میں جو روح جس جسم میں تھی، اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔

☆ جسم کے اعضا اگرچہ مرنے کے بعد بکھر گئے تھے یا مختلف جانوروں نے کھا لیا تھا، اللہ

عزوجل اپنی قدرت سے سب کو جمع فرما کر اٹھائے گا۔

☆ قیامت کے دن لوگ اپنی اپنی قبروں سے ننگے بدن، ننگے پاؤں، غیر ختنہ شدہ اٹھیں گے۔

☆ میدان حشر ملک شام کی زمین پر قائم ہوگا۔

☆ زمین تانبے کی ہوگی اور سورج ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ بھیجے کھولتے ہوں گے اور پسینہ اتنا زیادہ نکلے گا کہ ستر گز زمین میں جذب ہو جائے گا، پھر جو زمین جذب نہ کر سکے گی وہ اوپر چڑھے گا، کسی کے ٹخنوں تک ہوگا، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کی کمر تک، کسی کے گلے تک اور کافروں کے منہ تک چڑھ کر لگام کی طرح جکڑ جائے گا جس میں وہ ڈبکیاں کھائیں گے۔

☆ پیاس اتنی شدید ہوگی کہ زبانیں سوکھ کر کانٹا ہو جائیں گی۔ بعض لوگوں کی زبانیں منہ سے باہر نکل آئیں گی۔

☆ ہر شخص اپنے گناہوں کے مطابق تکلیف میں مبتلا ہوگا۔

☆ جس نے چاندی سونے کی زکوٰۃ نہ دی ہوگی، اس مال کو خوب گرم کر کے اس کی کروٹ اور پیشانی اور پیٹھ پر داغا جائے گا۔

☆ جس نے جانوروں کی زکوٰۃ نہ دی ہوگی، اس کو لٹایا جائے گا، اس کے جانور قیامت کے دن خوب موٹے تازے ہو کر آئیں گے اور اپنی سینگوں سے مارتے ہوئے اور پیروں سے روندتے ہوئے اس کے اوپر سے گزریں گے۔ یہ حال اس وقت تک رہے گا جب تک لوگوں کا حساب نہ ہو جائے۔

☆ کوئی شخص کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا۔ بھائی بھائی سے بھاگے گا، ماں باپ اولاد سے پیچھا چھڑائیں گے، ہر کوئی اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار ہوگا، کوئی کسی کی مدد نہیں کرے گا۔

☆ یہ سب تکلیفیں دو چار گھنٹے، دو چار دن، دو چار ماہ کی نہیں بلکہ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا۔

☆ اہل محشر آپس میں مشورہ کریں گے کہ کوئی اپنا سفارشی ڈھونڈنا چاہیے جو ہم کو ان مصیبتوں سے رہائی دلائے۔لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس اپنی فریاد لے کر پہنچیں گے اور آپ سے سفارش کے لیے عرض کریں گے۔آپ فرمائیں گے: کسی اور کے پاس جاؤ۔لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ بھی فرمائیں گے: کسی اور کے پاس جاؤ۔لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، وہ بھی فرمائیں گے: کسی اور کے پاس جاؤ۔اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی حاضر ہوں گے، وہ حضرات بھی یہی فرمائیں گے۔پھر لوگ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں گے: اَنَا لَھَا (میں اسی کام کے لیے ہوں) یہ فرما کر بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہوں گے اور سجدہ کریں گے۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاسَكَ وَ قُلْ تُسْمَعْ وَ سَلْ تُعْطَهْ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ (اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو، تمہاری بات سنی جائے گی۔مانگو جو کچھ مانگو گے، ملے گا۔شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔

☆ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے، یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کم بھی ایمان ہوگا، اس کے لیے بھی شفاعت فرما کر اسے جہنم سے نکالیں گے۔اب تمام انبیا اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔

☆ اولیاے کرام، شہدا، علما، حفاظ، حجاج بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی منصبِ دینی عنایت ہوا،

اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا۔

☆ حساب کے مختلف درجے ہوں گے۔ کسی سے نہایت ہی آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا، پھر اللہ عزوجل اپنے کرم یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کے گناہوں کو معاف فرما کر اسے جنت میں داخل فرما دے گا۔ کچھ لوگوں سے سختی کے ساتھ حساب لیا جائے گا، یہاں تک کہ ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے اعضا ان کے گناہوں کی گواہی دیں گے، پھر انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

☆ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ نیکوں کے داہنے ہاتھ میں، گنہ گاروں کے بائیں ہاتھ میں اور کافروں کا سینہ توڑ کر اس کا بایاں ہاتھ اس کی پیٹھ کے پیچھے نکال کر اس میں دیا جائے گا۔

☆ قیامت کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حوضِ کوثر عطا کیا جائے گا۔ اس حوض کی لمبائی، چوڑائی ایک مہینہ کا راستہ ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ پاکیزہ ہوگا۔ اس پر گنتی میں ستاروں سے بھی زیادہ برتن ہوں گے۔ جو اس کا پانی ایک مرتبہ پیے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

☆ میزان ایک ترازو ہے جس پر لوگوں کے اچھے اور برے اعمال وزن کیے جائیں گے مگر یہ دنیاوی ترازو کے برخلاف ہوگا کہ اس کا جو پلہ بھاری ہوگا وہ اوپر کی طرف اٹھے گا۔

☆ قیامت کے دن اللہ عزوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقامِ محمود عطا فرمائے گا، جہاں تمام اگلے پچھلے لوگ آپ کی تعریف کریں گے۔

☆ قیامت کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک جھنڈا عطا ہوگا جس کو لواء الحمد کہتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے تمام مومنین اس جھنڈے کے

نیچے ہوں گے۔

☆ جنت میں جانے کا جو راستہ ہے اسے "پل صراط" کہتے ہیں، یہ جہنم کے اوپر بنا ہوا ہے، بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

☆ لوگ پل صراط پر اپنے اعمال کے اعتبار سے گزریں گے۔ جس کے اعمال بہت اچھے ہوں گے، وہ نہایت ہی تیزی کے ساتھ گزر جائے گا۔ جس کے اعمال برے ہوں گے وہ نہایت ہی دھیمی رفتار کے ساتھ۔ جو جہنمی ہوں گے وہ گزر نہ سکیں گے بلکہ جہنم میں گر جائیں گے۔

☆ قیامت کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمّت کے لیے پریشان ہوں گے۔ کبھی میزان پر تشریف لائیں گے، وہاں جس کی نیکیوں میں کمی ہوگی، اس کی شفاعت فرما کر نجات دلوائیں گے۔ کبھی حوضِ کوثر پر آئیں گے، پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے۔ کبھی پل صراط کے پاس آئیں گے اور گرتوں کو بچائیں گے۔

☆ سب سے بڑی جو نعمت قیامت کے دن مسلمانوں کو ملے گی، وہ یہ کہ انہیں اللہ عزوجل کا دیدار نصیب ہوگا۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کا دیدار نصیب ہوگا۔

☆ جنت و دوزخ بنائے جا چکے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ قیامت کے دن بنائے جائیں گے۔

جنت سے متعلق عقائد

☆ جنت ایک گھر ہے جسے اللہ عزوجل قیامت کے دن حساب و کتاب کے بعد ایمان والوں کو رہنے کے لیے عطا فرمائے گا۔

☆ جنت میں ایسی نعمتیں اور راحت کے ایسے ایسے سامان ہوں گے، جن کے بارے میں کوئی دنیا میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

☆ جنت میں سو درجے ہیں، ہر درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے، جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے اور ہر درجہ اتنا وسیع ہے کہ اگر تمام عالم کو ایک ہی درجہ میں جمع کر دیا جائے تو آسانی کے ساتھ سما جائیں۔

☆ جنت میں سونے، چاندی، ہیرے اور قسم قسم کے جواہرات سے بنے ہوئے محل ہیں۔

☆ جنت میں چار دریا جاری ہیں۔ ایک پانی کا، دوسرا دودھ کا، تیسرا شہد کا اور چوتھا شرابِ طہور کا اور اس میں سے نہریں نکل کر ہر گھر میں جاری ہیں۔

☆ جنت میں جنتیوں کو ہر قسم کے لذیذ سے لذیذ کھانے دیے جائیں گے۔ جب کچھ کھانے یا پینے کو ان کا جی چاہے گا، فوراً وہ چیزیں ان کے پاس حاضر کر دی جائیں گی۔

☆ وہاں نجاست، گندگی، پاخانہ، پیشاب، تھوک، رینٹھ، کان کا میل، بدن کا میل وغیرہا چیزیں بالکل نہ ہوں گی۔ ایک خوشبودار ڈکار آئے گی اور سب کھانا ہضم ہو جائے گا۔

☆ ہر شخص کو سو آدمیوں کے برابر کھانے، پینے اور جماع کرنے کی طاقت دی جائے گی۔

☆ جنتیوں کی زبانوں پر ہر وقت سانس کی طرح تسبیح جاری ہو گی۔

☆ سب جنتیوں میں آپس میں اتفاق ہو گا۔ کسی قسم کا اختلاف، بغض، حسد اور کینہ نہ ہو گا۔

☆ جنتیوں کے سر کے بالوں، پلکوں اور بھوؤں کے علاوہ بدن پر کہیں بال نہ ہوگا، تیس سال کے نظر آئیں گے، کبھی اس سے زیادہ نہ دکھائی دیں گے۔ نہ ان کے لباس پرانے ہوں گے اور نہ ہی کبھی ان کی جوانی فنا ہوگی۔

☆ اللہ عزوجل جنت کے ایک باغ میں تجلی فرمائے گا، تمام جنتی اس طرح صاف صاف خدائے تعالیٰ کا دیدار کریں گے، جیسے سورج اور چودہویں رات کے چاند کو دیکھتے ہیں۔

☆ جنتی جب ایک دوسرے سے ملنا چاہیں گے تو ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلا جائے گا۔

☆ جنت میں صرف نعمتیں اور آرام ملے گا، تکلیف نام کی کوئی چیز نہ ہوگی اور نہ ہی کوئی رنج و غم ہوگا۔

دوزخ سے متعلق عقائد

☆ جہنم بھی ایک گھر ہے جو کافروں، گنہ گاروں بدکاروں کے لیے بنایا گیا ہے۔

☆ اس میں قسم قسم کے عذاب اور سزائیں دی جائیں گی۔ سب سے کم درجے کا عذاب یہ ہوگا کہ آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی جس سے دماغ اس طرح کھولے گا، جیسے تانبے کی پتیلی میں پانی اُبالا جائے۔

☆ دنیا کی آگ جہنم کی آگ سے ستر گنا ٹھنڈی ہے۔ جہنم کی آگ کو ہزار سالوں تک بھڑکایا گیا یہاں تک کہ سرخ ہوگئی، پھر ہزار سالوں تک بھڑکایا گیا تو سفید ہوگئی، پھر ہزار سالوں تک بھڑکایا گیا تو سیاہ ہوگئی۔ اب بالکل کالی ہے۔

☆ دوزخ کتنی گہری ہے، اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اس میں پھینکی جائے تو ستر سال میں بھی تہ تک نہیں پہنچے گی۔ جب کہ اگر انسان کے سر کے برابر سیسے کا گولہ صبح کو آسمان سے زمین پر پھینکا جائے تو رات آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا جب کہ زمین و آسمان پانچ سو برس کے فاصلے پر ہیں۔ جہنم میں مختلف طبقات، وادی اور کنویں ہیں۔ بعض وادی ایسی ہیں، جن سے جہنم بھی دن میں ستر مرتبہ پناہ مانگتا ہے۔

☆ بڑے بڑے سانپ اور بچھو ڈسیں گے۔ بڑے بڑے گرزوں سے جہنمیوں کو مارا جائے گا۔ تلچھٹ کی طرح کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا کہ اس کے منہ سے قریب ہوتے ہی اس کی تیزی کی وجہ سے چہرے کی چمڑی گر جائے گی۔ سر پر گرم پانی بہایا جائے گا۔ جہنمیوں کے بدن سے جو پیپ بہے گی وہ اسے پلایا جائے گا۔

☆ کانٹے دار تھوہڑ (ایک زہریلا پھل) کھانے کو دیا جائے گا، وہ گلے میں جا کر پھنس جائے گا، اس کو اتارنے کے لیے پانی مانگیں گے، ان کو وہی کھولتا پانی دیا جائے گا جس کے پیٹ میں جاتے ہی ساری آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر شوربے کی طرح بہہ کر قدموں کی طرف نکلیں گی۔ پیاس بھی نہایت شدت کی ہوگی کہ کھولتے ہوئے پانیوں پر بھی جہنمی بہت زیادہ پیاسے اونٹ کی طرح ٹوٹیں گے۔

☆ جہنمی اپنی جان سے عاجز آ کر جہنم کے داروغہ سے کہیں گے: اپنے رب سے کہو کہ ہمارا کام تمام کر دے، وہ ہزار برس تک جواب نہ دیں گے، ہزار سال کے بعد کہیں گے کہ مجھ سے کیا کہتے ہو، اس سے کہو جس کی نافرمانی کی ہے۔ پھر سب مل کر اللہ عزوجل کو اس کے رحمت کے ناموں سے پکاریں گے، وہ ہزار سال تک جواب نہ دے گا، ہزار سال کے بعد فرمائے گا دور ہو جاؤ، جہنم میں پڑے رہو، مجھ سے بات نہ کرو۔

☆ اس وقت سب جہنمی ہر قسم کی خیر سے ناامید ہو جائیں گے اور گدھے کی آواز کی طرح چلا کر روئیں گے۔ پہلے آنسو نکلے گا جب آنسو ختم ہو جائے گا تو خون روئیں گے۔ روتے روتے گالوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔

☆ جب سب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جہنم میں صرف وہ رہ جائیں گے، جنہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے، اس وقت جنت اور جہنم کے درمیان موت کو مینڈھے کی طرح لا کر کھڑا کیا جائے گا۔ پھر ایک منادی جنتیوں اور دوزخیوں کو پکارے گا، دونوں جھانکیں گے، پھر ان سے پوچھے گا کہ اسے پہچانتے ہو؟ کہیں گے ہاں، یہ موت ہے۔ پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا اور وہ منادی کہے گا: اے اہل جنت! ہمیشگی ہے، اب مرنا نہیں ہے اور اے اہل دوزخ! ہمیشگی ہے، اب موت نہیں آئے گی۔

ایمان وکفر

☆ جو باتیں ضروریات دین میں سے ہیں سچے دل سے ان کی تصدیق کرنے کو ایمان کہتے ہیں۔ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کفر ہے۔

☆ ضروریات دین وہ دینی مسائل ہیں جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں۔ جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیا کی نبوت، جنت، دوزخ، حشر ونشر، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اوران کے بعد کسی نئے نبی کا پیدا نہ ہونا وغیرہا۔

☆ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو علما کے طبقے میں شمار نہ کیے جاتے ہوں مگر علما کی صحبت میں رہتے ہوں اور دینی مسائل کی طرف ذوق رکھتے ہوں۔

☆ اگر کوئی شخص یہ نہ جانتا ہو کہ ضروریاتِ دین کیا ہیں تو اسے اجمالی طور پر اس طرح ایمان رکھنا ضروری ہے کہ اسلام میں جو باتیں ہیں سب حق ہیں۔

☆ اصل ایمان صرف دل سے تصدیق کرنا ہے، البتہ زبان سے اقرار کا موقع ملا اور اس سے مطالبہ کیا گیا مگر اس نے اقرار نہ کیا تو کافر ہی شمار کیا جائے گا۔

☆ اعمال کا ایمان میں کوئی دخل نہیں، یعنی نماز پڑھنے، روزہ رکھنے یا صدقات وخیرات کرنے کو ایمان نہیں کہا جائے گا جب تک دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار نہ کرے۔

☆ ایسے کام جو ایمان کے منافی ہوں، ان کے کرنے سے کفر لازم آئے گا۔ مثلاً بت یا چاند سورج کو سجدہ کرنا، قرآن شریف یا کعبہ شریف کی توہین کرنا، کسی سنت کو ہلکا بتانا، زُنّار (وہ ڈوری جو ہندو گلے سے بغل کے نیچے تک ڈالتے ہیں اور عیسائی، مجوسی اور یہودی کمر میں باندھتے ہیں) باندھنا، سر پر چُرکی رکھنا، پیشانی پر تِلک (صندل یا زعفران کا نشان)

لگانا جس چیز کا حلال ہونا قرآن وحدیث سے صراحۃً ثابت ہوا سے حرام کہنا جس چیز کا حرام ہونا قرآن وحدیث سے صراحۃً ثابت ہوا سے حلال کہنا وغیرہ۔

☆ ایمان اور کفر کی کوئی درمیانی صورت نہیں یعنی آدمی یا تو ایمان والا ہوگا یا کافر تیسری صورت کوئی نہیں کہ نہ مسلمان ہو نہ کافر۔

☆ صرف زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے اور دل میں اسلام کا انکار کرنے کو نفاق کہتے ہیں، یہ بھی خالص کفر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی واجب الوجود ماننے یا عبادت کے لائق جاننے یا کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں شریک ٹھہرانے کو شرک کہتے ہیں۔شرک، کفر کی بدترین قسم ہے۔

☆ کسی کافر کے لیے اس کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعا کرنا یا کسی مردہ کافر کو مرحوم یا مغفور یا بیکنٹھ باشی کہنا بھی صریح کفر ہے۔

☆ کسی مسلمان کے بارے میں جب تک بالکل یقین کے ساتھ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے کفر کیا، اس کو مسلمان جاننا اور کسی کافر کے بارے میں جب تک بالکل یقین کے ساتھ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ ایمان لایا، اسے کافر جاننا بھی ضروریاتِ دین میں سے ہے۔اس کے خلاف کرنا بھی کفر ہے۔

☆ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ایک فرقہ جنتی ہوگا، باقی سب جہنمی ہوں گے۔صحابہ نے عرض کیا: وہ لوگ کون ہوں گے؟ فرمایا وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں (یعنی سنت کے پیروکار)۔

☆ جو فرقہ ناجی ہے اس کا نام ''اہل سنت وجماعت'' ہے، اس کے علاوہ بہت سے فرقے پیدا ہوئے ان کا ذکر کرنا مناسب ہے تاکہ کوئی شخص ان کے فریب میں نہ پڑے۔

فرقہ ہائے باطلہ

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق متعدد فرقے وجود میں آئے، جن کی معلومات رکھنا بھی مسلمانوں کے لیے ضروری ہے تاکہ ان کے شر سے اپنے ایمان کی حفاظت کرسکیں۔ اب ہم ان میں سے چند فرقوں کے بارے میں تحریر کر رہے ہیں، بہ غور مطالعہ کریں اور ان سے مکمل احتراز کریں۔

قادیانی

یہ فرقہ مرزا غلام احمد قادیانی کا پیروکار ہے۔ اس شخص نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیاے کرام، خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں نہایت ہی بے باکی کے ساتھ گستاخیاں کی۔ خود نبوت کا دعویٰ کرنا کافر اور جہنمی ہونے کے لیے کافی تھا مگر اس نے اس کے ساتھ انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب وتوہین کا وبال بھی اپنے سر پر لیا جو کہ سیکڑوں کفر کا مجموعہ ہے۔ قادیانیوں کی کتابیں مثلاً ازالۂ اوہام، انجام آتھم، انجام، دافع البلا، براہین احمدیہ، اربعین، معیار، کشتیِ نوح، اِعجازِ احمدی، دافع الوساوس وغیرہا ان کے کفریہ عقائد اور اللہ عزوجل اور اس کے محبوب بندوں کی شانوں میں گستاخیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ ذیل میں ہم ان کے چند کفریہ عقائد پیش کرتے ہیں۔

ازالۂ اوہام کے صفحہ ۵۳۳ پر ہے ''خداے تعالیٰ نے ''براہین احمدیہ'' میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی''۔

انجام آتھم کے صفحہ ۵۲ پر ہے ''اے احمد! تیرا نام پورا ہو جائے گا، قبل اس کے جو میرا

نام پورا ہو"۔

دافع البلا کے صفحہ ٦ پر ہے "مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ اَوْلَادِیْ اَنْتَ مِنِّی وَ اَنَا مِنْکَ." (یعنی اے غلام احمد! تو میری اولاد کی جگہ ہے تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں)

ازالۂ اوہام کے صفحہ ٦٨٨ پر ہے "انبیا سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو و خطا ہے، مثلاً اس خواب کی بنا پر جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے جو بعض مومنوں کے لیے موجب ابتلا کا ہوئی تھی، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کا قصد کیا اور کئی دن تک منزل درمنزل طے کر کے اس بلدہ مبارکہ تک پہنچے مگر کفار نے طواف خانہ کعبہ سے روک دیا اور اس وقت رؤیا کی تعبیر ظہور میں نہ آئی۔ لیکن کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی امید پر یہ سفر کیا تھا کہ اب کے سفر میں ہی طواف میسر آجائے گا اور بلا شبہ رسول اللہ صلعم کی خواب وحی میں داخل ہے لیکن اس وحی کے اصل معنے سمجھنے میں جو غلطی ہوئی اس پر متنبہ نہیں کیا گیا تھا، تبھی تو خدا جانے کئی روز تک مصائبِ سفر اٹھا کر مکہ معظّمہ میں پہنچے"۔

اس عبارت سے مرزا صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الہام و وحی کی تعبیر سمجھنے میں غلطی واقع ہوئی تھی۔ جب کہ ہر اہل خرد یہ جانتا ہے کہ یہ سفر بے شمار حکمتوں اور منفعتوں سے پر تھا اور اس کے فوائد تا دم حال اسلام اور اسلام کے ماننے والوں کو میسر آرہے ہیں۔

اسی مفہوم کی ایک عبارت ازالۂ اوہام کے صفحہ ٨ پر موجود ہے، ملاحظہ ہو "حضرت موسیٰ کی پیش گوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھی تھی۔ غایت ما فی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیش گوئیاں زیادہ

غلط نکلیں''۔

اسی طرح ازالۂ اوہام صفحہ ۶۲۹ پر ہے ''ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا''۔

قرآن مقدس کے تعلق سے اسی ازالۂ اوہام کے صفحہ ۲۶-۲۸ کے درمیان لکھا کہ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ عبارت یہ ہے ''ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجے کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کیے ہیں''۔ ایک دوسرے مقام پر ہے ''قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجے کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانۂ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے''۔

اپنے آپ کو خدا کہلوانے کی بھی ناپاک کوشش کی، وہ بھی عیسائیوں سے جیسا کہ اپنی کتاب معیار کے صفحہ ۱۳ پر لکھتا ہے ''اے عیسائی مشنریو! اب رَبُّنَا الْمَسِیْحُ مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے''۔ اس عبارت میں اللہ عزوجل اور حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی شانوں میں کھلی گستاخی موجود ہے۔

اسی کتاب معیار کے صفحہ ۱۳-۱۴ پر ہے ''خدا نے اس امت میں سے مسیح مدعو بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔ تاکہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنی غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبے میں احمد کے غلام سے

بھی کم تر ہے''۔

اسی طرح اپنی کتاب کشتیِ نوح کے صفحہ ۵۶ پر ابن مریم علیہ السلام کی شان اقدس میں کھلی گستاخی کرتے ہوئے لکھتا ہے''اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہورہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا''۔

اسی طرح اپنی کتاب اعجاز احمد کے صفحہ ۱۳ پر لکھتا ہے''اور یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اوران کی پیش گوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیوں کہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہوسکتی بلکہ اِبطالِ نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں''۔

دافع البلا کے صفحہ ۴ پر لکھتا ہے''مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحیٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیوں کہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اوراپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحیٰ کا نام ''حَصُور'' رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیوں کہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے''۔

قادیانیوں کے درج بالا عقائد کے علاوہ اور بھی ان کے متعدد کفریہ عقائد ذکر کرنے کے بعد حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ فرماتے ہیں''غرض اس دجال قادیانی کے مزخرفات کہاں تک گنائے جائیں اس کے لیے دفتر چاہیے مسلمان ان چند خرافات سے اس کے

حالات بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس نبی اولوالعزم کے فضائل جو قرآن میں مذکور ہیں ان پر یہ کیسے گندے حملے کرر ہا ہے۔ تعجب ہے ان سادہ لوحوں پر کہ ایسے دجال کے متبع ہور ہے ہیں یا کم از کم مسلمان جانتے ہیں اور سب سے زیادہ تعجب ان پڑھے لکھے کٹ بگڑوں سے کہ جان بوجھ کر اس کے ساتھ جہنم کے گڑھوں میں گر رہے ہیں۔ کیا ایسے شخص کے کافر، مرتد، بے دین ہونے میں کسی مسلمان کو شک ہوسکتا ہے۔ حَاشَا لِلّٰہِ!''

رافضی

یہ فرقہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں کھلی گستاخیاں کرتا ہے یہاں تک کہ ان پر لعن طعن کو یہ لوگ اپنا اصل شیوہ سمجھتے ہیں بلکہ چند صحابۂ کرام کو چھوڑ کر باقی سب کو معاذ اللہ کافر و منافق قرار دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت ہائے راشدہ کو خلافت غاصبہ کہتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ان حضرات کی خلافتیں تسلیم کیں اور ان کے فضائل وغیرہ بیان کیے ان کو بزدلی پر محمول کرتے ہیں۔ اس فرقے کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ ''جو کام بندے کے حق میں فائدہ مند ہو اللہ عزوجل پر واجب ہے کہ وہی کرے، اسے کرنا پڑے گا''۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ ''ائمۂ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیا علیہم السلام سے افضل ہیں'' اور یہ بالاجماع کفر ہے کہ غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا ہے۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ ''قرآن مجید محفوظ نہیں بلکہ اس میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں یا الفاظ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے نکال دیئے''۔ یہ عقیدہ بھی بالاجماع کفر ہے کہ قرآن عظیم کی صریح آیت کا انکار ہے۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ ''اللہ عزوجل کوئی حکم دیتا ہے پھر یہ معلوم کر کے کہ مصلحت اس کے غیر میں ہے، پچھتاتا ہے''۔ یہ بھی یقینی کفر ہے کہ خدا کو جاہل بتانا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے ایسے عقائد ہیں جن کی بنیاد پر یہ فرقہ کافر گردانا جاتا ہے اور اس کے متبعین حدودِ اسلام سے خارج مانے جاتے ہیں۔

وہابی

اس فرقے کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی ارشاد فرما دیا تھا کہ نجد سے فتنے اٹھیں گے اور شیطان کا گروہ نکلے گا۔ چنانچہ یہ فرقہ ۱۲۰۹ھ میں ظاہر ہوا۔ اس کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا جس نے پورے عرب خصوصاً حرمین شریفین میں بہت سے فتنے پھیلائے، علما کو قتل کیا، صحابۂ کرام، ائمہ، علما اور شہدا کی قبریں کھود ڈالیں، حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کا نام ''صنم اکبر'' (یعنی سب سے بڑا بت) رکھا۔ اسی خبیث محمد بن عبدالوہاب نے ''کتاب التوحید'' نام سے ایک کتاب لکھی پھر اسماعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' نام سے اس کا اردو ترجمہ کر کے ہندوستان میں شائع کیا۔ ہندوستان میں وہابیت پھیلانے والا اسماعیل دہلوی ہی ہے۔

وہابیوں کا ایک بہت بڑا عقیدہ یہ ہے کہ جو ان کے مذہب پر نہ ہو وہ کافر و مشرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بات بات پر بلا وجہ مسلمانوں پر کفر و شرک کا حکم لگایا کرتے ہیں۔ تقویۃ الایمان کے صفحہ ۴۵ پر یہ حدیث نقل کیا ''آخر زمانے میں اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھا لے گی'' اس کے بعد یہ لکھا کہ ''سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا'' یعنی وہ ہوا چل گئی اور اب پوری دنیا میں کوئی مسلمان نہ رہا مگر اس کو یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس صورت میں وہ اور اس کے ماننے والے بھی تو کافر ہی مانے جائیں گے۔

اس مذہب کا رکن اعظم اللہ عزوجل کی توہین اور اللہ کی بارگاہ کے مقرب بندوں کو حقیر بتانا ہے، لہٰذا ہر معاملے میں یہ وہی پہلو اختیار کرتے ہیں جس میں کسی نہ کسی طور پر ان کی شانوں میں نقص و عیب ظاہر ہوتا ہو۔

اسی تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں ''ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر۔''

ہم اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کی عطا سے اس کے انبیا اور اولیا (علیہم الصلوٰۃ و السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہم) مشکل کشائی اور حاجت برآری فرماتے ہیں۔ تقویۃ الایمان میں ایک تو اس مسلمہ عقیدے کا انکار کیا دوسرے ان حضرات طیبین و طاہرین کی شانوں میں ''چوہڑے چمار'' جیسے گھناؤنے الفاظ استعمال کیے۔ کیا یہ کسی مسلمان کی شان ہوسکتی ہے؟

صراط مستقیم صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں ''بمقتضائے ظُلُمٰتٌ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ از وسوسۂ زنا خیال مجامعت زوجۂ خود بہتر ست وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ وخر خود است''۔

(ترجمہ) تاریکیاں تو بہت ہیں لیکن سب برابر نہیں بلکہ ایک تاریکی دوسری تاریکی سے بڑھ کر ہے۔ اسی بنا پر نماز میں زنا کے خیال سے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنے کا خیال بہتر ہے اور اپنے پیر یا کسی اور بزرگ کی طرف خواہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف خیال لے جانا، اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں قصداً ڈوب جانے سے بدرجہا زیادہ بُرا ہے۔

تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں ''روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست و بیمار کر دینا، اقبال وادبار دینا، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیا، اولیا، بھوت، پری کی یہ شان نہیں۔ جو کسی کو ایسا تصرف ثابت

کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے، سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ہے"۔

ان وہابیوں کے نزدیک لفظ "شرک" بہت سستا ہے جب چاہتے ہیں جس جگہ چاہتے ہیں چسپاں کر دیتے ہیں۔ درج بالا عبارت اولاً تو کئی زاویوں سے اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ ثانیاً انبیا، اولیا (علیہم الصلوٰۃ والسلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو بھوت، پری کی کیٹیگری میں رکھنا ان حضرات کی کھلی ہوئی گستاخی ہے۔ ثالثاً قرآن مقدس، احادیث مبارکہ اور واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ کے مقرب بندے اپنی حیات طیبہ میں بھی اور بعد وصال بھی اللہ کے فضل اور اس کی عطا کردہ طاقت سے مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں "گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیغمبر یا بھوت کے مکانوں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اس پر شرک ثابت ہے خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہے یا یوں کہ ان کی اس تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے، ہر طرح شرک ہے"۔

ان کا یہ عقیدہ حدیث مبارکہ کے بالکل مخالف ہے کیوں کہ متعدد حدیثوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں نے مدینہ کو حرم کیا، اس کے ببول کے درخت نہ کاٹے جائیں اور اس کا شکار نہ کیا جائے"۔

تقویۃ الایمان صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں "پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ

کے برابر نہ جانتے تھے بلکہ اسی کی مخلوق اور اس کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے''۔

اس عبارت میں صاف کہہ دیا کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ مانے کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں سفارش فرمائیں گے تو (معاذ اللہ) وہ ابوجہل کے برابر مشرک ہے۔ جب کہ عقیدۂ شفاعت قرآن مجید کی متعدد آیتوں اور مختلف احادیث مبارکہ سے ثابت بھی ہے، صحابۂ کرام، تابعین وائمۂ دین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اعتقاد بھی ہے تو گویا ان وہابیوں نے ان حضرات گرامی کو بھی ابوجہل کے برابر مشرک قرار دیا۔

اس گروہ کا ایک مشہور عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے چنانچہ رشید احمد گنگوہی نے اپنی کتاب ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں، اسماعیل دہلوی نے اپنے رسالہ ''یکروزہ'' میں اللہ عزوجل کے لیے جھوٹ بولنا ثابت مانا ہے بلکہ ان کے ایک سرغنہ نے تو اپنے ایک فتوے میں لکھ دیا کہ ''وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول چکا ایسے کو تضلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہیے''۔ اس عبارت کا صاف مفہوم یہ ہے کہ اللہ عزوجل جھوٹ بول سکتا ہے اور جھوٹ بول چکا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص یہ (صریح کلمۂ کفر) بکے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ جھوٹ بول چکا تو ان کے عقیدے کے مطابق وہ کافر تو بہت دور کی بات ہے فاسق بھی نہیں کہلائے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

وہابیہ کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی نہیں مانتے جب کہ یہ صریح کفر ہے کہ بکثرت احادیث مبارکہ میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

خاتم النبیین کا معنی ”لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ“ یا اس قسم کے الفاظ فرما کر یہ واضح فرمایا کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہ ہوگا۔ جب کہ وہابیہ کا یہ کہنا ہے کہ خاتم النبیین سے آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے تو گویا (معاذ اللہ) انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عوام میں شمار کیا، یہ بھی کھلی ہوئی گستاخی ہے۔ چنانچہ تحذیر الناس صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں:

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاے سابق کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر میں بالذات کوئی فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَ لٰکِنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے؟ ہاں! اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے“۔

خاتم النبیین کا معنی ان وہابیوں کے نزدیک نہ جانے کون سی چیز ہے اور نہ جانے اہل فہم سے ان کے نزدیک کون لوگ مراد ہیں جو اس معنی کو سمجھتے ہیں۔ اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں ”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے“۔ پھر صفحہ ۳۳ پر لکھتے ہیں ”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی میں بھی کوئی نبی پیدا ہوتو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے مُعاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے“۔

مسیلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد، اسود عنسی، سجاح (عورت) کہ بعد میں اسلام لے آئی اور غلام احمد قادیانی وغیرہم جنھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا یوں ہی جیسا کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ قیامت تک کل تیس مدعیانِ نبوت پیدا ہوں گے، وہابیوں کے اس عقیدے کے مطابق ان کا دعویِ نبوت کرنا درست ہوگا اور معاذ اللہ ان کی سرکوبی کرنے

والے صحابہ، ائمہ، علما اور مومنین سب کے سب حق کے خلاف محاذ آرائی کرنے والے شمار کیے جائیں گے۔ جب کہ بکثرت احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہابیوں کا یہ عقیدہ حدیث رسول اور عقائد اہل سنت کے بالکل خلاف ہونے کی وجہ سے صریح کفر ہے۔

اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۵ پر ہے کہ ''انبیا اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں''۔

ان وہابیوں کے نزدیک شیطان اور ملک الموت کا علم تو وسیع ہے مگر (معاذ اللہ) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وُسعتِ علم ماننا شرک ہے۔ چنانچہ براہین قاطعہ صفحہ ۵۵ پر لکھتے ہیں ''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیطِ زمین کا فخر عالم کو خلافِ نصوص قطعیہ کے، بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وُسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔

درج بالا عبارت میں اولاً تو شیطان اور ملک الموت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں بڑا بتایا ثانیاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب محیط ماننا نص قطعی کے خلاف اور شرک مانا جب کہ ملک الموت اور شیطان کے لیے اسے نص سے ثابت بتاتے ہیں تو گویا ان کے نزدیک شیطان اور ملک الموت علم میں خدا کے شریک ہوئے اور یہ نص قطعی سے ثابت بھی ہوا کہ وہ خدا کے شریک ہیں۔ ثالثاً یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب نہ ہونے پر نص قطعی ہے۔ (معاذ اللہ) یہ عقائد ہر اعتبار سے عقائد اہل سنت کے خلاف ہیں اور ان میں

شان رسالت میں کھلی ہوئی توہین اور گستاخی ہے۔

اسی طرح حفظ الایمان صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں ''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص؟ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے''۔

درج بالا عبارت میں تو ان وہابیوں نے حد ہی کردی کہ ہرا یرے غیرے، ہر بچے اور پاگل بلکہ ہر جانور کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا علم ثابت مانتے ہیں جس سے صاف طور پر شان رسالت کی تنقیص ظاہر ہوتی ہے۔

اس فرقے کا یہ عام طریقہ ہے کہ جس چیز کو اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) نے منع نہیں فرمایا بلکہ قرآن وحدیث سے ان کا جواز بھی ثابت ہے ان کو ممنوع کہنا تو در کنار ان پر شرک وبدعت کا حکم لگا دیتے ہیں۔ مثلاً مجلس میلا د شریف، قیام، ایصالِ ثواب، زیارتِ قبور، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ منور پر حاضری دینا، بزرگوں کا عرس کرنا وغیرہا۔ میلا د شریف کے تعلق سے براہین قاطعہ صفحہ ۱۴۸ پر تو یہ ناپاک الفاظ لکھ دیے:

''پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال مناتے ہیں۔ معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود حرکت قبیحہ، قابل لوم وحرام وفسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔ وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں جب چاہیں یہ خرافاتِ فرضی بتاتے ہیں''۔

غیر مقلدین

یہ فرقہ بھی فرقۂ وہابیہ کی ایک شاخ ہے۔ وہابیوں کے چند عقائد کے علاوہ باقی تمام عقائد میں غیر مقلدین بھی شریک ہیں بلکہ ان چند عقائد میں بھی بایں طور شریک ہیں کہ وہ انہیں کافر و مرتد نہیں جانتے۔ جب کہ ان وہابیوں کے بارے میں حکم ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ غیر مقلدین کے چند عقائد وہابیوں سے مختلف ہیں کہ یہ چاروں مذہبوں سے جدا تمام مسلمانوں سے الگ ایک راہ نکالتے ہیں کہ تقلید کو حرام اور بدعت کہتے ہیں۔ ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی شانوں میں گستاخیاں کرتے اور ان حضرات کو گالیاں دیتے ہیں۔ یہ لوگ قیاس کا انکار کرتے ہیں حالاں کہ قیاس کا مطلقاً انکار کرنا کفر ہے۔ اسی طرح تقلید کا بھی انکار کرتے ہیں جب کہ تقلید کا مطلقاً انکار کرنا بھی کفر ہے۔ اس لیے کہ مطلق تقلید فرض اور تقلید شخصی واجب ہے۔

امامت کا بیان

☆ امامت کی دو قسمیں ہیں (۱) امامت صُغریٰ (۲) امامت کُبریٰ۔

☆ امامت صغریٰ نماز کی امامت کو کہتے ہیں۔

☆ امامت کبریٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مطلق نیابت کو کہتے ہیں۔ یعنی جسے امامت کبریٰ حاصل ہوگی، اسے شریعت کے مطابق تمام مسلمانوں کے دینی و دنیوی معاملات میں عام تصرف کرنے کا اختیار ہوگا۔

☆ اس امامت کی چھ شرائط ہیں، مسلمان ہونا، آزاد ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، قادر ہونا، قرشی ہونا۔

☆ روافض نے جو ہاشمی، علوی اور معصوم ہونے کو شرط قرار دیا ہے، اس سے ان کا مقصد حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت سے انکار کرنا ہے۔ حالاں کہ ان کی خلافتوں پر تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے۔

☆ حضرت علی اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی ان کی خلافتیں تسلیم کی ہیں۔

☆ امام کی اطاعت ہر مسلمان پر فرض ہے جب کہ اس کا حکم شریعت کے خلاف نہ ہو کہ خلاف شرع کاموں میں کسی کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔

☆ امام ایسا شخص مقرر کیا جائے جو شجاع (طاقت ور) اور عالم ہو یا علما کی مدد سے کام کرے۔

☆ عورت اور نابالغ کی امامت جائز نہیں۔ اگر نابالغ کو امام سابق نے امام مقرر کر دیا ہو تو

اس کے بالغ ہونے تک ایک والی مقرر کریں کہ وہ احکام جاری کرے اور یہ نابالغ صرف رسمی امام ہوگا، حقیقت میں اس وقت تک وہ والی امام ہے۔

☆ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ برحق وامام مطلق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت مولیٰ علی پھر چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوئے۔

☆ ان حضرات کو خُلَفائے رَاشِدین اور ان کی خلافت کو خلافتِ رَاشِدہ کہتے ہیں کیوں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی نیابت کا پورا حق ادا فرمایا۔

☆ تمام انبیا و مرسلین کے بعد تمام مخلوقات، انسانوں اور جنوں اور فرشتوں سے افضل حضرت صدیق اکبر ہیں، پھر حضرت عمر فاروق اعظم، پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

☆ جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو صدیق اکبر یا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتائے، گمراہ و بدمذہب ہے۔

☆ ان کی خلافت کی ترتیب ان کی فضیلت کے اعتبار سے ہے، یعنی جو پہلے ہی سے اللہ کے نزدیک سب سے افضل تھا، اسے اللہ عزوجل نے سب سے پہلے خلافت عطا فرمایا۔

☆ تمام صحابۂ کرام اہل خیر اور عادل ہیں، ان کا جب بھی ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔

☆ کسی بھی صحابی کی شان میں گستاخی کرنا گمراہی اور بدمذہبی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوسفیان (جنہوں نے مسلمان ہونے سے پہلے مسلمانوں کے ساتھ بہت ساری جنگیں لڑیں)، ان کی بیوی حضرت ہند (جنہوں نے مسلمان ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کو شہید کروا کران کا کلیجہ کھایا تھا)، حضرت سیدنا عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جن حضرات نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ جنگ کی)، حتی کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جنھوں نے مسلمان ہونے سے پہلے حضرت سید الشہدا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا) کی شانوں میں بھی برا بھلا کہنا تبــــرّٰا اور کھلی گستاخی ہے۔ کہنے والا رافضی ہے، اگر چہ اپنے آپ کو سُنّی بتائے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت سے محض انکار کرنا ہی فقہا کے نزدیک صریح کفر ہے۔

☆ کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبے کا ہو، کسی صحابی کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

☆ تمام صحابۂ کرام جنتی ہیں، محشر کی وہ بڑی گھبراہٹ بھی انہیں غمگین نہ کر سکے گی۔

☆ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہ انبیا تھے اور نہ ہی فرشتے کہ معصوم ہوں، ان میں بعض سے لغزشیں ہوئیں مگر یہ اللہ عزوجل کا اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وعدہ ہے کہ ان پر ان حضرات کی گرفت نہیں فرمائے گا جیسا کہ قرآن مقدس کی آیتوں سے ظاہر ہے۔

☆ جب اللہ عزوجل جو کہ علیم وخبیر ہے، اس نے ان سے بے عذاب جنت وثواب کا وعدہ فرمایا تو دوسرے کو کیا حق ہے کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے؟

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کے عین مطابق خلافتِ حقّہ راشدہ تیس سال رہی، امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ مہینے پر ختم ہوگئی۔ پھر امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت راشدہ ہوئی اور آخر زمانہ میں حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔

☆ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے سب سے پہلے بادشاہ ہیں۔ پانچویں خلیفۂ راشد حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فسق وغیرہ کا طعن کرنا کسی صورت سے صحیح نہیں ہوسکتا۔

☆ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضرت امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں خطائے اجتہادی واقع ہوئی مگر ان حضرات نے بالآخر رجوع فرمایا۔لہٰذا ان پر بھی کسی قسم کی لعن طعن کسی صورت میں درست نہیں۔

☆ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اعلیٰ درجے کے شہدا میں سے ہیں، ان میں کسی کی شہادت کا منکر گمراہ اور بددین ہے۔

☆ یزید پلید فاسق وفاجر اور کبیرہ گناہوں کا مرتکب تھا۔البتہ اس کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے سے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت فرمایا ہے۔یعنی ہم اسے فاسق وفاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں، نہ مسلمان۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت ہمارے لیے لائق اقتدا واطاعت ہیں، ان کی محبت ہم پر ضروری ہے جو ان سے محبت نہ رکھے، مردود وملعون ہے۔

☆ اُمُّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ، اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ و دیگر تمام ازواج مطہرات و بنات طیبات رضی اللہ تعالیٰ عنہن جنتی ہیں اور انہیں تمام صحابیات پر فضیلت ہے۔

☆ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت و پاکیزگی کی گواہی قرآن مقدس نے دی ہے۔

ولایت کا بیان

☆ ولایت اللہ عزوجل کے ایک قرب خاص کو کہتے ہیں جسے اللہ عزوجل اپنے خاص برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرماتا ہے۔

☆ ولایت محض اللہ عزوجل کی عطا سے ملتی ہے، نیک اعمال اکثر اللہ عزوجل کی اس عطا کے لیے ذریعہ ہوتے ہیں مگر ایسا نہیں ہے کہ کوئی شخص عبادتیں اور نیکیاں کر کے اس قرب خاص کو حاصل ہی کر لے گا۔ بعض بندوں کو اللہ عزوجل شروع ہی سے ولی بنا کر پیدا فرماتا ہے۔

☆ بے علم کو ولایت نہیں ملتی، اب علم چاہے بطور ظاہر اسے حاصل ہو یا یہ مرتبہ عطا کرنے سے پہلے اللہ عزوجل اسے علم لَدُنّی سے نواز دے۔

☆ جتنے ولی پچھلی امتوں میں گزر چکے، ان تمام سے افضل امت محمدیہ کے اولیاے کرام ہیں۔ پھر اس امت کے اولیا میں بھی معرفت اور قرب الٰہی میں خلفاے اربعہ سب سے افضل ہیں۔

☆ طریقت اور شریعت الگ الگ نہیں بلکہ طریقت شریعت ہی کا باطنی حصہ ہے۔ بعض جاہل مُتَصَوِّف (بناوٹی صوفی) جو یہ کہتے ہیں کہ طریقت اور ہے شریعت اور، یہ محض گمراہی ہے۔ اس گمان سے اپنے آپ کو شریعت کے احکام سے آزاد سمجھنا صریح کفر والحاد ہے۔

☆ کوئی ولی کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو، شرعی احکام اس پر بہر حال نافذ ہوں گے۔ البتہ جو مجذوبیت کی منزل تک پہنچ جاتا ہے تو چوں کہ وہ غشی کی حالت میں رہتا ہے اور اس کی

عقل ظاہری زائل ہو جاتی ہے، اس وجہ سے شرعی احکام سے وہ غیر مکلّف ہوتا ہے مگر ایسے شخص کی پہچان یہ ہے کہ وہ کبھی شریعت کا مقابلہ نہیں کرے گا۔

☆ اولیائے کرام کو اللہ عز وجل بہت بڑی طاقت عطا فرماتا ہے، ان حضرات کو اختیارات و تصرفات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت میں ملتے ہیں۔

☆ ان کو علم غیب بھی عطا کیا جاتا ہے بلکہ بعض حضرات کو ما کان و ما یکون اور تمام لوح محفوظ کا علم عطا ہو جاتا ہے مگر سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے اور توسل ہی سے ملتا ہے۔

☆ اولیائے کرام سے جو کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ حق ہیں، ان کا انکار گمراہی ہے۔

☆ مردہ زندہ کرنا، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا، مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر لینا وغیرہا کرامتیں اولیائے کرام سے ممکن ہیں۔ سوائے ان معجزوں کے جن کے بارے میں ممانعت ثابت ہو چکی ہے، جیسے قرآن کے مثل کوئی دوسری سورت لانا، دنیا میں بیداری کی حالت میں اللہ کے دیدار یا کلام حقیقی سے مشرف ہونا وغیرہما۔ جو شخص اپنے یا کسی ولی کے لیے ایسا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔

☆ اولیائے کرام سے مدد مانگنا جائز ہے، یہ مدد مانگنے والے کی مدد بھی فرماتے ہیں۔

☆ اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری مسلمانوں کے لیے نیک بختی و برکت کا باعث ہے۔

☆ اولیائے کرام کو دور و نزدیک سے مدد کے لیے پکارنا ہمارے اسلاف اور بزرگوں کا طریقہ ہے۔

☆ اولیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ بعد وفات ان کا علم، ادراک، سننا، دیکھنا وغیرہ حیات ظاہری کی بہ نسبت زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔

☆ انہیں ایصال ثواب اور نذر و نیاز کرنا مستحب اور بہت ساری برکتوں کا باعث ہے۔

☆ اولیاے کرام کا عرس منانا، یعنی قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، نعت خوانی، وعظ و ایصال ثواب کرنا اچھی چیز ہے۔

☆ جو چیزیں شرعاً ناجائز ہیں، وہ تو بہر حال ناجائز ہی ہیں، مزارات اولیا کے پاس اور زیادہ مذموم ہیں۔

☆ عام طور پر مسلمانوں کو اولیاے کرام اور مشائخ عظام سے عقیدت ہوتی ہے اور ان سے مرید ہونے میں اپنے لیے فلاح دارین سمجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے آج کل کے وہابیہ نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے پیری مریدی کا جال بھی پھیلا رکھا ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ جب مرید ہونا ہو تو پہلے اچھی طرح تحقیق کر لیں، ورنہ اگر کوئی بد مذہب رہا تو ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

☆ پیر کے لیے چار باتیں شرط ہیں، بیعت ہونے سے پہلے ان کا لحاظ ضرور کریں:

(۱) سُنّی صحیح العقیدہ ہو۔

(۲) اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔

(۳) فاسقِ مُعلِن نہ ہو۔

(۴) اس کا سلسلہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک ملتا ہو۔

کفریہ کلمات

اس زمانے میں جو لوگ اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود کفریہ کلمات بکتے ہیں یا کفریہ عقائد رکھتے ہیں ان کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزری۔ یہاں کچھ ایسے الفاظ ذکر کیے جارہے ہیں جو خصوصًا عوام کی زبان سے نکلتے ہیں۔ ان الفاظ کے کہنے سے کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ ان کے تعلق سے معلومات رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ ان سے پرہیز کیا جائے اور اسلامی حدوں کی حفاظت کی جائے۔

☆ جس شخص کو اپنے ایمان میں شک ہو یعنی کہتا ہے کہ مجھے اپنے مومن ہونے کا یقین نہیں یا کہتا ہے کہ معلوم نہیں میں مومن ہوں یا کافر، وہ کافر ہے۔ ہاں اگر اُس کا مطلب یہ ہو کہ معلوم نہیں میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا نہیں تو کافر نہیں۔

☆ جو شخص ایمان اور کفر کو ایک سمجھے یعنی یہ کہتا ہے کہ سب ٹھیک ہیں، خدا کو سب پسند ہے وہ کافر ہے۔

☆ جو شخص ایمان پر راضی نہیں یا کفر پر راضی ہے وہ بھی کافر ہے۔

☆ ایک شخص گناہ کر رہا تھا، لوگوں نے اسے منع کیا تو کہنے لگا کہ اسلام کا کام اسی طرح کرنا چاہیے یعنی جو شخص گناہ اور نافرمانی کو اسلام کہتا ہے وہ کافر ہے۔

☆ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں مسلمان ہوں، اس نے جواب میں کہا تجھ پر بھی لعنت اور تیرے اسلام پر بھی لعنت تو ایسا کہنے والا کافر ہے۔

☆ اگر کسی نے یہ کہا خدا مجھے اس کام کا حکم دیتا تب بھی نہ کرتا تو کافر ہے۔

☆ کسی شخص سے کسی نے کہا کہ میں اور تم خدا کے حکم کے موافق کام کریں، اس نے کہا کہ

میں خدا کا حکم نہیں جانتا یا یہ کہا کہ یہاں کسی کا حکم نہیں چلتا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

☆ کوئی شخص بیمار نہیں ہوتا یا بہت بوڑھا ہے اور مرتا نہیں اس کے لیے یہ کہنا کہ اسے اللہ میاں بھول گئے ہیں، کفر ہے۔

☆ کسی زبان دراز آدمی سے یہ کہنا کہ خدا بھی تمھاری زبان کا مقابلہ نہیں کرسکتا تو میں کیسے کروں؟ کفر ہے۔

☆ ایک نے دوسرے سے کہا اپنی عورت کو قابو میں نہیں رکھتا، اس نے کہا عورتوں پر خدا کو تو قدرت ہے نہیں، مجھ کو کہاں سے ہوگی۔ ایسا کہنا کفر ہے۔

☆ خدا کے لیے مکان ثابت کرنا کفر ہے اس لیے کہ وہ مکان سے پاک ہے۔ یہ کہنا کہ اوپر خدا ہے نیچے تم، یہ کفریہ بات ہے۔

☆ کسی سے کہا گناہ نہ کر، ورنہ خدا تجھے جہنم میں ڈالے گا اس نے کہا میں جہنم سے نہیں ڈرتا یا کہا خدا کے عذاب کی کچھ پروا نہیں۔ یہ کفریہ کلمہ ہے۔

☆ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا؟ اُس نے غصے میں کہا نہیں یا یہ کہا کہ خدا کیا کرسکتا ہے؟ یا یہ کہا کہ خدا اس کے سوا کیا کرسکتا ہے کہ دوزخ میں ڈال دے۔ تو ایسا کہنے والا کافر ہوگیا۔

☆ کسی نے کسی شخص سے کہا کہ خدا سے ڈر، اُس نے کہا کہ خدا کہاں ہے؟ تو کافر ہو جائے گا۔

☆ کسی سے کہا: ان شاء اللہ تم اس کام کو کرو گے، اس نے کہا: میں بغیر ان شاء اللہ کروں گا تو کافر ہوگیا۔

☆ کسی شخص نے دوسرے پر ظلم کیا تو مظلوم نے کہا کہ خدا نے یہی مقدر کیا تھا، ظالم نے

کہا: میں اللہ کے مقدر کیے بغیر کرتا ہوں تو وہ کافر ہو گیا۔

☆ کسی مسکین نے اپنی محتاجی کو دیکھ کر یہ کہا کہ اے خدا! فلاں بھی تیرا بندہ ہے، اس کو تو نے کتنی نعمتیں دے رکھی ہیں اور میں بھی تیرا بندہ ہوں، مجھے کس قدر رنج اور تکلیف دیتا ہے، آخر یہ کیا انصاف ہے؟ ایسا کہنا کفر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے نام کی تصغیر کرنا یا اسے بگاڑنا کفر ہے۔ مثلاً کسی کا نام نام عبداللہ یا عبدالخالق یا عبدالرحمٰن ہو تو اسے پکارنے میں آخر میں الف یا واو اور الف لگانا جس سے نام بگڑ جائے یا تصغیر سمجھی جائے۔ یہ طریقہ صوبۂ اُتر پردیش اور بہار میں بالکل عام ہے کہ کسی کے نام کو بگاڑ کر ادا کرتے ہیں، اس سے اجتناب لازم ہے۔

☆ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا، اس کا لڑکا باپ کو تلاش کر رہا تھا اور رو رہا تھا، کسی نے کہا کہ چپ رہ تیرا باپ اللہ اللہ کر رہا ہے تو یہ کہنا کفر نہیں اس لیے کہ اس کا معنیٰ ہے کہ وہ خدا کو یاد کر رہا ہے۔

☆ بعض جاہل (کسی دوسرے کے بارے میں) یہ کہتے ہیں کہ ''لَآ اِلٰهَ پڑھتا ہے'' (یعنی پورا کلمہ ذکر نہیں کرتے) ایسا ہرگز نہیں کہنا چاہیے اس لیے کہ اس کا معنیٰ کفری ہے، پورا کلمہ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا چاہیے۔

☆ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنا، ان کی بارگاہ میں گستاخی کرنا یا ان کو فحش کاموں اور بے حیائی کی طرف منسوب کرنا کفر ہے، مثلاً (معاذ اللہ) حضرت یوسف علیہ السلام کی زنا کی طرف نسبت کرنا۔

☆ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیا میں آخری نبی نہ جانے یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی چیز کی توہین کرے یا عیب لگائے، آپ کے موے مبارک کو

حقارت سے یاد کرے، آپ کے لباس مبارک کو گندہ اور میلا بتائے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناخن بڑے بڑے کہے۔ یہ سب باتیں کفر ہیں۔

☆ اگر کسی نے کسی سے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کدّو پسند تھا اور اس نے یہ کہا کہ مجھے نہیں پسند ہے تو اگر اس حیثیت سے اُسے ناپسند ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند تھا تو کافر ہے۔

☆ کسی نے یہ کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے کے بعد تین بار انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے، اس پر کسی نے کہا کہ یہ ادب کے خلاف ہے تو کافر ہو جائے گا۔

☆ کسی شخص نے کسی سنت کی تحقیر کی مثلاً داڑھی بڑھانے، مونچھیں کم کرنے، عمامہ باندھنے یا شملہ لٹکانے کو توہین کی نظر سے دیکھا تو اگر سنت کی توہین مقصود ہے تو کافر ہو جائے گا۔

☆ اب جو اپنے آپ کو کہے کہ میں پیغمبر ہوں اور اس کا مطلب یہ بتائے کہ میں پیغام پہنچاتا ہوں وہ کافر ہے یعنی اس میں یہ تاویل نہیں سنی جائے گی اس لیے کہ عُرف میں یہ لفظ رسول اور نبی کے معنے میں ہے۔

☆ حضراتِ شیخین یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شانِ پاک میں بیہودہ الفاظ کہنا، ان حضرات سے بےزاری کا اظہار کرنا کفر ہے۔

☆ حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت یا امامت وخلافت سے انکار کرنا کفر ہے۔

☆ حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان پاک میں قذف جیسی ناپاک تہمت لگانا یقیناً قطعاً کفر ہے۔

☆ کسی دشمن یا کسی ناپسندیدہ شخص کو دیکھ کر یہ کہنا کہ ملک الموت آ گئے، کفر ہے۔

☆ کسی شخص کے بارے میں کسی نے کہا کہ میں اُسے ویسا ہی دشمن جانتا ہوں جیسا ملک الموت کو، اس میں اگر ملک الموت کو برا کہنا ہے تو کفر ہے اور موت کی ناپسندیدگی کی بنا پر ہے تو کفر نہیں۔

☆ حضرت جبرئیل یا حضرت میکائیل علیہما السلام یا کسی اور فرشتے پر جو شخص عیب لگائے یا اس کی توہین کرے، کافر ہے۔

☆ قرآن کی کسی آیت کو عیب لگانا یا اس کی توہین کرنا یا اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا کفر ہے۔

☆ داڑھی مونڈانے سے منع کرنے پر اکثر داڑھی منڈے کہہ دیتے ہیں "کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ" جس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ کلّا صاف کرو، یہ قرآن مجید کی تحریف اور بھی ہے اور اس کے ساتھ مذاق اور دل لگی بھی اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔

☆ بہت سے لوگ قرآن مجید کی آیتیں بے موقع پڑھ دیا کرتے ہیں اور مقصود ہنسی کرنا ہوتا ہے، جیسے کہ کسی کو نمازِ جماعت کے لیے بلایا گیا اور وہ کہنے لگا کہ میں جماعت سے نہیں بلکہ تنہا پڑھوں گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی، ایسا کہنا کفر ہے۔

☆ میوزِک کے ساتھ قرآن پڑھنا کفر ہے۔

☆ کسی سے نماز پڑھنے کو کہا گیا، اس نے جواب دیا کہ نماز پڑھتا تو ہوں مگر اس کا کچھ نتیجہ نہیں یا یہ کہا کہ تم نے نماز پڑھی تو کیا فائدہ ہوا؟ یا یہ کہا کہ نماز پڑھ کے کیا کروں؟ کس کے لیے پڑھوں؟ ماں باپ تو مر گئے یا یہ کہا کہ بہت پڑھ لی اب دل گھبرا گیا ہے یا یہ کہا کہ پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہے، غرض یہ کہ کوئی ایسی بات کرنا جس سے نماز کی فرضیت کا انکار سمجھا جاتا ہو یا نماز کی تحقیر ہوتی ہو، یہ سب کفر ہے۔

☆ کوئی شخص صرف رمضان میں نماز پڑھتا ہے بعد میں نہیں پڑھتا اور کہتا یہ ہے کہ یہی بہت ہے یا جتنی پڑھی یہی زیادہ ہے کیوں کہ رمضان میں ایک نماز ستر نماز کے برابر ہے، ایسا کہنا کفر ہے۔ اس لیے کہ اس سے نماز کی فرضیت کا انکار معلوم ہوتا ہے۔

☆ اذان کی آواز سن کر یہ کہنا کہ کیا شور مچا رکھا ہے، اگر یہ بات انکار کے طور پر کہی ہے تو کافر ہو گیا۔

☆ رمضان المبارک کا روزہ نہیں رکھتا اور کہتا ہے کہ روزہ وہ رکھے جسے کھانا نہ ملے یا یہ کہتا ہے جب خدا نے کھانے کے لیے دیا ہے تو بھوکے کیوں مریں یا اس طرح کی اور باتیں جن سے روزے کی تحقیر ہو اگر کسی نے کہی تو کافر ہو گیا۔

☆ علمِ دین کی توہین محض اس لیے کرنا کہ وہ اس کا تعلق دین سے ہے یا کسی عالم کی توہین اس لیے کرنا کہ وہ عالم ہے، کفر ہے۔

☆ شریعت کی توہین کرنا کفر ہے۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں شرع ورع نہیں جانتا یا نہیں مانتا تو کافر ہو جائے گا۔

☆ کسی شخص پر کسی مُحتاط عالمِ دین کا فتویٰ پیش کیا گیا، اس نے کہا کہ میں فتویٰ نہیں مانتا یا وہ فتویٰ زمین پر پٹک دیا تو کافر ہو گیا۔

☆ کسی شخص کو شریعت کا حکم بتایا کہ اس معاملے میں یہ حکم ہے، اس نے کہا کہ ہم شریعت پر عمل نہیں کریں گے، ہم تو رسم کی پابندی کریں گے، یہ بھی کفریہ بات ہے۔

☆ شراب پیتے وقت یا زنا کرتے وقت یا جوا کھیلتے وقت یا چوری کرتے وقت بسم اللہ کہنا کفر ہے۔

☆ دو لوگ جھگڑا کر رہے تھے، ایک نے کہا: لَا حَولَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، دوسرے نے

کہا: لاحول کا کیا کام ہے یا لاحول کو میں کیا کروں یا لاحول روٹی کی جگہ کام نہیں دے گا تو ایسا کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بارے میں اس طرح کے الفاظ کہنے والا بھی کافر ہے۔

☆ بیماری میں گھبرا کر کہنے لگا کہ تجھے اختیار ہے، چاہے کافر مار یا مسلمان مار، یہ کفر ہے۔

☆ کسی مصیبت میں مبتلا ہو کر کہنے لگا کہ تو نے میرا مال اور میری اولاد لے لی یا یہ کہا کہ خدا نے میرا مال یا میری اولاد لے لی یا دوسری چیزوں کے بارے میں کہا کہ تو نے میرا یہ لے لیا، وہ لے لیا تو کافر ہو گیا۔

☆ کسی مسلمان کو کسی کفریہ بات سکھانا یا اسے کہنے کی تلقین کرنا کفر ہے، چاہے کھیل کے طور پر ایسا کرے یا مذاق میں۔

☆ کسی کی بیوی کو کفریہ بات سکھائی اور کہا کہ یہ کہہ کر تو کافر ہو جا تا کہ تیرے شوہر سے تیرا پیچھا چھوٹ جائے تو عورت کفر کرے یا نہ کرے، یہ کہنے والا کافر ہو گیا۔

☆ ہولی اور دیوالی پوجنا کفر ہے اس لیے کہ یہ غیر اللہ کی عبادت ہے۔

☆ کافروں کے میلوں اور تہواروں میں شریک ہو کر اُن کے میلے اور مذہبی جلوس کی شان و شوکت بڑھانا کفر ہے جیسے رام لیلا (جس میں راون کا پُتلا جلاتے ہیں)، جنم اَسٹمی (جس میں کِرِشن کی پیدائش کی خوشی مناتے ہیں) اور رام نومی (جس میں رام کی پیدائش کی خوشی مناتے ہیں) وغیرہ کے میلوں میں شریک ہونا کفر ہے۔

☆ کافروں کے تہواروں کے دن محض اس وجہ سے چیزیں خریدنا کہ کفار کا تہوار ہے، یہ بھی کفر ہے جیسے دیوالی میں کھلونے اور مٹھائیاں خریدی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ اس دن خریدنا دیوالی منانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

☆ کافروں کے تہواروں کے دن کوئی چیز خرید کر کافروں کو تحفے میں دینا جب کہ یہ تحفہ دینے سے اس دن کی تعظیم مقصود ہو، کفر ہے۔

یاد رکھیں! مسلمانوں پر اپنے دین اور مذہب کی حفاظت لازم ہے، اس لیے کہ مسلمانوں کے لیے دین اور ایمان سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ اپنے دین کی حفاظت کے لیے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ کافروں کے کفری کاموں سے الگ رہے۔ آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا کہ کوئی کافر مسلمان کے کسی تہوار میں اس کے ساتھ شریک ہوکر وہ تہوار مناتا ہو لیکن آپ بہت سے مسلمانوں کو دیکھیں گے کہ کافروں کے تہواروں میں ان کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ یعنی کافر تو مسلمانوں سے پرہیز کرتے ہیں لیکن مسلمان ہیں کہ ان کے ساتھ میل ملاپ رکھ کر اپنا ایمان برباد کر رہے ہیں، اس میں سراسر مسلمانوں کا نقصان ہے۔

ایمان خدا کی بڑی نعمت ہے، اس کی قدر کرو اور جس بات میں ایمان کا نقصان ہے اس سے دور بھاگو، ورنہ شیطان گمراہ کر دے گا اور یہ دولت تمھارے ہاتھ سے جاتی رہے گی، پھر افسوس کرنے کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں صراطِ مستقیم پر قائم رکھے، اپنی ناراضی کے کاموں سے بچائے، ہمیں ایسے کاموں کی توفیق دے جس میں اس کی رضا مندی ہے، ہماری مشکلیں دور فرمائے اور ہمیں آسانی فراہم کرے۔

یہ کفریہ کلمات بہارِ شریعت، جلد دوم، حصۂ نہم ”مرتد کے بیان“ سے تلخیص و تسہیل کے ساتھ ماٴخوذ ہیں۔

سُنّیوں کے عقائد کی پہچان میں بیس اُمور

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے زمانے میں سنّیت کو بچانے اور اہل سنت کے عقائد کو باطل فرقوں کی یلغار سے محفوظ رکھنے کی ہر آن کوشش کی۔ اہل سنت کے عقائد سے متعلق آپ نے اپنے فتاویٰ میں بیس اہم باتوں کی فہرست پیش فرمائی ہے جو آپ کے زمانے کے اعتبار سے باطل عقائد والوں کو پہچاننے اور صحیح عقیدہ رکھنے والوں کے امتیاز کے لیے کافی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس زمانے میں مزید کچھ فتنے اُبھر چکے ہیں مگر پھر بھی ان بیس اُمور کی روشنی میں انھیں بھی پہچانا جا سکتا ہے۔

اُمورِ عشرین تحریر فرمانے کے بعد آپ لکھتے ہیں:

"آج کل بہت لوگ اِدّعائے سنیت کرتے اور عوام بے چارے دھوکے میں پڑتے ہیں۔ بعض مصلحتِ وقت کے لیے زبان سے کچھ کہہ جاتے اور موقع پا کر پھر پلٹا کھاتے ہیں، اکثر جگہ امتحان کے لیے ان شاء اللہ العزیز یہ اُمورِ عشرین بطورِ نمونہ کافی ہیں۔"

وہ بیس اُمور یہ ہیں:

(۱) سید احمد خاں علی گڑھی اور اس کے متبعین سب کفار ہیں۔

(۲) رافضی کہ قرآنِ عظیم کو ناقص کہے یا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ یا کسی غیر نبی کو انبیاے سابقین علیہم السلام میں سے کسی سے افضل بتائے کافر و مرتد ہے۔

(۳) رافضی تبرائی، فقہا کے نزدیک کافر ہے اور اس کے گمراہ، بدعتی، جہنمی ہونے پر اجماع ہے۔

(۴) جو مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر قربِ الٰہی میں تفضیل دے وہ گمراہ، مخالفِ سنت ہے۔

(۵) جنگِ جمل و صِفّین میں حق بدستِ حق پرستِ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تھا۔ مگر حضراتِ صحابۂ کرام مخالفین کی خطا خطاے اجتہادی تھی جس کی وجہ سے ان پر طعن سخت حرام، ان کی نسبت کوئی کلمہ اس سے زائد گستاخی کا نکالنا بے شک رِفض ہے اور خروج از دائرۂ اہل سنت۔ جو کسی صحابی کی شان میں کلمۂ طعن و توہین کہے، انھیں بُرا جانے، فاسق مانے، ان میں سے کسی سے بغض رکھے مطلقاً رافضی ہے۔

(۶) صدہا سال سے درجۂ اجتہادِ مطلق تک کوئی واصل نہیں ہے، بے وصولِ درجۂ اجتہاد تقلید فرض۔ غیر مقلدین گمراہ، بددین ہیں۔

(۷) اہلِ سنت صدہا سال سے چار گروہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں منحصر ہیں، جو ان سے خارج ہے بدعتی ناری ہے۔

(۸) وہابیہ کا مُعلِّمِ اوّل ابن عبدالوہاب نجدی اور مُعلمِ ثانی اسماعیل دہلوی مصنفِ تقویۃ الایمان دونوں سخت گمراہ بددین تھے۔

(۹) تقویۃ الایمان و صراطِ مستقیم و رسالۂ یکروزی و تنویر العینین تصانیفِ اسماعیل دہلوی صریح ضلالتوں، گمراہیوں اور کلماتِ کفریہ پر مشتمل ہیں۔

(۱۰) مائۃ مسائلِ مولوی اسحاق دہلوی غلط و مردود مسائل و مخالفاتِ اہل سنّت و مخالفات جمہور سے پُر ہیں۔

(۱۱) انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیا قُدِّست اَسرارُہُم سے استمداد و استعانت اور انھیں وقتِ حاجت توسل و استمداد کے لیے ندا کرنا، یارسول اللہ، یا علی، یا شیخ

عبدالقادر الجیلانی کہنا اور انھیں واسطۂ فیضِ الٰہی جاننا ضرور حق و جائز ہے۔

(۱۲) عالم میں انبیا علیہم السلام اور اولیا قُدِّسَتْ اَسْرارُھُم کا تصرف حیاتِ دنیوی میں اور بعدِ وصال بھی بعطاے الٰہی جاری اور قیامت تک اُن کا دریاے فیض موج زن رہے گا۔

(۱۳) عام اموات (مردے)، احیا (زندوں) کو دیکھتے، ان کا کلام سُنتے، سمجھتے ہیں۔ سماعِ موتیٰ (مردوں کا سننا) حق ہے، پھر اولیا کی شان تو ارفع واعلیٰ ہے۔

(۱۴) اللہ عزوجل نے روزِ اوّل سے قیامت تک کے تمام مَا کانَ وَمَا یکُونُ (جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہوگا) ایک ایک ذرّے کا حال اپنے حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا علم ان تمام غیبوں کو محیط ہے۔

(۱۵) امکانِ کذبِ الٰہی (اللہ تعالیٰ کے لیے معاذ اللہ جھوٹ بولنا ممکن جاننا) جیسا کہ اسماعیل دہلوی نے رسالۂ یکروزی اور اب گنگوہی نے براہینِ قاطعہ میں مانا صریح ضلالت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کِذب قطعًا اجماعًا محال بالذات ہے۔ مسئلہ خلفِ وعید کو ان کے اس ناپاک خیال سے اصلاً علاقہ نہیں۔

(۱۶) شیطان کے علم کو (معاذ اللہ) حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زائد وسیع تر ماننا جیسا کہ براہینِ قاطعۂ گنگوہی میں ہے، صریح ضلالت وتوہینِ حضرتِ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ ہے۔

(۱۷) مجلس میں میلادِ مبارک اور اس میں قیامِ تعظیمی جس طرح صدہا سال سے حرمینِ محترمین میں شائع وذائع ہے، جائز ہے۔

(۱۸) گیارہویں شریف کی نیاز اور اموات کی فاتحہ اور عرسِ اولیا کہ مزامیر وغیرہا

مُنکرات (بُری باتوں) سے خالی ہو سب جائز و مندوب ہے۔

(۱۹) شریعت و طریقت دو متبائن نہیں ہیں، بے اتباعِ شرع وُصول الی اللہ (اللہ تک پہنچنا) ناممکن۔ کوئی کیسے ہی مرتبۂ عالیہ تک پہنچے، جب تک عقل باقی ہے احکامِ الٰہیہ اس پر سے ساقط نہیں ہو سکتے۔ جھوٹے متصوف کہ مخالفِ شرع میں اپنا کمال سمجھتے ہیں سب گمراہ مسخرگانِ شیطان ہیں۔ وحدتِ وجود حق ہے اور حلول واتحاد کہ آج کل کے بعض متصوفہ (بناوٹی صوفی) بکتے ہیں، صریح کفر ہے۔

(۲۰) ندوہ سرمایۂ ضلالت و مجموعۂ بدعات ہے۔ گمراہوں سے میل جول اتحاد حرام ہے۔ اُن کی تعظیم موجبِ غضبِ الٰہی اور ان کے رَد کا انسداد لعنتِ الٰہی کی طرف بلانا۔ انھیں دینی مجلس کا رکن بنانا دین کو ڈھانا ہے۔ ندوہ کے لیکچروں اور روائیداد میں وہ باتیں بھری ہیں جن سے اللہ و رسول (جَلَّ جلالُہٗ وَصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) بیزار و بَری ہیں۔

اللہ تعالٰی (تمام اہل سنت کو) سب بد مذہبوں و گمراہوں سے پناہ دے اور سنّتِ حقّۂ خالص پر ثابت قدم رکھے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص:۶۱۱)

دوسرا باب

طہارات

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
جو کام کرنے کے قابل ہیں ان کا علم ایسا ہے جیسے کوئی صبح کو مسلمان ہوا (یا بالغ ہوا) جب ظہر کی نماز کا وقت آئے (مثلاً) تو اس پر اندازۂ فرض' طہارت اور نماز سیکھنا فرض ہوتا ہے۔ (کیمیائے سعادت)

اکثر و بیشتر عبادتوں کے لیے طہارت ضروری ہے بلکہ نماز کے لیے تو شرط ہے۔ طہارت سے مراد یہ ہے کہ خود نماز پڑھنے والے کا بدن حِسّی اور حُکمی نجاست سے پاک ہو، اس کے کپڑے پاک ہوں، جس جگہ پر نماز پڑھ رہا ہے وہ جگہ پاک ہو اور باوضو ہو۔ جن عبادتوں کے لیے طہارت شرط ہے ان عبادتوں کو ادا کرنے والے پر طہارت کے مسائل سیکھنا لازم ہے ورنہ وہ کامل طہارت کے بغیر عبادت شروع کردے گا اور ثواب کی جگہ گناہ کا مستحق ہوگا۔ بیشتر لوگ نہانے کے باوجود پاک نہیں ہو پاتے، وضو کرنے کے باوجود بے وضو رہ جاتے ہیں اور ان کے کپڑے دھلے جانے کے باوجود ناپاک رہ جاتے ہیں، وجہ صرف یہ ہے کہ وہ طہارت کے مسائل سے ناآشنا ہے۔ اس لیے اگلے صفحات میں طہارت کے مسائل بالتفصیل بیان کیے جا

رہے ہیں۔ چوں کہ مسائل فقہیہ میں چند اصطلاحات کا تذکرہ بار بار ہوتا ہے اس لیے طہارت کے بیان سے پہلے ان اصطلاحات کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس باب میں پیش کردہ سارے مسائل ''بہارِ شریعت'' جلد اول، حصۂ دوم سے تلخیص و تسہیل کے ساتھ ماخوذ ہیں۔

ہم نے اس باب میں کئی ایسے مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے کہ فرضِ عین علوم سے تو ان کا تعلق نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض کی تحصیل واجب اور بعض کی مندوب و مستحب ہے۔

شرعی اصطلاحات

فرضِ اِعتِقادی:

اس کو کہتے ہیں جو دلیل قطعی (ایسی دلیل جس میں کوئی شبہہ نہ ہو) سے ثابت ہو۔ اس کا انکار کرنے والا اَحناف کے نزدیک مطلقاً کافر ہے اور اگر اس کا فرض ہونا عوام وخواص میں مشہور ہو، تو اس کے انکار کرنے والے کے کافر ہونے پر اجماع قطعی ہے۔ اس منکر کے کفر میں جو شک وشبہہ کرے، وہ خود کافر ہو جائے گا۔ جو شخص کسی فرض اعتقادی کو بغیر کسی شرعی عذر کے جان بوجھ کر ایک بار بھی چھوڑے، فاسق اور گناہ کبیرہ کا مرتکب اور جہنم کا مستحق ہے۔ جیسے نماز، روزہ، رکوع، سجدہ، وغیرہ۔

فرضِ عَمَلی:

اس کو کہتے ہیں جس کی دلیل ایسی قطعی تو نہ ہو مگر مجتہدین کی نظر میں ان دلیلوں کا اس قدر یقین ہو کہ اس کے کیے بغیر انسان بریٔ الذمہ نہ ہوگا۔ فرض عملی اگر کسی عبادت کے اندر فرض ہے تو بغیر اس کے وہ عبادت باطل ہوگی، بلا وجہ اس کا انکار فسق وگمراہی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص شرعی دلیلوں میں غور وفکر کا اہل ہو اور شرعی دلیل کے ذریعہ اس کا انکار کرے تو کر سکتا ہے۔ جیسے ائمۂ مجتہدین کے اختلافات کہ ایک امام کسی چیز کو فرض کہتے ہیں اور دوسرے نہیں۔ مثلاً احناف کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح وضو میں فرض ہے اور شوافع کے نزدیک ایک

بال کا اور مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا۔

واجبِ اِعتِقَادی:

اس کو کہتے ہیں جس کا ضروری ہونا ظنی دلیل سے ثابت ہو۔فرض عملی اور واجب عملی، واجب اعتقادی ہی کی دو قسمیں ہیں۔

واجبِ عَمَلی:

اس واجب اعتقادی کو کہتے ہیں کہ بغیر اس کے کیے بھی بریٔ الذمہ ہونے کا احتمال ہو مگر غالب گمان اس کے ضروری ہونے پر ہے اور اگر کسی عبادت میں اس کا ادا کرنا ضروری ہو تو عبادت بغیر اس کے ناقص رہے گی مگر ادا ہو جائے گی۔کسی واجب کا ایک بار بھی قصداً چھوڑنا گناہ صغیرہ ہے اور چند بار چھوڑنا گناہ کبیرہ۔

سُنّتِ مُؤَکّدہ:

اسے کہتے ہیں جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو مگر بیان جواز کے لیے کبھی کبھی ترک بھی فرمایا ہو۔اس کا کرنا ثواب کا باعث اور ترک کرنے پر عتاب اور ترک کرنے کی عادت بنانے والا عذاب کا مستحق ہوگا۔

سنت غیر مؤکدہ:

اسے کہتے ہیں جس کا ترک کرنا شریعت کی نظر میں ناپسند ہو مگر اس حد تک نہیں کہ اس کے ترک پر عذاب کی وعید ہو۔اس کا کرنا ثواب کا باعث اور نہ کرنا اگرچہ عادۃً ہو عتاب کا موجب نہیں۔

مُستَحب:

وہ ہے جو شریعت کی نظر میں پسند ہو مگر اس کا چھوڑنا ناپسند نہ ہو، چاہے خود حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا ہو یا اس کی ترغیب دی ہو یا علماے کرام نے پسند فرمایا، اگر چہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا ہو۔اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر کوئی عتاب نہیں۔

مباح:

جس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہو، نہ کرنے پر ثواب ملتا ہو اور نہ ہی نہ کرنے پر کوئی عتاب ہوتا ہو۔

حرام قطعی:

یہ فرض کے مقابل ہے، اس کا ایک بار بھی جان بوجھ کر کرنا گناہ کبیرہ اور فسق ہے اور بچنا فرض اور ثواب۔

مکروہ تحریمی:

یہ واجب کے مقابل ہے، اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ اگر چہ اس کا گناہ حرام سے کم ہے۔ چند بار اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔

اِسَاءَت:

یہ سنت مؤکدہ کے مقابل ہے، اس کا کرنا برا ہے، کبھی کبھی کرنے والا عتاب کا مستحق اور عادت بنانے والا عذاب کا مستحق ہے۔

مکروہ تَنزِیُھی:

یہ سنت غیر مؤکدہ کے مقابل ہے، اس کا کرنا شریعت کو پسند نہیں مگر کرنے پر عذاب بھی نہیں۔

خِلاف اَولٰی:

یہ مستحب کے مقابل ہے، اس کا نہ کرنا بہتر مگر کیا تو کچھ مضائقہ نہیں۔

فرائضِ وضو

☆ وضو میں چار باتیں فرض ہیں۔ (۱) منہ دھونا (۲) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا (۳) سر کا مسح کرنا (۴) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔

☆ کسی عضو کے دھونے کا مطلب یہ ہے کہ اس عضو کے ہر حصے پر کم سے کم دو بوند پانی بہہ جائے، بھیگ جانے یا تیل کی طرح پانی چپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے اور نہ ہی اس سے وضو اور غسل ادا ہوگا۔

☆ کسی جگہ پر گیلا ہاتھ پھیرنے کو مسح کہتے ہیں۔

☆ بال اُگنے کی جگہ سے ٹھوڑی تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک جلد کے ہر حصے پر کم از کم ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے۔

☆ مونچھوں یا بھوؤں کے بال یا ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان کے بال گھنے ہوں کہ چمڑی بالکل نہ دکھائی دے تو جِلد کا دھونا فرض نہیں، بالوں کا دھونا فرض ہے اور اگر ان جگہوں کے بال گھنے نہ ہوں تو جِلد کا دھونا بھی فرض ہے۔

☆ داڑھی کے بال اگر گھنے ہوں تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر چہرے کے حصے میں آئیں ان کا دھونا فرض ہے۔ ان بالوں کی جڑوں کا دھونا، اسی طرح جو حلقے سے نیچے ہوں ان کا دھونا ضروری نہیں۔

☆ ہونٹ کا وہ حصہ جو عام طور پر منہ بند کرنے کے بعد ظاہر رہتا ہے، اس کا دھونا فرض ہے۔

☆ کنپٹی (گالوں اور کانوں کے بیچ کی جگہ) کا دھونا فرض ہے، البتہ اس حصہ میں جتنی جگہ

داڑھی کے گھنے بال ہوں وہاں بالوں کا دھلنا اور جہاں بال نہ ہوں وہاں جلد کا دھونا فرض ہے۔

☆ آنکھ کے کُوے (ناک کی طرف آنکھ کا کونہ) پر پانی بہانا فرض ہے مگر سرمہ کا جرم کُوے یا پلک میں رہ گیا، ویسے ہی وضو کرلیا اور خبر نہ ہوئی، پھر اسی طرح نماز پڑھ لی، تو حرج نہیں، نماز ہوگئی اور وضو بھی ہوگیا۔ اگر معلوم ہے تو اسے چھڑا کر پانی بہانا ضروری ہے۔

☆ پَلک کا ہر بال پورا دھونا فرض ہے، اگر اس میں کیچڑ وغیرہ کوئی سخت چیز جم گئی ہو تو چھڑانا فرض ہے۔

☆ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو دھونا، اس طرح کہ ہر ہر حصے پر کم از کم دو بوند پانی بہہ جائے اور کوئی حصہ ایک بال کے برابر بھی خشک نہ رہے، فرض ہے۔

☆ ہر قسم کے گہنے (خواہ جائز ہوں یا ناجائز)، انگوٹھیاں، کنگن، لچھے وغیرہ اگر اتنے تنگ ہوں کہ نیچے پانی نہ بہے تو اتار کر دھونا فرض ہے اور اگر صرف ہلا کر دھونے سے پانی بہہ جائے تو ہلانا ضروری ہے اور اگر ڈھیلے ہوں کہ بے ہلائے بھی نیچے پانی بہہ جائے گا تو کچھ ضروری نہیں۔

☆ ہاتھوں کی انگلیوں کے بیچ میں جو جگہیں ہیں، انگلیوں کی کروٹیں، ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے، کلائی کا ہر بال جڑ سے نوک تک، ان سب پر پانی بہہ جانا ضروری ہے۔

☆ ناخنوں کے اندر کا میل معاف ہے۔

☆ چھ انگلیاں ہیں تو سب کا دھونا فرض ہے، ایک مونڈھے پر دو ہاتھ نکلے ہیں تو جو پورا ہے اس کا دھونا فرض ہے، دوسرے کا دھونا مستحب ہے مگر اس کا وہ حصہ جو پہلے ہاتھ کی اس جگہ سے ملا ہوا ہے جس کا دھلنا فرض ہے، اس کو بھی دھلا جائے گا۔

☆ سر کے ایک چوتھائی حصہ کا مسح کرنا فرض ہے۔

☆ مسح کرنے کے لیے ہاتھ کا گیلا ہونا ضروری ہے۔اب چاہے دوسرے اعضا کے دھونے کے بعد جوتری باقی رہ گئی ہے،وہ ہو یا نئے پانی سے ہاتھ کو تر کیا ہو۔

☆ کسی عضو کے مسح کرنے کے بعد جوتری ہاتھ میں باقی رہے گی،وہ دوسرے اعضا کے مسح کے لیے کافی نہیں ہوگی۔

☆ سر پر بال نہ ہوں تو جلد کی چوتھائی کا مسح فرض ہے۔

☆ عمامے،ٹوپی،دوپٹے پر مسح کافی نہیں۔سر سے جو بال لٹک رہے ہوں،ان پر مسح کرنا بھی کافی نہ ہوگا۔

☆ دونوں پیروں کو گٹوں سمیت ایک مرتبہ دھونا فرض ہے۔

☆ پیر کی دو انگلیوں کی بیچ کی جگہوں،انگلیوں کی کروٹوں،ایڑیوں،ایڑیوں کے اوپر کے موٹے پٹھوں کا دھونا فرض ہے۔

☆ جن اعضا کا دھونا فرض ہے،محض ان پر پانی کا بہہ جانا فرض ہے،یہ ضروری نہیں کہ قصداً ان پر پانی بہائے۔اگر بارش ہوئی اور اعضائے وضو کے ہر ہر حصے پر دو دو قطرے بہہ گئے اور سر کا چوتھائی حصہ تر ہو گیا یا کسی تالاب میں گر پڑا اور اعضائے وضو پر پانی گزر گیا تو وضو ہو جائے گا۔

☆ جس چیز کی آدمی کو عام طور پر ضرورت پڑتی رہتی ہے اور وضو کرتے وقت اس جانب احتیاط کرنے میں حرج ہو،خواہ ناخنوں کے اندر ہو یا اوپر کسی دھونے کی جگہ پر،اگر چہ جِرم والی ہو(دانے دار ہو)،اگر چہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچے،اگر چہ سخت چیز ہو،وضو ہو جائے گا۔جیسے گوند ھنے والوں کے لیے آٹا،رنگ ریزوں کے لیے رنگ کا جِرم،عورتوں

کے لیے مہندی کا جرم، لکھنے والوں کے لیے روشنائی کا جرم، مزدور کے لیے گارا مٹی، عام لوگوں کے لیے آنکھ کے کنارے یا پلک میں سرمے کا جرم، اسی طرح بدن کا میل، مٹی، غبار، مکھی اور مچھر کی بیٹ وغیرہ۔

وضو کی سنتیں

(۱) نیت کرنا۔ (۲) بسم اللہ سے شروع کرنا۔ (۳) دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھلنا۔ (۴) مسواک کرنا۔ (۵) داہنے ہاتھ سے تین کلیاں کرنا۔ (۶) داہنے ہاتھ سے تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا۔ (۷) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ (۸) ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کا خلال کرنا۔ (۹) ہر عضو کو تین تین بار دھلنا۔ (۱۰) پورے سر کا ایک بار مسح کرنا۔ (۱۱) کانوں کا مسح کرنا۔ (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا۔ (۱۳) اعضائے وضو کو پے در پے دھلنا۔ (۱۴) سارے مکروہات سے بچنا۔

☆ کم از کم تین تین مرتبہ داہنے بائیں، اوپر نیچے کے دانتوں میں مسواک کریں اور ہر مرتبہ مسواک کو دھولیں۔

☆ مسواک نہ بہت نرم ہو، نہ سخت۔ پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو۔

☆ مسواک ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو، اتنی چھوٹی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو۔

☆ مسواک داہنے ہاتھ سے استعمال کریں اور اس طرح ہاتھ میں لیں کہ چھوٹی انگلی مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو اور مٹھی نہ باندھیں۔

☆ دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کریں، لمبائی میں نہ کریں کہ مسوڑے زخمی ہونے کا ڈر ہوتا ہے۔ پہلے دائیں جانب کے اوپر کے دانت صاف کریں، پھر بائیں جانب کے اوپر کے، پھر دائیں جانب کے نیچے کے، پھر بائیں جانب کے نیچے کے۔

☆ جب مسواک کرنا ہو، اسی طرح جب مسواک کرلیں تو اسے دھولیں، زمین پر پڑی نہ چھوڑیں بلکہ کھڑی رکھیں اور ریشہ کی جانب اوپر ہو۔

☆ اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانت مانجھ لیں، اگر دانت نہ ہوں تو مسوڑوں پر انگلی پھیرلیں۔

خِلال کا طریقہ

☆ منہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کریں، بہ شرطے کہ احرام نہ باندھے ہوں۔ انگلیوں کو گردن کی طرف سے داڑھی میں داخل کرکے سامنے کی طرف نکالیں۔

☆ ہاتھ، پیر کی انگلیوں کا بھی خلال کریں۔

☆ ہاتھ کی انگلیوں کا خلال اس طرح کریں کہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے بیچ میں داخل کریں۔

☆ پیروں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کریں، اس طرح کہ داہنے پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کریں اور بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے شروع کرکے چھوٹی انگلی پر ختم کریں۔

☆ اگر خلال کیے بغیر پانی انگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو خلال فرض ہے۔

☆ جو اعضا دھونے کے ہیں، ان کو تین تین مرتبہ دھوئیں، ہر ہر مرتبہ اس طرح دھوئیں کہ

کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے ورنہ سنت ادا نہ ہوگی۔

☆ پورے سر کا ایک بار مسح کرنا، کانوں کے اندر اور باہر کا مسح کرنا بھی مسنون ہے۔

☆ ترتیب سنت مؤکدہ ہے کہ پہلے منہ، پھر ہاتھ دھوئیں، پھر سر کا مسح کریں، پھر پیر دھلیں۔

☆ اگر ترتیب سے نہیں دھلایا کوئی اور سنت چھوڑ دیا تو وضو ہو جائے گا، اگر ایک آدھ دفعہ ایسا ہو گیا تو برا ہے، اگر عادت بنالی تو گنہگار رہے۔

☆ داڑھی کے جو بال منہ کے دائرے سے نیچے ہیں، ان کا مسح سنت ہے اور دھونا مستحب ہے۔

☆ اعضا کو اس طرح دھونا کہ پہلے والا عضو سوکھنے نہ پائے، یہ بھی مسنون ہے۔

وضو کے مستحبات

(۱) دونوں گالوں کو دھلنے اور دونوں کانوں کے مسح کے علاوہ تمام اعضائے وضو کو دائیں جانب سے شروع کرنا۔ (۲) اگر کسی کا ایک ہی ہاتھ ہو تو منہ دھونے اور مسح کرنے میں بھی داہنے کو مقدم کرے۔ (۳) انگلیوں کی پیٹھ سے گردن کا مسح کرنا۔ (۴) قبلہ رو بیٹھنا۔ (۵) اونچی جگہ بیٹھنا۔ (۶) وضو کا پانی پاک جگہ گرانا۔ (۷) پانی بہاتے وقت اعضا پر ہاتھ پھیرنا۔ (۸) وضو کرنے میں بغیر ضرورت دوسرے سے مدد نہ لینا۔ (۹) ڈھیلی انگوٹھی (جس کے نیچے پانی بہہ جاتا ہو) کو حرکت دینا۔ (۱۰) نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا۔ (۱۱) اطمینان سے وضو کرنا کہ ساری سنتیں اور مستحبات ادا ہو جائیں۔ (۱۲) وضو کے قطروں سے کپڑوں کو محفوظ رکھنا۔ (۱۳) کانوں کا مسح کرتے وقت بھیگی ہوئی چھوٹی انگلی کو کانوں کے سوراخوں میں داخل کرنا۔ (۱۴) مٹی کے برتن سے وضو کرنا۔ (۱۵) لوٹے کے اوپر ہاتھ نہ رکھنا۔ (۱۶) داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔ (۱۷) بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی

سے ناک صاف کرنا۔ (۱۸) بائیں ہاتھ سے پیر دھونا۔ (۱۹) منہ دھلتے وقت پیشانی کے سرے پر اس طرح پھیلا کر پانی ڈالنا کہ اوپر کا بھی کچھ حصہ دھل جائے۔ (بہت سارے لوگ ناک یا آنکھ یا بھووں پر چلو ڈال کر سارے منہ پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ منہ دھل گیا، اس طرح دھونے میں منہ نہیں دھلتا اور وضو نہیں ہوتا) (۲۰) دونوں ہاتھوں سے منہ دھونا۔ (۲۱) ہاتھ، پیر دھونے میں انگلیوں سے شروع کرنا۔ (۲۲) چہرے، ہاتھ اور پیر دھونے میں ان کے اطراف میں کچھ بڑھانا، مثلاً نصف بازو تک ہاتھ دھونا۔ (۲۳) سر کا مسح اس طرح کرنا کہ انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے علاوہ ایک ہاتھ کی باقی تینوں انگلیوں کا سرا دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے سے ملائیں اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گدی تک اس طرح لے جائیں کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں، وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتا واپس لائیں اور (۲۴) کلمہ کی انگلی کے پیٹ سے کان کا مسح کریں اور (۲۵) انگوٹھے کے پیٹ سے کان کے باہری حصہ کا اور (۲۶) انگلیوں کی پیٹھ سے گردن کا مسح کریں۔ (۲۷) ہر عضو کو دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دینا کہ قطرے بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں۔ (یا کسی کپڑے سے خشک کر لینا، خصوصاً جب مسجد میں جانا ہو کہ مسجد میں پانی کے قطرے ٹپکانا مکروہ تحریمی ہے) (۲۸) بے ضرورت اعضائے وضو نہ پوچھنا اور اگر پوچھیں تو بالکل خشک نہ کریں بلکہ کچھ نم رہنے دیں۔ (۳۰) زبان سے وضو کی نیت کے الفاظ دہرانا۔ (۳۱) ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت وضو کی نیت کا حاضر رہنا۔ (۳۲) اگر لوٹے سے وضو کیا تو وضو کے بعد بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی لینا۔ (۳۳) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا۔ (۳۴) درود شریف پڑھنا۔ (۳۵) کلمۂ شہادت (اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ) پڑھنا۔ (۳۶) وضو کے بعد میانی پر پانی چھڑکنا۔ (۳۷) مکروہ وقت نہ ہو تو دو

رکعت نفل (تحیۃ الوضو) پڑھنا۔

وضو کی دعائیں

☆ کلی کرتے وقت: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ۔ (ترجمہ) اے اللہ! قرآن مقدس کی تلاوت، تیرے ذکر، تیرے شکر اور تیری اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔

☆ ناک میں پانی ڈالتے وقت: اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَ لَا تُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ۔ (ترجمہ) اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سنگھا اور جہنم کی بدبو سے بچا۔

☆ منہ دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ۔ (ترجمہ) اے اللہ! جس دن کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے سیاہ ہو جائیں گے، اس دن میرے چہرے کو سفید فرما۔

☆ داہنا ہاتھ دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔ (ترجمہ) اے اللہ! میرا نامۂ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں عطا فرما اور مجھ سے آسان حساب لے۔

☆ بایاں ہاتھ دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَ لَا مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ۔ (ترجمہ) اے اللہ! میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دے اور نہ ہی میری پیٹھ کے پیچھے سے۔

☆ سر کا مسح کرتے وقت: اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلَّ عَرْشِکَ۔ (ترجمہ) اے اللہ! مجھے اپنے عرش کے سائے میں اس دن جگہ عطا فرما

جس دن تیرے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔

☆ کانوں کا مسح کرتے وقت: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ ۔(ترجمہ) اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کردے جو اچھی باتیں سن کر ان پر عمل کرتے ہیں۔

☆ گردن کا مسح کرتے وقت: اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقْبَتِیْ مِنَ النَّارِ ۔(ترجمہ) اے اللہ! میری گردن آگ سے آزاد فرما۔

☆ داہنا پاؤں دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ۔ (ترجمہ) اے اللہ! پل صراط پر مجھے اس دن ثابت قدم فرما جس دن لوگوں کے پیر پھسل جائیں گے۔

☆ بایاں پاؤں دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّ سَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَّ تِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ ۔(ترجمہ) اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما، میری کوششوں میں مجھے کامیاب فرما اور میری تجارت کو میرے لیے نفع بخش فرما۔

☆ سب جگہوں پر درود شریف بھی پڑھ سکتے ہیں۔

☆ وضو سے فارغ ہوتے ہی یہ پڑھیں: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔(ترجمہ) اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں اور ستھروں میں سے کردے۔

☆ وضو کے بعد آسمان کی طرف منہ کرکے سُبْحٰنَکَ اَللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ پڑھیں۔

(ترجمہ) اے اللہ! تو پاک ہے اور تیرے لیے حمد ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

☆ کلمۂ شہادت پڑھیں۔ ☆ سورۂ اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰا پڑھیں۔

وضو کے مکروہات

(۱) عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا۔ (۲) وضو کے لیے نجس جگہ بیٹھنا۔ (۳) نجس جگہ کا پانی ٹپکانا۔ (۴) مسجد (کے اندرونی حصے) میں وضو کرنا۔ (۵) وضو کے اعضا سے برتن میں پانی کے قطرے ٹپکانا۔ (۶) پانی میں رینٹھ یا کھنکار ڈالنا۔ (۷) قبلہ کی طرف تھوک یا کھنکار ڈالنا یا کلی کرنا (۸) بے ضرورت دنیا کی بات کرنا۔ (۹) ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا۔ (۱۰) پانی اس قدر کم خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو۔ (۱۱) منہ پر پانی مارنا۔ (۱۲) منہ پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا۔ (۱۳) صرف ایک ہاتھ سے منہ دھونا۔ (۱۴) گلے کا مسح کرنا۔ (۱۵) بائیں ہاتھ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا۔ (۱۶) داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ (۱۷) تین نئے پانیوں سے تین بار سر کا مسح کرنا۔ (۱۸) وضو کے قطروں کو مسجد یا کپڑوں میں ٹپکنے دینا۔ (۱۹) دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا۔ (۲۰) کسی سنت کو چھوڑ دینا۔

وضو کب فرض، کب واجب، کب سنت، کب مستحب

☆ اگر وضو نہ ہو تو نماز پڑھنے، سجدۂ تلاوت کرنے، نماز جنازہ پڑھنے اور قرآن عظیم چھونے کے لیے وضو کرنا فرض ہے۔

☆ طواف کے لیے وضو کرنا واجب ہے۔

☆ اذان، اقامت، خطبۂ جمعہ، خطبۂ عیدین، روضۂ منورہ کی زیارت، وقوف عرفہ اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے لیے، جنبی کے لیے غسل جنابت سے پہلے، جنبی کو کھانے،

پینے، سونے سے پہلے وضو کرنا سنت ہے۔

☆ سونے کے لیے، سوکر اٹھنے کے بعد، میت کے نہلانے یا اٹھانے کے بعد، جماع سے پہلے جب غصہ آجائے، زبانی قرآن عظیم پڑھنے کے لیے، حدیث اور علم دین پڑھنے، پڑھانے کے لیے، جمعہ وعیدین کے علاوہ باقی خطبوں (نکاح وغیرہ کے) کے لیے، دینی کتابیں چھونے کے لیے، ستر غلیظ چھونے کے بعد، جھوٹ بولنے، گالی دینے، فحش لفظ نکالنے، کافر سے بدن چھو جانے، صلیب یا بت چھونے، کوڑھی یا سفید داغ والے سے بدن مس ہوجانے، بغل کھجانے (جب کہ اس میں بدبو ہو)، غیبت کرنے، قہقہہ لگانے، لغو اشعار پڑھنے اور اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد، کسی عورت کے بدن سے اپنا بدن بلا حائل مس ہوجانے سے اور باوضو شخص کو نماز پڑھنے کے لیے وضو کرنا مستحب ہے۔

شیطان کے وسوسے سے بچنے کے لیے

☆ وَلهان ایک شیطان کا نام ہے جو وضو میں وسوسہ ڈالتا ہے، اس کے وسوسہ سے بچنے کے لیے (۱) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنا (۲) لَا حَوْلَ وَ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھنا (۳) سورۂ ناس پڑھنا (۴) اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ پڑھنا (۵) هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ پڑھنا (۶) سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْخَلَّاقِ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ پڑھنا، دافع وسوسہ ہے۔ اسی طرح (۷) وسوسہ کا بالکل خیال نہ کرنا بلکہ اس کے خلاف کرنا بھی دافع وسوسہ ہے۔

وضو توڑنے والی چیزیں

درج ذیل باتوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:

☆ پاخانہ، پیشاب، ودی، مذی، منی، کیڑا، پتھری مرد یا عورت کے آگے یا پیچھے کے مقام سے نکلنا۔☆ مرد یا عورت کے پیچھے کے مقام سے ہوا نکلنا۔☆ حقنہ لیا اور دوا باہر آگئی یا کوئی چیز پاخانے کے مقام میں ڈالی اور باہر نکل آئی، تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

☆ مرد نے عضو تناسل کے سوراخ میں روئی رکھی اور وہ اوپر سے خشک ہے مگر جب نکالی تو گیلی ہو کر باہر نکلی، تو نکالتے ہی وضو ٹوٹ گیا۔

☆ عورت نے پیشاب کے مقام میں کپڑا رکھا اور کپڑے کے اوپری حصے پر کوئی اثر نہیں مگر جب نکالا تو خون یا کسی اور نجاست سے تر نکلا، تو وضو ٹوٹ گیا۔

☆ خون، پیپ یا زرد پانی کہیں سے نکل کر بہا اور اس بہنے میں ایسی جگہ پہنچنے کی صلاحیت تھی جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے تو وضو جاتا رہا۔

☆ زخم سے خون وغیرہ نکلتا رہا اور یہ بار بار پونچھتا رہا کہ بہنے کی نوبت نہ آئی، یا مٹی یا راکھ ڈال کر سکھاتا رہا تو غور کرے کہ اگر نہ پونچھتا تو بہہ جاتا یا نہیں، اگر بہہ جاتا تو وضو ٹوٹ گیا، ورنہ نہیں۔☆ پھوڑا یا پھنسی نچوڑنے سے خون بہا، اگرچہ ایسا ہو کہ نہ نچوڑتا تو نہ بہتا جب بھی وضو جاتا رہا۔

☆ آنکھ، کان، ناف، پستان وغیرہا میں دانہ یا ناسور یا کوئی بیماری ہو، ان کی وجہ سے جو آنسو یا پانی بہے، اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

☆ منہ سے خون نکلا، اگر تھوک پر غالب ہے، وضوتوڑ دے گا۔ (تھوک کا رنگ اگر سرخ ہو جائے تو خون غالب سمجھا جائے گا اور اگر زرد ہو تو تھوک غالب ہے)

☆ نارُوا ایک بیماری ہے جس کی وجہ سے بدن سے دھاگہ کی طرح گوشت نکلتا ہے، اگر اس میں سے رطوبت نکلی تو وضوٹوٹ جائے گا۔

☆ اندھے کی آنکھ سے جو رطوبت مرض کی وجہ سے نکلتی ہے، وضوتوڑ دے گی۔

☆ کھانے، پانی یا صفرا کی منہ بھر قے سے وضوٹوٹ جائے گا۔ (منہ بھر کا یہ معنی ہے کہ اس کو بے تکلف نہ روک سکتا ہو)

☆ بہتے خون کی قے (جب کہ تھوک سے مغلوب نہ ہو) سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔

☆ پانی پیا اور معدے میں اتر گیا، اب وہی پانی صاف وشفاف قے میں آیا، اگر منہ بھر ہے وضوٹوٹ گیا اور وہ پانی نجس ہے۔ ☆ ایک ہی متلی سے تھوڑی تھوڑی کئی بار قے ہوئی، اگر سب کو جمع کرنے پر منہ بھر ہو جائے تو وضوٹوٹ گیا۔

☆ اس طرح سویا کہ دونوں سرینیں خوب جمی ہوئی نہیں ہیں یا ایسی ہیئت پر سویا جس پر غفلت کے ساتھ نیند آجاتی ہے تو وضوٹوٹ جائے گا۔

☆ اُکڑوں بیٹھ کر سویا، چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر سویا، ایک کُہنی پر ٹیک لگا کر سویا، اس طرح بیٹھ کر سویا کہ ایک کروٹ کو جھکا ہوا ہے جس سے ایک یا دونوں سرینیں اٹھی ہوئی ہیں تو وضوٹوٹ گیا۔

☆ اگر اس ہیئت پر سویا جس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نیند کے اندر وہ ہیئت پیدا ہوگئی جس سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور اسی حالت پر کچھ دیر پڑا رہا تو وضوٹوٹ جائے گا۔

☆ نماز وغیرہ کے انتظار میں بعض اوقات نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور یہ دور کرنا چاہتا ہے تو بعض

اوقات ایسا غافل ہو جاتا ہے کہ اس وقت جو باتیں ہوئیں ان کی اسے بالکل خبر نہیں بلکہ دو تین آواز میں آنکھ کھلی اور اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ سویا نہ تھا، اس کے اس خیال کا اعتبار نہیں، اگر معتبر شخص کہے کہ تو غافل تھا، پکارا جواب نہ دیا یا باتیں پوچھی جائیں اور وہ نہ بتا سکے تو اس پر وضو لازم ہے۔

☆ بیہوش ہو جانا، جنون طاری ہونا، غشی آ جانا اور اتنا نشہ طاری ہو جانا جس میں چلنے میں پیر لڑکھڑائیں ناقض وضو ہیں۔

☆ بالغ شخص نے رکوع سجدے والی نماز میں اتنی آواز سے قہقہہ لگایا کہ آس پاس والے سن لیں، تو وضو ٹوٹ جائے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

☆ مرد نے اپنے آلہ کو تندی کی حالت میں عورت یا مرد کی شرم گاہ سے ملائے یا عورت عورت باہم ملائیں اور کوئی چیز بیچ میں حائل نہ ہو تو وضو جاتا رہا۔

☆ اگر مرد نے اپنے آلہ سے عورت کی شرمگاہ کو چھوا اور آلہ منتشر نہ تھا، عورت کا وضو اس وقت بھی جاتا رہے گا، اگر چہ مرد کا وضو نہ جائے گا۔

وضو نہ توڑنے والی چیزیں

درج ذیل باتوں سے وضو نہیں ٹوٹتا:

☆ مرد یا عورت کے آگے کے مقام سے ہوا نکلی تو وضو نہیں جائے گا۔

☆ اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ میں کوئی چیز ڈالی پھر وہ اس میں سے لوٹ آئی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

☆ خون اگر صرف چمکا یا اُبھرا اور بہا نہیں، جیسے سوئی کی نوک یا چاقو کا کنارہ لگ جاتا ہے

اور خون ابھر یا چمک جاتا ہے، یا خلال یا مسواک کی یا انگلی سے دانت مانجھے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی اس پر خون کا اثر پایا یا ناک میں انگلی ڈالی اس پر خون کی سرخی آ گئی مگر وہ خون بہنے کے قابل نہ تھا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

☆ خون اگر ایسی جگہ بہا جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض نہیں ہے، تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ جیسے آنکھ میں دانہ تھا اور ٹوٹ کر آنکھ کے اندر ہی پھیل گیا، باہر نہیں نکلا یا کان کے اندر دانہ ٹوٹا اور اس کا پانی سوراخ سے باہر نہ نکلا، تو ان صورتوں میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔

☆ زخم میں گڑھا پڑ گیا اور اس میں سے کوئی رطوبت چمکی مگر بہی نہیں تو وضو نہیں ٹوٹا۔

☆ زخم یا ناک یا کان یا منہ سے کیڑا یا زخم سے کوئی گوشت کا ٹکڑا (جس پر خون یا پیپ یا کوئی نجس رطوبت بہنے کے قابل نہ تھی) کٹ کر گرا تو وضو نہ ٹوٹا۔

☆ کان میں تیل ڈالا تھا اور ایک دن بعد کان یا ناک یا منہ سے نکلا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (منہ سے نکلنے کی صورت میں اگر یہ معلوم ہے کہ دماغ سے اتر کر معدہ میں گیا اور معدہ سے آیا ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا)

☆ ناک صاف کی، اس میں سے جما ہوا خون نکلا، تو وضو نہیں ٹوٹا۔

☆ نارُو ایک بیماری ہے جس کی وجہ سے بدن سے دھاگہ کی طرح گوشت نکلتا ہے، اگر اس پر رطوبت نہیں لگی ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

☆ بلغم کی قے سے وضو نہیں ٹوٹے گا خواہ کتنی ہی ہو۔

☆ بہتے خون کی قے جب کہ تھوک پر غالب نہ ہو، اسی طرح جمے ہوئے خون کی قے، یہ دونوں جب تک منہ بھر نہ ہوں، ناقضِ وضو نہیں۔

☆ پانی پیا اور سینے تک پہنچا تھا کہ کھانسی آئی اور پانی نکل گیا تو نہ وہ پانی ناپاک ہے اور نہ

اس سے وضو ٹوٹے گا۔

☆ تھوڑی قے ہوئی، پھر متلی کا اثر جاتا رہا، پھر دوسری متلی سے دوبارہ تھوڑی قے ہوئی، اگر دونوں جمع کرنے کے بعد بھی منہ بھر ہو جائیں تب بھی وضو نہ ٹوٹے گا۔

☆ قے میں صرف کیڑے نکلے اور اس کے ساتھ کچھ رطوبت نہیں، تو ناقضِ وضو نہیں اور اگر رطوبت بھی ہے مگر منہ بھر نہیں تب بھی وضو نہ ٹوٹے گا۔

☆ اس طرح سویا کہ دونوں سرینیں زمین، کرسی یا بنچ پر ہیں اور دونوں پیر ایک طرف پھیلے ہوئے ہیں یا دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ پنڈلیوں کو گھیرے ہوئے ہیں، یا دوزانو سیدھا بیٹھ کر سو گیا، یا چارزانو پالتی مار کر بیٹھا اور سو گیا تو وضو نہ ٹوٹا۔

☆ کھڑے کھڑے سو گیا، یا رکوع کی حالت میں یا مردوں کے سجدے کی طرح سو گیا تو وضو نہ ٹوٹا۔ اگر نماز میں ایسا ہوا تو نہ نماز فاسد ہوگی اور نہ ہی وضو ٹوٹے گا۔ البتہ اگر پورا رُکن سوتے ہی میں ادا کیا، تو اس کا دہرانا ضروری ہے اور اگر جاگتے میں شروع کیا تھا، پھر سو گیا، تو اگر جاگتے میں کچھ حد تک ادا کر چکا تھا، تو وہی کافی ہے۔

☆ اگر اس ہیئت پر سویا جس میں وضو نہیں ٹوٹتا مگر نیند میں ایسی ہیئت پر ہو گیا جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، تو اگر فوراً بلا وقفہ جاگ اٹھا، تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

☆ اونگھنے یا بیٹھے بیٹھے جھونکے لینے سے وضو نہیں جاتا۔

☆ نیند کی وجہ سے جھوم کر گر پڑا اور فوراً آنکھ کھل گئی تو وضو نہ ٹوٹا۔

☆ اگر نماز میں سوتے میں یا نمازِ جنازہ یا سجدۂ تلاوت کرتے وقت قہقہہ لگایا، تو وضو نہیں جائے گا۔ البتہ نماز یا سجدہ فاسد ہو جائے گا۔

☆ رکوع، سجدے والی نماز میں اتنی آواز سے ہنسا کہ خود سنا مگر پاس والوں نے نہ سنا تو وضو نہیں ٹوٹا، نماز جاتی رہی۔

☆ اگر مسکرایا کہ صرف دانت ظاہر ہوئے، آواز بالکل نہ نکلی، تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، نہ ہی وضو ٹوٹے گا۔

☆ پھوڑیا بالکل اچھی ہوگئی، اس کا مردہ پوست باقی ہے جس میں اوپر منہ اور اندر خلا ہے، اگر اس میں پانی بھر گیا، پھر دبا کر نکالا، تو نہ وضو جائے، نہ وہ پانی ناپاک۔ ہاں اگر اس کے اندر خون وغیرہ کی کچھ تری باقی ہے، تو وضو بھی ٹوٹ جائے گا اور وہ پانی بھی نجس ہے۔

☆ عوام میں جو مشہور ہے کہ گھٹنا یا ستر کھلنے یا اپنا یا کسی اور کا ستر دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، محض بے اصل بات ہے۔ ہاں وضو کے آداب سے ہے کہ ناف سے زانو تک سب ستر چھپا ہو بلکہ استنجا کے بعد فوراً ہی چھپالینا چاہیے کہ بلا ضرورت ستر کھلا رہنا منع ہے اور دوسروں کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے۔

انبیاے کرام علیہم السلام کا وضو نہیں ٹوٹتا

یہ بھی انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان ہے کہ ان کا سونا ان کے وضو کو نہیں توڑتا، اس لیے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں مگر دل بیدار رہتے ہیں۔ سونے کے علاوہ وضو کو توڑنے والی دوسری باتوں سے ان کا وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ ٹوٹ جاتا ہے مگر یہ وضو کا ٹوٹنا نجاست کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان کی عظمت شان کی وجہ سے ہے۔ اس لیے کہ ان کے فضلات شریفہ طیب و طاہر ہیں، جن کا کھانا پینا ہمیں حلال اور باعث برکت ہے۔

وضو کے متفرق مسائل

☆ انسان کے بدن سے جو رطوبت نکلے اور اس سے وضو نہ ٹوٹے وہ نجس نہیں۔ جیسے خون کہ بہہ کر نہ نکلے یا تھوڑی قے کہ منہ بھر نہ ہو، پاک ہے۔

☆ کھجلی یا پھوڑیوں میں جب کہ بہنے والی رطوبت نہ ہو بلکہ صرف چِپک ہو، کپڑے وغیرہ میں اس سے بار بار چھونے کی وجہ سے کتنی ہی تری لگ جائے، پاک ہے۔

☆ سوتے میں منہ سے جو رال نکلے، اگرچہ پیٹ سے آئے اور بدبودار ہو، پاک ہے۔ البتہ مردے کے منہ سے جو پانی بہے وہ نجس ہے۔

☆ دکھتی ہوئی آنکھ سے جو پانی نکلتا ہے، اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا اور وہ نجس بھی ہے۔ بہت سے لوگ غافل ہونے کی وجہ سے کرتے وغیرہ سے دکھتی ہوئی آنکھوں کو پوچھ لیا کرتے ہیں اور اسے آنسو سمجھتے ہیں، یہ ان کی غلطی ہے اور ایسا کیا تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔

☆ دودھ پیتے بچے کے منہ سے دودھ واپس نکل گیا، اگر وہ منہ بھر ہے تو نجس ہے۔ درہم سے زیادہ جگہ میں جس چیز کو لگ جائے ناپاک کر دے گا لیکن اگر یہ دودھ معدہ سے نہیں آیا بلکہ سینے تک پہنچ کر پلٹ آیا تو پاک ہے۔

☆ وضو کرنے کے دوران اگر ہوا خارج ہوئی، یا کوئی ایسی چیز پائی گئی جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، تو نئے سرے سے وضو کرے، وہ پہلے دھلے ہوئے اعضائے وضو بے دھلے ہو گئے۔

☆ چُلّو میں پانی لینے کے بعد حَدَث لاحق ہوا، تو وہ پانی بے کار ہو گیا، کسی عضو کے دھلنے

میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

☆ منہ سے اتنا خون نکلا کہ تھوک سرخ ہو گیا، اگر لوٹے یا کٹورے سے منہ لگا کر کلی کے لیے پانی لیا تو لوٹا، کٹورا اور پورا پانی نجس ہو گیا۔ چلو سے پانی لے کر کلی کرے، پھر ہاتھ دھو کر کلی کے لیے پانی لے۔

☆ اگر وضو کے دوران کسی عضو کے دھونے میں شک واقع ہوا، تو اگر زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہو تو اس کو دھو لے اور اگر اکثر ایسا ہوا کرتا ہے، تو اس کو شیطان کا وسوسہ سمجھے اور اس کی طرف توجہ نہ دے۔ اسی طرح اگر وضو کے بعد شک ہو تب بھی اس کا کچھ خیال نہ کرے۔

☆ باوضو شخص کو اگر شک ہو کہ وضو ہے یا ٹوٹ گیا، تو اسے وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ کر لینا بہتر ہے جب کہ یہ شبہہ بطور وسوسہ نہ ہوا کرتا ہو۔ اگر وسوسہ کے طور پر ہوتا ہے، تو احتیاط سمجھ کر وضو کرنا احتیاط نہیں بلکہ شیطان کی پیروی کرنا ہے۔

☆ اگر بے وضو تھا اور اب شک ہوا کہ وضو کیا یا نہیں، تو بلا وضو ہے، اس کو وضو کرنا ضروری ہے۔

☆ یہ معلوم ہے کہ وضو کے لیے بیٹھا تھا مگر یہ یاد نہیں کہ وضو کر کے اٹھا یا ایسے ہی اٹھ گیا، تو وضو کرنا ضروری نہیں۔ یہ یاد ہے کہ کوئی عضو دھونے میں چھوٹ گیا مگر یہ یاد نہیں کہ کون سا عضو ہے، تو بایاں پاؤں دھو لے۔

☆ میانی میں تری دیکھی مگر یہ معلوم نہیں کہ پانی ہے یا پیشاب، تو اگر زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہے تو اس جگہ کو دھو لے اور وضو کر لے اور اگر بار بار ایسا ہوتا ہے، تو اسے شیطان کا وسوسہ سمجھے اور اس کی طرف توجہ نہ دے۔

پچیس باتوں میں احتیاط ضروری ہے

(۱) مانگ یعنی ماتھے کے سرے سے پانی پڑے۔ بہت سے لوگ چلو میں پانی لے کر ناک یا ابرو یا نصف ماتھے پر ڈالتے ہیں، پانی تو بہہ کر نیچے آیا، وہ اپنا ہاتھ چڑھا کر اوپر لے گیا جس کی وجہ سے پورا ماتھا نہ دھل سکا بلکہ کچھ حصوں پر گیلا ہاتھ پھرا، اس سے وضو نہیں ہوگا۔

(۲) عمامے وغیرہ کی پٹیاں اگر ماتھے کے کچھ حصے پر ہوں تو ان کو ہٹا کر چہرہ دھلنا ضروری ہے کہ کہیں دھلنے میں وہ حصے چھوٹ نہ جائیں۔

(۳) بھووں کے بال چھِدرے ہوں کہ نیچے کی کھال چمکتی ہو، تو کھال پر پانی بہانا فرض ہے، صرف بالوں پر کافی نہیں۔

(۴) دونوں آنکھوں کے دونوں کناروں پر کوئی سخت چیز جمی ہو تو چھڑا لے۔

(۵) کبھی کبھی پلکوں کے بالوں پر کیچڑ وغیرہ سخت ہو کر جم جانے کی وجہ سے ان کے نیچے پانی نہیں پہنچ پاتا، اس کا چھڑانا ضروری ہے۔

(۶) ایسا نہ ہو کہ ماتھے کا پانی گال پر اتر آئے اور کنپٹی پر صرف گیلا ہاتھ پھرے بلکہ کنپٹی پر بھی پانی بہانا ضروری ہے۔

(۷) ناک کے سوراخ میں اگر کوئی گہنا یا تنکا وغیرہ ہو تو اسے پھرا پھرا کر، ورنہ یوں ہی اس کے اندر تک پانی پہنچائے۔ البتہ ناک کا سوراخ اگر بالکل بند ہو گیا ہو تو ضرورت نہیں۔

(۸) آدمی جب خاموش بیٹھے تو دونوں ہونٹ مل کر کچھ حصہ چھپ جاتا ہے، کچھ ظاہر رہتا ہے، یہ ظاہر رہنے والا حصہ اگر کلی کرنے میں دھل گیا تو کوئی حرج نہیں ورنہ اس حصے

تک پانی پہنچانے میں بھی احتیاط ضروری ہے۔ اگر منہ دھلنے میں سختی سے منہ بند کر لے گا تو اس جگہ تک پانی نہ پہنچ سکے گا۔

(۹) ٹھوڑی کی ہڈی کے نچلے حصے پر اس جگہ تک پانی پہنچانا ضروری ہے جہاں نیچے کے دانت جمے ہیں۔

(۱۰) دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان جو خلائیں ہیں، ان تک پانی پہنچانے میں بھی احتیاط کرنا ضروری ہے۔

(۱۱) انگلیاں ملا لینے پر انگلیوں کی کروٹیں چھپ جاتی ہیں، لہٰذا کشادہ کر کے ان تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔

(۱۲) دسوں ناخنوں کے درمیان جو جگہیں خالی ہیں، ان تک بھی پانی پہنچانا ضروری ہے۔ البتہ اگر ان میں میل ہو تو معاف ہے۔

(۱۳) ناخنوں کے سرے سے کہنیوں کے اوپر تک ہر ہر حصے پر پانی اچھی طرح بہہ جائے، یہ ضروری ہے۔ چلّو میں پانی لے کر کلائیوں پر اُلٹ لینا کافی نہیں۔

(۱۴) ہاتھ کے جتنے حصے کا دھلنا فرض ہے، اتنے حصے کے ہر ہر بال کی جڑ سے نوک تک پانی پہنچنا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بالوں کی جڑوں سے ہو کر پانی گزر جائے اور ناک سوکھی رہ جائے۔

(۱۵) ہاتھ پاؤں کے چھلے، کلائی کے گہنے اور چوڑیوں وغیرہ کو ہلا کر ان کے نیچے تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔

(۱۶) عورتیں اگر تنگ چوڑیاں پہنی ہوں، تو انہیں ہٹا ہٹا کر ان کے نیچے تک پانی پہنچائیں۔

(۱۷) سر کے ایک چوتھائی حصے کا مسح فرض ہے۔ صرف انگلیوں کے سروں کو سر سے گزار دینا، اکثر اوقات چوتھائی سر کو کافی نہیں ہوتا، لہٰذا مسح بھی اس احتیاط سے کرنا ضروری ہے کہ چوتھائی سر پر تر ہاتھ پھر جائے۔

(۱۸) دونوں پیروں کی دسوں انگلیوں کے درمیانی خلا میں احتیاط کے ساتھ پانی پہنچانا ضروری ہے۔

(۱۹) پیر کی انگلیوں کی کروٹوں کا لحاظ رکھنا زیادہ ضروری ہے کہ یہ قدرتی طور پر ملی ہوئی ہوتی ہیں۔

(۲۰) پیر کے ناخنوں میں کوئی سخت چیز ہو، تو اسے زائل کر کے اندر تک پانی پہنچانا ہوگا۔

(۲۱) پیر کی انگلیوں میں جو چھلے پہن رکھے ہو یا ٹخنوں پر یا ٹخنوں سے نیچے کوئی زیور پہن رکھے ہو، تو ان کے نیچے تک پانی پہنچانا لازم ہوگا۔

(۲۲) گٹوں کو اچھی طرح دھلنا۔

(۲۳) تلووں تک اچھی طرح پانی پہنچانا۔

(۲۴) ایڑیاں خشک نہ رہنی پائیں، اس کا خاص خیال رکھنا۔

(۲۵) کونچوں (ٹخنوں اور ایڑیوں کے درمیان کا حصہ) تک اچھی طرح پانی پہنچانا بھی لازم ہے۔

وہ پانچ اعضا جن میں مردوں کو اِحتیاط ضروری ہے

(۲۶) مُونچھوں کے دھلنے میں احتیاط کرنا۔

(۲۷) داڑھی کا جتنا حصہ چہرے کی حد میں ہے، اس کا دھلنا فرض ہے، البتہ داڑھی کے لٹکے

ہوئے وہ بال جو ہاتھ سے دبائے جائیں تو ٹھوڑی کے اس حصے سے نکل جائیں جس پر دانت جمے ہوتے ہیں اس کا صرف مسح سنت ہے، دھونا مستحب ہے۔

(۲۸) مونچھیں چھِدری ہوں کہ ان کے نیچے کی جِلد چمکتی ہو تو کھال پر پانی بہانا ضروری ہے۔

(۲۹) داڑھی کے بال بھی اگر چھِدرے ہوں، تو وہاں تک پانی پہنچانا بھی ضروری ہے۔

(۳۰) مونچھیں بڑھ کر ہونٹوں کو چھپا لیں، تو انہیں ہٹا ہٹا کر ہونٹوں کی کھال دھلنا فرض ہے، اگرچہ کیسی ہی گھنی ہوں۔

غُسل کے فرائض

غسل کے تین فرائض ہیں، ان میں سے ایک میں بھی کمی ہوئی تو غسل نہ ہوگا:

(۱) **کُلّی کرنا:** اس طرح کہ منہ کے ہر پرزے، ہر گوشے، ہونٹ سے حلق تک ہر جگہ پانی بہہ جائے۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اُگل دینے کو کلی کہتے ہیں، اگرچہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارے تک نہ پہنچے اس طرح غسل نہ ہوگا بلکہ داڑھوں کے پیچھے، گالوں کی تہہ میں، دانتوں کی جڑ اور کھڑکیوں میں، زبان کی ہر کروٹ میں، حلق کے کنارے تک پانی پہنچانا فرض ہے۔

☆ دانتوں کی جڑوں یا کھڑکیوں میں کوئی ایسی چیز جمی ہو جو پانی بہنے سے روکے، تو اس کا چھڑانا ضروری ہے۔ اگر چھڑانے میں کوئی تکلیف یا حرج نہ ہو، جیسے گوشت کے ریشے وغیرہ۔ اگر چھڑانے میں حرج ہو، دانتوں یا مسوڑوں میں تکلیف پہنچنے کا خوف ہو تو معاف ہے۔ جیسے بہت پان کھانے کی وجہ سے دانتوں کی جڑوں میں جو چونا وغیرہ جم جاتا ہے، وغیرہ۔

☆ ہلتا ہوا دانت تار سے یا اُکھڑا ہوا دانت کسی مسالے وغیرہ سے جمایا گیا اور پانی، تار یا مسالے کے نیچے نہ پہنچے تو معاف ہے۔

(۲) **ناک میں پانی ڈالنا:** دونوں نتھنوں کی نرم جگہ تک پانی چڑھانا ضروری ہے، بال برابر بھی جگہ دھلنے سے رہ گئی تو غسل نہ ہوگا۔ ناک کے اندر رینٹھ سوکھ گئی ہے، تو اس کا چھُڑانا فرض ہے۔ اسی طرح ناک کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے۔

☆ بُلاق کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی پہنچانا ضروری ہے، پھر اگر تنگ ہے تو ہلانا

ضروری ہے، ورنہ نہیں۔

(۳) **تمام ظاھرِ بدن پر پانی بَھانا:** سر کے بالوں سے پیر کے تلوؤں تک جسم کے ہر پرزے، ہر رونگٹے پر پانی بہہ جانا فرض ہے۔ اکثر عوام بلکہ بعض پڑھے لکھے بھی سر پر پانی ڈال کر بدن پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ غسل ہو گیا، حالاں کہ بعض اعضا ایسے ہیں کہ جب تک ان کے دُھلنے میں خاص طور پر احتیاط نہ کی جائے، نہیں دھلیں گے اور غسل نہ ہوگا۔

وضو اور غسل میں احتیاط

(۱) مانگ یعنی ماتھے کے سرے سے پانی پڑے۔ بہت سے لوگ چلو میں پانی لے کر ناک یا ابرو یا نصف ماتھے پر ڈالتے ہیں، پانی تو بہہ کر نیچے آیا، وہ اپنا ہاتھ چڑھا کر اوپر لے گیا جس کی وجہ سے پورا ماتھا نہ دھل سکا بلکہ کچھ حصوں پر گیلا ہاتھ پھرا، اس سے وضو نہیں ہوگا۔

(۲) عمامے وغیرہ کی پٹیاں اگر ماتھے کے کچھ حصے پر ہوں تو ان کو ہٹا کر چہرہ دھلنا ضروری ہے کہ کہیں دھلنے میں وہ حصے چھوٹ نہ جائیں۔

(۳) بھووں کے بال چھِدرے ہوں کہ نیچے کی کھال چمکتی ہو، تو کھال پر پانی بہانا فرض ہے، صرف بالوں پر کافی نہیں۔

(۴) دونوں آنکھوں کے دونوں کناروں پر کوئی سخت چیز جمی ہو تو چھڑا لے۔

(۵) کبھی کبھی پلکوں کے بالوں پر کیچڑ وغیرہ سخت ہو کر جم جانے کی وجہ سے ان کے نیچے پانی نہیں پہنچ پاتا، اس کا چھڑانا ضروری ہے۔

(۶) ایسا نہ ہو کہ ماتھے کا پانی گال پر اتر آئے اور کنپٹی پر صرف گیلا ہاتھ پھرے بلکہ کنپٹی پر بھی پانی بہانا ضروری ہے۔

(۷) ناک کے سوراخ میں اگر کوئی گہنا یا تنکا وغیرہ ہو تو اسے پھرا پھرا کر، ورنہ یوں ہی اس کے اندر تک پانی پہنچائے البتہ ناک کا سوراخ اگر بالکل بند ہو گیا ہو تو ضرورت نہیں۔

(۸) آدمی جب خاموش بیٹھے تو دونوں ہونٹ مل کر کچھ حصہ چھپ جاتا ہے، کچھ ظاہر رہتا ہے، یہ ظاہر رہنے والا حصہ اگر کلی کرنے میں دھل گیا تو کوئی حرج نہیں ورنہ اس حصے تک پانی پہنچانے میں بھی احتیاط ضروری ہے۔ اگر منہ دھلنے میں سختی سے منہ بند کر لے گا تو اس جگہ تک پانی نہ پہنچ سکے گا۔

(۹) ٹھوڑی کی ہڈی کے نچلے حصے پر اس جگہ تک پانی پہنچانا ضروری ہے جہاں نیچے کے دانت جمے ہیں۔

(۱۰) دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان جو خلائیں ہیں، ان تک پانی پہنچانے میں بھی احتیاط کرنا ضروری ہے۔

(۱۱) انگلیاں ملا لینے پر انگلیوں کی کروٹیں چھپ جاتی ہیں، لہٰذا کشادہ کر کے ان تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔

(۱۲) دسوں ناخنوں کے درمیان جو جگہیں خالی ہیں، ان تک بھی پانی پہنچانا ضروری ہے۔ البتہ اگر ان میں میل ہو تو معاف ہے۔

(۱۳) ناخنوں کے سرے سے کہنیوں کے اوپر تک ہر ہر حصے پر پانی اچھی طرح بہہ جائے یہ ضروری ہے۔ چلّو میں پانی لے کر کلائیوں پر اُلٹ لینا کافی نہیں۔

(۱۴) ہاتھ کے جتنے حصے کا دھلنا فرض ہے، اتنے حصے کے ہر ہر بال کی جڑ سے نوک تک پانی

پہنچنا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بالوں کی جڑوں سے ہو کر پانی گزر جائے اور ناک سوکھی رہ جائے۔

(۱۵) ہاتھ پاؤں کے چھلے، کلائی کے گہنے اور چوڑیوں وغیرہ کو ہلا کر ان کے نیچے تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔

(۱۶) عورتیں اگر تنگ چوڑیاں پہنی ہوں، تو انہیں ہٹا ہٹا کر ان کے نیچے تک پانی پہنچائیں۔

(۱۷) سر کے ایک چوتھائی حصے کا مسح فرض ہے۔ صرف انگلیوں کے سروں کو سر سے گزار دینا، اکثر اوقات چوتھائی سر کو کافی نہیں ہوتا، لہٰذا مسح بھی اس احتیاط سے کرنا ضروری ہے کہ چوتھائی سر پر تر ہاتھ پھر جائے۔

(۱۸) دونوں پیروں کی دسوں انگلیوں کے درمیانی خلا میں احتیاط کے ساتھ پانی پہنچانا ضروری ہے۔

(۱۹) پیر کی انگلیوں کی کروٹوں کا لحاظ رکھنا زیادہ ضروری ہے کہ یہ قدرتی طور پر ملی ہوئی ہوتی ہیں۔

(۲۰) پیر کے ناخنوں میں کوئی سخت چیز ہو، تو اسے زائل کر کے اندر تک پانی پہنچانا ہوگا۔

(۲۱) پیر کی انگلیوں میں جو چھلے پہن رکھے ہو یا ٹخنوں پر یا ٹخنوں سے نیچے کوئی زیور پہن رکھے ہو، تو ان کے نیچے تک پانی پہنچانا لازم ہوگا۔

(۲۲) ٹخنوں کو اچھی طرح دھلنا۔

(۲۳) تلووں تک اچھی طرح پانی پہنچانا۔

(۲۴) ایڑیاں خشک نہ رہنی پائیں، اس کا خاص خیال رکھنا۔

(۲۵) کونچوں (ٹخنوں اور ایڑیوں کے درمیان کا حصہ) تک اچھی طرح پانی پہنچانا بھی لازم ہے۔

ان پانچ جگہوں میں خاص مردوں کو احتیاط ضروری ہے

(۲۶) مُونچھوں کے دھلنے میں احتیاط کرنا۔

(۲۷) داڑھی کا جتنا حصہ چہرے کی حد میں ہے، اس کا دھلنا فرض ہے، البتہ داڑھی کے لٹکے ہوئے وہ بال جو ہاتھ سے دبائے جائیں تو ٹھوڑی کے اس حصے سے نکل جائیں جس پر دانت جمے ہوتے ہیں اس کا صرف مسح سنت ہے، دھونا مستحب ہے۔

(۲۸) مونچھیں چھِدری ہوں کہ ان کے نیچے کی جِلد چمکتی ہو تو کھال پر پانی بہانا ضروری ہے۔

(۲۹) داڑھی کے بال بھی اگر چھِدرے ہوں، تو وہاں تک پانی پہنچانا بھی ضروری ہے۔

(۳۰) مونچھیں بڑھ کر ہونٹوں کو چھپالیں، تو انہیں ہٹا ہٹا کر ہونٹوں کی کھال دھلنا فرض ہے، اگرچہ کیسی ہی گھنی ہوں۔

مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے احتیاط کی جگہیں

(۳۱) سر کے بال جو کہ گُندھے ہوئے ہوں، ہر بال کی جڑ سے نوک تک پانی بہنا۔

(۳۲) کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا وہی حکم ہے جو ناک میں بُلاق وغیرہ کے چھید کا غسل اور وضو دونوں میں تھا۔

(۳۳) بھووں کے نیچے کی کھال، اگرچہ بال کیسے ہی گھنے ہوں۔

(۳۴) کان کا ہر پرزہ، اس کے سوراخ کا منہ۔

(۳۵) کانوں کے پیچھے بال ہٹا کر پانی بہائے۔

(۳۶) ناک میں پانی چڑھانا، اسی طرح جیسا پیچھے ذکر ہوا۔

(۳۷) کلی کرنا، جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا۔

(۳۸) داڑھوں کے پیچھے کوئی سخت چیز ہو، تو پہلے اس کو چھڑا لیں۔

(۳۹) دانتوں کی کھڑکیوں میں جو سخت چیز ہو پہلے اسے جدا کر لیں۔

(۴۰) چونا، ریخیں، وغیرہ جو کسی تکلیف کے بغیر چھوٹ سکیں، چھڑا لیں۔

(۴۱) ٹھوڑی اور گلے کے جوڑ تک بے منہ اٹھائے پانی نہیں پہنچ پائے گا۔

(۴۲) بغیر ہاتھ اٹھائے بغلوں تک پانی نہیں پہنچ پائے گا۔

(۴۳) بازو کا ہر پہلو۔

(۴۴) پیٹھ کا ہر ذرہ۔

(۴۵) پیٹ وغیرہ کی بلٹیں اٹھا کر دھوئیں۔

(۴۶) ناف میں انگلی ڈال کر دھوئیں جب کہ بغیر اس کے پانی پہنچنے میں شک ہو۔

(۴۷) جسم کا کوئی رونگٹا دھلنے سے نہ رہ جائے۔

(۴۸) ران اور پیروں کا جوڑ کھول کر دھوئیں۔

(۴۹) دونوں سرین ملنے کی جگہ، خصوصاً جب کھڑے ہو کر نہائیں۔

(۵۰) ران اور پنڈلی کا جوڑ جب کہ بیٹھ کر نہائیں۔

(۵۱) رانوں کی گولائی۔

(۵۲) پنڈلیوں کی کروٹیں۔

خاص مردوں کے لیے احتیاط کی جگہیں

(۵۳) گندھے ہوئے بال کھول کر جڑ سے نوک تک دھونا۔

(۵۴) مونچھوں کے نیچے کی کھال، اگرچہ گھنی ہو۔

(۵۵) داڑھی کا ہر بال جڑ سے نوک تک۔

(۵۶) عضوتناسل اور خُصْیَتَین (دونوں فوطوں) کے بیچ کا حصہ کہ جب تک دونوں کو الگ کر کے پانی نہ پہنچائیں گے، پانی نہیں پہنچ سکتا۔

(۵۷) خصیتین کا نچلا حصہ جوڑ تک۔

(۵۸) خصیتین کے نیچے کی جگہ تک۔

(۵۹) جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اس پر فرض ہے کہ کھال چڑھ سکتی ہو تو حشفہ (سپاری) کھول کر دھوئے۔

(۶۰) اس کھال کے اندر بھی پانی پہنچانا فرض ہوگا، بے چڑھائے اس میں پانی ڈالے کہ چڑھنے کے بعد بند ہو جائے گی۔

خاص عورتوں کے لیے احتیاط کی جگہیں

(۶۱) گندھی چوٹی میں ہر بال کی جڑ تر کرنا۔ چوٹی کھولنا ضروری نہیں مگر جب ایسی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو چوٹی کھولنا بھی ضروری ہوگا۔

(۶۲) ڈھلکی ہوئی پستان اٹھا کر دھونا۔

(۶۳) پستان اور پیٹ کے جوڑ تک پانی پہنچانا۔

(۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷) فرج خارج کے چاروں لبوں کی جیبیں جڑ تک۔

(۶۸) شرمگاہ کے اوپری حصہ کے گوشت کا ہر پرت جو کھولنے سے کھل سکے۔

(۶۹) شرمگاہ کے نچلے حصہ کے گوشت کا ہر پرت کا نچلا حصہ۔

(۷۰) اس حصے کے نیچے کی خالی جگہ۔ غرض کہ فرج خارج کے ہر گوشے، پرزے، کونے کا خیال لازم ہے، ہاں فرج داخل کے اندر انگلی ڈال کر دھونا واجب نہیں، بہتر ہے۔

غسل کی سنتیں

(۱) غسل کی نیت کرنا۔ (۲) دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھونا۔ (۳) استنجا کی جگہ دھونا، خواہ نجاست ہو یا نہ ہو۔ (۴) بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو، اسے دور کرنا۔ (۵) نماز کی طرح وضو کرنا۔ (۶) بدن پر تیل کی طرح پانی ملنا، خاص کر جاڑے کے موسم میں۔ (۷) داہنے مونڈھے پر، پھر بائیں مونڈھے پر، پھر سر اور تمام بدن پر تین مرتبہ پانی بہانا۔ (۸) نہاتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ ہونا۔ (۹) تمام بدن پر ہاتھ پھیرنا اور ملنا۔ (۱۰) ایسی جگہ نہانا کہ کوئی نہ دیکھے۔ (اگر یہ نہ ہو سکے تو ناف سے گھٹنے تک کے اعضا کا چھپانا ضروری ہے) (۱۱) نہاتے وقت کسی قسم کا کلام نہ کرنا۔ (۱۲) نہاتے وقت کوئی دعا وغیرہ نہ پڑھنا۔ (۱۳) نہانے کے بعد فوراً کپڑے پہن لینا۔

☆ اگر غسل خانے کی چھت نہ ہو اور ننگے بدن نہا رہا ہو، تو اگر احتیاط کی جگہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

☆ عورتوں کو بہت احتیاط کی جگہ پر نہانا چاہیے اور ان کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے۔

☆ وضو کے سنن و مستحبات، غسل کے لیے بھی سنن و مستحبات ہیں مگر ستر کھلا ہو تو قبلہ کو منہ

نہیں کرنا چاہیے، البتہ تہبند باندھے ہو تو حرج نہیں۔

☆ اگر بہتے پانی میں نہایا تو تھوڑی دیر اس میں رکنے سے تین بار دھونے اور ترتیب اور وضو یہ سب سنتیں ادا ہو گئیں، اعضا کو تین مرتبہ حرکت دینے کی بھی ضرورت نہیں۔

☆ تالاب وغیرہ ٹھہرے پانی میں نہایا تو اعضا کو تین بار حرکت دینے یا جگہ بدلنے سے تین بار دھونے کی سنت ادا ہو جائے گی۔

☆ بارش میں کھڑے ہو جانا، بہتے پانی میں کھڑے ہونے کے حکم میں ہے۔

☆ عوام میں جو مشہور ہے کہ سب کے لیے پانی کی ایک مقدار متعین ہے، بے اصل ہے۔ جتنے پانی سے فرائض، سنن اور مستحبات ادا ہو جائیں اتنا پانی استعمال کرنا ضروری ہوگا۔

☆ چند مرد ایک جگہ نہا سکتے ہیں، بہ شرطے کہ ستر کا لحاظ رکھیں مگر چند عورتیں کسی صورت میں ایک جگہ نہیں نہا سکتی ہیں۔

جن باتوں سے غسل فرض ہوتا ہے

موجباتِ غسل سمجھنے سے پہلے درج ذیل باتوں کو سمجھنا ضرورت ہے:

☆ شہوت کے وقت پیشاب کی جگہ سے دَفَق (آلہ تناسل کے اچھل کود) کے بغیر جو سفید پتلا پانی نکلتا ہے، اس کو مذی کہتے ہیں۔ اس کے نکلنے کے بعد کمزوری نہیں ہوتی۔

☆ دفق اور شہوت کے ساتھ جو گاڑھا سفید پانی پیشاب کی جگہ سے نکلتا ہے، اس کو منی کہتے ہیں۔ اس کے نکلنے کے بعد آلۂ تناسل ٹوٹ جاتا ہے اور کمزوری آ جاتی ہے۔

☆ پیشاب کے بعد یا کبھی کبھی بھاری چیز اٹھانے کے وقت پیشاب کے مقام سے پتلا پانی نکلتا ہے، اس کو ودی کہتے ہیں۔

درج ذیل باتوں سے غسل فرض ہوجاتا ہے:

(۱) مَنی کا نکلنا۔

☆ منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوکر عضو سے نکلنے سے غسل فرض ہوجاتا ہے۔

☆ منی اگر شہوت سے جدا نہ ہوئی بلکہ بوجھ اٹھانے یا بلندی سے گرنے کے سبب نکلی تو غسل واجب نہیں، البتہ وضوٹوٹ جائے گا۔

☆ اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر اس نے اپنے آلہ کو زور سے پکڑ لیا کہ شہوت کی حالت میں باہر نہ نکل سکی، پھر جب شہوت جاتی رہی تو چھوڑ دیا، اب منی باہر ہوئی تب بھی غسل واجب ہے کہ منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہونا پایا گیا۔

☆ اگر تھوڑی منی نکلی اور پیشاب کرنے، سونے یا چالیس قدم چلنے سے پہلے نہا لیا اور نماز پڑھ لی، اب بقیہ منی نکلی تو غسل واجب ہے کہ یہ اسی منی کا حصہ ہے جو اپنے محل سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی تھی۔ پہلے جو نماز پڑھی تھی ہوگئی، اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔

☆ تھوڑی منی نکلی، پھر پیشاب کرنے یا چالیس قدم چلنے یا سونے کے بعد غسل کیا، پھر منی بلاشہوت نکلی تو غسل ضروری نہیں کہ یہ پہلی کا بقیہ نہیں کہی جائے گی۔

☆ اگر منی پتلی پڑ گئی کہ پیشاب کے وقت یا ویسے ہی کچھ قطرے بغیر شہوت کے نکل آئیں تو غسل واجب نہیں، البتہ وضوٹوٹ جائے گا۔

(۲) اِحتِلام۔

☆ احتلام یعنی سوکر اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے منی یا مذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غسل واجب ہے، اگرچہ خواب یاد نہ ہو۔

☆ اگر یقین ہے کہ یہ نہ منی ہے نہ مذی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا ودی یا کچھ اور ہے تو اگر چہ احتلام یاد ہو اور انزال (منی نکلنے) کی لذت خیال میں ہو، غسل واجب نہیں۔

☆ اگر منی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں، تو غسل واجب نہیں، ورنہ واجب ہے۔

☆ اگر احتلام یاد ہے مگر اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں تو غسل واجب نہیں۔

☆ اگر سونے سے پہلے شہوت تھی، آلۂ تناسل منتشر تھا، سو کر اٹھنے کے بعد اس کا اثر پایا اور مذی ہونا غالب گمان ہے اور احتلام یاد نہیں تو غسل واجب نہیں جب تک کہ اس کے منی ہونے کا غالب گمان نہ ہو۔

☆ اگر سونے سے پہلے شہوت ہی نہ تھی یا تھی مگر سونے سے پہلے دب چکی تھی اور جو نکلا تھا صاف کر چکا تو منی کے غالب گمان کی ضرورت نہیں بلکہ صرف منی کے احتمال سے غسل واجب ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ بہت زیادہ درپیش ہوتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں، اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

☆ بیماری وغیرہ کی وجہ سے یا نشہ میں بیہوش ہو گیا، ہوش آنے کے بعد کپڑے یا بدن پر مذی ملی تو وضو ٹوٹ جائے گا، غسل فرض نہ ہو گا۔

☆ کسی نے خواب دیکھا اور منی باہر نہ نکلی تھی کہ آنکھ کھل گئی اور آلہ کو پکڑ لیا کہ منی باہر نہ ہو، پھر جب شہوت ختم ہو گئی تو چھوڑ دیا، اب نکلی تب بھی غسل واجب ہو گا۔

☆ نماز میں شہوت تھی اور منی اترتی ہوئی معلوم ہوئی مگر ابھی باہر نہ نکلی تھی کہ نماز پوری کر لی، اب خارج ہوئی تو غسل واجب ہو گا مگر نماز ہو گئی۔

☆ کھڑے یا بیٹھے یا چلتے ہوئے سو گیا، آنکھ کھلی تو تری پائی، غسل واجب ہے۔

☆ عورت کو خواب ہوا، تو جب تک منی فرج داخل سے نہ نکلے، غسل واجب نہیں۔

☆ لڑکا احتلام کے ذریعہ بالغ ہوا، تو اس پر غسل واجب ہے۔

(۳) دخول۔

☆ حشفہ (عضوتناسل کا سرا) کا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے کے مقام میں داخل ہونا، اس سے دونوں پر غسل واجب ہو جائے گا۔ چاہے شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے، اِنزال ہو یا نہ ہو۔

☆ عورت کی ران میں جماع کیا اور اِنزال کے بعد منی شرم گاہ میں گئی، یا کنواری سے جماع کیا اور اِنزال بھی ہو گیا مگر بَکارت زائل نہ ہوئی تو مرد پر غسل واجب ہے مگر عورت پر واجب نہیں۔

☆ عورت نے اپنی شرم گاہ میں انگلی داخل کی یا جانور یا مردے کا عضوتناسل یا ربڑ یا مٹی وغیرہ کی کوئی چیز عضوتناسل کی طرح بنا کر داخل کی تو جب تک اِنزال نہ ہو غسل واجب نہیں۔

☆ جماع کے بعد عورت نے غسل کیا پھر اس کی شرم گاہ سے مرد کی بقیہ منی نکلی تو اس سے غسل واجب نہ ہوگا، البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔

☆ منی نکلنے، احتلام ہونے اور حشفہ کے غائب ہونے کی وجہ سے جس پر غسل فرض ہوتا ہے، اس کو جُنُبی کہتے ہیں اور ان اسباب کو جَنَابت کہتے ہیں۔

(۴) حیض سے فارغ ہونا۔

(۵) نفاس کا ختم ہونا۔

☆ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون ہر مہینہ عادی طور پر نکلتا ہے، اس کو حَیض کہتے ہیں۔ اس کی کم سے کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

☆ بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون نکلتا ہے، اس کو نِفاس کہتے ہیں، اس کی اَقلِّ مدت (کم ازکم) کچھ بھی نہیں اور اکثر مُدت (زیادہ سے زیادہ) چالیس دن ہے۔

☆ بچہ پیدا ہوا اور خون بالکل نہ آیا تو صحیح یہ ہے کہ غسل واجب ہے۔

☆ کافر مرد یا عورت جُنُبی ہیں یا حیض ونفاس والی کافرہ عورت اب مسلمان ہوئی، اگرچہ مسلمان ہونے سے پہلے حیض ونفاس سے فراغت ہو چکی، ان پر بھی غسل واجب ہے۔

☆ اگر مسلمان ہونے سے پہلے غسل کر چکے ہوں یا کسی طرح پورے بدن پر پانی بہہ گیا ہو، تو صرف ناک کے بانسے تک پانی چڑھانا کافی ہوگا۔ ہاں اگر غسل کرتے وقت کلی نہ کیا تھا، تو اب کرنا ضروری ہوگا۔

☆ مستحب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد پورا غسل کرے۔

غسل کب سنت، کب مستحب

☆ جمعہ، عید، بقرعید، عرفہ کے دن اور احرام باندھتے وقت غسل کرنا سنت ہے۔

☆ وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ کے لیے، حرم شریف کی حاضری کے لیے، مسجد نبوی شریف کی حاضری کے لیے، طواف، منٰی میں داخل ہونے کے لیے، جمروں پر کنکریاں مارنے کے لیے تینوں دن، شبِ براءت، شبِ قدر اور عرفہ کی رات، مجلسِ میلاد شریف اور دیگر مجالسِ خیر کی حاضری کے لیے، مُردہ نہلانے کے بعد، مجنون کو جُنون سے اِفاقہ کے بعد، غشی سے افاقہ کے بعد، نشہ ختم ہونے کے بعد، گناہ سے توبہ کرنے اور نیا کپڑا پہننے کے لیے، سفر سے واپس لوٹنے کے بعد، استحاضہ کا خون بند ہونے کے بعد، بدن پر نجاست لگی ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ کس جگہ ہے تو ان سب صورتوں میں غسل کرنا مستحب ہے۔

غسل کے متفرق مسائل

☆ حج کرنے والے پر دسویں ذی الحجہ کو پانچ غسل مستحب ہیں۔(۱) وقوف مزدلفہ کے لیے۔ (۲) دخولِ منٰی کے لیے۔ (۳) جمرہ پر کنکریاں مارنے کے لیے۔ (۴) دخول مکہ کے لیے۔ (۵) طواف کے لیے۔ دسویں ذی الحجہ جمعہ کو ہے تو جمعہ کا غسل بھی ہوگا۔

☆ اگر عرفہ یا عید جمعہ کے دن پڑے تو یہاں والوں پر دو غسل ہوں گے۔

☆ جس پر چند غسل ہوں، سب کی نیت سے ایک غسل کر لیا، سب ادا ہو گئے، سب کا ثواب ملے گا۔

☆ عورت جنبی ہوئی اور غسل کرنے سے پہلے حیض شروع ہو گیا، تو چاہے اب غسل کرلے یا حیض ختم ہونے کے بعد کرے۔

☆ جنبی نے جمعہ یا عید کے دن غسلِ جنابت کیا اور جمعہ اور عید وغیرہ کی نیت بھی کر لی تو سب ادا ہو گئے۔

☆ جس پر غسل واجب ہے اسے نہانے میں تاخیر نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس گھر میں جنبی ہو، اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

☆ غسل فرض تھا اور اتنی تاخیر کر چکا کہ نماز کا آخری وقت آ گیا تو اب فوراً نہانا فرض ہے، اب تاخیر کرے گا تو گنہ گار ہوگا۔

☆ جماع کیا اور کھانا کھانا چاہتا ہے، تو وضو کر لے یا ہاتھ منہ دھولے، کلی کر لے اور اگر ایسے ہی کھا پی لیا تو گناہ نہیں مگر مکروہ ہے اور محتاجی لاتا ہے۔

☆ جس کو احتلام ہوا، اس کو بے نہائے عورت کے پاس نہیں جانا چاہیے۔

☆ رمضان میں اگر رات کو جنبی ہوا تو بہتر یہی ہے کہ طلوع فجر سے پہلے نہا لے۔

☆ اگر نہ نہایا تب بھی روزہ میں کوئی نقصان نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ طلوع فجر سے پہلے غرغرہ اور ناک میں جڑ تک پانی چڑھا لے کہ یہ دونوں کام روزے میں نہ ہو سکیں گے۔

متفرق مسائل

☆ جس کو نہانے کی ضرورت ہو، اس کو مسجد میں جانا، طواف کرنا، قرآن مجید چھونا اگر چہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چولی چھوئے یا بے چھوئے دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا ایسی تعویذ یا انگوٹھی چھونا جس پر قرآن مقدس کی آیت لکھی ہو، جیسے حروف مقطعات کی انگوٹھی، یہ ساری باتیں حرام ہیں۔

☆ اگر قرآنِ عظیم جزدان میں ہو، تو جزدان پر ہاتھ لگانے میں حرج نہیں۔ اسی طرح رومال وغیرہ کسی ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنا تابع ہو نہ قرآن مجید کا تو جائز ہے۔

☆ کرتے کی آستین، دوپٹے کا آنچل سے یہاں تک کہ چادر کا ایک کونا اس کے مونڈھے پر ہے، تو دوسرے کونے سے چھونا حرام ہے کہ یہ سب اس کے تابع ہیں، جیسے چولی قرآن مجید کے تابع تھی۔

☆ اگر قرآن کی آیت دعا کی نیت سے یا تبرک کے لیے جیسے بسم اللہ، یا ادائے شکر کے لیے یا چھینک کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یا بری خبر پر اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ کہا، تو کچھ حرج نہیں۔

☆ بے وضو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے، بے چھوئے زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

☆ جس برتن یا گلاس پر سورت یا آیت لکھی ہو اس کا بے غسل یا بے وضو چھونا حرام ہے اور اس کا استعمال سب کو مکروہ ہے مگر جب کہ خاص شفا کی نیت سے ہو۔

☆ قرآن کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو، اس کے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآن مجید ہی کا سا حکم ہے۔

☆ قرآن مجید کی آیتوں کو دیکھنے میں کسی کے لیے کوئی حرج نہیں، اگر چہ حروف پر نظر پڑے اور الفاظ سمجھ میں آئیں اور خیال میں پڑھتے جائیں۔

☆ بے غسل یا بے وضو فقہ، تفسیر اور حدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے اور اگر کسی کپڑے سے چھوا، اگر چہ اس کو پہنے یا اوڑھے ہوئے ہو تو حرج نہیں مگر جس جگہ آیت لکھی ہو، وہاں ہاتھ لگانا حرام ہے۔

☆ بے وضو اور جنابت کی حالت میں درود شریف اور دعائیں پڑھنے میں یا اذان کے جواب دینے میں کوئی حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ وضو یا کلی کر کے پڑھیں۔

☆ کافر کو ہرگز قرآن شریف چھونے نہ دیا جائے۔

☆ قرآن کو سب کتابوں سے اوپر رکھیں، پھر تفسیر، پھر حدیث، پھر باقی دینیات وغیرہ۔

☆ کتاب پر کوئی دوسری چیز نہ رکھی جائے، حتی کہ قلم، دوات یہاں تک کہ وہ صندوق جس میں کتاب ہو اس پر کوئی چیز نہ رکھی جائے۔

☆ جس کاغذ پر مسائل یا دینیات لکھے ہوئے ہوں، ان میں پڑیا باندھنا جس دسترخوان پر اشعار وغیرہ تحریر ہوں، اس کو کام میں لانا، یا جس بستر پر کچھ لکھا ہو، اس کو استعمال کرنا منع ہے۔

تَیَمُّم کا بیان

تیمّم میں تین باتیں فرض ہیں۔

(۱) نیت کرنا۔(۲) پورے منھ پر ہاتھ پھیرنا۔(۳) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا۔☆ اگر انگوٹھی پہنے ہو تو اس کے نیچے ہاتھ پھیرنا فرض ہے۔

تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دِل میں تیمّم کی نیت کریں، یا زبان سے اس طرح کہیں: نَـوَیْـتُ اَنْ اَتَیَمَّمَ تَقَرُّبًا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى. (میں نے اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے تیمّم کی نیت کی) پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ کر کے زمین پر ماریں اور زیادہ گرد لگ جائے تو جھاڑ لیں، پھر اس سے سارے منھ کا مسح کریں، پھر دوبارہ دونوں ہاتھ زمین پر مار کر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے اور بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے کہنیوں سمیت ملیں۔ تیمّم کا یہی طریقہ وضو اور غسل دونوں کے لیے ہے۔

نَواقضِ تیمّم

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا غسل واجب ہوتا ہے، ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ نیز پانی پر قدرت ہو جانے سے بھی تیمّم ٹوٹ جاتا ہے۔

کن چیزوں سے تیمّم جائز اور کن چیزوں سے ناجائز ہے

☆ پاک مٹی، پتھر، ریت، مُلتانی مٹی، گیرو، کچی یا پکی اینٹ، مٹی کی دیوار، پتھر کی دیوار، اینٹ کی دیوار، چونے کی دیوار سے تیمّم کرنا جائز ہے۔

☆ سونا، چاندی، تانبا، پیتل، لوہا، لکڑی، المونیم جستہ، کپڑا، راکھ اور ہر قسم کے غلے اور اناج سے تیمّم کرنا جائز نہیں۔

☆ جو چیزیں آگ میں پگھل جاتی ہیں یا جل کر راکھ ہو جاتی ہیں، ان چیزوں سے تیمّم کرنا جائز نہیں۔

☆ جن چیزوں سے تیمّم جائز نہیں، ان پر گرد جم گئی ہو، تو اس گرد سے تیمّم جائز ہے۔

تیمّم کب جائز ہے

☆ جب پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمّم جائز ہے۔

☆ ایسی بیماری ہو کہ وضو یا غسل سے اس کے زیادہ ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو تیمّم جائز ہے۔

☆ ایسی جگہ موجود ہے جہاں سے چاروں طرف ڈیڑھ ڈیڑھ کلومیٹر تک پانی کا پتہ نہ ہو تو تیمّم جائز ہے۔

☆ سردی اتنی سخت ہو کہ پانی کے استعمال سے بیمار ہو جانے یا مر جانے کا قوی اندیشہ ہو تو تیمّم جائز ہے۔

☆ کنواں موجود ہے مگر پانی نکالنے کے لیے ڈول یا رسی موجود نہیں تو تیمّم جائز ہے۔

☆ اگر غسل کی حاجت ہے اور ایسے وقت میں سو کر اٹھا کہ صرف وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہے، تو جسم پر اگر کہیں نجاست لگی ہو تو دور کرے اور وضو کر کے نماز پڑھے، پھر غسل کے بعد نماز دوبارہ پڑھے۔

متفرق مسائل

☆ تیمّم کا جو طریقہ اوپر بیان ہوا وہی طریقہ وضو اور غسل دونوں کے لیے ہے۔

☆ اگر وضو اور غسل دونوں کے لیے تیمّم کرنا ہو، تو ایک ہی تیمّم دونوں کے لیے کافی ہوگا، دونوں کے لیے الگ الگ تیمّم کرنے کی ضرورت نہیں۔

اِستنجا کا بیان

☆ پیشاب یا پاخانہ کرنے کے بعد نجاست کی جگہوں کو پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔

☆ پیشاب کے بعد استنجا کا طریقہ یہ ہے کہ مٹی، کنکر یا پھٹے، پرانے کپڑے سے پیشاب سکھائیں، پھر پانی سے دھوڈالیں۔ پاخانہ کے بعد استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مٹی، کنکر یا پتھر کے تین، پانچ یا سات ٹکڑوں سے پاخانہ کی جگہ صاف کرلیں، پھر پانی سے دھوڈالیں۔

☆ استنجا کا ڈھیلا اور پانی بائیں ہاتھ سے استعمال کریں گے۔

☆ کسی قسم کے کھانے، ہڈی، گوبر، لید، کوئلہ اور جانوروں کے چاروں سے استنجا کرنا منع ہے۔

☆ کوئیں یا حوض یا چشمہ کے کنارے، پانی میں اگر چہ بہتا ہوا ہو، گھاٹ پر، پھل دار درخت کے نیچے، ایسے کھیت میں جس میں کھیتی موجود ہو، سایہ میں جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں، قبرستان میں، راستہ میں جس جگہ جانور بندھے ہوں، جہاں وضو یا غسل کیا جاتا ہو، ان سب جگہوں پر پاخانہ یا پیشاب کرنا منع ہے۔

☆ پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا منع ہے، ہمارے ملک میں اتر یا دکھن کی طرف کرنا چاہیے۔

پانی اور جوٹھوں کا بیان

☆ پانی کی چار قسمیں ہیں (۱) پاک ہو پاک کرنے والا ہو اور مکروہ نہ ہو (۲) پاک ہو پاک کرنے والا ہو مگر مکروہ ہو (۳) پاک ہو مگر پاک کرنے والا نہ ہو (۴) نجس، یعنی نہ پاک ہو، نہ ہی پاک کرنے والا ہو۔

☆ برسات کا پانی، ندی، نالے اور چشمے کا پانی، سمندر، دریا اور کوئیں کا پانی، پگھلی ہوئی برف یا اولے کا پانی، تالاب یا بڑے حوض کا پانی، یہ سب پانی پاک اور پاک کرنے والے ہیں، ان سے وضو وغیرہ جائز ہیں۔

☆ گھر میں رہنے والے جانور جیسے بلی، چوہا، سانپ، چھپکلی اور اُڑنے والے شکاری جانور جیسے شکرا، باز، چیل، کوا وغیرہ، وہ مرغی جو چھوٹی پھرتی ہو اور نجاست پر منہ ڈالتی ہو اور وہ گائے جس کی غلیظ کھانے کی عادت ہو، ان تمام کا جوٹھا مکروہ ہے۔

☆ پھل اور درخت کا نچوڑا ہوا پانی، وہ پانی جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو جس سے اس کا نام بدل گیا ہو، جیسے شربت، شوربا، چائے وغیرہ، اسی طرح وضو اور غسل کا دھوون، یہ سب پانی پاک تو ہیں مگر پاک کرنے والے نہیں۔ نہ ان سے وضو جائز ہے، نہ ہی غسل۔

☆ بڑے حوض اور تالاب کا ایسا پانی جس کا رنگ یا بو یا مزہ کسی ناپاک چیز کے مل جانے کی وجہ سے بدل گیا ہو، چھوٹے حوض یا گھڑے کا وہ پانی جس میں کوئی ناپاک چیز گر گئی ہو یا بہتے ہوئے خون والا کوئی جانور مر گیا ہو اگر چہ پانی کا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلا ہو، یہ سب پانی نجس ہیں۔ نہ ان سے وضو جائز نہ ہی غسل بلکہ اگر کسی جگہ پر لگ جائیں تو نجاست کے حکم میں ہوں گے۔

☆ سُوَر، کتا، شیر، چیتا، بھیڑیا، ہاتھی، گیدڑ اور دوسرے شکاری جانوروں کا جوٹھا ناپاک ہے۔

☆ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری، کبوتر، ان کا جوٹھا پاک ہے۔

☆ جن پانیوں سے وضو جائز ہے، ان سے غسل بھی جائز ہے اور جن پانیوں سے وضو ناجائز ہے، ان سے غسل بھی ناجائز ہے۔

کنویں کا بیان

☆ کنویں میں آدمی، بیل، بھینس یا بکری گر کر مر جائے یا کسی قسم کی ناپاک چیز گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔

☆ کنویں میں اگر کوئی ایسا جانور گرا جس کا جوٹھا ناپاک ہے، جیسے کتا، گیدڑ وغیرہ تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

☆ کنویں میں اگر کوئی ایسا جانور گرا جس کا جوٹھا پاک ہے، جیسے گائے، بکری وغیرہ اور ان کے بدن پر نجاست بھی نہ لگی ہو اور زندہ نکال لیے جائیں، تو جب تک ان کے پاخانہ پیشاب کرنے کا یقین نہ ہو، کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔

☆ کنواں ناپاک ہو جائے، یعنی اس میں کوئی نجاست گر جائے یا آدمی، بیل، بھینس، بکری یا اتنا ہی بڑا کوئی دوسرا جانور گر کر مر جائے یا دو بلیاں مر جائیں تو کوئیں کا پورا پانی نکالا جائے گا۔

☆ مرغی اور بطخ کی بیٹ گر جائے، یا مرغا، مرغی، بلی، چوہا، چھپکلی یا اور کوئی بہتے ہوئے خون والا جانور کوئیں میں مر کر پھول یا پھٹ جائے، تو کنویں کا پورا پانی نکالا جائے گا۔

☆ ایسا جانور گر جائے کہ جس کا جوٹھا ناپاک ہے، جیسے کتا، سُوَر وغیرہ، اگرچہ زندہ نکل آئے تب بھی کنویں کا پورا پانی نکالا جائے گا۔

☆ اگر چوہا، چھچھوندر، گوریا، چڑیا، چھپکلی، گرگٹ یا ان کے برابر یا ان سے چھوٹا کوئی بہتے ہوئے خون والا جانور کوئیں میں گر کر مر جائے اور پھولنے پھٹنے سے پہلے نکال لیا جائے، تو بیس ڈول سے تیس ڈول تک پانی نکالا جائے گا۔

☆ بلی، کبوتر، مرغی یا اتنا ہی بڑا کوئی دوسرا جانور کوئیں میں گر کر مر جائے اور پھولے پھٹے نہیں، تو چالیس ڈول سے ساٹھ ڈول تک پانی نکالا جائے گا۔

☆ جس کوئیں پر جو ڈول ہوتا ہے، پانی نکالنے میں اسی ڈول کا اعتبار ہوگا۔

☆ اگر کوئی ڈول خاص نہ ہو تو اتنا بڑا ڈول ہونا چاہیے جس میں ایک صاع یعنی تقریبا سوا پانچ کلو پانی آجائے۔

☆ کنواں محض پانی نکالنے سے پاک ہوگا، اس کے پاک کرنے کی اور کوئی صورت نہیں۔

☆ پانی نکالنے کے بعد کنویں کی دیوار، ڈول، رسی، تر ہاتھ سب پاک ہو جائیں گے، انہیں دوبارہ پاک کرنے کی ضرورت نہیں۔

نجاست کا بیان

☆ نجاست کی دو قسمیں ہیں (۱) نجاستِ غلیظہ (۲) نجاستِ خفیفہ۔

☆ انسان کے بدن سے نکلنے والی وہ چیزیں جن کے نکلنے سے وضو یا غسل واجب ہو جاتے ہیں وہ نجاست غلیظہ ہیں۔

☆ انسان کا پاخانہ، پیشاب، بہتا خون، پیپ، منہ بھر قے وغیرہ نجاست غلیظہ ہیں۔

☆ حرام چوپائے جیسے کتا، شیر، لومڑی، بلی، چوہا، گدھا، خچر، ہاتھی اور سُور وغیرہ کا پاخانہ پیشاب اور گھوڑے کی لید نجاست غلیظہ ہیں۔

☆ ہر حلال چوپائے کا پاخانہ جیسے گائے، بھینس کا گوبر، بکری اور اونٹ کی مینگنی، مرغی اور بطخ کی بیٹ نجاست غلیظہ ہیں۔

☆ ہاتھی کی سونڈ کی رطوبت، شیر، کتے وغیرہ درندے چوپایوں کا لعاب بھی نجاست غلیظہ ہے۔

☆ دودھ پیتا لڑکا ہو یا لڑکی، ان کا پیشاب بھی نجاست غلیظہ ہے۔

☆ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے، جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری اور بھیڑ وغیرہ ان کا پیشاب، اسی طرح گھوڑے کا پیشاب بھی نجاست خفیفہ ہے اور جن پرندوں کا گوشت حرام ہو، جیسے کوا، چیل، شکرا، باز، بہری وغیرہ کی بیٹ بھی نجاست خفیفہ ہے۔

نجاست غلیظہ اور خفیفہ کا حکم

☆ نجاست غلیظہ اگر بدن یا کپڑے پر ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے کہ بغیر پاک کیے نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی ہی نہیں۔

☆ نجاست غلیظہ اگر بدن یا کپڑے پر ایک درہم کے برابر لگ جائے تو اس کا پاک کرنا واجب ہے کہ بغیر پاک کیے نماز پڑھ لی تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی، اس نماز کو دہرانا واجب ہوگا۔

☆ نجاست غلیظہ اگر ایک درہم سے کم لگی ہے، تو اس کا پاک کرنا سنت ہے۔ بغیر پاک کیے نماز پڑھ لی تو ہوگئی مگر خلاف سنت ہوئی، ایسی نماز کا دوبارہ پڑھنا بہتر ہے۔

☆ نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن کے جس حصے پر لگی ہے، اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے، مثلاً دامن میں لگی ہے تو دامن کی چوتھائی سے کم ہے یا آستین میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی

سے کم میں لگی ہے یا ہاتھ میں ہاتھ کی چوتھائی سے کم میں لگی ہے تو معاف ہے اور اگر پوری چوتھائی میں لگی ہو تو بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔

نجاست کو پاک کرنے کا طریقہ

☆ کپڑے یا بدن پر جو نجاست لگی ہے، اگر دَلدار ہے جیسے پاخانہ، گوبر وغیرہ تو اس کے دھونے میں کوئی گنتی مقرر نہیں بلکہ اس کو دور کرنا ضروری ہے۔ اگر ایک بار دھونے سے دور ہو جائے تو ایک ہی مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا اور اگر چار پانچ مرتبہ دھونے سے دور ہو تو چار پانچ مرتبہ دھونا پڑے گا۔ البتہ اگر تین مرتبہ سے کم میں نجاست دور ہو جائے تو تین بار پورا کرنا بہتر ہے۔

☆ اگر نجاست پتلی ہو، جیسے پیشاب، منی وغیرہ تو تین مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ طاقت سے نچوڑنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔

حیض، نَفاس اور جنابت کے احکام

☆ بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون عادی طور پر نکلتا ہے اور بیماری یا بچہ پیدا ہونے کے سبب سے نہ ہو تو اسے حیض کہتے ہیں۔ اس کی مدت کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

☆ بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آتا ہے اسے نَفاس کہتے ہیں۔ نفاس میں کمی کی جانب کوئی مدت مقرر نہیں اور زیادہ سے زیادہ اس کا زمانہ چالیس دن ہے۔

☆ حیض میں تین دن سے کم یا دس دن سے زیادہ خون آئے تو بیماری یعنی استحاضہ ہے۔

☆ نفاس میں چالیس دن سے زیادہ خون آئے تو استحاضہ ہے۔

☆ حیض ونفاس کی حالت میں روزہ رکھنا، نماز پڑھنا حرام ہے۔

☆ حیض ونفاس کے دنوں میں نمازیں معاف ہیں، ان کی قضا بھی نہیں مگر روزوں کی قضا اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔

☆ حیض و نفاس والی عورت کو قرآن شریف پڑھنا حرام ہے، چاہے دیکھ کر پڑھے یا زبانی۔

☆ حیض ونفاس والی عورت کو قرآن مجید چھونا بھی حرام ہے، اگرچہ اس کی جلد یا حاشیہ کو ہاتھ یا انگلی کی نوک یا بدن کا کوئی حصہ لگے۔

☆ جس کو احتلام ہو گیا ہو اور ایسے مرد وعورت کہ جن پر غسل فرض ہے، ان کو غسل کیے بغیر نماز پڑھنا، قرآن مجید دیکھ کر یا زبانی پڑھنا، اس کا چھونا اور مسجد میں جانا سب حرام ہے۔

☆ جس پر غسل فرض ہے اس کو مسجد کے اس حصہ میں جانا جس کو خاص نماز کے لیے بنایا گیا ہے، حرام ہے۔

☆ جو حصہ فنائے مسجد ہے، یعنی استنجا خانہ، غسل خانہ، وضو گاہ وغیرہ وہاں جانے میں کوئی حرج نہیں، بہ شرطے کہ ان میں جانے کا راستہ مسجد کے اندر سے نہ ہو۔

☆ ایسے مرد وعورت جن پر غسل فرض ہے، وہ قرآن کی تعلیم بھی نہیں دے سکتے، ہاں اگر ایک ایک کلمہ سانس توڑ توڑ کر پڑھائیں یا ہجے کرائیں تو کوئی حرج نہیں۔

☆ بے وضو قرآن شریف چھونا حرام ہے، بے چھوئے زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

☆ قرآن شریف کے پارے جو الگ الگ ہوتے ہیں، جیسے عم پارہ وغیرہ، وہ بھی قرآن شریف ہی کے حکم میں ہیں۔

تیسرا باب

نماز کا بیان

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جو کام کرنے کے قابل ہیں ان کا علم ایسا ہے جیسے کوئی صبح کو مسلمان ہوا (یا بالغ ہوا) جب ظہر کی نماز کا وقت آئے (مثلاً) تو اس پر اندازۂ فرض، طہارت اور نماز سیکھنا فرض ہوتا ہے۔ (کیمیائے سعادت)

سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

پھر "علمِ مسائلِ نماز" یعنی اس کے فرائض و شرائط و مفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کر سکے۔ (فتاویٰ رضویہ)

اس باب میں پیش کردہ سارے مسائل "بہارِ شریعت" جلد اول، حصۂ سوم و چہارم سے تلخیص و تسہیل کے ساتھ ماخوذ ہیں۔

ہم نے اس باب میں کئی ایسے مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے کہ فرضِ عین علوم سے تو ان کا تعلق نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض کی تحصیل واجب اور بعض کی مندوب و مستحب ہے۔

نماز کے مسائل

☆ ہر مسلمان عاقل، بالغ پر نماز فرضِ عین ہے، اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔

☆ جو جان بوجھ کر ایک وقت کی بھی نماز چھوڑے وہ فاسق ہے۔

☆ بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنا سکھایا جائے اور جب دس سال کا ہو جائے تو مار کر پڑھوانا چاہیے۔

☆ نماز خالص بدنی عبادت ہے، ایک آدمی کی طرف سے دوسرا آدمی نماز نہیں پڑھ سکتا۔

☆ نماز پڑھنا ہی ضروری ہے، ایسا نہیں ہوسکتا کہ نماز کے بدلے کچھ مال فدیہ دے دے۔ اگر انتقال کرتے وقت بقیہ نمازوں کے بدلے فدیہ دینے کی وصیت کر گیا ہے تو ادا کر دینا چاہیے۔ بے وصیت بھی وارث میت کی طرف سے فدیہ ادا کر سکتا ہے، امید ہے کہ قبول ہو جائے۔

☆ نماز کے لیے سببِ اصلی حکمِ خداوندی ہے اور سبب ظاہری وقت ہے کہ شروع وقت سے اخیر وقت تک جب بھی ادا کرے، ادا ہو جائے گی۔

☆ اگر کوئی مجنوں یا بے ہوش، ہوش میں آیا یا حیض و نفاس والی پاک ہوئی یا بچہ بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا اور وقت صرف اتنا ہے کہ اللہ اکبر کہہ لے تو ان سب پر اس وقت کی نماز فرض ہوگئی۔

☆ مجنون کو پانچ وقت سے زیادہ جنون طاری نہ رہا، اسی طرح کوئی شخص پانچ وقت سے زیادہ بے ہوش نہ رہا تو اگرچہ تکبیر تحریمہ کا بھی وقت نہ ملے، نماز فرض ہے، قضا پڑھے۔

☆ نابالغ نے وقت میں نماز پڑھی تھی اور اخیر وقت میں بالغ ہو گیا تو اس پر فرض ہے کہ اب

پھر پڑھے۔

☆ نابالغ نماز پڑھ کر سویا تھا، اس کو احتلام ہوا اور بیدار نہ ہوا یہاں تک کہ وقت نکل گیا تو اس نماز کی قضا کرے۔

☆ کسی نے شروع وقت میں نماز نہ پڑھی تھی اور آخر وقت میں کوئی ایسا عذر پیدا ہو گیا جس سے نماز ساقط ہو جاتی ہے، جیسے آخر وقت میں حیض ونفاس ہو گیا یا جنون یا بے ہوشی طاری ہوگئی تو اس وقت کی نماز معاف ہوگئی، اس کی قضا بھی ان پر نہیں ہے۔ مگر جنون و بے ہوشی میں شرط ہے کہ مسلسل پانچ نماز کے وقتوں تک طاری رہیں ورنہ قضا لازم ہوگی۔

نماز کے وقتوں کا بیان

فجر کا وقت

☆ فجر کا وقت صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سے سورج کی کرن چمکنے سے پہلے تک ہے۔

☆ صبح صادق اس روشنی کو کہتے ہیں جو پورب کی جانب سے، جہاں سے سورج نکلنے والا ہے اس کے اوپر آسمان کے کنارے میں دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی ہے اور زمین پر اُجالا ہو جاتا ہے۔

☆ صبح صادق سے پہلے آسمان کے بیچ میں ایک پھیلی ہوئی سفیدی ظاہر ہوتی ہے جس کے نیچے اُفُق سیاہ ہوتا ہے، صبح صادق اس کے نیچے سے پھوٹ کر ہر طرف پھیلتے ہوئے اوپر بڑھتی ہے اور یہ سفیدی غائب ہو جاتی ہے، اس کو صبح کاذب کہتے ہیں۔

☆ فجر کی نماز کے وقت کے شروع ہونے میں صبح صادق کی سفیدی چمک کر ذرا پھیلنی

شروع ہو، اس کا اعتبار کیا جائے اور عشا کی نماز کے اخیر وقت کے لیے اسی طرح سحری کے وقت کے ختم ہونے میں صبح صادق کے طلوع کی شروعات کا اعتبار کیا جائے۔

☆ ہمارے ملک میں صبح صادق چمکنے سے طلوع آفتاب تک کم سے کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتالیس منٹ۔ نہ اس سے کم ہوگا، نہ زیادہ۔

☆ فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے، اس کو پہچاننا دشوار ہے۔ خاص کر جب کہ گرد و غبار ہو یا چاندنی رات ہو۔ لہٰذا ہمیشہ سورج طلوع ہونے کا خیال رکھیں کہ آج جس وقت طلوع ہوا، دوسرے دن اسی حساب سے مذکورہ بالا وقت کے اندر اندر اذان اور نماز فجر ادا کی جائے۔

ظہر اور جمعہ کا وقت

☆ ظہر اور جمعہ کا وقت سورج ڈھلنے سے لے کر اس وقت تک ہے جب ہر چیز کا سایہ، سایۂ اصلی کے علاوہ دوگنا ہو جائے۔

☆ ہر دن کا سایۂ اصلی وہ سایہ ہے جو اس دن سورج کے بالکل نصف النہار (دن کے بیچوں بیچ والے حصے) میں پہنچنے کے وقت ہوتا ہے۔

☆ نصف النہار کی دو قسمیں ہیں (۱) نصف النہار شرعی۔ یہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔ اس کو ضحوۂ کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ (۲) نصف النہار عرفی۔ یہ سورج طلوع ہونے کے وقت سے غروب ہونے کے وقت تک ہوتا ہے۔ اس کو استواے حقیقی بھی کہتے ہیں۔

☆ ضحوۂ کبریٰ سے لے کر نصف النہار عرفی کے درمیان کم سے کم ۳۹/منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۴۷/منٹ کا فاصلہ ہوتا ہے۔ یہی وقت، وقتِ مکروہ ہے جس میں کوئی نماز جائز نہیں۔ نہ فرض، نہ واجب، نہ سنت، نہ نفل، نہ ادا، نہ قضا بلکہ اس وقت سجدۂ تلاوت

اور سجدۂ سہو بھی ناجائز ہے۔

☆ بہت سے لوگ ناواقفیت کی بنیاد پر زوال کو وقت مکروہ تحریمی کہتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے مکروہ وقت نصف النہار حقیقی اور نصف النہار عرفی کے درمیان کا وقت ہے۔

☆ الگ الگ شہروں میں، الگ الگ موسم کے اعتبار سے سایۂ اصلی بھی مختلف ہوتا ہے۔

☆ دن جتنا گھٹتا ہے، سایہ بڑھتا جاتا ہے اور دن جتنا بڑھتا ہے، سایہ کم ہوتا جاتا ہے، یعنی سردی کے موسم میں زیادہ ہوتا ہے اور گرمیوں میں کم۔

☆ جو شہر بالکل خطِّ اِستِوا کے قریب واقع ہیں، ان میں سایۂ اصلی کم ہوتا ہے۔

☆ بعض جگہ بعض موسم میں جب سورج بالکل سر کے اوپر ہوتا ہے تو سایۂ اصلی بالکل ہوتا ہی نہیں۔ جیسے مکہ معظّمہ میں ۲۷رمئی سے ۳۰ مئی تک، اسی طرح ۱۵رجولائی سے ۱۸رجولائی تک دوپہر کے وقت بالکل سایہ نہیں ہوتا۔

☆ دن بھر میں سورج کا جو سفر ہوتا ہے، اس کی تین منزلیں ہیں (۱) مشرق سے بیچ آسمان تک (۲) بیچ آسمان میں مُستَوٰی یعنی ہموار ہو کر پھر ڈھلنے تک (۳) بیچ آسمان سے مغرب کی سمت تک۔

☆ جب سورج پہلی منزل کے آخری لمحات میں ہو، اس وقت ہموار زمین پر ایک بالکل سیدھی لکڑی ستون کی شکل میں نصب کر دیں اور لکڑی کا سایہ غور سے دیکھیں۔ اس وقت لکڑی کا سایہ مغرب کی طرف پڑے گا اور آہستہ آہستہ گھٹتا جائے گا۔

☆ جب تک سایہ گھٹ رہا ہے، اس وقت تک نصف النہار نہیں ہوا۔

☆ تھوڑی دیر بعد وہ سایہ گھٹنا بند ہو جائے تب نِصفُ النَّہار شرعی شروع ہوتا ہے۔ اس وقت لکڑی کا سایہ مغرب کی طرف بالکل نہ ہوگا بلکہ لکڑی کی شمال کی جانب اور مشرق کی

طرف جھکا ہوا ہوگا اور یہی سایۂ اصلی ہے۔

☆ اب یہ سایہ نِصفُ النَّہار عرفی یعنی زوال کے شروع ہوتے ہی مشرق کی طرف بڑھنا شروع ہوگا اور بڑھتے بڑھتے یہ سایہ لکڑی کے سایۂ اصلی کے علاوہ لکڑی سے دوگنا ہو جائے گا۔اس وقت تک ظہر کا وقت رہے گا۔

☆ مثال کے طور پر لکڑی کی لمبائی دو فٹ ہے،نصف النہار کے وقت سایۂ اصلی آدھے فٹ پر تھا تو سایۂ اصلی آدھے فٹ میں لکڑی کا ڈبل یعنی چار فٹ جوڑ دیں، یعنی ساڑھے چار فٹ سایہ ہونے تک ظہر کا وقت رہے گا۔

☆ جیسے ہی سایہ ساڑھے چار فٹ پر پہنچ جائے گا،ظہر کا وقت ختم ہو کر عصر کا وقت شروع ہو جائے گا۔

عصر کا وقت

☆ ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد یعنی سایۂ اصلی کے علاوہ دوگنا سایہ ہونے کے بعد سے سورج ڈوبنے تک عصر کا وقت ہوتا ہے۔

☆ ہمارے ملک میں عصر کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ ۳۵ ؍منٹ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے ۶ ؍منٹ ہے۔

مغرب کا وقت

☆ سورج غروب ہونے کے بعد سے شَفَق کے غروب ہونے تک مغرب کا وقت ہوتا ہے۔

☆ سورج ڈوبنے کے بعد پچھّم کی طرف جو سُرخی ہوتی ہے اس کے ڈوبنے کے بعد، مغرب سے اُتّر اور دکھن کی طرف ایک سفیدی پھیل جاتی ہے۔ مذہب اَحناف میں اُسی سفیدی کا نام شفق ہے۔

☆ ہمارے ملک میں یہ وقت کم سے کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ر منٹ ہوتا ہے۔

☆ ہر دن فجر اور مغرب دونوں کے وقت برابر ہوتے ہیں۔

عِشا اور وِتر کا وقت

☆ شفق کے ڈوبنے کے بعد سے صبحِ صادق تک عشا اور وتر کا وقت ہوتا ہے۔

☆ شفق کے ڈوبنے کے بعد مشرق و مغرب کی لمبائی میں پھیلی ہوئی جو سفیدی ہوتی ہے، اُس کا کچھ اعتبار نہیں، وہ صبح کاذب کی طرح ہے۔

☆ عشا اور وتر کا وقت اگرچہ ایک ہی ہے مگر پھر بھی ان میں ترتیب فرض ہے، یعنی عشا سے پہلے وتر پڑھ لی تو نہ ہوئی۔

☆ جن شہروں میں عشا کا وقت ہی نہ آئے کہ شفق کے ڈوبتے ہی یا ڈوبنے سے پہلے ہی فجر طلوع ہو جائے (جیسے بلغار اور لندن کہ ان جگہوں پر ہر سال چالیس راتیں ایسی ہوتی ہیں، جن میں عشا کا وقت آتا ہی نہیں اور بعض دنوں میں سیکنڈوں اور منٹوں کے لیے ہوتا ہے) تو وہاں والوں کو چاہیے کہ ان دنوں کی عشا اور وتر کی قضا پڑھیں۔

نماز کے مُستَحب اوقات

☆ فجر میں تاخیر مستحب ہے یعنی جب خوب اجالا ہو جائے اور زمین روشن ہو جائے، اس وقت نماز شروع کرے۔

☆ تاخیر اس حد تک مستحب ہے کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کر

کے ترتیل کے ساتھ چالیس سے ساٹھ آیت دوبارہ پڑھ سکے۔

☆ حاجیوں کے لیے مزدلفہ میں بالکل شروع وقت میں فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔

☆ عورتوں کے لیے فجر کی نماز اولِ وقت میں پڑھنا مستحب ہے، باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں جب مردوں کی جماعت ختم ہو جائے تو پڑھیں۔

☆ سردی اور بہار کے موسم میں ظہر کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ گرمی اور پت جھڑ کے دنوں میں تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے، چاہے تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ۔

☆ گرمیوں میں ظہر کی جماعت شروع وقت میں ہوتی ہو تو مستحب وقت میں نماز پڑھنے کے لیے جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔

☆ جمعہ کا مستحب وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے۔

☆ عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے مگر اتنی تاخیر نہ کرے کہ سورج میں زردی آ جائے۔ زردی آنے سے مراد وہ وقت ہے کہ سورج پر بغیر کسی تکلف کے نگاہ ٹھہرنے لگے۔

☆ آج کے زمانے کے حساب سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ سورج میں زردی اس وقت آ جاتی ہے جب غروب کو بیس منٹ باقی رہ جاتے ہیں۔

☆ تاخیر سے مراد یہ ہے کہ مستحب وقت کے دو حصے کر کے دوسرے حصے میں پڑھی جائے۔

☆ عصر کی نماز مستحب وقت میں شروع کی مگر اتنا طول دیا کہ مکروہ وقت آ گیا تو اس میں کراہت نہیں۔

☆ بادل کے دنوں کے علاوہ مغرب کی نماز جلدی پڑھنا ہمیشہ مستحب ہے۔

☆ مغرب کی نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد دو رکعت سے زیادہ کی تاخیر مکروہ تنزیہی ہے۔

☆ بغیر عذر (مرض و سفر وغیرہ) اتنی تاخیر سے مغرب کی نماز پڑھنا کہ تارے جھلملانے

لگیں، مکروہ تحریمی ہے۔

☆ عشا میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک مباح ہے۔

☆ عشا کی نماز سے پہلے سونا اور عشا کی نماز کے بعد دنیا کی باتیں کرنا، قصے کہانی کہنا سننا مکروہ ہے۔ ضروری باتیں اور قرآن کی تلاوت، ذکر، دینی مسائل اور صالحین کے قصے اور مہمان سے بات چیت کرنے میں حرج نہیں۔

☆ اسی طرح طلوع فجر سے طلوع آفتاب کے درمیان ذکر الٰہی کے علاوہ ہر بات مکروہ ہے۔

☆ جس کو بیدار ہونے پر مکمل اعتماد ہو، اس کے لیے رات کے آخری حصہ میں وِتر پڑھنا مستحب ہے۔ ورنہ سونے سے پہلے ہی پڑھ لے، پھر اگر آخری حصہ میں آنکھ کھلی تو تہجد پڑھے، وتر کا اعادہ جائز نہیں۔

☆ بادل کے دنوں میں عصر اور عشا میں تعجیل (جلدی پڑھنا) مستحب ہے اور باقی نمازوں میں تاخیر مستحب ہے۔

☆ حج کے دنوں میں عرفہ میں ظہر اور عصر ظہر کے وقت میں پڑھی جائیں گی اور مزدلفہ میں مغرب اور عشا عشا کے وقت میں۔

☆ عرفہ اور مزدلفہ کے علاوہ باقی اور کسی بھی صورت میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا حرام ہے۔

☆ اگر عذر یا بیماری کی وجہ سے اس طرح پڑھے کہ ایک نماز کو اس کے اخیر وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے شروع وقت میں پڑھے جب کہ حقیقت میں دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت ہی میں ادا ہو جائیں تو درست ہے۔

نماز کے لیے مکروہ اوقات

☆ طلوع، غروب اور نصف النہار ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں۔ نہ فرض، نہ واجب، نہ نفل، نہ ادا، نہ قضا، اسی طرح سجدۂ تلاوت اور سجدۂ سہو بھی جائز نہیں۔

☆ اس روز کی فجر کی نماز نہ پڑھی ہو، تو اگر چہ سورج ڈوبتا ہو، پڑھ لے۔ مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔

☆ طلوع سے مراد سورج کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت تک ہے کہ اس پر نظر نہ ٹھہر سکے۔ اس کی مقدار کنارہ چمکنے سے تقریباً ۲۰ رمنٹ تک ہے۔

☆ غروب سے مراد جب سورج پر نگاہ ٹھہرنے لگے اس وقت سے لے کر سورج ڈوبنے تک کا وقت ہے۔ یہ وقت بھی تقریباً ۲۰ رمنٹ ہے۔

☆ نصف النہار سے مراد نصف النہار شرعی اور نصف النہار حقیقی کے درمیان کا حصہ ہے۔ اس کی مقدار ۳۹ رسے ۴۷ رمنٹ ہے۔

☆ جنازہ اگر مکروہ وقتوں میں لایا گیا تو اسی وقت پڑھیں، کوئی کراہت نہیں۔ کراہت اس صورت میں ہے کہ پہلے سے جنازہ تیار رکھا ہوا اور تاخیر کی یہاں تک کہ مکروہ وقت آگیا۔

☆ مکروہ وقتوں میں اگر آیت سجدہ پڑھی تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ میں تاخیر کرے، یہاں تک کہ مکروہ وقت ختم ہو جائے۔ اگر مکروہ وقت ہی میں کرلیا تو بھی جائز ہے۔

☆ اگر غیر مکروہ وقت میں آیت سجدہ پڑھی تو وقت مکروہ میں سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

☆ ان وقتوں میں قضا نماز ناجائز ہے، اگر قضا شروع کرلی تو واجب ہے کہ توڑ دے اور غیر

مکروہ وقتوں میں پڑھے اور اگر توڑی نہیں اور پڑھ لی تو فرض تو ساقط ہو جائے گا مگر گنہ گار ہوگا۔

☆ ان وقتوں میں نفل نماز شروع کی تو وہ نماز واجب ہو گئی مگر اس وقت پڑھنا جائز نہیں۔ لہٰذا واجب ہے کہ توڑ دے اور وقتِ کامل میں قضا کرے۔ اگر پوری کر لی تو گنہگار ہوا اور اب قضا واجب نہیں۔

☆ ان وقتوں میں قرآن کی تلاوت کرنا بھی بہتر نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ذکر اور درود شریف میں مشغول رہے۔

نفل نماز کے لیے بارہ مکروہ وقت

☆ بارہ وقتوں میں نفل نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔

(۱) طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک:

☆ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک فجر کی دو رکعت سُنّت کے علاوہ کوئی نفل نماز پڑھنا جائز نہیں۔

☆ فجر کی نماز کے بعد سے سورج طلوع ہونے تک اگرچہ کتنا ہی وقت باقی رہ گیا ہو، کوئی نفل نماز پڑھنا جائز نہیں۔

☆ فجر کی سنت اگر نہ پڑھ سکا تھا، فجر کی نماز کے بعد سے سورج طلوع ہونے تک پڑھنے کی اجازت نہیں۔

☆ فجر کی فرض سے پہلے فجر کی سنت شروع کر کے فاسد کر دیا، فرض نماز پڑھنے کے بعد اس کی قضا پڑھنا چاہتا ہے، یہ بھی جائز نہیں۔

(۲) اقامت ہونے کے بعد سے نماز ختم ہونے تک:

☆ نمازِ فجر کے علاوہ اور نمازوں کی جماعت کے لیے اقامت ہوئی تو اقامت سے لے کر جماعت کے ختم ہونے تک نفل اور سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

☆ فجر کی نماز کے لیے اقامت ہو چکی اور جانتا ہے کہ سنت پڑھے گا جب بھی جماعت مل جائے گی، اگرچہ قعدہ میں شرکت ہوگی تو حکم ہے کہ جماعت سے الگ فجر کی سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

☆ باقی نمازوں میں اگرچہ جماعت ملنے کا یقین ہو، سنت پڑھنا جائز نہیں۔

(۳) عصر کی نماز کے بعد سے آفتاب زرد ہونے تک:

☆ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سے لے کر سورج کے زرد ہونے تک بھی نفل نماز پڑھنا منع ہے۔

☆ نفل شروع کر کے توڑ دی تھی، اس کی قضا بھی اس وقت میں منع ہے، قضا پڑھ لی تو کافی نہیں، اس کے ذمہ سے قضا ساقط نہیں ہوگی۔

(۴) غروبِ آفتاب کے بعد سے مغرب کی فرض نماز کے درمیان:

☆ اس وقت بھی کسی قسم کی نفل نماز جائز نہیں۔

☆ مغرب کی نماز کے بعد سُنن، نوافل اور ہر طرح کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(۵) خطبۂ جُمعہ سے لے کر فرضِ جمعہ ختم ہونے تک:

☆ جس وقت امام اپنی جگہ سے جمعہ کی نماز کے خطبہ کے لیے کھڑا ہو، اس وقت سے جمعہ کی فرض نماز ختم ہونے تک نفل نماز مکروہ ہے، یہاں تک کہ جمعہ کی سنتیں بھی اس وقت میں مکروہ ہیں۔

(۶) عین خطبوں کے وقت:

☆ عین خطبوں کے وقت بھی نفل، سنت بلکہ اس وقت فرض، واجب، قضا، نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت بھی ناجائز ہے۔

☆ صاحبِ ترتیب (بالغ ہونے سے اس وقت تک جس کی چھ یا اس سے زیادہ نمازیں فوت نہ ہوئی ہوں) کے لیے جمعہ کے خطبوں کے وقت قضا نماز ادا کرنے کی اجازت ہے۔

☆ جمعہ کی سنتیں شروع کی تھیں کہ امام خطبہ کے لیے اپنی جگہ سے اٹھا، چاروں رکعتیں پوری کرلے۔

(۷) عیدین کی نمازوں سے پہلے:

☆ عیدین کی نمازوں سے پہلے بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، چاہے گھر میں پڑھے یا عیدگاہ یا مسجد میں۔

☆ بعض جگہوں پر عیدین سے پہلے دو رکعت شکرانہ نماز رائج ہے یہ بھی مکروہ ہے۔

(۸) نماز عیدین کے بعد:

☆ عیدین کی نمازوں کے بعد عیدگاہ یا مسجد میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر گھر پر پڑھنا چاہے تو جائز ہے۔

(۹) عرفات میں ظہر وعصر کے درمیان:

☆ میدانِ عرفات میں جو جمع بین الصلا تین کرتے ہیں، یعنی ظہر اور عصر کو ایک ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں، ان کے درمیان اور ان کے بعد بھی نفل وسنت پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱۰) مزدلفہ میں مغرب اور عشا کے درمیان:

☆ مزدلفہ میں جو مغرب اور عشا ایک ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں، ان کے درمیان نفل اور سنت پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ اس کے بعد مکروہ نہیں۔

(۱۱) جب نماز کا وقت تنگ ہو:

☆ جب نماز کا وقت تنگ ہو تو ہر نماز یہاں تک کہ فجر اور ظہر کی سنتیں بھی مکروہ ہیں۔

(۱۲) جب دل بٹے:

☆ جس بات سے دل بٹے اور دفع کر سکتا ہو، اسے دفع کیے بغیر ہر نماز مکروہ ہے۔ جیسے پاخانہ یا پیشاب یا ریاح کا غلبہ ہو لیکن اگر وقت کم ہے تو پڑھ لے۔

☆ کھانا سامنے آ گیا اور کھانے کی خواہش ہو، اس وقت بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

☆ ہر وہ چیز جو دل کو بانٹ دے اور خشوع میں خلل لاحق کر دے، اس کو دفع کیے بغیر نفل بلکہ ہر نماز مکروہ ہے۔

☆ فجر اور ظہر کے پورے وقت اول سے آخر تک بلا کراہت ہیں، یعنی یہ نمازیں اپنے وقت کے جس حصے میں پڑھی جائیں، بالکل مکروہ نہ ہوں گی۔

اذان کا بیان

☆ شرعی اصطلاح میں اذان ایک خاص قسم کے اعلان کو کہتے ہیں جس کے لیے الفاظ مقرر ہیں۔

☆ اذان کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ　　اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ　　اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ　　اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ　　حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ

حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ　　حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ　　لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

☆ پنج وقتہ نمازیں اور جمعہ جب مستحب جماعت کے ساتھ مسجد میں وقت پر ادا کی جائیں تو ان کے لیے اذان سنت مؤکدہ ہے۔

☆ اذان کا حکم واجب کے مثل ہے کہ اذان نہ کہی گئی تو سب کے سب گنہگار ہوں گے۔

☆ مسجد میں اذان واقامت کے بغیر نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

☆ قضا نماز مسجد میں پڑھے تو اذان نہ کہے۔

☆ اگر کوئی شخص گھر میں نماز پڑھے اور اذان نہ کہے تو کراہت نہیں کہ وہاں کی مسجد کی اذان اس کے لیے کافی ہے لیکن کہہ لینا مستحب ہے۔

☆ اگر کوئی شخص شہر یا گاؤں سے باہر کھیت وغیرہ میں ہے اور وہ جگہ گاؤں یا شہر سے اتنی

قریب ہے کہ وہاں کی اذان یہاں سنائی دیتی ہو تو اس اذان پر یہاں باجماعت نماز پڑھ سکتا ہے مگر یہاں بھی اذان کہہ لینا بہتر ہے۔

☆ جماعت بھر کی نماز قضا ہو گئی تو اذان و اقامت سے پڑھیں، اکیلے ہوں تو اذان و اقامت نہ کہیں۔

☆ وقت ہونے کے بعد اذان کہی جائے۔ وقت سے پہلے اذان کہی گئی یا وقت ہونے سے پہلے شروع ہوئی اور اذان کے دوران وقت ہو گیا تب بھی اذان کا اعادہ ضروری ہے۔

☆ اذان کے لیے بھی مستحب وقت وہی ہے جو نماز کے لیے ہے۔ (ہر نماز کا مستحب وقت پیچھے ذکر ہو چکا ہے)

☆ اگر شروع وقت میں اذان ہوئی اور اخیر وقت میں جماعت ہوئی تب بھی سُنّت ادا ہو گئی۔

☆ فرائض کے علاوہ باقی تمام نمازوں، جیسے وتر، جنازہ، عیدین، نذر، سنن، رواتب، تراویح، استسقا، چاشت، کسوف، خسوف اور دیگر نوافل میں اذان نہیں۔

☆ بچے اور مغموم کے کان میں، مرگی والے، غصے والے، بدمزاج آدمی یا جانور کے کان میں، سخت لڑائی جھگڑے کے وقت جب آگ لگ جائے، میت کو دفن کرنے کے بعد، جن کی سرکشی کے وقت، مسافر کو رخصت کرنے کے بعد اور وبا کے زمانے میں اذان مستحب ہے۔

کس کی اذان صحیح ؟

☆ عورتیں اذان نہیں کہہ سکتیں، کہیں گی تو گنہ گار ہوں گی اور اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔

☆ عورتیں اپنی نماز ادا پڑھتی ہوں یا قضا، اس میں اذان اور اقامت مکروہ ہے، اگرچہ جماعت سے پڑھیں مگر خود ان کی جماعت بھی مکروہ ہے۔

☆ مُخَنَّث، فاسق اگر چہ عالم ہو، نشہ والے، پاگل، ناسمجھ بچے اور جُنُبی کی اذان مکروہ ہے۔ ان سب کی اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔

☆ سمجھ دار بچے، غلام، اندھے، ولدالزنا اور بے وضو کی اذان صحیح ہے مگر بے وضو اذان کہنا مکروہ ہے۔

☆ جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز کے لیے اذان ناجائز ہے، اگر چہ ظہر پڑھنے والے معذور ہوں، جن پر جمعہ فرض نہ ہو۔

اذان کے متفرق مسائل

☆ اذان کہنے کا اہل وہ ہے جو نماز کے وقتوں کو پہچانتا ہو۔

☆ مستحب یہ ہے کہ مؤذن مرد، عاقل، نیک، پرہیزگار، دین کی جان کاری رکھنے والا، باعزت، اذان پر مداومت کرنے والا اور ثواب کی نیت سے اذان کہنے والا ہو۔

☆ اگر مؤذن نابینا ہو اور وقت بتانے والا کوئی ایسا ہے کہ صحیح بتادے تو اس کا اور آنکھ والے کا اذان کہنا یکساں ہے۔

☆ بہتر یہ ہے کہ مؤذن ہی امام ہو۔

☆ اذان کے دوران مؤذن انتقال کر گیا یا اس کی زبان بند ہوگئی یا رک گیا اور کوئی بتانے والا نہیں یا اس کا وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرنے چلا گیا یا بے ہوش ہو گیا تو ان سب صورتوں میں سرے سے اذان کہی جائے، چاہے وہی کہے یا کوئی دوسرا۔

☆ بیٹھ کر اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے، اگر کہہ دیا تو اذان دہرائی جائے۔

☆ اذان کہتے وقت منہ قبلہ کی طرف ہو، دوسری طرف منہ کر کے اذان کہنا مکروہ ہے، اس

اذان کو دہرایا جائے۔

☆ اذان کے کلمات میں لحن حرام ہے، یعنی لفظ اللہ کے ہمزہ کو کھینچ کر آللہ کہنا، یا لفظ اکبر کے ہمزہ کو کھینچ کر آ کبر کہنا، یا لفظ اکبر کی با کے بعد الف بڑھا کر اکبار پڑھنا حرام ہے۔

☆ اذان کے کلموں کو موسیقی کے قواعد (تان بان) پر ڈھال کر گانا بھی حرام ہے۔

☆ سنت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر کہی جائے کہ پڑوس والوں کو بھی سنائی دے اور بلند آواز سے کہے۔

☆ طاقت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے کہ مکروہ ہے۔

☆ اذان مسجد کے باہر کہی جائے، مسجد میں اذان نہ کہے کہ مکروہ ہے۔

☆ جمعہ کی اذانِ ثانی کا بھی یہی حکم ہے۔

اذان کیسی ہو؟

☆ اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر کہیں، دونوں لفظ ''اللہ اکبر'' مل کر ایک کلمہ ہیں، لہٰذا پہلے لفظ اللہ اکبر کی را کے پیش کو دوسرے لفظ اللہ اکبر کے لام میں ملا کر پڑھیں اور ان دونوں کے بعد کچھ ٹھہریں۔

☆ سکتہ کی مقدار یہ ہے کہ جواب دینے والا جواب دے لے۔

☆ سکتہ نہ کرنا مکروہ ہے اور ایسی اذان کا دہرانا مستحب ہے۔

☆ اذان کے کلمات اوپر جس ترتیب سے لکھے گئے ہیں، اسی ترتیب سے اذان کہی جائے۔

☆ اگر کچھ کلمات کو مقدم یا مؤخر کر دیے تو جتنے میں تقدیم و تاخیر ہوئی، انہیں دہرا لیں، پوری اذان دہرانے کی ضرورت نہیں۔

☆ تقدیم و تاخیر کی صورت میں اگر اذان نہ دہرائی اور نماز پڑھ لی تو نماز ہوگئی، اب دہرانے کی ضرورت نہیں۔

☆ حَيَّی عَلَی الصَّلٰوۃِ کہتے وقت دائیں جانب اور حَيَّی عَلَی الْفَلَاحِ کہتے وقت بائیں جانب چہرہ گھمائیں، خواہ نماز کے لیے اذان دے رہے ہوں یا بچہ کے کان میں یا اور کسی وجہ سے۔ صرف چہرہ گھمائیں، پورا بدن نہ گھمائیں۔

☆ فجر کی اذان میں حَيَّی عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنا مستحب ہے۔

☆ اذان کہتے وقت دونوں کانوں کے سوراخ میں شہادت کی انگلیاں ڈالنا مستحب ہے اور اگر دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لیں تب بھی اچھا ہے مگر کانوں کے سوراخوں میں انگلی ڈالنا زیادہ بہتر ہے۔

اذان کے بعد کے بعد مؤذن اور اذان سننے والے یہ دعا پڑھیں

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْـوَۃِ التَّآمَّۃِ وَ الصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ.

اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَ الْفَضِیْلَۃَ.

وَ الدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ. وَ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ.

وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ. اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ○

اقامت کے مسائل

☆ اقامت بھی اذان ہی کی طرح ہے، یعنی اذان کے جو احکام پچھلے صفحات پر ذکر ہوئے، اقامت کے بھی وہی احکام ہیں۔

☆ اقامت میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ دو بار کہا جائے۔

☆ اقامت بھی بلند آواز سے کہی جائے گی مگر اذان کے جیسی بلند آواز نہ ہو بلکہ اتنی کہ حاضرین تک آواز پہنچ جائے۔

☆ اقامت کے کلمات جلد جلد کہے جائیں گے، بیچ میں سکتہ نہ کریں گے۔

☆ اقامت کہتے وقت نہ کانوں پر ہاتھ رکھیں گے اور نہ کانوں میں انگلیاں ڈالیں گے۔

☆ فجر کی اقامت میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی نہیں کہیں گے۔

☆ اقامت بلند جگہ یا مسجد سے باہر نہ کہی جائے گی۔

☆ اگر امام نے اقامت کہی تو قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے وقت آگے بڑھ کر مصلّٰی پر چلا جائے۔

☆ اقامت میں بھی حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہتے وقت دائیں جانب اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے وقت بائیں جانب چہرہ گھمائیں۔

☆ اقامت کی تاکید اذان سے زیادہ ہے کہ منفرد بھی فرض نماز کے لیے آہستہ اقامت کہے۔

☆ جس نے اذان کہی، اگر موجود نہیں تو جو چاہے اقامت کہے مگر بہتر یہ ہے کہ امام کہے۔

☆ مؤذن موجود ہے تو اس کی اجازت سے کوئی دوسرا کہہ سکتا ہے، اگر اس کی اجازت کے بغیر دوسرے نے کہا اور اس کو ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔

☆ جنبی اور بے وضو شخص کی اقامت مکروہ ہے مگر اس کو دہرایا نہیں جائے گا، بہ خلاف اذان کے۔

☆ اقامت کے وقت اگر کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بیٹھ جائے جب اقامت کہنے والا حَیَّی عَلَی الْفَلاَحِ پر پہنچے تب کھڑا ہو۔

☆ امام اور جو لوگ مسجد میں پہلے سے موجود ہیں، وہ بھی اقامت کے وقت بیٹھے رہیں۔ جب تکبیر کہنے والا حَیَّی عَلَی الْفَلاَحِ پر پہنچے تب کھڑے ہوں۔

اذان و اقامت کے اہم مسائل

☆ مسافر نے اذان و اقامت دونوں نہ کہی یا اقامت نہ کہی تو مکروہ ہے۔

☆ اگر صرف اقامت پر اکتفا کیا تو کراہت نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ اذان بھی کہے۔ اگرچہ تنہا ہو یا اس کے سب ساتھی وہیں موجود ہوں۔

☆ شہر کے باہر کسی میدان میں جماعت قائم کی اور اقامت نہ کہی تو مکروہ ہے۔ اذان نہ کہی تو حرج نہیں مگر خلاف اولیٰ ہے۔

☆ محلّہ کی مسجد جس کے لیے امام متعین ہو اور جماعت کا وقت بھی متعین کیا جاتا ہو، اس میں جب پہلی جماعت مسنون طریقے پر ہو چکی تو دوبارہ اذان کہنا مکروہ ہے۔

☆ بغیر اذان کے اگر دوسری جماعت قائم کی جائے تو امام اس جگہ نہ کھڑا ہو جہاں پہلا امام کھڑا تھا کہ یہ مکروہ ہے۔ کچھ دائیں یا بائیں ہٹ کر کھڑا ہو کہ امتیاز رہے۔

☆ محلّہ کی مسجد کے علاوہ اور کسی جگہ مثلاً سڑک، بازار، اسٹیشن وغیرہ پر جماعت کریں تو ہر جماعت کے لیے الگ الگ اذان اور اقامت افضل ہے اور ہر امام ایک ہی جگہ کھڑے ہو

سکتا ہے۔

☆ بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ دوسری جماعت کا امام پہلی جماعت کے امام کے مصلّٰی پر نہ کھڑا ہو، لہٰذا مصلّٰی ہٹا کر وہیں کھڑے ہوتے ہیں، جہاں پہلا امام کھڑا ہوا تھا۔ یہ محض جہالت ہے بلکہ اس جگہ سے دائیں یا بائیں ہٹنا چاہیے، مصلّٰی اگرچہ وہی ہو۔

☆ اذان اور اقامت کے دوران گفتگو کرنا ناجائز ہے۔

☆ اذان یا اقامت کہہ رہا تھا کہ کسی نے سلام کیا تو جواب نہ دے، سلام ختم کرنے کے بعد بھی جواب دینا واجب نہیں۔

اذان واقامت کے جواب کے مسائل

☆ جب اذان سنے تو جواب دینے کا حکم ہے، یعنی مؤذن جو کلمہ کہے اس کے بعد سننے والا بھی وہی کلمہ کہے۔

☆ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی کہیں بلکہ اتنا اور اضافہ کرے مَا شَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَ مَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ۔

☆ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ وَ بِالْحَقِّ نَطَقْتَ کہیں۔

☆ جنبی اور بے وضو شخص بھی اذان کا جواب دے۔

☆ حیض ونفاس والی عورت، خطبہ سننے والے، نماز جنازہ پڑھنے والے، جماع میں مشغول شخص اور قضائے حاجت میں مشغول شخص اذان کا جواب نہ دے۔

☆ جب اذان ہو یا اقامت کہی جائے تو سلام، بات چیت، سلام کا جواب اور ہر قسم کے کام موقوف کر دیں، یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اذان کی آواز آئے تو

تلاوت موقوف کردے اور اذان کو غور سے سنے اور جواب دیں۔

☆ جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے، اس پر (معاذ اللہ) خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے۔

☆ راستہ چل رہا تھا کہ اذان کی آواز آئی تو اتنی دیر کھڑا ہو جائے اور جواب دے۔

☆ اقامت کا جواب مستحب ہے، اس کا جواب بھی اذان ہی کی طرح ہے، صرف فرق یہ ہے کہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے جواب میں اَقَامَهَا اللّٰهُ وَ اَدَامَهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ کہیں گے یا اَقَامَهَا اللّٰهُ وَ اَدَامَهَا وَ جَعَلَنَا مِنْ صَالِحِیْ اَهْلِهَا اَحْیَاءً وَّ اَمْوَاتًا۔

☆ اگر کوئی شخص کئی اذانیں سنے تو اس پر پہلی ہی اذان کا جواب دینا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ سب کا جواب دے۔

☆ اذان کے وقت اگر کسی وجہ سے جواب نہ دے سکا تو اگر زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو اب دے لے۔

☆ خطبہ کی اذان کا جواب زبان سے دینا مقتدیوں کو جائز نہیں۔

☆ جب مؤذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگالے اور کہے قُرَّةُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ. اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَ الْبَصَرِ۔

☆ نماز کی اذان کے علاوہ دوسری اذانوں کا بھی جواب دیا جائے، جیسے بچہ کے کان میں دی جانی والی اذان۔

تثویب کا حکم

☆ اذان کے بعد دوبارہ نماز کا اعلان کرنے کو تثویب کہتے ہیں۔

☆ فقہائے کرام نے تثویب کو مُستَحسن قرار دیا ہے۔

☆ اس کے لیے کوئی خاص الفاظ مقرر نہیں ہیں بلکہ جس جگہ جو مشہور ہو وہاں کے لیے وہی تثویب ہے۔

☆ عام طور پر یہ الفاظ رائج ہیں ''اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ'' یا ''قَامَتُ قَامتُ'' یا ''اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ''۔

☆ مغرب کی اذان کے بعد تثویب نہیں کہی جائے گی۔ اگر دو بار کہہ لیں تب بھی کوئی حرج نہیں۔

اذان و اقامت میں وقفہ

☆ اذان و اقامت کے درمیان وقفہ کرنا سنت ہے، اذان کہتے ہی اقامت کہہ دینا مکروہ ہے۔

☆ مغرب میں صرف تین چھوٹی یا ایک بڑی آیت پڑھنے کے برابر وقفہ کیا جائے۔

☆ مغرب کے علاوہ باقی نمازوں میں اذان و اقامت کے درمیان اتنی دیر ٹھہرے کہ جو لوگ جماعت کے پابند ہیں، آجائیں۔

☆ جو لوگ جماعت کے پابند ہیں، ان کے انتظار میں بھی اذان و اقامت میں اتنا وقفہ نہ کیا جائے کہ مکروہ وقت آجائے۔

نماز کی شرطیں

☆ نماز صحیح ہونے کے لیے چھ باتیں شرط ہیں کہ جب تک یہ باتیں نہ پائی گئیں، نماز شروع ہی نہ ہوگی۔ (۱)طہارت (۲)ستر عورت (۳)اِستِقبال قبلہ (۴)وقت (۵)نیت (۶)تکبیر تحریمہ۔

☆ ہر ایک کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے:

طہارت کا بیان

☆ نجاست کی دو قسمیں ہیں (۱)نجاستِ حقیقیہ، یعنی بدن یا کپڑے پر نجاست غلیظہ یا خفیفہ کا لگ جانا۔(۲) نجاست حکمیہ، یعنی غسل واجب ہو جانا یا وضو ٹوٹ جانا اور اس کو حَدث بھی کہتے ہیں۔

☆ حدث کی دو قسمیں ہیں(۱) حدثِ اکبر(۲) حدثِ اصغر۔

☆ جن چیزوں سے غسل واجب ہو جاتا ہے، ان کو حدث اکبر کہتے ہیں۔

☆ جو چیزیں وضو توڑ دیتی ہیں ان کو حدثِ اَصغر کہتے ہیں۔

☆ نمازی کے بدن، کپڑے اور اس جگہ کا جہاں وہ نماز پڑھ رہا ہے، حدثِ اکبر، حدثِ اصغر اور نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونے کو طہارت کہتے ہیں۔

☆ جس قدر نجاست کو پاک کیے بغیر نماز نہیں ہوگی، اتنی نجاست کو دور کرنا نماز کے لیے شرط ہے۔مثلاً نجاست غلیظہ ایک درہم سے زیادہ یا نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن کے اس حصہ کی چوتھائی سے زیادہ جسم یا کپڑے پر لگی ہو تو اس کا پاک کرنا نماز کے لیے شرط کہلائے گا۔اس سے کم میں لگی ہو تو پاک کرنا سنت ہے۔

☆ جتنی نجاست کا پاک کرنا نماز کے لیے شرط ہے، اس کو قدرِ مانع کہتے ہیں۔

☆ کسی کا غالب گمان یہ تھا کہ وہ بے وضو ہے، اسی حالت میں نماز پڑھ لی پھر معلوم ہوا کہ بے وضو نہ تھا، اس کی نماز نہ ہوئی۔

☆ نمازی اگر کوئی ایسی چیز لیے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے کہ اس کے ہلنے سے وہ چیز بھی ہلتی ہو، اس چیز پر اگر قدر مانع نجاست لگی ہو تو نماز نہ ہوگی۔ مثلاً چادر کا ایک حصہ اپنے اوپر ڈالے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا کونہ اس کے بدن سے الگ ہے مگر اس میں نجاست لگی ہے تو نماز نہ ہوگی۔

☆ اگر نجاست قدرِ مانع سے کم ہے تب بھی مکروہ ہے۔ مثلاً نجاستِ غلیظہ اگر درہم کے برابر ہے تو مکروہِ تحریمی اور درہم سے کم ہے تو خلافِ سُنّت ہے۔

☆ چھت، خیمہ، سائبان وغیرہ اگر نجس ہوں اور نمازی کے کھڑے ہونے کی صورت میں وہ نجس حصہ اس کے سر سے لگے تب بھی نماز نہ ہوگی۔

☆ نماز کے دوران اگر اس کا کپڑا یا بدن بہ قدرِ مانع ناپاک ہو گیا اور تین تسبیح کے برابر وقفہ ہو گیا تو نماز نہ ہوئی۔

☆ نماز شروع کرتے وقت کپڑا ناپاک تھا یا کسی ناپاک چیز کو لیے ہوئے تھا اور اسی حالت میں نماز شروع کر لی اور اللہ اکبر کہنے کے بعد جدا کیا تو نماز شروع ہی نہ ہوئی۔

☆ نمازی کے بدن سے جنبی یا حیض ونفاس والی عورت کا بدن ملا رہا، یا اس کی گود میں کسی جنبی یا حیض ونفاس والی عورت نے سر رکھ دیا تو نماز ہو جائے گی۔

☆ نمازی کے بدن پر نجس کبوتر یا کوئی نجس پرندہ بیٹھا تو نماز ہو جائے گی۔

☆ جس جگہ نماز پڑھے، اس کے پاک ہونے سے مراد جس جگہ پر سجدہ کر رہا ہو یا قدم پڑ

رہے ہوں، ان جگہوں کا پاک ہونا ہے۔ جس چیز پر نماز پڑھ رہا ہو اس کے سب حصوں کا پاک ہونا نماز کے لیے شرط نہیں ہے۔

☆ نمازی کے ایک پیر کے نیچے درہم کے برابر نجاست ہے یا دونوں پیروں کے نیچے تھوڑی تھوڑی نجاست ہے کہ ملانے پر ایک درہم کے برابر ہو جاتی ہے تو نماز نہ ہوگی۔

☆ پیشانی پاک جگہ ہے اور ناک نجس جگہ تو نماز ہو جائے گی کہ ناک درہم سے کم جگہ پر لگتی ہے مگر بلا ضرورت یہ بھی مکروہ ہے۔

☆ سجدہ میں ہاتھ یا گھٹنا نجس جگہ ہونے سے نماز نہ ہوگی۔ اگر ہاتھ نجس جگہ ہو اور ہاتھ پر سجدہ کیا تب بھی نماز نہ ہوگی۔

☆ آستین کے نیچے نجاست ہے اور اسی آستین پر سجدہ کیا نماز نہ ہوگی، اگر چہ نجاست ہاتھ کے نیچے نہ ہو بلکہ چوڑی آستین کے خالی حصہ کے نیچے ہو۔

☆ آستین اگر چہ موٹے کپڑے کی ہو، فاصل نہ سمجھی جائے گی۔

☆ موٹا کپڑا نجس جگہ بچھا کر نماز پڑھی کہ نجاست کا رنگ یا بو محسوس نہ ہو تو نماز ہو جائے گی کہ یہ کپڑا نمازی اور نجاست کے درمیان فاصل ہو جائے گا کیوں کہ یہ نمازی کے بدن کا تابع نہیں۔

☆ چوڑی آستین کا خالی حصہ سجدہ کرنے میں نجاست کی جگہ پڑے اور وہاں پر ہاتھ، پیشانی وغیرہ نہ ہوں تو نماز ہو جائے گی، اگر چہ آستین باریک ہو کہ اب نجاست کو نمازی کے بدن سے کوئی تعلق نہیں۔

☆ اگر سجدہ کرنے میں دامن وغیرہ نجس زمین پر پڑتے ہوں تو کوئی خرابی نہیں۔

☆ اگر نجس جگہ پر اتنا باریک کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جو ستر کے کام میں نہیں آسکتا یعنی اس

کے نیچے کی چیز جھلکتی ہو تو نماز نہ ہوئی۔

☆ اگر شیشہ پر نماز پڑھی اور اس کے نیچے نجاست ہے، اگر چہ ظاہر ہو رہی ہو، نماز ہو جائے گی۔

سترِ عورت

☆ ''ستر'' کا معنی ہے چھُپانا اور ''عورت'' بدن کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کا چھپانا فرض ہے۔ سترِ عورت کا معنی ہے بدن کے اس حصہ کو چھُپانا جس کا چھپانا شرعاً فرض ہے۔

☆ سترِ عورت ہر حال میں واجب ہے، چاہے نماز میں ہو یا نماز سے باہر، تنہائی میں ہو یا کسی کے سامنے۔

☆ بلا ضرورت ستر کھولنا کسی صورت میں جائز نہیں۔

☆ سترِ عورت نماز کے لیے شرط ہے، یعنی بدن کے اس حصہ کو چھپائے بغیر نماز شروع ہی نہیں ہو سکتی۔

☆ مرد کے لیے ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک چھپانا فرض ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں مگر گھٹنے داخل ہیں۔

☆ عورت کے لیے پورا بدن چھپانا فرض ہے، سوائے پانچ اعضا کے (۱) چہرہ (۲،۳) دونوں ہتھیلیاں (۴،۵) دونوں پیروں کے تلوے۔

☆ عورت کے لیے لٹکے ہوئے بال، گردن اور کلائیاں بھی چھپانا ضروری ہے۔

☆ اگر کسی نے اندھیرے مکان میں سترِ عورت کے بغیر نماز پڑھی، اگر چہ وہاں کوئی نہ ہو اور اس کے پاس اتنا کپڑا موجود ہے جو ستر کے کام آ سکتا ہے تو نماز نہ ہو گی۔

☆ عورت جب خلوت میں ہو اور نماز کی حالت میں نہ ہو تو اس کے لیے سارا بدن چھپانا واجب نہیں بلکہ صرف ناف سے گھٹنے تک چھپانا واجب ہے۔

☆ محارم کے سامنے پیٹ اور پیٹھ کا چھپانا بھی واجب ہے۔

☆ نماز کی حالت میں، خواہ خلوت میں ہو یا کسی کے سامنے پڑھے، مذکورہ پانچ اعضا کے علاوہ پورا بدن چھپانا واجب ہے۔

☆ غیر محرم کے سامنے نماز کے علاوہ میں پورے بدن، چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کو بھی چھپانے کا حکم ہے۔

☆ اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو، ستر کے لیے کافی نہیں، اس کو پہن کر نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔

☆ دوپٹہ سے اگر عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے تو نماز نہ ہوگی۔

☆ بعض لوگ باریک ساڑیاں اور تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے، ان کی نمازیں نہیں ہوتیں اور ایسا کپڑا پہننا نماز کے علاوہ میں بھی حرام ہے۔

☆ موٹا کپڑا جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو مگر بدن سے بالکل ایسا چپکا ہو کہ دیکھنے سے اعضا کی ہیئت معلوم ہوتی ہو، ایسے کپڑے میں نماز تو ہو جائے گی مگر اس عضو کی طرف دوسروں کو دیکھنا جائز نہیں۔

☆ جس کپڑے سے بدن کی ہیئت معلوم ہوتی ہو، جیسے آج کے زمانے میں چُست چوڑی دار پائجامہ، ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے بھی پہننا منع ہے، عورتوں کو تو بہ درجۂ اولیٰ منع ہے۔

☆ نماز میں ستر کے لیے پاک کپڑا ہونا ضروری ہے، یعنی اتنا نجس نہ ہو جس سے نماز نہ ہو سکے۔

☆ اگر پاک کپڑے ہیں، یا ناپاک کپڑے کو پاک کرنے پر قدرت ہے، اس کے باوجود ناپاک کپڑے میں نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔

☆ نماز کے علاوہ نجس کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ پاک کپڑا موجود ہو۔

☆ اگر کپڑے پر ایسی نجاست لگی ہو جو چھوٹ کر بدن پر لگ جائے گی تو پاک کپڑا ہوتے ہوئے اس کو پہننا درست نہیں۔

☆ اگر پاک کپڑا نہ ہو اور پاک کرنے پر قدرت بھی نہ ہو تو نماز اور غیر نماز میں وہی نجس کپڑا پہننا واجب ہے۔

☆ جن اعضا کو چھپانا فرض ہے، ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا تو نماز ہوگئی۔ اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپالیا تب بھی نماز ہوگئی۔ اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے برابر کھلا رہا یا جان بوجھ کر کھولا، اگرچہ فوراً چھپالیا تب بھی نماز نہیں ہوگی۔

☆ نماز شروع کرتے وقت عضو کا چوتھائی حصہ کھلا رہا اور اسی حالت پر اللہ اکبر کہہ لیا تو نماز شروع ہی نہ ہوئی۔

☆ چند اعضا میں کچھ کچھ حصے کھلے رہے جو ہر عضو کی چوتھائی سے کم ہیں مگر سب کو ملانے پر ان کھلے ہوئے اعضا میں سب سے چھوٹے کی چوتھائی کے برابر ہے تو نماز نہ ہوگی۔ جیسے عورت کے کان کا نواں حصہ اور پنڈلی کا نواں حصہ کھلا رہا تو دونوں کو ملا کر کان کی چوتھائی کے برابر ہو جائے گا، اس صورت میں نماز نہ ہوگی۔

☆ ستر کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اپنی نظر بھی ان اعضا پر نہ پڑے، لہٰذا اگر کسی نے لمبا کرتا پہنا اور اس کا گریبان کھلا ہوا ہے کہ اگر گریبان سے جھانکے تو اعضا دکھائی دیتے ہیں تب بھی نماز ہو جائے گی، اگرچہ نماز کی حالت میں جان بوجھ کر جھانکنا مکروہ تحریمی ہے۔

☆ دوسروں سے اعضا کو چھپانے کا یہ مطلب ہے کہ اِدھر اُدھر سے نہ دیکھ سکیں تو اگر کسی شریر نے نیچے سے جھک کر اعضا کو دیکھ لیا تو نماز میں کوئی خرابی نہیں۔

مرد کے نو (۹) اعضائے عورت

مرد کے اعضائے عورت نو ہیں۔ (۱) عضو تناسل اپنے تمام اجزا یعنی حَشفہ، قصبہ، قُلفہ کے ساتھ۔ (۲) دونوں خُصیے مل کر ایک عضو ہے۔ (۳) پاخانہ کا مقام۔ (۴،۵) دونوں سرینیں الگ الگ عورت ہیں۔ (۶،۷) دونوں رانیں الگ الگ عورت ہیں۔ (۸) ناف کے نیچے سے عضو تناسل کی جڑ تک اور پیٹھ کی جانب اور دونوں کروٹوں میں اسی کی سیدھائی میں سب مل کر ایک عورت ہے۔ (۹) پاخانہ کی جگہ اور دونوں خصیوں کے درمیان کی جگہ ایک مستقل عورت ہے۔

عورت کے تیس (۳۰) اعضائے عورت

عورت کے اعضائے عورت کل تیس ہیں۔ (۱) سر، یعنی پیشانی کے اوپر سے گردن کی شروعات تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک، عام طور پر جتنے حصے میں بال جمتے ہیں۔ (۲) لٹکے ہوئے بال۔ (۳،۴) دونوں کان الگ الگ عورت ہیں۔ (۵) گردن، اس میں گلا بھی داخل ہے۔ (۶،۷) دونوں شانے الگ الگ عورت ہیں۔ (۸،۹) دونوں بازو الگ الگ عورت ہیں اور ان میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔ (۱۰،۱۱) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے بعد سے گٹوں کے نیچے تک الگ الگ عورت ہیں۔ (۱۲) سینہ، یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستانوں کی نچلی حد تک، دونوں پستانوں کے درمیان کی جگہ اس میں شامل ہے۔ (۱۳،۱۴) دونوں

ہاتھوں کی پیٹھ۔ (۱۵،۱۶) دونوں پستانیں جب کہ اچھی طرح اٹھ چکی ہوں، اگر بالکل نہ اٹھی ہوں یا تھوڑی اٹھی ہوں کہ سینہ سے الگ ہیئت نہ پیدا ہوئی ہو تو سینہ ہی میں شمار کی جائیں گی۔ (۱۷) پیٹ، یعنی سینے کے نیچے سے ناف کی نچلی حد تک، ناف بھی پیٹ ہی میں شمار کی جائے گی۔ (۱۸) پیٹھ یعنی پیچھے کی جانب سینے کے مقابل سے کمر تک۔ (۱۹) دونوں شانوں کے بیچ میں جو جگہ ہے۔ (نوٹ: بغل کے نیچے سینہ کی نچلی حد تک دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے، اس کا اگلا حصہ سینہ میں اور پچھلا حصہ شانوں میں یا پیٹھ میں شامل ہے اور اس کے نیچے کا جو حصہ کمر تک ہے، اس کا اگلا حصہ پیٹ میں اور پچھلا پیٹھ میں شامل ہے) (۲۰،۲۱) دونوں سرینیں الگ الگ عورت ہیں۔ (۲۲) پیشاب کا مقام۔ (۲۳) پاخانہ کا مقام۔ (۲۴،۲۵) دونوں رانیں، گھٹنے بھی ان میں شامل ہیں۔ (۲۶) ناف سے لے کر شرمگاہ تک کا حصہ اور اس کے مقابل پیٹھ کی جانب کا حصہ مل کر ایک عورت ہے۔ (۲۷،۲۸) دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت الگ الگ عورت ہیں۔ (۲۹،۳۰) دونوں تلوے الگ الگ عورت ہیں۔

☆ مرد و عورت کے یہ اعضائے عورت جو گنائے گئے، ان میں سے کسی کی چوتھائی کھل گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔

☆ عورت کا چہرہ اگرچہ عورت نہیں مگر فتنہ کی وجہ سے غیر محرموں کے سامنے منہ کھولنا منع ہے، اسی طرح غیر محرموں کا اس کی طرف دیکھنا بھی جائز نہیں اور چھونا تو اور سختی سے منع ہے۔

☆ اگر کسی مرد کے پاس ستر کے لیے جائز کپڑا نہ ہو اور ریشمی کپڑا ہے تو فرض ہے کہ اسی سے ستر کرے اور اسی میں نماز پڑھے۔

☆ دوسرے جائز کپڑے ہوتے ہوئے مرد کو ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے اور اس میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

☆ اگر کوئی شخص اپنا سارا جسم سر کے ساتھ کسی ایک کپڑے میں چھپا کر نماز پڑھے تو نماز نہ ہوگی، اگر اس سے سر کو باہر نکال لے تو نماز ہو جائے گی۔

استقبالِ قبلہ

☆ استقبال قبلہ کا معنی ہے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز شروع کرنا اور دوران نماز کعبہ ہی کی طرف منہ ہونا۔

☆ نماز اللہ ہی کے لیے پڑھی جائے اور اسی کے لیے سجدہ کیا جائے، کعبہ کی طرف محض رخ ہو۔ اگر کسی نے (معاذ اللہ) کعبہ کے لیے سجدہ کیا تو حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اگر عبادت کی نیت کی تو کفر کیا کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت کفر ہے۔

☆ استقبال قبلہ عام ہے کہ بعینہٖ کعبہ کی طرف منہ ہو یا اس کی جہت میں منہ ہو۔

☆ کعبۂ معظّمہ کے اندر نماز پڑھی تو جس طرف چاہے رخ کرے۔ کعبہ کی چھت پر بھی نماز ہو جائے گی مگر اس کی چھت پر چڑھنا منع ہے۔

☆ اگر صرف حطیم کی طرف منہ کیا کہ مقابل میں کعبۂ معظّمہ نہ آیا تو نماز نہ ہوگی۔

☆ کعبہ کی طرف منہ ہونے کا یہ معنی ہے کہ چہرے کا کوئی حصہ کعبہ کی طرف ہو تو اگر قبلہ سے چہرہ کچھ پھر گیا مگر کچھ حصہ باقی ہے تو نماز ہو جائے گی۔

☆ اس کی مقدار ۴۵ ڈگری ہے کہ اگر ۴۵ ڈگری سے زیادہ چہرہ قبلہ کی سمت سے پھر گیا تو نماز نہ ہوگی۔

☆ کعبہ کی عمارت قبلہ نہیں بلکہ جس جگہ پر اس وقت کعبہ ہے، اس کی فضا ساتویں زمین سے لے کر عرش تک قبلہ ہی ہے۔

☆ اگر کسی نے کوئیں کے اندر یا پہاڑ کی بلندی پر چڑھ کر اس فضا کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا تو ہو جائے گی۔

☆ جو شخص قبلہ کی طرف منہ کرنے سے عاجز ہے، اس کے لیے جس طرف ممکن ہو، رخ کر کے نماز پڑھ لے، نماز ہو جائے گی اور اعادہ بھی ضروری نہیں۔

☆ قبلہ سے عاجز ہونے کی چند صورتیں ہیں۔ مثلاً اتنی طاقت نہیں کہ اس طرف منہ کر سکے اور وہاں کوئی ایسا شخص نہیں جو اسے گھما سکے، اس کے پاس اپنا یا دوسرے کی امانت کا مال ہے جس کے چوری ہو جانے کا صحیح اندیشہ ہو، وغیرہ۔

☆ چلتی ہوئی کشتی یا ہوائی جہاز میں نماز پڑھے تو تکبیر تحریمہ کہتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے، پھر جیسے جیسے وہ گھومتے جائیں، یہ بھی اپنا منہ پھیرتا رہے، اگر چہ نفل نماز ہو۔

اگر قبلہ معلوم نہ ہو

☆ اگر قبلہ کی سمت معلوم نہیں، نہ کوئی ایسا مسلمان ہے جو بتا دے، نہ اس جگہ مسجد اور محرابیں ہیں، نہ چاند، سورج ستارے نکلے ہوں یا نکلے تو ہوں مگر اس کو اتنا علم نہیں کہ ان سے معلوم کر سکے تو ایسے کے لیے حکم ہے کہ تَحَرّی کرے۔ یعنی سوچے اور اندازہ لگائے۔ پھر جس طرف قبلہ ہونے پر دل جمے، اسی طرف رُخ کر کے نماز پڑھے، اس کے حق میں وہی قبلہ ہے۔

☆ تحری کر کے نماز پڑھی پھر پتہ چلا کہ قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھی تب بھی نماز ہو گئی۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

☆ ایسا شخص اگر تحری کیے بغیر کسی طرف منہ کر کے نماز پڑھے نماز نہ ہوئی، اگر چہ حقیقت

میں قبلہ ہی کی طرف منہ کیا ہو۔

☆ اگر بے تحری نماز پڑھ لیا اور قبلہ کی طرف منہ ہونا نماز کے بعد یقین کے ساتھ معلوم ہوا تو نماز ہوگئی۔

☆ اگر نماز کے بعد اس کے قبلہ کی سمت ہونے کا گمان ہو، یقین نہ ہو، یا نماز کے دوران اسی سمت کا قبلہ ہونا معلوم ہوا، اگر چہ یقین کے ساتھ ہو، نماز نہ ہوئی۔

☆ تحری کے وقت جس طرف قبلہ ہونا ثابت ہوا، اس کے علاوہ کسی طرف منہ کر کے نماز پڑھا تو نہ ہوگی، اگر چہ جس طرف اس نے رُخ کر کے نماز پڑھا، وہی قبلہ کی سمت ہے، اگر چہ نماز کے بعد یقین کے ساتھ اس کو معلوم ہوا کہ یہی سمتِ قبلہ ہے۔

☆ اگر کوئی جاننے والا موجود ہے، اس سے نہ پوچھا اور خود تحری کر کے کسی طرف رخ کر کے پڑھ لیا تو اگر جس طرف منہ کر کے نماز پڑھا، وہی قبلہ کی سمت ہے تو نماز ہوگئی، ورنہ نہیں۔

☆ جاننے والے سے پوچھا، اس نے نہیں بتایا، اس نے تحری کر کے پڑھ لی۔ اب نماز کے بعد اس نے بتایا تو نماز ہوگئی، اگر چہ اس نے کسی بھی سمت منہ کر کے نماز پڑھا۔

☆ اگر مسجد یا محراب موجود ہے مگر اس نے ان کا اعتبار نہ کیا، یا سورج یا چاند کو دیکھ کر اندازہ کر سکتا تھا مگر نہ کیا اور تحری کر کے نماز پڑھی تو اگر در حقیقت قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھا تھا تو نماز ہوگئی، ورنہ نہ ہوئی۔

☆ ایک شخص تحری کر کے ایک طرف نماز پڑھ رہا تھا، دوسرے کو اس کی پیروی جائز نہیں بلکہ یہ بھی تحری کرے، ورنہ اس کی نماز نہ ہوگی۔

☆ تحری کر کے پڑھ رہا تھا کہ نماز کے دوران رائے بدل گئی یا دوسری سمت کا قبلہ ہونا

معلوم ہو گیا تو فوراً گھوم جائے۔اسی طرح اگر چار رکعت چار سمت منہ کر کے پڑھا تب بھی کوئی خرابی نہیں۔اگر نہ گھمایہاں تک کہ تین تسبیح کی مقدار وقفہ ہو گیا تو نماز نہ ہوئی۔

☆ نمازی نے قبلہ سے بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر سینہ پھیر دیا، اگر چہ فوراً ہی قبلہ کی طرف پلٹ گیا، نماز فاسد ہو گئی۔

☆ اگر بلاقصد پھرا اور تین تسبیح کی مقدار وقفہ نہ ہوا تو نماز ہو گئی۔

☆ قبلہ سے صرف منہ پھیرا تو اس پر واجب ہے کہ فوراً قبلہ کی طرف کر لے نماز فاسد نہ ہوئی مگر بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

وقت

☆ وقت کی مکمل تفصیل پچھلے صفحات پر گزر چکی لہٰذا ہم اس کا اعادہ نہیں کر رہے ہیں۔

نیت کے مسائل

☆ نیت دل کے پکے ارادے کو کہتے ہیں۔ صرف جاننا نیت نہیں جب تک کہ دل میں پکا ارادہ نہ کرے کہ میں یہ کام کرنے جا رہا ہوں۔

☆ نیت میں زبان کا اعتبار نہیں۔ جیسے اگر دل میں ظہر کی نماز پڑھنے کا پکا ارادہ کیا مگر زبان سے نیت کے الفاظ دہراتے وقت لفظ عصر نکل گیا تو ظہر کی نماز میں کوئی خرابی نہیں۔

☆ نیت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اگر اس وقت کوئی شخص پوچھے کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے تو بغیر سوچے ہوئے، فوراً بتا دے۔ اگر یہ کیفیت نہیں تو اس کو نیت نہیں کہیں گے اور نماز نہ ہوگی۔

☆ زبان سے نیت کے الفاظ دہرا لینا مستحب ہے اور اس میں عربی کی تخصیص نہیں، فارسی یا اردو میں بھی کہہ سکتا ہے۔

☆ زبان سے نیت کے الفاظ دہراتے وقت ماضی کا صیغہ استعمال کریں، یعنی نَوَیْتُ یا ''میں نے نیت کی'' کہیں، مضارع کے صیغے نہ استعمال کریں، یعنی اُنْــــوِیْ یا ''میں نیت کرتا ہوں'' نہ کہیں۔

☆ تکبیر تحریمہ یعنی لفظ اللہ اکبر کہتے وقت نیت کا دل میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

☆ نماز شروع کرنے کے بعد دل میں اس نماز کا ارادہ کیا تو اس کا اعتبار نہ ہوگا اور نماز نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ اگر تکبیر تحریمہ میں لفظ اللہ کہنے کے بعد لفظ اکبر سے پہلے نیت کی تب بھی نماز نہ ہوگی۔

☆ فرض میں فرض کی، سنت میں سنت کی، نفل میں نفل کی، تراویح میں تراویح کی اور دیگر نوافل میں ان کی نیت کرے۔

☆ نفل نماز کے لیے صرف نماز کی نیت کی تب بھی کافی ہے۔

☆ فرض نماز پڑھتے وقت ان نمازوں کا فرض ہونا جاننا بھی ضروری ہے۔

☆ جس وقت کی فرض نماز پڑھ رہا ہے، نیت میں اس وقت کی تعیین بھی ضروری ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی۔

☆ اگر وقت کی تعیین نہ کی اور یہ نیت کی کہ اس وقت جو نماز فرض ہے، اس کو ادا کرنے کی میں نیت کر رہا ہوں تب بھی نماز ہو جائے گی۔ مگر جمعہ میں جمعہ کی تعیین ضروری ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی۔

☆ نماز کا وقت ختم ہو گیا اور اس نے یہ نیت کی کہ اس وقت جو نماز فرض ہے، اس کو ادا کرنے کی میں نے نیت کی تو اس کی نماز نہ ہوگی، اگر چہ اس کو وقت کا ختم ہونا معلوم نہ ہو۔

☆ صرف یہ نیت کرنا کہ آج کی فرض نماز پڑھ رہا ہوں، کافی نہیں جب تک کہ ظہر، عصر، مغرب وغیرہا کی تعیین نہ کرے۔

☆ بہتر یہ ہے کہ نیت میں یہ کہے کہ ''میں نے آج کے دن کی فلاں نماز کی نیت کی''۔ اگر اس طرح نیت کی تو اگر چہ وقت خارج ہو گیا ہو، نماز ہو جائے گی۔

☆ نیت میں رکعت کی تعداد متعین کرنا کوئی ضروری نہیں۔ اگر بھول کر ظہر میں تین رکعت اور مغرب میں چار رکعت کہہ دیا تب بھی نماز ہو جائے گی۔

☆ فرض نمازیں قضا ہوئی ہوں تو ان کو ادا کرنے میں دن کی تعیین کرنا ضروری ہے کہ پیر کے دن کی ظہر یا منگل کے دن کی عصر وغیرہ، اس صورت میں مطلق قضا کی نیت کرنا کافی نہیں۔

☆ اگر ایک ہی نماز قضا ہے تو دن معین کرنے کی بھی ضرورت نہیں، صرف نماز کی تعیین کافی ہوگی۔

☆ اگر بہت سی نمازیں قضا ہوگئی ہیں اور تاریخ وغیرہ بھی معلوم نہیں تو اس طرح نیت کریں ''میرے ذمہ جو سب سے پہلی فجر کی نماز رہ گئی ہے، میں نے اس کو ادا کرنے کی نیت کی۔'' وغیرہ۔

☆ کسی کے ذمہ اتوار کی نماز تھی مگر اس کو گمان ہوا کہ سنیچر کی ہے اور اس کی نیت سے نماز پڑھی، بعد میں معلوم ہوا کہ اتوار کی تھی تو قضا ادا نہ ہوئی۔

☆ ظہر کا وقت باقی تھا، اس نے گمان کیا کہ ختم ہوگیا ہے، اب قضا کی نیت سے پڑھا، یا وقت تو ختم ہوگیا مگر اس نے گمان کیا کہ باقی ہے اور ادا کی نیت سے پڑھا تو نماز ہو جائے گی۔ مگر اس میں اس دن کی تخصیص ضروری ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی۔

☆ مقتدی یہ نیت کرے کہ میں اس امام کی اقتدا کر رہا ہوں یا یوں کہے ''پیچھے اس امام کے''، ورنہ نماز نہ ہوگی۔ امام بھی امامت کی نیت کرے، ورنہ جماعت کا ثواب نہ پائے گا مگر امام اور مقتدی دونوں کی نماز ہو جائے گی۔

☆ مقتدی نے صرف یہ نیت کی کہ ''امام جو نماز پڑھ رہا ہے، وہی میں بھی پڑھ رہا ہوں'' اور اقتدا کی نیت نہ کی تو نماز نہ ہوگی، ہاں اگر نیت یہ کی کہ ''جو نماز امام کی وہی میری نماز، پیچھے اس امام کے'' تو نماز ہو جائے گی۔

☆ جمعہ پڑھتے وقت یہ نیت کیا کہ ''جو نیت امام کی وہی نیت میری، پیچھے اس امام کے'' تو نماز ہوگئی، چاہے امام جمعہ پڑھ رہا تھا یا ظہر۔

☆ امام کی اقتدا کے ساتھ ظہر کی نیت کی اور امام جمعہ پڑھ رہا تھا یا جمعہ کی نیت کی اور امام ظہر پڑھ رہا تھا تو نماز نہ ہوگی۔

☆ امام جس وقت مصلّی پر گیا، مقتدی نے اس وقت اقتدا کی نیت کر لی، اگر چہ تکبیر کے

وقت نیت حاضر نہ تھی، اس کی نماز صحیح ہے، بہ شرطے کہ اس درمیان کوئی نماز کے منافی عمل نہ پایا گیا ہو۔

☆ اقتدا کی نیت میں یہ جاننا ضروری نہیں کہ امام کون ہے۔

☆ اگر نیت کیا کہ اس امام کے پیچھے (اور وہ اس کو زید سمجھتا ہے) پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز صحیح ہے۔ اگر یہ نیت کی کہ میں زید کی اقتدا کی نیت کرتا ہوں، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

☆ بہتر یہ ہے کہ امام کے نام کی تعیین نہ کرے بلکہ یہ کہے "پیچھے اس امام کے"۔ اسی طرح نماز جنازہ میں بھی یہ نہ تعیین کرے کہ فلاں (نام کے ساتھ) میت کے جنازہ کی نماز بلکہ یہ نیت کرے کہ "اس میت کے جنازہ کی نماز"۔

☆ نماز جنازہ کی نیت یہ ہے، "نماز اللہ کے لیے اور دعا اس میت کے لیے"۔

☆ مقتدی کو شبہہ ہو کہ میت مرد ہے یا عورت تو یہ کہہ لے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں جس پر امام نماز پڑھتا ہے۔

☆ چند جنازوں کی نماز ایک ساتھ پڑھے تو ان کی تعداد معلوم ہونا ضروری نہیں اور اگر اس نے معین کر لی اور جو تعداد اس نے معین کی جنازے اس سے زیادہ تھے تو کسی جنازے کی نہ ہوئی۔ یہ حکم مقتدی اور امام دونوں کے لیے یکساں ہے۔

☆ واجب نمازوں میں واجب کی نیت کریں اور اس کو متعین بھی کریں، مثلاً نماز عید الفطر، عید الاضحیٰ، نذر وغیرہ۔

☆ وتر میں صرف وتر کی نیت کافی ہے، ہاں وتر میں واجب کی نیت بھی کر لے تو زیادہ بہتر ہے۔

☆ سجدۂ تلاوت، سجدۂ شکر اور سجدۂ سہو کرتے وقت بھی نیت کرنا اور سجدے کی تعیین کرنا بھی

ضروری ہے۔

☆ نیت میں ابتدا کا اعتبار ہے۔تو اگر فرض نماز کو فرض کی نیت سے شروع کی، پھر درمیان میں یہ گمان ہوا کہ نفل ہے تو فرض ادا ہو گیا۔اسی طرح نفل نماز کو نفل کی نیت سے شروع کی ،پھر درمیان میں یہ گمان ہوا کہ فرض ہے تب بھی نفل نماز ادا ہوگئی۔

☆ نماز کے دوران اگر دل میں نماز توڑنے کی نیت کی ،زبان سے کچھ نہ کہا یا کوئی ایسا کام نہ کیا جو نماز کو فاسد کرنے والا ہو تو نماز فاسد نہ ہوئی بلکہ وہ اسی طرح نماز میں ہے۔

☆ نماز خالصاً اللہ کے لیے شروع کی، پھر (معاذ اللہ) دل میں ریا پیدا ہوگئی تو نماز ہو جائے گی ،یعنی فرضیت ادا ہو جائے گی ،اگر چہ ثواب سے محرومی ہے۔

☆ نماز کے لیے ریا کی دو صورتیں ہیں (۱) لوگوں کے سامنے ہے تو پڑھ لیا، ورنہ پڑھتا نہیں۔ (۲) لوگوں کے سامنے ہے تو اچھی طرح پڑھ رہا ہے، ورنہ یہ کیفیت نہیں رہتی۔ پہلی صورت میں کل ثواب سے محرومی ہے، دوسری صورت میں اصل نماز کا ثواب ملے گا مگر اچھی طرح نماز پڑھنے کا ثواب نہ ملے گا۔البتہ دونوں صورتوں میں نماز ہو جائے گی۔

☆ نماز خلوص کے ساتھ پڑھ رہا تھا،لوگوں کو دیکھ کر یہ خیال آیا کہ ریا کی مداخلت ہو جائے گی یا شروع کرنا چاہتا تھا کہ ریا کی مداخلت کا اندیشہ ہوا تو اس کی وجہ سے نماز ترک نہ کرے،نماز پڑھے اور استغفار کرے۔

تکبیر تحریمہ

☆ لفظ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہنے کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔

☆ نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ رکن (فرض) ہے باقی تمام نمازوں میں شرط ہے۔

☆ تکبیر تحریمہ کہتے ہی نماز شروع ہو جاتی ہے، اگر چہ ہاتھ نہ اٹھائے۔

☆ لفظ اللہ اکبر کہنے سے پہلے سے نماز ختم کرنے تک نماز کی باقی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

نماز کا طریقہ

نماز کا طریقہ یہ ہے کہ باوضو قبلہ رو دونوں پیروں کے پنجوں میں چار انگل کا فاصلہ کر کے کھڑے ہو جائیں اور دونوں ہاتھ کانوں تک اس طرح لے جائیں کہ انگوٹھے کان کی لو سے چھو جائیں اور ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں۔ پھر نیت کر کے اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ نیچے لا کر ناف کے نیچے باندھ لیں اور ثنا پڑھیں:

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ
وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ لَآ اِلٰهَ غَیْرُکَ.

پھر تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پھر تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھیں اور آمین آہستہ کہیں۔ اس کے بعد کوئی سورت یا تین آیتیں پڑھیں یا ایک آیت جو کہ چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو۔ اب اللّٰہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں اور گھٹنوں کو ہاتھ سے اس طرح پکڑ لیں کہ ہتھیلیاں گھٹنے پر ہوں، انگلیاں خوب پھیلی ہوں، پیٹھ بچھی ہو اور سر پیٹھ کے برابر ہو، اونچا نیچا نہ ہو اور کم سے کم تین بار

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہیں، پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور اکیلے نماز پڑھ رہے ہوں تو اس کے بعد اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَ لَکَ الْحَمْدُ کہیں پھر اللّٰہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جائیں، اس طرح کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھیں پھر ہاتھ پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں ناک پھر پیشانی رکھیں اس طرح کہ پیشانی اور ناک کی ہڈی زمین پر جمائیں اور بازوؤں کو کروٹوں اور پیٹ کو رانوں اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھیں، دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کے پیٹ قبلہ رو جمے ہوں، ہتھیلیاں بچھی ہوں، انگلیاں قبلہ کو ہوں اور کم سے کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہیں پھر سر اٹھائیں پھر ہاتھ اور داہنا قدم کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ کرے اور بایاں قدم بچھا کر اس پر خوب سیدھے بیٹھ جائیں اور ہتھیلیاں بچھا کر رانوں پر گھٹنوں کے پاس رکھیں پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے سجدہ میں جائیں اور پہلے کی طرح سجدہ کر کے پھر سر اٹھائیں پھر ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر پنجوں کے بل کھڑے ہو جائیں، اب صرف بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر قراءت شروع کریں پھر پہلے کی طرح رکوع، سجدہ کر کے بایاں قدم بچھا کر بیٹھ جائیں اور تشہد پڑھیں۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَ الصَّلَوَاتُ وَ الطَّیِّبَاتُ. اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ. اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

(ترجمہ) تمام تحیتیں، نمازیں اور پاکیزگیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت نازل ہو اور برکتیں، ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

تشہد پڑھتے ہوئے جب کلمۂ لا کے قریب پہنچیں تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائیں اور چھنگلیاں اوراس کے پاس والی کو ہتھیلی سے ملا دیں اور لفظ لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائیں مگر اس کو ہلائیں نہیں اور کلمۂ اِلَّا پر گرا دیں اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لیں۔ اب اگر دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنی ہیں تو اٹھ کھڑے ہوں اور اسی طرح پڑھیں مگر فرضوں کی ان رکعتوں میں اَلْحَمْدُ کے ساتھ سورت ملانا ضروری نہیں۔ اب آخری قعدہ جس کے بعد نماز ختم کریں گے، اس میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ o اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌo

(ترجمہ) اے اللہ! درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے درود بھیجا سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک تو سراہا ہوا بزرگ ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک تو سراہا ہوا بزرگ ہے۔

پھر دعاے ماثور پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ تَوَالَدَ وَ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَ الْاَمْوَاتِ اِنَّکَ مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَo

(ترجمہ) اے اللہ! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور اس کو جو پیدا ہوا اور تمام مومنین ومومنات اور مسلمین ومسلمات کو، ان میں سے جو زندہ ہوں اور جو مر گئے، بے شک تو دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے، اپنی رحمت کے صدقے میں، اے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

یا یہ دعا پڑھیں: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ. فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَ ارْحَمْنِیْ. اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ o (ترجمہ) اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور بے شک تیرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں ہے تو اپنی طرف سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر، بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

یا یہ دعا پڑھیں: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَ مَا لَمْ اَعْلَمْ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَ مَا لَمْ اَعْلَمْo

(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے ہر قسم کے خیر کا سوال کرتا ہوں جس کو میں جانتا ہوں اور جس کو نہیں جانتا اور ہر قسم کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کو میں نے جانا اور جس کو نہیں جانا۔

یا کوئی اور دوسری دعائے ماثورہ پڑھیں۔ اس کے بعد داہنے مونڈھے کی طرف منہ کر کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ کہیں پھر بائیں طرف، اب نماز پوری ہوگئی۔

فرائضِ نماز

نماز میں سات باتیں فرض ہیں، ان کو نماز کے ارکان بھی کہتے ہیں۔ (۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قراءت (۴) رکوع (۵) سجود (۶) قعدۂ اخیرہ (۷) خروج بِصُنعِہٖ۔

اب ہر ایک کی تفصیل ملاحظہ کریں:

تکبیر تحریمہ

تکبیر تحریمہ در حقیقت نماز کی شرط ہے مگر چوں کہ نماز کے دوسرے افعال سے اس کو بہت زیادہ اِتّصال ہے، اس وجہ سے فرائض نماز میں بھی اس کا شمار ہوتا ہے۔

☆ نماز کے تمام شرائط کا تکبیر تحریمہ سے پہلے پایا جانا ضروری ہے۔ اگر اللہ اکبر کہہ چکا اور کوئی ایک شرط بھی مفقود ہے تو نماز شروع ہی نہ ہوگی۔

☆ جن نمازوں میں قیام فرض ہے، ان میں تکبیر تحریمہ کے لیے بھی قیام فرض ہے۔ ان نمازوں میں اگر کسی نے بیٹھ کر تکبیر تحریمہ کہا پھر کھڑا ہو گیا تو نماز شروع ہی نہ ہوگی۔

☆ امام کو رکوع میں پایا اور تکبیر تحریمہ کہتا ہوا رکوع میں گیا اور تکبیر اس وقت ختم ہوئی کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنے تک پہنچ جائیں، نماز نہ ہوگی۔

☆ مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا مگر لفظ اکبر امام سے پہلے ختم کر دیا تو نماز نہ ہوئی۔

☆ یقین کے ساتھ یہ معلوم نہیں کہ اس نے امام سے پہلے تکبیر تحریمہ کہی یا امام کے بعد تو اگر غالب گمان یہ ہے کہ امام کے بعد کہی تو نماز ہو جائے گی۔ اگر غالب گمان کسی طرف نہیں تو احتیاط یہ ہے کہ نماز توڑ کر پھر سے تکبیر تحریمہ کہے۔

☆ جو شخص تکبیر نہ کہہ سکتا ہو، یعنی گونگا ہو یا کسی اور وجہ سے زبان بند ہو تو تلفظ واجب نہیں، محض دل میں ارادہ کرلینا کافی ہے۔

☆ لفظ اللہ کے ہمزہ کو کھینچ کر آللہ کہنا، اسی طرح لفظ اکبر کے ہمزہ کو کھینچ کر آکبر کہنا، یوں ہی لفظ اکبر کی با کے بعد الف بڑھا کر اکبار پڑھنا حرام ہے۔

☆ پہلی رکعت کا رکوع مل گیا تو تکبیر اولیٰ کی فضیلت پا گیا۔

قِیام

☆ کم سے کم قیام یہ ہے کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنے تک نہ پہنچیں اور پورا قیام یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو۔

☆ قیام قراءت کی مقدار ہے، یعنی جتنی مقدار میں قراءت کی فرضیت ادا ہو جائے، اتنی دیر کا قیام فرض، جتنی دیر میں واجب قراءت کر سکے، اتنی دیر کا قیام واجب، جتنی دیر میں سنت قراءت کر سکے، اتنی دیر کا قیام سنت۔

☆ یہ مقدار پہلی رکعت کے علاوہ اور رکعتوں کے لیے ہے۔ پہلی رکعت میں فرض کی مقدار تکبیر تحریمہ سے لے کر فرض قراءت کرنے تک اور سنت قراءت کی مقدار پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ اور تسمیہ پڑھنے کی مقدار کو بھی شامل ہے۔

☆ قیام و قراءت کا واجب و سنت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے چھوڑنے سے واجب یا سنت کا چھوڑنا لازم آئے گا، ورنہ اس کے ادا کرنے میں جتنی دیر قیام کیا اور جو کچھ قراء ت کی، سب فرض ہی کی ادائیگی شمار کی جائے گی اور اس پر فرض ہی کا ثواب پائے گا۔

☆ فرض، وتر، عیدین اور فجر کی سنت میں قیام فرض ہے کہ شرعی عذر کے بغیر اگر یہ نمازیں

بیٹھ کر پڑھے گا، نہ ہوں گی۔

☆ قیام کی حالت میں بغیر کسی عذر کے ایک پیر زمین سے اٹھا لینا مکروہ تحریمی ہے۔

☆ اگر قیام کر سکتا ہے مگر سجدہ نہیں کر سکتا تو بہتر ہے کہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے۔ ایسی صورت میں کھڑے ہو کر بھی اشارے سے سجدہ کرتے ہوئے پڑھ سکتا ہے۔

☆ جو شخص سجدہ تو کر سکتا ہے مگر سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہے، وہ بھی بیٹھ کر اشارے سے پڑھے۔ کھڑے ہو کر بھی اشارے سے سجدہ کرتے ہوئے پڑھ سکتا ہے۔

☆ اگر کھڑے ہونے میں پیشاب کا قطرہ آتا ہے یا زخم بہتا ہے اور کسی صورت سے اس کو روک نہیں سکتا مگر بیٹھنے سے نہیں آتا تو فرض ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔

☆ اگر اتنا کمزور ہے کہ مسجد میں جماعت کے لیے جانے کے بعد کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکے گا اور گھر میں پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے، ایسی صورت میں گھر میں ہی نماز پڑھے۔

☆ کھڑے ہونے میں اگر ہلکی پھلکی تکلیف ہو تو قیام ساقط نہ ہوگا بلکہ پیچھے جو صورتیں بیان کی گئیں، انہیں کے پائے جانے کے وقت قیام ساقط ہوگا۔

☆ اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔

☆ اگر کچھ دیر ہی کھڑا ہو سکتا ہے، اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ لے تو فرض ہے کہ کھڑے ہو کر اتنا کہہ لے، پھر بیٹھ جائے۔

☆ آج کل عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ہلکا سا بخار آیا، یا ہلکی سی تکلیف ہوئی تو لوگ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ہیں جب کہ وہ کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہیں، ان کی نمازیں نہیں ہوتیں۔ اسی طرح اگر خادم یا دیوار وغیرہ کا ٹیک لے کر پڑھ سکتے تھے مگر پھر بھی بیٹھ کر

پڑھے تب بھی نماز نہ ہوئی۔ ایسی نمازوں کو دہرانا فرض ہے۔

☆ کشتی پر سوار ہے، وہ چل رہی ہے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں چکر آنے کا غالب گمان ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔

قراءت

☆ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور سنت، وتر اور نفل کی ہر رکعت میں امام اور منفرد کے لیے ایک آیت کی مقدار قرآن کی تلاوت کرنا فرض ہے۔

☆ چھوٹی آیت جس میں دو یا دو سے زیادہ کلمے ہوں، اس کے پڑھنے سے فرض ادا ہو جائے گا۔

☆ قراءت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے تمام حروف مخارج سے ادا کیے جائیں کہ ہر حرف دوسرے حرف سے ممتاز ہو جائے۔

☆ جن نمازوں میں تلاوت آہستہ کی جائے، ان میں بھی اتنی آواز ہو کہ اگر کوئی مانع یعنی شور و غل نہ ہو تو خود سن سکے، ورنہ نماز نہ ہوگی۔

☆ سورتوں کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ایک پوری آیت ہے مگر صرف اس کے پڑھنے سے فرض ادا نہ ہوگا۔

رکوع

☆ اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں تک پہنچ جائیں، یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے اور پورا رکوع یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی بچھا دے۔

☆ کُبڑا شخص جس کی پیٹھ اتنی جھکی ہوئی ہو کہ رکوع کی حد کو پہنچ گئی ہو، وہ رکوع کے لیے سر سے اشارہ کرے۔

سُجود

☆ زمین پر پیشانی اور ناک کی ہڈی جما دینے کو سجدہ کہتے ہیں۔

☆ ہر رکعت میں دو بار سجدہ فرض ہے۔

☆ سجدہ میں پیر کی ایک انگلی کا پیٹ زمین سے لگنا سجدہ کے لیے شرط ہے۔

☆ اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پیر زمین سے اٹھے رہے تو نماز نہ ہوئی بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی تب بھی نماز نہ ہوئی۔

☆ اگر کسی عذر کی وجہ سے پیشانی زمین پر نہیں لگا سکتا تو صرف ناک سے سجدہ کرے۔ پھر بھی ناک کی ہڈی زمین پر لگنا ضروری ہے۔

☆ صرف گال یا ٹھوڑی زمین پر لگانے سے سجدہ ادا نہ ہوگا، چاہے عذر کی وجہ سے ہو یا بغیر عذر کے۔

☆ کسی نرم چیز مثلاً گھاس، روئی، قالین وغیرہ پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی جم گئی، یعنی اتنی دبی کہ اب دبانے سے نہ دبے تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔

☆ مجمع بہت زیادہ ہے اور جگہ بالکل نہیں تو اس صورت میں اگر اپنی ران پر سجدہ کیا تب بھی نماز درست ہے۔ گھٹنے پر سجدہ کرنا کسی صورت میں درست نہیں۔

☆ با جماعت نماز ہو رہی ہے اور بھیڑ بہت زیادہ ہے کہ بالکل جگہ نہیں، ایسی صورت میں کسی ایسے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا جو اس جماعت میں شریک ہے تو درست ہے، ورنہ درست نہیں۔

☆ عمامے کی پیچ پر سجدہ کیا، اگر پیشانی خوب جم گئی تو کوئی حرج نہیں، اگر خوب جمی نہیں بلکہ صرف چھو گئی اور دبانے سے اور دبے گی یا سر کا کوئی حصہ لگا تو سجدہ نہ ہوگا۔

☆ ایسی جگہ سجدہ کیا جو قدم کی بہ نسبت بارہ اونگل زیادہ اونچی ہے تو سجدہ نہ ہوگا۔

☆ کسی چھوٹے پتھر پر سجدہ کیا، اگر پیشانی کا زیادہ حصہ لگ گیا تو سجدہ ہو گیا، ورنہ نہیں۔

قعدۂ اخیرہ

☆ نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد اتنی دیر بیٹھنا کہ پوری التحیات یعنی رســولــہ تک پڑھ لی جائے، فرض ہے۔

☆ پورا قعدۂ اخیرہ سوتے میں گزر گیا تو بیدار ہونے کے بعد تشہد کی مقدار بیٹھنا فرض ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی۔

☆ قیام، قراءت، رکوع، سجود میں بھی اگر شروع سے اخیر تک سوتا ہی رہا تو بیدار ہونے کے بعد ان کو دہرانا فرض ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی اور ایسی نماز میں سجدۂ سہو بھی کرے۔ یہ کیفیت خاص کر تراویح، شبینہ وغیرہ میں ہوتی ہے۔

☆ پوری رکعت سوتے میں پڑھ لی تو نماز فاسد ہوگئی۔

☆ چار رکعت والی فرض نمازوں میں چوتھی رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا اور کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا، بیٹھ جائے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔

☆ پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو فرض باطل ہو گیا۔ اب ایک رکعت اور ملا لے اور یہ چھ رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔ اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔

☆ فجر میں دوسری رکعت کے بعد نہ بیٹھا اور تیسری کا سجدہ کرلیا یا مغرب میں تیسری پر نہ بیٹھا اور چوتھی کا سجدہ کرلیا تب بھی فرض باطل ہو کر نفل ہو گیا۔ فجر میں ایک رکعت اور ملا لے اور فجر، مغرب دونوں میں اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔

☆ قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد یاد آیا کہ سجدۂ تلاوت یا نماز کا کوئی سجدہ کرنا باقی ہے اور کرلیا تو فرض ہے کہ سجدہ کے بعد پھر تشہد کی مقدار بیٹھے، ورنہ نماز نہ ہوگی۔

☆ سجدۂ سہو کرنے سے پہلا قعدہ باطل نہ ہوا مگر تشہد واجب ہے۔ یعنی اگر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دیا تو فرض ادا ہو گیا مگر گنہگار رہوا۔ نماز کا اعادہ واجب ہے۔

خروج بِصُنعِہٖ

☆ قعدۂ اخیرہ کے بعد قصداً نماز کے منافی کوئی کام کر کے نماز سے باہر نکلنے کو خروج بصنعہٖ کہتے ہیں۔

☆ قعدۂ اخیرہ کے بعد لفظ سلام کہہ کے نماز سے باہر نکلنا واجب ہے، لہٰذا اگر اس کے علاوہ کسی اور کام سے نماز سے باہر نکلنا چاہا تو نماز باطل اور واجبُ الاعادہ ہوگی۔

☆ نماز کے منافی کوئی بات بلا قصد پائی گئی تو نماز باطل ہو جائے گی، جیسے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد تیمّم والا پانی پر قادر ہو گیا، یا پٹی پر مسح کیے ہوئے تھا اور زخم اچھا ہو کر وہ پٹی گر گئی وغیرہما۔

فرائضِ نماز کے متفرق مسائل

☆ قیام، رکوع، سجود اور قعدۂ اخیرہ میں ترتیب فرض ہے۔ اگر قیام سے پہلے رکوع کر لیا پھر قیام کیا تو اگر اس قیام کے بعد دوبارہ رکوع کر لے گا اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لے گا تو نماز درست ہوگی، ورنہ فاسد ہو جائے گی۔

☆ جو باتیں نماز میں فرض ہیں، ان میں امام کی متابعت مقتدی پر فرض ہے۔

☆ امام سے پہلے اگر کوئی عمل کیا تو اگر امام کے ساتھ یا امام کے بعد اس کو دوبارہ کیا تب تو نماز صحیح ہوئی، ورنہ نماز نہ ہوگی۔

☆ امام سے پہلے رکوع یا سجدہ میں چلے گیا، پھر امام کے رکوع یا سجدہ میں آنے سے پہلے اس نے سر اٹھا لیا، اب اگر امام کے ساتھ یا امام کے رکوع یا سجدہ کرنے کے بعد اس نے رکوع یا سجدہ کر لیا تو اس کی نماز درست ہوئی، ورنہ نہیں۔

☆ مقتدی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ امام کی نماز کو اپنے خیال میں صحیح تصور کرتا ہو۔ اگر اپنے امام کی نماز کو باطل سمجھتا ہے تو اس کی نماز اس امام کے پیچھے نہیں ہوگی، اگرچہ امام کی نماز درست ہو۔

نماز کے واجبات

☆ کسی بات کا نماز میں واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے جان بوجھ کر چھوڑنے سے نماز فاسد اور واجب الاعادہ ہوگی۔ اگر بھول کر ان میں سے ایک یا کئی چھوٹ جائیں تو قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد دائیں جانب ایک سلام پھیر کر دو سجدے (سجودِ

سہو) کرنے سے نماز ہو جائے گی۔

درج ذیل باتیں نماز میں واجب ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ میں لفظ اللہ اکبر کہنا۔ (۲) سورۂ فاتحہ (الحمد) پڑھنا۔ (۳) فرض کی دو پہلی رکعتوں میں اور سنت، نفل اور وتر کی ہر رکعت میں الحمد کے ساتھ سورت یا تین چھوٹی آیتیں ملانا۔ (۴) الحمد کا سورت سے پہلے ہونا۔ (۵) الحمد اور سورت کے درمیان (آمین اور بسم اللہ کے علاوہ) کسی دوسری چیز کا نہ ہونا۔ (۶) قراءت کے فوراً بعد رکوع کرنا۔ (۷) ایک سجدے کے بعد فوراً دوسرا سجدہ کرنا۔ (۸) تعدیلِ ارکان یعنی سارے ارکان کو سکون واطمینان سے ادا کرنا۔ (۹) قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔ (۱۰) جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا۔ (۱۱) قعدۂ اولیٰ، اگر چہ نماز نفل ہو۔ (۱۲) ہر قعدہ میں پورا تشہد پڑھنا۔ (۱۳) فرض، واجب اور سُنَن مؤکدہ میں قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ نہ پڑھنا۔ (۱۴) دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا، ایک لفظ بھی نہ چھوٹے، ورنہ واجب کا ترک کرنا لازم آئے گا۔ (۱۵) لفظ السلام دو بار کہنا۔ (۱۶) وتر میں دعائے قنوت پڑھنا۔ (۱۷) دعائے قنوت سے پہلے اللہ اکبر کہنا۔ (۱۸) عیدین کی چھ‌وؤں تکبیریں۔ (۱۹) عیدین میں دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے کی تکبیر۔ (۲۰) امام کو ہر جہری نماز میں بلند آواز سے اور امام ومنفرد دونوں کو ہر سرّی نماز میں آہستہ قراءت کرنا۔ (۲۱) ہر واجب اور فرض کا اس کی جگہ پر ادا کرنا۔ (۲۲) ہر رکعت میں ایک ہی مرتبہ رکوع کرنا۔ (۲۳) ہر رکعت میں دو ہی مرتبہ سجدہ کرنا۔ (۲۴) دوسری رکعت سے پہلے قعدہ نہ کرنا اور چار رکعت والی میں تیسری پر قعدہ نہ کرنا۔ (۲۵) آیتِ سجدۂ پڑھی تو سجدۂ تلاوت کرنا۔ (۲۶) اگر سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو کرنا۔ (۲۷) امام جب قراءت کرے، چاہے بلند آواز سے، چاہے آہستہ، اس وقت مقتدی کا چُپ

رہنا۔(۲۸) سوائے قراءت کے تمام چیزوں میں امام کی پیروی کرنا۔

☆ کسی قعدہ میں تشہد کا کوئی حصہ بھول جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

☆ آیت سجدہ پڑھنے کے بعد سجدہ کرنے میں بھول کر تین آیت یا اس سے زیادہ کی تاخیر ہوگئی تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

☆ پہلے سورہ پڑھا، پھر الحمد للہ تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

☆ الحمد للہ اور سورہ کے درمیان تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار چُپ رہا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

☆ الحمد للہ کا ایک لفظ بھی چھوٹ گیا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

☆ امام تشہد پڑھ کر کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے ابھی پورا نہیں پڑھا تھا تو مقتدی کو واجب ہے کہ پورا تشہد پڑھے، پھر کھڑا ہو۔

☆ کسی رکعت کا ایک سجدہ بھول گیا تو جب یاد آئے کرلے، اگرچہ سلام کے بعد یاد آئے اور نماز کے منافی کوئی کام نہ کیا ہو۔

☆ ایک رکعت میں بھول کر تین سجدے کیے، یا دو رکوع کیا یا قعدۂ اولیٰ بھول گیا تو سجدۂ سہو کرے۔

☆ فرض، وتر، سنن مؤکدہ کے قعدۂ اولیٰ میں اگر بھول کر تشہد کے بعد اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ یا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا یا اس سے زیادہ کہہ لیا تو سجدۂ سہو کرے۔

☆ اگر مقتدی نے قعدۂ اولیٰ میں امام سے پہلے تشہد پڑھ کر ختم کرلیا تو اب خاموش رہے، درود، دعا وغیرہ کچھ نہ پڑھے۔

☆ مسبوق (جماعت میں جس کی ایک یا کئی رکعت چھوٹ گئی ہو) قعدۂ اخیرہ میں تشہد کو

ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام کے وقت تک اس کو مکمل کرے، اگر سلام سے پہلے مکمل کرلیا تو اب کلمۂ شہادت دہراتا رہے۔

نماز کی سنتیں

(۱) تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھانا۔

(۲) ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دینا۔ (نہ بالکل ملائیں اور نہ تکلف کے ساتھ کشادہ رکھیں)۔

(۳) ہتھیلیوں اور انگلیوں کے پیٹ کا قبلہ رو ہونا۔

(۴) تکبیر کے وقت سر نہ جھکانا۔

(۵) تکبیر سے پہلے ہاتھ اٹھانا۔

(۶،۷،۸) تکبیر قنوت اور تکبیرات عیدین میں بھی کانوں تک ہاتھ لے جانے کے بعد تکبیر کہنا۔ ان کے علاوہ کسی جگہ نماز میں ہاتھ اٹھانا سنت نہیں۔

☆ بغیر ہاتھ اٹھائے پوری تکبیر کہہ لی تو اب ہاتھ نہ اٹھائیں۔

☆ اللہ اکبر پورا کہنے سے پہلے یاد آ گیا تو ہاتھ اٹھالیں۔

☆ عورتوں کے لیے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔

☆ اگر کوئی شخص ایک ہی ہاتھ اٹھا سکتا ہے تو ایک ہی اٹھائے۔

(۹،۱۰،۱۱) امام کا بلند آواز سے اَللّٰهُ اَكْبَرُ، سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور سلام کہنا۔ اتنی بلند آواز سے کہے، جتنی کی ضرورت ہو، بلا ضرورت بہت زیادہ بلند آواز کرنا مکروہ ہے۔

☆ امام کو تکبیر تحریمہ اور تکبیرات انتقال سب بلند آواز سے کہنا مسنون ہے۔

☆ اگر امام کی تکبیر کی آواز تمام مقتدیوں کو نہیں پہنچ پا رہی ہے تو بہتر ہے کہ کوئی مقتدی بھی بلند آواز سے تکبیر کہے تاکہ نماز شروع ہونے اور انتقال کا حال سب کو معلوم ہو جائے۔

☆ مُکَبِّر اس جگہ سے تکبیر کہے، جہاں تک امام کی آواز بلا تکلف نہیں پہنچ سکتی۔ پہلی یا دوسری صف میں کھڑے مُکَبِّر کو تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں۔

☆ مُکَبِّر امام کی آواز کے ساتھ تکبیر کہے، یہ انتظار نہ کرے کہ امام تکبیر کہہ لے گا تو میں کہوں گا۔

☆ مُکَبِّر نے تکبیر میں مد کیا تو امام اپنی تکبیر کہہ لینے کے بعد اس کا انتظار نہ کرے بلکہ اپنی تکبیر ختم کر کے امام تشہد وغیرہ شروع کر دے۔ انتظار میں اگر امام نے تین تسبیح کے برابر وقفہ کر دیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

☆ بلا ضرورت مقتدی کو بلند آواز سے تکبیر کہنا مکروہ اور بدعت ہے۔

☆ تکبیر تحریمہ سے اگر صرف اعلان (آواز پہنچانا) مقصود ہو تو نماز نہیں ہوگی۔ اس طرح ہونا چاہیے کہ تکبیر تحریمہ سے تحریمہ اور بلند آواز سے اعلان مقصود ہو۔

(۱۲) تکبیر کے فوراً بعد ہاتھ باندھ لینا۔

☆ مرد ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی کلائی کے جوڑ پر رکھیں۔ چھنگلیاں اور انگوٹھا کلائی کے اغل بغل رکھیں اور باقی انگلیوں کو بائیں کلائی کی پشت پر بچھائیں۔

☆ عورتیں بائیں ہتھیلی سینہ پر چھاتی کے نیچے رکھ کر اس کی پشت پر دائیں ہتھیلی رکھیں۔

☆ بعض لوگ تکبیر کے بعد ہاتھ کو سیدھا لٹکا لیتے ہیں، پھر باندھتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ تکبیر کے فورا بعد ہاتھ لٹکائے بغیر اپنی جگہ باندھ لیں۔

☆ بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھیں تب بھی اسی طرح ہاتھ باندھیں۔

☆ نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ کے بعد سے چوتھی تکبیر تک ہاتھ باندھیں۔

☆ عیدین کی تکبیرات میں ہاتھ نہ باندھیں۔

(۱۳،۱۴،۱۵) ثنا،تعوذ (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ) اورتسمیہ (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) پڑھنا۔(۱۶) آمین کہنا۔(۱۷) ان سب کا آہستہ ہونا۔

(۱۸،۱۹،۲۰) پہلے ثنا پڑھیں، پھر تعوذ، پھر تسمیہ۔

(۲۱) ہر ایک کے بعد دوسرے کو فوراً پڑھیں، وقفہ نہ کریں۔

(۲۲) تحریمہ کے بعد فوراً ثنا پڑھیں۔

☆ امام نے بلند آواز سے قراءت شروع کر دی تو مقتدی ثنا نہ پڑھے، اگر چہ دور ہونے کی وجہ سے امام کی آواز نہ سن پاتا ہو۔

☆ امام آہستہ قراءت کرتا ہو تو مقتدی ثنا پڑھ لے۔

☆ امام کو رکوع یا پہلے سجدے میں پایا تو اگر غالب گمان ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا پڑھنے کے بعد بھی اس کو رکوع یا سجدے میں پالے گا تو ثنا پڑھ کر شامل ہو۔

☆ اگر امام کو قعدہ یا دوسرے سجدے میں پایا تو بہتر ہے کہ بغیر ثنا پڑھے شامل ہو جائے۔

☆ نماز میں تعوذ اور تسمیہ قراءت کے تابع ہیں اور مقتدی کے لیے قراءت نہیں، لہٰذا تعوذ و تسمیہ بھی مقتدی کے لیے مسنون نہیں۔

☆ جس مقتدی کی کوئی رکعت چھوٹ گئی ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب وہ اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرے تو تعوذ و تسمیہ بھی پڑھے۔

☆ تعوذ صرف پہلی رکعت میں ہے اور تسمیہ ہر رکعت کے شروع میں مسنون ہے۔

☆ سورۂ فاتحہ کے بعد اگر شروع سورت سے پڑھنا شروع کرے تو بسم اللہ مستحسن ہے۔

☆ قراءت سری ہو یا جہری بہر حال بسم اللہ آہستہ پڑھی جائے۔

☆ اگر ثنا، تعوذ اور تسمیہ پڑھنا بھول گیا اور قراءت شروع کردی تو اعادہ نہ کرے، اس لیے کہ اب ان کا محل ہی نہیں۔

☆ اگر ثنا پڑھنا بھول گیا اور تعوذ شروع کر دیا تو ثنا کا اعادہ نہیں۔

☆ مسبوق (جس کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئی ہوں) شروع میں ثنا نہ پڑھ سکا تو جب اپنی باقی رکعتیں پڑھنا شروع کرے، اس وقت پڑھ لے۔

☆ فرض نمازوں میں نیت کے بعد اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ. اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ. پڑھنا کوئی ضروری نہیں، اگر پڑھنا چاہیں تو وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کی جگہ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہیں۔

☆ امام جب وَ لَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو مقتدی آہستہ سے آمین کہے۔

☆ امام کی آواز اس کو نہ پہنچی مگر کسی مقتدی نے بلند آواز سے یا آہستہ آمین کہی تو یہ بھی آمین کہے۔

☆ سری نماز میں امام نے آمین کہی اور یہ اس کے قریب تھا کہ اس کی آواز سن لیا تو یہ بھی آمین کہے۔

(۲۳) عیدین میں تکبیر تحریمہ ہی کے بعد ثنا کہہ لیں اور ثنا پڑھتے وقت ہاتھ باندھ لیں اور اعوذ باللہ چوتھی تکبیر کے بعد کہیں۔

(۲۴) رکوع میں تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہنا۔

☆ رکوع میں سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہتے وقت اگر ''ظ'' صحیح ادا نہیں کر سکتے ہیں تو سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْکَرِیْمِ کہیں۔

☆ تین بار تسبیح کا ادنیٰ درجہ ہے، اس سے کم میں سنت ادا نہ ہوگی اور تین بار سے زیادہ کہیں تو افضل ہے مگر ختم طاق عدد پر ہو۔

☆ امام کے لیے پانچ بار تسبیح کہنا مستحب ہے۔

(۲۶،۲۵) مردوں کو گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑ لینا اور انگلیاں کشادہ رکھنا۔

(۲۸،۲۷) عورتوں کو محض گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا اور انگلیاں کشادہ نہ کرنا۔

☆ آج کل اکثر مرد رکوع میں محض گھٹنے پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں اور انگلیاں ملا کر رکھتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے۔

(۲۹) رکوع کی حالت میں دونوں پیروں کو سیدھا رکھنا۔

(۳۰) رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا۔

☆ اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں، یعنی جب رکوع کے لیے جھکنا شروع کریں تو اللہ اکبر سے شروع کریں اور ختم رکوع پر تکبیر ختم کریں۔

☆ کسی آنے والے کی وجہ سے رکوع یا قراءت کو لمبی کرنا مکروہ تحریمی ہے جب کہ اس کو پہچانتا ہو۔

☆ اگر آنے والے کو پہچانتا نہیں تو قراءت یا رکوع کو لمبا کرنا بہتر ہے کہ یہ نیکی پر مدد کرنا ہے۔

☆ مقتدی نے ابھی تین بار تسبیح نہ کہی تھی کہ امام نے رکوع یا سجدے سے سر اٹھالیا تو مقتدی پر امام کی متابعت واجب ہے۔

☆ اگر مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدے سر اٹھالیا تو واپس لوٹنا واجب ہے، اگر نہیں

لوٹے گا تو مکروہ تحریمی ہونے کی وجہ سے گنہ گار رہوا۔

(۳۱) ہر تکبیر میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی ''ر'' کو جزم کے ساتھ (اَکْبَرْ) پڑھنا۔

(۳۲) رکوع میں پیٹھ خوب بچھی رکھنا، یہاں تک کہ اگر پانی کا پیالہ پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہر جائے۔

(۳۳) عورتیں رکوع میں تھوڑا جھکیں، یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کریں اور گھٹنوں پر زور نہ دیں بلکہ صرف ہاتھ رکھ دیں۔ ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی رکھیں اور پاؤں جھکے ہوئے رکھیں، مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کر دیں۔

(۳۴) رکوع سے جب اٹھیں تو ہاتھ نہ باندھیں، لٹکا ہوا چھوڑ دیں۔

(۳۵) سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کی ''ہ'' کو ساکن کر کے (حَمِدَہْ) پڑھنا۔

(۳۶) رکوع سے اٹھنے میں امام کے لیے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا۔

(۳۷) مقتدی کو اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَ لَکَ الْحَمْدُ کہنا۔

(۳۸) منفرد کو دونوں کہنا۔

☆ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے مگر رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ کہنا زیادہ بہتر ہے اور اس سے پہلے اَللّٰھُمَّ کا اضافہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

(۳۹، ۴۰) سجدے میں جانے کے لیے اور سجدے سے اٹھنے کے لیے اللہ اکبر کہنا۔

(۴۱) سجدے میں کم از کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا۔

(۴۲) سجدے میں ہاتھ کا زمین پر رکھنا۔

(۴۳-۵۰) سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے رکھیں پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور اٹھتے وقت پہلے پیشانی اٹھائیں پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے۔

(۵۲،۵۱) مرد کے لیے سجدے میں بازو کو کروٹوں سے اور پیٹ کو رانوں سے جدا رکھنا۔
(صف میں ہوتو بازو کو کروٹ سے جدا نہ کرے)

(۵۳) کلائیوں کوزمین پر نہ بچھانا۔

(۵۴) سجدے میں اعتدال کرنا۔

(۵۵-۵۸) عورتیں سمٹ کر سجدہ کریں، یعنی بازوؤں کو کروٹوں سے، پیٹ کو ران سے، ران کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو زمین سے ملا دیں۔

(۵۹) دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھیں، اگر کسی عذر کی وجہ سے ایک ساتھ نہ رکھ سکتے ہوں تو پہلے داہنا رکھیں پھر بایاں۔

(۶۰) دونوں سجدوں کے درمیان بایاں پیر بچھا کر اور دایاں کھڑا رکھ کر تشہد کی طرح بیٹھنا۔

(۶۱) ہاتھوں کا رانوں پر رکھنا۔

(۶۲) سجدوں میں انگلیاں قبلہ رو ہونا۔

(۶۳) ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی ہونا۔

(۶۴) سجدہ میں دونوں پیروں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگے ہوئے ہونا۔

☆ ہر پیر کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا واجب ہے۔

(۶۶،۶۵) دونوں سجدے کرنے کے بعد اگلی رکعت کے لیے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا۔

☆ اگر کمزوری وغیرہ عذر کے سبب زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھیں تب بھی کوئی حرج نہیں۔

(۶۷-۷۰) دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بایاں پیر بچھا کر، دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا، داہنا قدم کھڑا رکھنا اور داہنے پیر کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا۔(یہ

مرد کے لیے ہے)

(۷۱، ۷۲) عورتیں دونوں پیر دائیں جانب نکال دیں اور بائیں سرین پر بیٹھیں۔

(۷۳، ۷۴) دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھنا اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر۔

(۷۵، ۷۶) انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑنا کہ نہ بالکل کھلی ہوئی ہوں، نہ ملی ہوئی۔ انگلیوں کے کنارے گھٹنوں کے پاس ہوں، البتہ گھٹنے نہ پکڑیں۔

(۷۷) التحیات میں جب کلمۂ شہادت پر پہنچیں تو انگلی سے اس طرح اشارہ کرنا کہ چھوٹی انگلی اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کرلیں، انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنائیں، لفظ لَا پر کلمہ کی انگلی اٹھائیں، لفظ اِلَّا پر گرادیں اور سب انگلیاں سیدھی کرلیں۔

(۷۸) قعدۂ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھیں تو زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اٹھیں بلکہ گھٹنوں پر زور دے کر اٹھیں۔

☆ نماز فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا افضل ہے، سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا بھی جائز ہے اور تین تسبیح کی مقدار چپ کھڑے رہے تب بھی نماز ہو جائے گی مگر خاموش نہ رہیں بلکہ کچھ نہ کچھ پڑھتے رہیں۔

(۷۹) دوسرے قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا۔ افضل درود ابراہیمی ہے۔

درود ابراہیمی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٥ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ

وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٥

☆ فرض نماز میں قعدۂ اخیرہ کے علاوہ کہیں درود شریف نہیں پڑھا جائے گا۔

(۸۰) سنن غیر مؤکدہ اور نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں بھی درود شریف پڑھنا مسنون ہے۔

(۸۱) درود شریف کے بعد دعا پڑھنا۔

(۸۲) دعا عربی زبان میں پڑھیں، غیر عربی میں مکروہ ہے۔

☆ اپنے اور اپنے والدین اور اساتذہ کے لیے (جب کہ مسلمان ہوں) اور تمام مومنین و مومنات کے لیے دعا مانگیں، خاص اپنے ہی لیے نہ مانگیں۔

☆ ماں، باپ اور اساتذہ جب کافر ہوں اور انتقال کر گئے ہوں تو ان کے لیے مغفرت کی دعا حرام ہے بلکہ بعض فقہا نے کفر بھی لکھا ہے۔ ہاں اگر زندہ ہوں تو ان کے لیے ہدایت کی دعا کر سکتے ہیں۔

☆ وہ دعائیں جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں، ان کو دعا کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں۔

☆ نماز میں وہ دعا پڑھیں جو یاد ہو اور غیر نماز میں بہتر یہ ہے کہ وہ دعا کریں جو دل میں موجود ہو۔

(۸۳) مقتدی کے تمام انتقالات امام کے ساتھ ہونا۔

(۸۴، ۸۵) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ دو بار کہنا۔

(۸۶، ۸۷) پہلے دائیں طرف، پھر بائیں طرف سلام پھیرنا۔

☆ دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے وقت منہ اتنا پھیریں کہ اگر کوئی شخص پیچھے بیٹھا ہو تو اس کو دایاں اور بایاں رخسار دکھائی دے۔

☆ عَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہنا مکروہ ہے، اسی طرح آخر میں وَ بَرَکَاتُہٗ بھی نہیں ملانا چاہیے۔

(۸۸، ۸۹) امام دونوں سلام بلند آواز سے کہے، دوسرے سلام میں پہلے کی بہ نسبت آواز کچھ پست رکھے۔

☆ امام نے سلام پھیرا تو مقتدی بھی فوراً سلام پھیر دے۔

☆ امام کے سلام پھیرنے تک اگر مقتدی تشہد پورا نہ کر سکا تھا تو واجب ہے کہ پہلے تشہد پورا کرے پھر سلام پھیرے۔

☆ جس کی ایک یا کئی رکعت چھوٹ گئی ہو، وہ شخص امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے بلکہ امام کے سلام پھیرتے ہی اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے۔

☆ امام کے سلام پھیرنے سے مقتدی نماز سے باہر نہ ہوا جب تک یہ خود بھی سلام نہ پھیرے یہاں تک کہ اگر اس نے امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنے سلام پھیرنے سے پہلے قہقہہ لگا دیا تو اس کا وضو جاتا رہا۔

☆ مقتدی کو امام سے پہلے سلام پھیرنا جائز نہیں۔

☆ پہلی بار لفظ سلام کہتے ہی امام نماز سے باہر ہو گیا اگرچہ علیکم نہ کہا ہو، اس وقت اگر کوئی جماعت میں شریک ہوا تو اقتدا صحیح نہ ہوئی۔

☆ امام داہنے سلام میں ان مقتدیوں کی نیت کرے جو دائیں طرف ہیں اور بائیں سلام سے بائیں طرف والوں کی۔ دونوں سلاموں میں کراماً کاتبین اور ان ملائکہ کی نیت کرے، جن کو اللہ عزوجل نے حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔

☆ مقتدی بھی ہر طرف سے سلام میں اس طرف والے مقتدیوں اور ان فرشتوں کی نیت کرے۔ مقتدی کے جس طرف امام ہو، اس طرف سلام پھیرتے وقت امام کی بھی نیت کرے اور اگر امام کے پیچھے بالکل سیدھائی میں ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی

نیت کرے۔

(۹۰) سلام کے بعد امام کے لیے مستحب ہے کہ دائیں طرف رخ کر کے بیٹھ جائے، اسی طرح مقتدیوں کی طرف بھی منہ کر کے بیٹھ سکتا ہے۔

☆ کوئی مقتدی امام کے بالکل پیچھے نماز میں ہو، اگر چہ کسی پچھلی صف میں ہو تو امام مقتدیوں کی طرف رخ کر کے نہ بیٹھے۔

☆ ظہر، مغرب اور عشا کے بعد امام مختصر دعاؤں پر اکتفا کر کے سنت پڑھے، زیادہ لمبی دعائیں نہ مانگے۔

☆ فجر اور عصر کے بعد اختیار ہے جس قدر ذکر اور دعائیں پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے جب کہ مقتدیوں پر شاق نہ گزرے۔

☆ سنتیں وہیں نہ پڑھے بلکہ کچھ دائیں یا بائیں یا آگے یا پیچھے ہٹ کر پڑھے۔

☆ اگر گھر جا کر بھی سنتیں پڑھے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

☆ جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں فرض کے بعد گفتگو نہیں کرنا چاہیے سنتیں تو ہو جائیں گی مگر ثواب میں کمی ہوگی۔

☆ فرض کے بعد سنتوں میں تاخیر کرنا بھی مکروہ ہے، اسی طرح فرض اور سنت کے درمیان بڑے بڑے اوراد و وظائف بھی پڑھنا مکروہ ہے۔

☆ افضل یہ ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سورج کے بلند ہونے تک وہیں بیٹھے رہیں۔

درود سے متعلق مسائل

☆ پوری زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔

☆ جب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خود لیں یا دوسرے سے سنیں، اس وقت درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ایک مجلس میں اگر سو بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے تو سو بار درود شریف پڑھنا چاہیے۔

☆ اگر نام اقدس لیے یا سنے اور اس وقت درود شریف نہ پڑھ سکے تو کسی دوسرے وقت میں اس کے بدلے درود شریف پڑھیں۔

☆ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھیں تو درود شریف ضرور لکھیں بلکہ بعض علما کے نزدیک اس وقت درود شریف لکھنا واجب ہے۔

☆ اکثر لوگ درود شریف کے بدلے ''صلعم'' یا ''عم'' یا آدھا ص (ص) یا آدھا عین (ع) لکھتے ہیں، یہ ناجائز اور سخت حرام ہے۔

☆ رضی اللہ عنہ کی جگہ (رض) رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ (رح) بھی نہیں لکھنا چاہیے۔

☆ گاہک کو سودا دکھاتے وقت، تاجر کا اس غرض سے درود شریف پڑھنا یا سبحان اللہ کہنا کہ اس چیز کی عمدگی خریدار پر ظاہر کرے ناجائز ہے۔

ان جگہوں پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے

ویسے تو جہاں تک ممکن ہو درود شریف پڑھتے رہنا چاہیے مگر خصوصیت کے ساتھ ان ۲۶/مواقع پر درود شریف پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔(۱)جمعہ کے دن (۲) جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات (۳،۴) صبح اور شام کے وقت (۵) مسجد میں جاتے وقت (۶) مسجد سے نکلتے وقت (۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کے وقت (۸) صفا اور مروہ پر (۹) خطبہ میں (۱۰) اذان کے جواب کے بعد (۱۱) اقامت کے وقت (۱۲) دعا کے شروع میں، بیچ میں اور آخر میں (۱۳) دعائے قنوت کے بعد (۱۴) حج میں لبیک سے فارغ ہونے کے بعد (۱۵) کسی سے ملنے اور جدا ہونے کے وقت (۱۶) وضو کرتے وقت (۱۷) جب کوئی چیز بھول جائیں اور یاد نہ آئے، اس وقت (۱۸) وعظ کہتے وقت (۱۹) پڑھنے کے وقت (۲۰) پڑھانے کے وقت (خصوصاً حدیث شریف پڑھتے وقت اول و آخر) (۲۱) سوال لکھتے وقت (۲۲) فتویٰ لکھتے وقت (۲۳) تصنیف کے وقت (۲۴،۲۵،۲۶) نکاح، منگنی یا جب کوئی بڑا کام کرنا ہو۔

نماز کے مستحبات

(۱) قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ دیکھنا۔(۲) رکوع میں قدموں کی پیٹھ کی طرف دیکھنا۔

(۳) سجدہ میں ناک کی طرف دیکھنا۔(۴) قعدہ میں گود کی طرف دیکھنا۔

(۵) پہلے سلام میں دائیں شانے کی طرف دیکھنا۔

(۶) دوسرے سلام میں بائیں شانے کی طرف دیکھنا۔

(۷) جماہی آئے تو منہ بند کیے رہنا اور نہ رکے تو ہونٹ دانت کے نیچے دبائیں اور اس سے بھی نہ رکے تو قیام میں ہوں تو داہنے ہاتھ کی پیٹھ سے منہ ڈھانک لیں اور قیام کے علاوہ اور حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پیٹھ سے منہ ڈھانک لیں۔ جماہی روکنے کا مجرب طریقہ یہ ہے کہ دل میں خیال کرے کہ انبیا علیہم السلام کو جماہی نہیں آتی تھی۔

(۸) مرد کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کپڑے سے باہر نکالنا۔

(۹) عورت کے لیے کپڑے کے اندر مستحب ہے۔

(۱۰) جہاں تک ممکن ہو کھانسی دفع کرنا۔

(۱۱) جب مُکَبِّر، حَیَّی عَلَی الْفَلَاحِ کہے تو امام و مقتدی سب کا کھڑا ہونا۔

(۱۲) جب مُکَبِّر، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہہ لے تو نماز شروع کر سکتے ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ اقامت پوری ہونے پر شروع کریں۔

(۱۳) قیام میں دونوں پنجوں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ ہونا۔

(۱۴) مقتدی کو امام کے ساتھ شروع کرنا۔

(۱۵) سجدہ زمین پر بغیر کسی حائل کے کرنا۔

مردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق

☆ جس طرح بالغ مرد پر نماز فرض ہے، اسی طرح بالغ عورت پر بھی نماز فرض ہے۔

☆ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت کو نماز پڑھنا حرام ہے، ان دنوں میں عورت کو نماز معاف ہے اور ان نمازوں کی قضا بھی نہیں۔

☆ مرد اور عورت کے نماز پڑھنے کے طریقے میں کچھ فرق ہے، وہ فرق ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

موضع فرق	تعداد	مرد کے لیے کیا حکم ہے؟	عورت کے لیے کیا حکم ہے؟
تکبیر تحریمہ	۱	☆ اپنی ہتھیلیاں آستین کے باہر رکھے۔	☆ اپنی ہتھیلیاں آستین یا چادر کے اندر چھپا کر رکھے۔
	۲	☆ اپنے دونوں ہاتھ کان تک اٹھائے۔	☆ اپنے دونوں ہاتھ صرف مونڈھوں تک اٹھائے۔
قیام	۱	☆ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے۔	☆ پستان (چھاتی) کے نیچے ہاتھ باندھے۔
	۲	☆ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے جوڑ پر رکھے، چھوٹی انگلی اور انگوٹھا کلائی کے ارد گرد حلقہ کی شکل میں رکھے اور بیچ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی کلائی کی پیٹھ پر بچھا دے۔	☆ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو پستان کے نیچے رکھ کر اس کی پیٹھ پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی رکھے۔

رکوع	۱	☆ پورا جھکے، اس طرح کہ پیٹھ خوب بچھائے کہ اگر پانی کا پیالہ بھر کر پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہر جائے۔	☆ صرف اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔
	۲	☆ اپنا سر پیٹھ کے برابر رکھے، نہ نیچے جھکائے اور نہ اونچا اٹھائے۔	☆ اپنا سر پیٹھ سے اونچا رکھے۔
	۳	☆ ہاتھ پر ٹیک لگائے، یعنی وزن دے۔	☆ ہاتھ پر ٹیک نہ لگائے یعنی ہاتھوں پر وزن نہ دے۔
	۴	☆ گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑے۔	☆ ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھے اور گھٹنے پکڑے نہیں۔
	۵	☆ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر انگلیاں خوب کھلی اور کشادہ رکھے۔	☆ ہاتھ کی انگلیاں کشادہ نہ کرے بلکہ ملی ہوئی رکھے۔
	۶	☆ اپنی ٹانگیں بالکل نہ جھکائے بلکہ بالکل سیدھی رکھے۔	☆ اپنی ٹانگیں جھکی ہوئی رکھے، مردوں کی طرح سیدھی نہ رکھے۔
سجدہ	۱	☆ پھیل کر اور کشادہ ہو کر سجدہ کرے۔	☆ سمٹ کر سجدہ کرے۔
	۲	☆ بازو کو کروٹ سے، پیٹ کو ران سے اور ران کو پنڈلیوں سے جدا رکھے۔	☆ بازو کو کروٹ سے، پیٹ کو ران سے، ران کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو زمین سے ملا دے۔
	۳	☆ کلائیاں اور کہنیاں زمین پر نہ بچھائے بلکہ ہتھیلی زمین پر رکھ کر کلائیاں اور کہنیاں اوپر کو اٹھائے رکھے۔	☆ کلائیاں اور کہنیاں زمین پر بچھائے، یعنی زمین سے لگائے۔

جلسہ اور قعدہ	۱	☆اپنا بایاں قدم بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں قدم اس طرح کھڑا رکھے کہ تمام انگلیاں قبلہ رو ہوں۔	☆دونوں پاؤں دائیں طرف نکال دے اور بائیں سرین کے بل زمین پر بیٹھے۔
	۲	☆اپنی ہتھیلیاں ران پر رکھے اور انگلیاں اپنی حالت پر چھوڑ دے، یعنی انگلیاں نہ کشادہ رکھے اور نہ ملی ہوئی رکھے۔	☆اپنی ہتھیلیاں ران پر رکھے اور انگلیاں ملی ہوئی رکھے۔
آگے سے گزرنا	۱	☆نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی شخص آگے سے گزرے تو سبحان اللہ کہہ کر گزرنے والے کو متنبہ کرے۔	☆نماز پڑھ رہی ہے اور کوئی آگے سے گزرے تو ہاتھ پر ہاتھ مار کر متنبہ کرے، اس کو شرعی اصطلاح میں ''تصفیق'' کہتے ہیں۔
نماز فجر	۱	☆نماز فجر میں اتنا اجالا ہونے تک تاخیر کرنا مستحب ہے کہ زمین روشن ہو جائے اور لوگ ایک دوسرے کو آسانی سے پہچان لیں۔	☆نماز فجر اول وقت (اندھیرے) میں پڑھے۔ فجر کی نماز عورت، مردوں کی جماعت قائم ہونے سے پہلے پڑھے، باقی نمازوں میں مردوں کی جماعت کا انتظار کرے، یعنی مردوں کی جماعت ہونے کے بعد پڑھے۔

نماز جمعہ وعیدین	۱	☆مردوں پر جمعہ کی نماز فرض ہے اور عیدین کی نماز واجب۔	☆عورتوں پر جمعہ اور عیدین کی نماز نہیں ہے۔ جمعہ کی جگہ ظہر کی نماز پڑھیں اور عیدین کی مطلقاً نہیں۔

نماز کے بعد کے اذکار اور دعائیں

☆ احادیث میں جو طویل الفاظِ ذکر اور وظیفے وارد ہیں، ظہر، مغرب اور عشا میں وہ سنتوں کے بعد پڑھے جائیں، ان نمازوں میں سنت سے پہلے مختصر دعا کرنی چاہیے، ورنہ سنتوں کا ثواب کم ہو جائے گا۔ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک ذکر کرنے کی بہت فضیلت ہے۔

☆ احادیث میں کسی دعا کے بارے میں جو تعداد وارد ہے، اس سے کم یا زیادہ نہ کریں، اس لیے کہ کمی اور زیادتی میں وہ فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔ ذکر کرتے وقت اگر تعداد میں شک واقع ہو گیا تو پوری کر لیں۔

ہر نماز کے بعد

☆ ہر نماز کے بعد تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْۢبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ پڑھیں۔

(ترجمہ) میں اپنے پروردگار اللہ عزوجل سے ہر گناہ کی معافی طلب کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

☆ آیت الکرسی پڑھیں۔

☆ سورۂ ناس، سورۂ فلق اور سورۂ اخلاص ایک ایک بار پڑھیں۔

☆ ۳۳/بار سُبۡحٰنَ اللّٰہِ، ۳۳/بار اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ اور ۳۴/بار اَللّٰہُ اَکۡبَرُ پڑھے۔

☆ ایک مرتبہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحۡـدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ. لَہُ الۡمُلۡکُ وَ لَہُ الۡحَمۡدُ. وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ پڑھیں، اس سے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے۔

(ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے، اسی کے لیے حمد ہے اور وہی سب کچھ کرسکتا ہے۔

☆ ہر نماز کے بعد سر کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھ کر یہ پڑھیں اور ہاتھ کھینچ کر ماتھے تک لائیں:
بِسۡـمِ اللّٰـہِ الَّـذِیۡ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ. اَللّٰھُمَّ اذۡھَبۡ عَنِّی الۡھَمَّ وَ الۡحُزۡنَ۔

(ترجمہ) اللہ کے نام کے ساتھ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہی بہت مہربان رحم والا ہے۔ اے اللہ! مجھ سے رنج وغم کو دور فرما۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز فرض کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحۡدَہٗ لَا شَـرِیۡکَ لَـہٗ. وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ. اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعۡطَیۡتَ وَ لَا مُـعۡـطِیَ لِـمَـا مَـنَـعۡـتَ وَ لَا رَآدَّ لِمَا قَضَیۡتَ وَ لَا یَنۡفَعُ ذَا الۡجَدِّ مِنۡکَ الۡجَدُّ۔

(ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا ملک ہے، اسی کے لیے حمد ہے اور وہی سب کچھ کرسکتا ہے۔ اے اللہ! جو تو نے عطا فرما دیا، اس کو کوئی روک نہیں سکتا جو تو نے روک دیا، اسے کوئی عطا نہیں کرسکتا جو تو نے مقدر فرما دیا اسے کوئی پھیر نہیں سکتا اور تیرے عذاب سے مالدار کو اس کا مال نفع نہیں دیتا۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: لاَ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْـدَهٗ لاَ شَـرِيكَ لَـهٗ. لَـهُ الْـمُـلْـكُ وَلَـهُ الْحَمْدُ. وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَـدِيـرٌ. لاَ حَـوْلَ وَلاَ قُـوَّةَ اِلَّا بِـاللّٰـهِ. لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلاَ نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ. لَهُ الـنِّـعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔

(ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے، اسی کے لیے حمد ہے اور وہی سب کچھ کر سکتا ہے۔ ساری طاقتیں اور قوتیں اللہ ہی کو ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم سب اسی کی عبادت کرتے ہیں، سب نعمتیں اسی کی ہیں، وہی فضل والا ہے اور اسی کے لیے ساری ثنائیں ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ کے لیے دین کو خالص کیے ہوئے، اگرچہ کافر برا مانیں۔

☆ فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر آفتاب نکلنے تک ذکر کریں، پھر آفتاب کے بلند ہونے کے بعد دو رکعت نماز پڑھیں۔ ان شاء اللہ اس پر حج و عمرہ کا ثواب ملے گا۔

☆ فجر اور عصر کے بعد بغیر پیر بدلے، بغیر بات کیے دس بار یہ پڑھیں: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ لَا شَـرِيْكَ لَـهٗ. لَـهُ الْـمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ. بِيَدِهِ الْخَيْرُ. يُحْيِي وَ يُمِيْتُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

(ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے، اسی کے لیے حمد ہے، اسی کے دست قدرت میں ساری بھلائیاں ہیں اور وہی سب کچھ کر سکتا ہے۔

☆ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھیں: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ

عِبَادَتِکَ۔

(ترجمہ) اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور بہتر طریقے پر اپنی عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔

نماز میں قراءت کے مسائل

☆ نماز میں قرآن کی تلاوت کرنے میں اتنی آواز ہونا ضروری ہے کہ اگر کوئی مانع نہ ہو، یعنی شور و غل بھی نہ ہو اور نمازی سننے پر قادر بھی ہو تو خود اپنی آواز سن سکے۔ اگر اتنی آواز بھی نہ ہو تو نماز نہ ہوگی۔

☆ فجر، مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں اور جمعہ، عیدین، تراویح اور وتر (جب کہ رمضان میں باجماعت پڑھی جائے) کی ہر رکعت میں امام پر جہری قراءت کرنا واجب ہے۔

☆ مغرب کی تیسری رکعت، عشا کی تیسری اور چوتھی رکعت اور ظہر و عصر کی ہر رکعت میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

☆ جہر کا معنی یہ ہے کہ دوسرے لوگ یعنی وہ لوگ جو پہلی صف میں ہیں سن سکیں، یہ جہر کا ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ کے لیے کوئی حد مقرر نہیں۔

☆ آہستہ پڑھنے (سری قراءت) کا یہ معنی ہے کہ خود سن سکے۔

☆ اس طرح پڑھنا کہ صرف ایک یا دو آدمی جو اس کے قریب ہیں سن سکیں، جہری نہیں بلکہ سری قراءت کہلائے گا۔

☆ ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے پڑھنا جو کہ اس کے لیے یا دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث ہو مکروہ ہے۔

☆ آہستہ پڑھ رہا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اس کے ساتھ نماز میں شامل ہوگیا تو جو باقی ہے

اسے جہر سے پڑھے اور جو پڑھ چکا ہے اس کا اعادہ ضروری نہیں۔

☆ ایک بڑی آیت (جیسے آیت الکرسی یا آیت مداینہ یعنی اِذَا تَـدَایَـنْـتُـمْ بِـدَيْـنٍ والی آیت) اگر ایک رکعت میں اس میں سے بعض پڑھا اور دوسری میں بعض تو جائز ہے جب کہ ہر رکعت میں جتنا پڑھا، وہ تین آیت کے برابر ہو۔

☆ دن کے نوافل میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

☆ رات کے نوافل اگر تنہا پڑھے تو اختیار ہے، چاہے تو جہری قراءت کرے چاہے تو سرّی کرے۔

☆ رات کی نفل جماعت کے ساتھ پڑھے تو جہر واجب ہے۔

☆ جہری نماز (جب کہ ادا پڑھے) میں منفرد کو اختیار ہے، چاہے تو جہری قراءت کرے، چاہے تو سری کرے اور جب قضا پڑھے تو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

☆ جہری کی قضا میں، اگر چہ دن میں ہو، امام پر جہر واجب ہے اور سری کی قضا میں آہستہ پڑھنا واجب ہے، اگر چہ رات میں ادا کرے۔

☆ چار رکعت والی فرض نمازوں کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورت پڑھنا بھول گیا تو بعد کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت پڑھنا واجب ہے اور اخیر میں سجدۂ سہو بھی کرنا ہوگا۔

☆ پہلی یا دوسری رکعت میں سورت پڑھنا بھول گیا تو تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔

☆ مغرب کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا بھول گیا تو تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور ایک رکعت کی قراءت معاف ہو جائے گی۔

اخیر میں سجدۂ سہو بھی کرے۔

☆ اگر جان بوجھ کر سورت نہیں پڑھا تو نماز نہ ہوئی، اعادہ کرے۔

☆ سورت ملانا بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو کھڑا ہو جائے اور سورت ملائے پھر رکوع کرے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔

☆ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ بھول گیا تو پچھلی رکعتوں میں اس کی قضا نہیں۔ اگر رکوع سے پہلے یاد آیا تو سورۂ فاتحہ پڑھ کر پھر سورت پڑھے۔

☆ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو دوبارہ قیام کرے، سورۂ فاتحہ پڑھے، سورت ملائے پھر رکوع کرے۔

☆ قرآن مقدس کی ایک آیت کا یاد کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔

☆ پورے قرآن کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔

☆ سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا حفظ واجب عین ہے۔

☆ ضروری فقہی مسائل جاننا فرض عین ہے اور ضرورت سے زیادہ سیکھنا پورے قرآن کے حفظ کرنے سے افضل ہے۔

☆ اگر وقت ختم ہونے کا خوف ہو تو اگر سنن و مستحبات کی رعایت کے بغیر نماز پڑھ سکتا ہے تو پڑھ لے۔

☆ وقت اتنا تنگ ہے کہ واجبات کی رعایت نہیں کر پائے گا تو صرف فرائض پر اکتفا کر کے نماز پڑھے، مثلاً فجر کا وقت اتنا تنگ ہے کہ صرف ایک ایک آیت پڑھ سکتا ہے تو یہی کرے، اس سے نماز قضا کرنے کا گناہ نہ ہوگا مگر آفتاب بلند ہونے کے بعد اس نماز کا

اعادہ ضروری ہے۔

☆ فجر کی سنت پڑھنے میں اگر جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو صرف واجبات کا اقتصار کرے، ثنا، تعوذ وغیرہ ترک کرے اور رکوع سجود میں صرف ایک بار تسبیح پر اکتفا کرے۔

☆ حضر (حالت اقامت) میں جب وقت تنگ نہ ہو تو امام و منفرد دونوں کے لیے سنت یہ ہے کہ فجر وظہر میں طوال مفصل (سورۂ حجرات اور سورۂ بروج کے درمیان کی سورتیں) پڑھیں، عصر و عشا میں اوساط مفصل (سورۂ بروج اور سورۂ لم یکن کے درمیان کی سورتیں) پڑھیں اور مغرب میں قصار مفصل (سورۂ لم یکن سے ختم قرآن تک کی سورتیں) پڑھیں۔

☆ اگر مقتدیوں پر گراں ہو تو امام قراءت مسنونہ سے زیادہ نہ پڑھے۔

☆ فرض نمازوں میں ٹھہر ٹھہر کر قراءت کرے اور تراویح میں متوسط انداز پر اور رات کے نوافل میں جلد پڑھنے کی اجازت ہے مگر اتنی جلدی نہ کرے کہ سمجھ میں نہ آسکے، یعنی کم سے کم مد وغیرہ کا جو درجہ قاریوں نے رکھا ہے، اس کو ادا کرے، ورنہ حرام ہے، اس لیے کہ قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے۔

☆ آج کل کے اکثر حفاظ اس طرح پڑھتے ہیں کہ مد ادا ہونا تو بڑی بات ہے، قرآن کے الفاظ تک صحیح سے ادا نہیں کرتے اور اس جلدی پڑھنے پر آپس میں فخر محسوس کرتے ہیں، حالاں کہ اس طرح قرآن مجید پڑھنا حرام اور سخت حرام ہے اور اگر کوئی ایسا پڑھے تو سننا بھی نہیں چاہیے۔

☆ پہلی رکعت کی قراءت دوسری رکعت سے کچھ زیادہ ہو یہی حکم جمعہ اور عیدین کا بھی ہے۔

☆ دوسری رکعت کی قراءت پہلی رکعت سے لمبی کرنا مکروہ ہے جب کہ فرق ظاہری طور پر

معلوم ہوتا ہو۔اس کی مقدار یہ ہے کہ اگر دونوں سورتوں کی آیتیں برابر ہوں تو دوسری رکعت کی قراءت میں تین آیت کی زیادتی مکروہ ہے۔

☆ اگر آیتیں چھوٹی ہوں تو آیتوں کی تعداد کا اعتبار نہیں بلکہ حروف اور کلمات کا اعتبار ہے۔

☆ سورتوں کا معین کر لینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورت پڑھا کرے مکروہ ہے مگر جو سورتیں احادیث میں وارد ہیں، ان کو کبھی کبھی پڑھ لینا مستحب ہے۔

☆ بغیر کسی عذر کے دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے۔

☆ پہلی رکعت میں سورۂ ناس پڑھی تو اب دوسری رکعت میں بھی وہی پڑھے یا ایک ہی سورت یاد ہے تو دونوں میں وہی پڑھے۔

☆ نفل کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کو مکرر پڑھنا یا ایک رکعت میں سورت کو بار بار پڑھنا، بغیر کسی کراہت کے جائز ہے۔

☆ ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کر لیا تو دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد الٓمّٓ سے شروع کرے۔

☆ فرائض کی پہلی رکعت میں چند آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں اسی سورت کی دوسری جگہ سے چند آیتیں پڑھیں تو اگر دونوں کے درمیان دو یا دو سے زیادہ آیتوں کا فصل ہے تو کوئی حرج نہیں مگر بلا ضرورت ایسا نہ کرے۔

☆ ایک ہی رکعت میں چند آیتیں پڑھیں، پھر کچھ چھوڑ کر دوسری جگہ سے پڑھا تو مکروہ ہے اور بھول کر ایسا ہوا تو لوٹے اور چھوٹی ہوئی آیتیں پڑھے۔

☆ فرض کی ایک رکعت میں دو سورت نہ پڑھے مگر منفرد کے لیے کوئی حرج نہیں، بہ شرطے کہ ان دونوں سورتوں میں فاصلہ نہ ہو اور اگر بیچ میں ایک یا چند سورتوں کا فاصلہ ہو تو مکروہ ہے۔

☆ پہلی رکعت میں کوئی سورت پڑھی اور دوسری رکعت میں ایک چھوٹی سورت چھوڑ کر اس کے بعد کی سورت پڑھے تو مکروہ ہے۔ اگر درمیان کی سورت بڑی ہے کہ اس کے پڑھنے سے دوسری رکعت کی قراءت پہلی رکعت سے لمبی ہو جائے گی تو کوئی حرج نہیں۔

☆ قرآن مجید کا الٹا پڑھنا کہ پہلی رکعت میں جو سورت پڑھی، دوسری رکعت میں اس سے اوپر والی سورت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ کافرون پڑھی تو دوسری رکعت میں سورۂ فیل پڑھنا مکروہ ہے۔

☆ بچوں کی آسانی کے لیے پارۂ عم ترتیب کے خلاف پڑھنا جائز ہے۔

☆ بھول کر دوسری رکعت میں اوپر کی سورت شروع کر دی یا ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ ہو گیا پھر یاد آیا تو جو شروع کر چکا ہے، اسی کو پورا کرے، اگرچہ ابھی ایک ہی حرف پڑھا ہو۔ مثلاً پہلی رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھی اور دوسری میں بھول کر اَلَمْ تَرَ كَیْفَ یا تَبَّتْ یَدَا شروع کر دی، اب یاد آنے پر اسی کو ختم کرے۔

☆ ایک بڑی آیت کے مقابلے میں تین چھوٹی آیتوں کا پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

قراءت میں غلطی ہو جانے کے مسائل

☆ قراءت میں دو طرح کی غلطی ہوتی ہے۔ (۱) جس سے معنی بگڑ جاتا ہے یا لفظ مہمل (بے معنی) ہو جاتا ہے۔ (۲) جس سے معنی نہیں بگڑتا۔ پہلی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ جو لوگ عربی سے واقف ہیں، اس فرق کو وہ بہ خوبی سمجھ سکتے ہیں۔

☆ اعرابی غلطیاں اگر ایسی ہوں جن سے معنی نہ بگڑتے ہوں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ مثلاً لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ کو (ت کے زیر کے ساتھ) اَصْوَاتِكُمْ پڑھا۔

☆ اگر ایسی غلطی کیا کہ جان بوجھ کر اس کا اعتقاد رکھتے ہوئے جس کا پڑھنا کفر ہو تو نماز کا اعادہ کرے۔ مثلاً عَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ (اس کا معنی ہے آدم علیہ السلام سے ان کے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی) کو عَصٰی اٰدَمَ رَبُّہٗ (جس کا معنی ہوجائے گا آدم علیہ السلام کے رب نے آدم علیہ السلام کی نافرمانی کی) پڑھنا۔

☆ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کو اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤًا پڑھنا، فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ میں ذال کو زیر دے کر الْمُنْذِرِیْنَ پڑھنا، اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں کاف کو زیر دے کر پڑھنا، اَلْمُصَوِّرُ کے واو کو زبر دے کر پڑھنا بھی اسی حکم میں ہے، لہٰذا ان آیتوں میں احتیاط ضروری ہے۔

☆ جس حرف پر تشدید ہو اس پر تشدید نہ پڑھا، نماز ہوگئی مگر ایسا کرنا درست نہیں۔ جیسے اِیَّاکَ کو اِیَاکَ پڑھنا۔

☆ جس حرف پر تشدید نہیں اس پر تشدید پڑھا تب بھی نماز ہوجائے گی، مثلاً مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ کے ذال کو تشدید کے ساتھ کَذَّبَ پڑھنا۔

☆ کوئی کلمہ زیادہ کر دیا تو یہ دیکھیں گے کہ معنی فاسد ہوتا ہے یا نہیں، اگر چہ قرآن مقدس میں اس جیسی آیت نہ ہو، اگر معنی بدل جاتا ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی، ورنہ نہیں۔

☆ اگر کسی نے اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْا اِثْمًا کے آگے وَّ جَمَالًا بڑھا کر لِیَزْدَادُوْا اِثْمًا وَّ جَمَالًا پڑھ دیا تو نماز فاسد ہوجائے گی کہ معنی بدل گیا۔ اگر کسی نے اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًا کے آگے بَصِیْرًا بڑھا کر اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا پڑھ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ معنی فاسد نہ ہوا۔

☆ کسی کلمہ کو چھوڑ دیا تب بھی یہی حکم ہے کہ اگر معنی فاسد ہوجائے تو نماز نہ ہوگی اور اگر

معنی فاسد نہ ہو تو نماز ہو جائے گی۔

☆ اگر کسی نے جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا میں دوسرے سَیِّئَۃٌ کو نہ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوئی کہ معنی میں کوئی فساد پیدا نہ ہوا اور اگر فَمَا لَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ میں لَا نہ پڑھا تو نماز فاسد ہو گئی کہ اس کی وجہ سے معنی میں فساد پیدا ہوگا۔

☆ کوئی حرف کم کر دیا جس سے معنی فاسد ہو جائے، جیسے خَلَقْنَا کو بغیر خا کے (لَقْنَا) پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ حرف کم کرنے میں اگر معنی فاسد نہ ہو، مثلاً صرفی قاعدہ (ترخیم) کے شرائط کے مطابق حذف کیا، مثلاً یَامَالِکُ سے یَا مَالُ پڑھا تو نماز ہو جائے گی۔

☆ اگر ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ پڑھا جس سے معنی فاسد نہ ہوا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ جیسے عَلِیْمٌ کی جگہ حَکِیْمٌ پڑھا۔

☆ اگر حرف کو ادھر اُدھر کر کے پڑھا اور معنی فاسد نہ ہوا تو نماز ہو جائے گی، جیسے فَانْفَجَرَتْ کو فَانْفَرَجَتْ پڑھا۔ یہی حکم ایک کلمہ کو دوسرے کلمے پر مقدم کرنے کا ہے۔

☆ اگر حرف کو ادھر اُدھر کر کے پڑھا اور معنی فاسد ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، جیسے قَسْوَرَۃٍ کو قَوْسَرَۃٍ پڑھا۔ یہی حکم ایک کلمہ کو دوسرے کلمے پر مقدم کرنے کا ہے۔

☆ ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ پڑھا، اگر پچھلی آیت پر وقف کیا نماز ہو جائے گی۔ اگر وقف نہ کیا تو معنی متغیر ہونے کی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔

☆ کسی کلمہ کو دو بار پڑھ دیا تو اگر مخارج کی تصحیح کے لیے پڑھا ہو، یا بلا قصد زبان سے نکل گیا ہو یا کچھ بھی قصد نہ کیا ہو اور ایسے ہی پڑھ دیا ہو تو نماز ہو جائے گی اور اگر اضافت کے قصد سے پڑھا، جیسے مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (روز جزا کا مالک) کو مَالِکِ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (روز جزا کے مالک کا مالک) پڑھ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

امامت کا بیان

☆ امامت کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کی نمازیں اس کی نماز کے ساتھ وابستہ ہوں۔

☆ غیر معذور مردوں کے امام کے لیے چھ شرطیں ہیں۔(۱) مسلمان ہونا۔(۲) بالغ ہونا۔ (۳) عاقل ہونا۔(۴) مرد ہونا۔(۵) قرائت۔(۶) معذور نہ ہونا۔

☆ اقتدا کے لیے ۱۳؍ باتیں شرط ہیں۔(۱) اقتدا کی نیت کرنا۔(۲) اقتدا کی نیت تحریمہ کے ساتھ ہونا یا تحریمہ پر مقدم ہونا۔(۳) امام و مقتدی دونوں کا ایک ہی جگہ ہونا۔ (۴) دونوں کی نماز ایک ہو یا امام کی نماز مقتدی کی نماز سے درجے میں بلند ہو۔ مثلاً فرض کی جماعت ہو تو دونوں فرض پڑھ رہے ہوں یا امام فرض اور مقتدی نفل پڑھ رہا ہو۔(۵) مقتدی کے مذہب کے مطابق امام کی نماز صحیح ہونا۔(۶) امام اور مقتدی دونوں کا اس نماز کو صحیح سمجھنا۔(۷) برابری میں عورت کا نہ ہونا۔(۸) مقتدی کا امام سے مقدم نہ ہونا۔(۹) امام کا انتقال مقتدی کو معلوم ہونا۔(۱۰) امام کا مقیم یا مسافر ہونا مقتدی کو معلوم ہو۔(۱۱) ارکان کی ادا میں شریک ہونا۔(۱۲) ارکان کی ادا میں مقتدی امام کے مثل ہو یا کم ہو۔(۱۳) شرائط میں مقتدی کا امام سے زائد نہ ہونا۔

☆ امام اور مقتدی کے درمیان اتنی جگہ خالی رہی جس سے بیل گاڑی گزر سکے تو اقتدا نہیں ہو سکتی۔

☆ میدان میں جماعت قائم ہوئی، اگر امام و مقتدی کے درمیان اتنی جگہ خالی ہے کہ اس میں دو صفیں قائم ہو سکتی ہیں تو اقتدا صحیح نہیں، یہی حکم بڑی مسجد کا بھی ہے۔

☆ عیدگاہ میں امام اور مقتدی کے درمیان کتنا ہی فاصلہ ہو، اقتدا درست ہے، اگرچہ بیچ

میں دو یا دو سے زیادہ صفوں کی گنجائش ہو۔

☆ جو مسجد بہت بڑی نہ ہو، اس میں امام اگرچہ محراب میں ہو اور مقتدی مسجد کے آخری حصہ میں ہو تب بھی اس کی اقتدا کر سکتا ہے۔

☆ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو اگر امام کے انتقالات میں شک نہ ہو، مثلاً امام یا مُکَبِّر کی آواز سن رہا ہو یا اس کے مقتدیوں کے انتقالات دیکھ رہا ہو تو اقتدا درست ہے۔

☆ جس مکان کی چھت مسجد سے متصل ہو کہ بیچ میں کوئی راستہ نہ ہو تو اس چھت پر سے اقتدا ہو سکتی ہے۔

☆ مسجد سے متصل کوئی دالان ہے اس میں مقتدی اقتدا کر سکتا ہے جب کہ امام کا حال مخفی نہ ہو۔

☆ مسجد سے باہر چبوترہ ہے اور امام مسجد میں ہے تو اگر صفیں اس چبوترے تک متصل ہوں تو مقتدی امام کی اقتدا کر سکتا ہے۔

☆ امام کی نماز صحیح نہ ہوئی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہوگی، اگرچہ امام کی نماز کا صحیح نہ ہونا وقت گزرنے کے بعد معلوم ہوا ہو۔

☆ امام کی نماز اس کے مذہب کے مطابق صحیح ہو اور مقتدی کے مذہب کے مطابق صحیح نہ ہو تو اقتدا درست نہیں۔ مثلاً اگر امام، شافعی ہے اور اس کے بدن سے خون نکل کر بہہ گیا جس سے احناف کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر شوافع کے نزدیک ناقض وضو نہیں تو اگر مقتدی کو یہ معلوم ہو تو اس کی اقتدا درست نہ ہوگی۔

☆ امام کی نماز اس کے مذہب کے مطابق درست نہ ہو اور مقتدی کے مذہب کے مطابق درست ہو تو اقتدا درست ہے، مثلاً امام، شافعی ہے اور عضو تناسل کو چھونے (جو کہ شوافع

کے نزدیک ناقض وضو ہے مگر احناف کے نزدیک نہیں) کے بعد بھول کر نماز پڑھائی تو اگر چہ مقتدی کو یہ معلوم ہو، اس کی اقتدا درست ہے۔

☆ حنفی مقتدی شافعی امام کی اس وقت اقتدا کر سکتا ہے جب کہ اس کو یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ وہ طہارت، نماز وغیرہ کے مسائل میں مذہب احناف کی رعایت کرتا ہے، یا یہ معلوم ہو کہ اس نماز کے لیے اس نے رعایت کی ہے۔ اگر یہ معلوم نہ ہو تو اقتدا مکروہ ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ رعایت نہیں کرتا ہے تو اقتدا درست نہیں۔

☆ حنفی مقتدی کو حنفی امام کی اقتدا افضل ہے۔

☆ مقتدی کے پیر امام سے بڑے ہوں جس کی وجہ سے اس کی انگلیاں امام کی انگلیوں سے آگے نکل جاتی ہیں مگر ایڑیاں برابر یا پیچھے ہیں تو نماز ہو جائے گی۔

امامت کا زیادہ حقدار کون؟

☆ امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو نماز اور طہارت کے احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو اور اسے قرآن مقدس اتنا یاد ہو کہ بطور مسنون تجوید کے قواعد کی رعایت کے ساتھ پڑھ سکے، اس کے عقائد درست ہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتا ہو۔

☆ اس کے بعد امامت کا مستحق وہ شخص ہے جو تجوید (علم قرائت) کا زیادہ علم رکھتا ہو۔

☆ اگر کئی لوگ اس میں برابر ہوں تو ان میں سے وہ زیادہ مستحق ہوگا جو زیادہ تقویٰ والا ہو یعنی حرام تو حرام شبہات سے بھی بچتا ہو۔

☆ اس میں بھی اگر سب برابر ہوں تو زیادہ عمر والا امامت کا زیادہ مستحق ہے۔

☆ اس میں بھی سب برابر ہوں تو جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں وہ امامت کا زیادہ مستحق ہوگا۔

☆ اس میں بھی سب برابر ہوں تو ان میں سے جو زیادہ وجاہت والا اور خوبصورت ہو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہے۔

☆ اس میں بھی سب برابر ہوں تو حسب ونسب میں جو زیادہ شریف ہو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہوگا۔

☆ اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو زیادہ مالدار ہو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہوگا۔

☆ پھر زیادہ عزت والا۔

☆ پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں۔

☆ اگر چند اشخاص امامت کے مستحق ہوں اور ان میں ترجیح نہ ہو تو قرعہ اندازی کی جائے

جس کا نام نکلے وہ امامت کرے یا جماعت نے جس کو منتخب کیا، وہ امام ہو۔ اگر جماعت میں اختلاف ہو تو جس طرف زیادہ لوگ ہوں، وہ امام بنے۔

امامت کے اِستحقاق کے متفرق مسائل

☆ جس کو امامت کے لیے متعین کر لیا گیا ہے اور اس میں امامت کے شرائط موجود ہوں تو وہی امامت کا زیادہ مستحق ہوگا اگر چہ دوسرے لوگ زیادہ علم والے یا زیادہ تجوید والے ہوں۔

☆ کسی کے گھر میں جماعت قائم ہوئی اور گھر کے مالک میں امامت کے شرائط پائے جا رہے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ وہی نماز پڑھائے۔ یہ بھی بہتر ہے کہ صاحب خانہ مہمانوں میں سے جو زیادہ علم والا ہو، اس کو امامت کے لیے آگے بڑھائے۔

☆ کسی شخص کی امامت سے لوگ کسی شرعی وجہ سے ناراض ہوں تو اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ناراضگی کی کوئی شرعی وجہ نہیں ہے تو کراہت نہیں۔

☆ امام کو چاہیے کہ جماعت کی رعایت کرے اور جتنی قراءت مسنون ہے اس سے زیادہ نہ کرے۔

☆ بد مذہب کہ جس کی بد مذہبی کفر کی حد کو نہ پہنچی ہو اور فاسقِ مُعلِن (جو اعلانیہ طور پر کبیرہ گناہ مثلاً شراب نوشی، جوا کھیلنا، زنا کاری، سود خوری، چغل خوری وغیرہ کرتا ہو) کو امام بنانا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر پڑھ لیا تو نماز کا دہرانا واجب ہے۔

☆ غلام، دیہاتی، اندھے، ولد الزنا، امرد، کوڑھی، فالج کی بیماری والے، برص والے (جس کا برص ظاہر ہو)، بے وقوف (جو بیع وشرا وغیرہ میں دھوکے کھاتا ہو) کی امامت

مکروہ تنزیہی ہے، اس صورت میں جب کہ ان کے علاوہ کوئی امامت کا مستحق موجود ہو ورنہ ان کی امامت درست ہے۔

☆ فاسق کی اقتدا نہ کی جائے لیکن جمعہ میں چوں کہ مجبوری ہوتی ہے اس لیے کر سکتا ہے۔ ہاں اگر شہر میں کئی جگہ جمعہ کی نماز ہوتی ہے تو جمعہ میں بھی اس کی اقتدا نہ کرے بلکہ دوسری مسجد چلا جائے۔

☆ عورت، خنثیٰ اور نابالغ لڑکے کی اقتدا بالغ مرد کسی صورت میں نہیں کر سکتا۔

☆ عورت، خنثیٰ اور نابالغ لڑکے کی امامت بالغ مرد کر سکتا ہے مگر جمعہ وعیدین کے علاوہ باقی تمام نمازوں میں اگر عورت شریکِ جماعت ہو تو مرد اس کی امامت کی نیت کرے ورنہ اس کی اقتدا درست نہ ہوگی۔

☆ عورتوں کی امامت عورت یا خنثیٰ کر سکتے ہیں مگر عورت کی امامت مکروہ تحریمی ہے خواہ فرائض ہوں یا نوافل مگر پھر بھی اگر امامت کرے تو عورتوں کے درمیان کھڑی ہو، آگے نہ بڑھے اور خنثیٰ کے لیے یہ شرط ہے کہ صف سے آگے ہو ورنہ نماز ہوگی ہی نہیں۔ خنثیٰ، خنثیٰ کی امامت نہیں کر سکتے۔

☆ جس کو پڑھنا نہیں آتا اس کے لیے واجب ہے کہ رات دن کوشش کر کے اتنا قرآن پڑھنا سیکھ لے کہ نماز میں صحیح طور پر پڑھ سکے ورنہ عند اللہ معذور نہ ہوگا بلکہ اس کی گرفت ہوگی۔

☆ جس سے حروف صحیح ادا نہیں ہوتے اس پر واجب ہے کہ حروف کو صحیح کرنے میں رات دن پوری کوشش کرے اور اگر صحیح پڑھنے والے کی اقتدا کر سکتا ہے تو جہاں تک ہو سکے اس کی اقتدا کرے اور اگر امامت کرے تو وہ آیتیں پڑھے جن کے حروف صحیح ادا کر سکتا ہو۔

☆ جس زمانے میں وہ حروف کی صحیح ادائیگی سیکھے گا اس زمانے میں اس کی نماز صحیح ہوگی اور جو لوگ اس کی طرح صحیح نہ پڑھنے والے ہوں ان کی امامت بھی کر سکتا ہے۔

☆ اگر کوشش بھی نہیں کر رہا ہے تو خود اس کی نماز بھی نہ ہوگی اور جس کی امامت کرے اس کی نماز بھی فاسد ہوگی۔

☆ ہکلا جس سے حروف مکرر ادا ہوتے ہیں۔ اگر وہ صاف پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے تو لازم ہے کہ اس کے پیچھے پڑھے، ورنہ اس کی اپنی نماز ہو جائے گی اور وہ اپنے مثل یا اپنے سے کمتر کی امامت بھی کر سکتا ہے۔

☆ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض نماز اور ایک وقت کی فرض پڑھنے والے کے پیچھے دوسرے وقت کی فرض نماز نہیں ہوسکتی۔

☆ ایک شخص ظہر پڑھ رہا ہے اور دوسرا عصر تو یہ دونوں ایک دوسرے کی اقتدا نہیں کر سکتے۔

☆ ایک ظہر کی ادا پڑھ رہا ہے دوسرا ظہر کی قضا تب بھی یہ دونوں ایک دوسرے کی اقتدا نہیں کر سکتے۔

☆ اگر دونوں کی ایک ہی دن کی ایک ہی نماز قضا ہوگئی تو ایک دوسرے کی اقتدا میں پڑھ سکتے ہیں۔

☆ جس نے کسی نماز کی مِنّت مانی اس نماز کو نہ فرض پڑھنے والے کے پیچھے پڑھ سکتا ہے، نہ نفل پڑھنے والے کے اور نہ اس کے پیچھے جو مِنّت کی نماز پڑھ رہا ہو۔ البتہ نذر مانتے وقت اگر یہ کہا کہ اس نماز کی نذر مانتا ہوں جس کی فلاں شخص نے مانی ہے تو اب یہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

☆ جس شخص نے نفل نماز پڑھنے کی قسم کھائی یہ منت والا منت کی نماز اس کے پیچھے بھی نہیں

پڑھ سکتا ہے اور یہ قسم کھانے والا فرض اور نفل اور نذر اور دوسرے قسم کھانے والے کے پیچھے پڑھ سکتا ہے۔

☆ لاحق (جس نے امام کے ساتھ نماز شروع کی پھر کسی عذر مثلاً وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے جماعت سے الگ ہوا، اب دوبارہ شامل ہوکر امام کی نماز ختم ہونے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پوری کررہا ہو) نہ لاحق کی اقتدا کرسکتا ہے اور نہ مسبوق کی۔

☆ مسبوق (جس کی ایک یا ایک سے زیادہ رکعتیں چھوٹ گئی ہوں اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد انہیں ادا کررہا ہو) وہ بھی نہ مسبوق کی اقتدا کرسکتا ہے اور نہ لاحق کی۔

☆ جن نمازوں میں قصر ہے وقت گزرنے کے بعد ان میں مسافر، مقیم امام کی اقتدا نہیں کرسکتا البتہ اگر مسافر نے مقیم کے پیچھے تحریمہ باندھ لیا اور تحریمہ کے بعد وقت ختم ہو گیا تو اقتدا صحیح ہے۔

☆ جس نے وضو کیا ہے وہ تیمّم والے کی اقتدا کرسکتا ہے۔

☆ جس نے پیر دھلا ہے وہ موزوں پر مسح کرنے والے کی اقتدا کرسکتا ہے۔

☆ جس نے اعضائے وضو دھلا ہے وہ پٹی پر مسح کرنے والے کی اقتدا کرسکتا ہے۔

☆ کھڑا ہوکر نماز پڑھنے والا، بیٹھنے والے اور کبڑے کی اقدا کرسکتا ہے اگرچہ کبڑے شخص کی گردن رکوع کی حد تک جھکی ہوئی ہو۔

☆ ایسا لنگڑا شخص جس کا پیر زمین پر نہیں جمتا بہتر ہے کہ اس کے بدلے کوئی اور امامت کرے اگر وہ بھی کرے تو کرسکتا ہے۔

☆ نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کی اقتدا کرسکتا ہے اگرچہ فرض پڑھنے والا بعد کی دو رکعتوں میں قراءت نہ کرے۔

☆ امام نے طہارت کے بغیر نماز پڑھادی، یا کوئی شرط یارکن نہ پایا گیا جس سے اس کی امامت صحیح نہ ہوئی تو اس پر لازم ہے کہ اس کی خبر مقتدیوں کو دے، خواہ خود کہے یا دوسرے سے کہلوائے اور مقتدیوں کو نماز کا اعادہ کرنے کو کہے۔

☆ امام نے کہا کہ میں کافر ہوں تو پہلے کے بارے میں اس کا یہ قول نہیں مانا جائے گا اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں، ان کا اعادہ ضروری نہیں البتہ اسے اب کافر مانا جائے گا۔

☆ اگر امام نے کہا میں پہلے کافر تھا اور اب مسلمان ہو گیا تو جب سے اس کے پیچھے نماز پڑھی اس کا اعادہ ضروری ہے۔

جماعت کا بیان

☆ عاقل، بالغ، آزاد، قادر پر جماعت واجب ہے بغیر عذر کے ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور سزا کا مستحق ہے اور کئی بار چھوڑے تو فاسق، مردود الشہادہ اور سخت سزا کا مستحق ہے۔ اس پر پڑوس والے اگر سکوت کریں تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔

☆ جمعہ و عیدین میں جماعت شرط ہے کہ بغیر جماعت کے جمعہ اور عیدین کی نمازیں ہو ہی نہیں سکتیں۔

☆ تراویح میں جماعت سُنّتِ کفایہ ہے۔ محلّہ کے سب لوگوں نے جماعت ترک کر دی تو سب نے برا کیا اور کچھ لوگوں نے قائم کر لی تو باقیوں کے سر سے جماعت ساقط ہو گئی۔

☆ رمضان کے وتر میں جماعت مستحب ہے۔

☆ نوافل اور رمضان کے علاوہ وتر میں (تداعی کے ساتھ یعنی) اگر تین سے زیادہ مقتدی جماعت میں شریک ہوں تو مکروہ ہے۔ سورج گہن (کسوف) کی نماز میں جماعت سنت ہے اور چاند گہن (خسوف) کی نماز میں تداعی کے ساتھ مکروہ ہے۔

☆ جماعت میں شروع سے شریک ہونا کہ ایک بھی رکعت فوت نہ ہو وضو میں تین تین بار اعضا دھونے سے بہتر ہے اور تین تین بار دھونا تکبیر اُولیٰ پانے سے بہتر ہے۔

☆ محلّہ کی مسجد میں جس کے لیے امام مقرر ہو، امام نے اذان و اقامت کے ساتھ مسنون طریقے پر جماعت قائم کر لی ہے تو اذان و اقامت کے ساتھ دوبارہ جماعت قائم کرنا مکروہ ہے۔ دوسری جماعت اگر اذان کے بغیر صرف اقامت کے ساتھ قائم کی گئی تو حرج نہیں مگر دوسری جماعت کا امام اس جگہ سے کچھ ہٹ کر کھڑا ہو جس جگہ پر پہلی جماعت کا

امام کھڑا ہوا تھا۔

☆ اگر ایسی مسجد ہو کہ لوگ جماعت در جماعت وہاں آتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اسی طرح اسٹیشن اور سرائے کی مسجد میں بہتر یہ ہے کہ ہر جماعت نئی اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت قائم کی جائے۔

☆ جس کی جماعت فوت ہوگئی اس پر دوسری مسجد میں جماعت تلاش کر کے نماز پڑھنا واجب نہیں۔

جماعت چھوڑنے کے بیس (۲۰) اعذار

☆ ان بیس (۲۰) صورتوں میں جماعت چھوڑنا جائز ہے:

(۱) مریض جسے مسجد تک جانے میں مشقت ہو۔ (۲) اپاہج۔ (۳) جس کا پیر کٹ گیا ہو۔ (۴) جس پر فالج گرا ہو۔ (۵) اتنا بوڑھا کہ مسجد تک جانے سے عاجز ہے۔ (۶) اندھا، اگرچہ اندھے کے لیے کوئی ایسا ہو جو ہاتھ پکڑ کر مسجد تک پہنچا دے۔ (۷) سخت بارش۔ (۸) شدید کیچڑ کا حائل ہونا۔ (۹) سخت سردی۔ (۱۰) سخت تاریکی۔ (۱۱) آندھی۔ (۱۲) مال یا کھانے کے تلف (ضائع) ہونے کا اندیشہ۔ (۱۳) قرض خواہ کا خوف ہے اور یہ تنگ دست ہے۔ (۱۴) ظالم کا خوف۔ (۱۵) پاخانہ کی شدید حاجت ہو۔ (۱۶) پیشاب کی سخت حاجت ہو۔ (۱۷) ریاح کا سخت غلبہ ہو۔ (۱۸) کھانا حاضر ہو اور دل کو اس کی خواہش ہو۔ (۱۹) قافلہ چلے جانے کا اندیشہ ہو۔ (۲۰) مریض کی تیمارداری کہ جماعت کے لیے جانے سے اس کو تکلیف ہوگی اور گھبرائے گا۔

☆ عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں، دن کی نماز ہو یا رات کی نماز، وہ

جوان ہوں یا بوڑھی۔

☆ اکیلا مقتدی مرد اگر چہ نابالغ ہو امام کے برابر دائیں جانب کھڑا ہو، بائیں طرف یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

☆ دو مقتدی ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں، برابر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔

☆ دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

☆ دو مقتدی ہیں ایک مرد اور ایک نابالغ تو دونوں پیچھے کھڑے ہوں۔

☆ اکیلی عورت مقتدی ہو تو پیچھے کھڑی ہو۔ زیادہ عورتیں ہیں جب بھی پیچھے کھڑی ہوں۔

☆ دو مقتدی ہوں، ایک مرد، ایک عورت تو مرد برابر کھڑا ہو اور عورت پیچھے۔

☆ دو مرد ہوں، ایک عورت تو مرد امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور عورت ان کے پیچھے۔

☆ امام کے برابر کھڑے ہونے میں بھی مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ ہو۔

☆ اگر امام کے برابر کھڑا ہوا اور امام سے اس کی لمبائی زیادہ ہونے کی وجہ سے سجدے میں اس کا سر امام سے آگے ہوتا ہے مگر اس کے پیر کا گٹا امام کے پیر کے گٹے سے آگے نہیں ہوتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

☆ مقتدی کے پیر امام کے پیر سے بڑے ہوں جس کی وجہ سے اس کے پیر کی انگلیاں امام کے پیر کی انگلیوں سے آگے ہوں جب کہ ایڑی پیچھے ہو تو کوئی حرج نہیں۔

☆ اشارے سے نماز پڑھتا ہو تو قدم کی برابری معتبر نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ اس کا سر امام کے سر سے آگے نہ ہو اگر چہ مقتدی کا قدم امام سے آگے ہو، خواہ امام رکوع وسجود سے پڑھتا ہو یا اشارے سے، بیٹھ کر یا لیٹ کر قبلہ کی طرف پیر پھیلا کر۔

☆ اگر امام اور مقتدی دونوں کروٹ پر لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھتے ہوں تو سر کی

محاذات معتبر نہیں مانی جائے گی بلکہ شرط یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے لیٹا ہو۔

☆ ایک شخص امام کے برابر کھڑا تھا پھر ایک اور آیا تو امام آگے بڑھ جائے اور وہ آنے والا اس مقتدی کے برابر کھڑا ہو جائے یا وہ مقتدی پیچھے ہٹ جائے۔ اگر آنے والے نے مقتدی کو تکبیر سے پہلے یا بعد میں کھینچ کر پیچھے کیا تب بھی کوئی حرج نہیں۔

☆ اگر اس نیت سے مقتدی پیچھے ہٹا یا امام آگے بڑھا کہ آنے والا نمازی کہتا ہے، اس کی بات مانوں تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر حکم شرع بجالانے کی نیت سے آگے بڑھا یا پیچھے ہٹا تو کوئی حرج نہیں۔

☆ مرد اور نابالغ بچے اور خنثی اور عورتیں جمع ہوں تو صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی پھر خنثیٰ کی پھر عورتوں کی۔ نابالغ بچہ اگر تنہا ہو تو مردوں کی صف میں داخل ہو جائے۔

☆ مردوں کی پہلی صف جو امام سے قریب ہے، دوسری سے افضل ہے اور دوسری تیسری سے۔ (اسی طرح اخیر تک)

☆ مقتدی کے لیے افضل جگہ یہ ہے کہ امام سے قریب ہو اور اگر دونوں طرف نمازی برابر ہوں تو دائیں جانب کھڑا ہونا افضل ہے۔

☆ جنازوں میں آخری صف افضل ہے پھر اس سے آگے والی اسی طرح اخیر تک۔

☆ پہلی صف میں جگہ ہو اور پچھلی صف بھر گئی ہو تو اس کو چیر کر جائے اور اس خالی جگہ میں کھڑا ہو۔

☆ مسجد کے صحن میں جگہ ہوتے ہوئے مسجد کے اوپری حصے پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح صف میں جگہ ہوتے ہوئے صف کے پیچھے کھڑا ہونا ممنوع ہے۔

مقتدی کی قسمیں

☆ مقتدی کی چار قسمیں ہیں:

(۱) مُدرِک۔ (۲) لاحق۔ (۳) مسبوق۔ (۴) لاحق مسبوق۔

☆ **مُدرِک** : اس کو کہتے ہیں جس نے پہلی رکعت سے تشہد تک امام کے ساتھ پڑھا اگر چہ پہلی رکعت میں امام کے ساتھ رکوع ہی میں شریک ہوا ہو۔

☆ **لاحق**: اس کو کہتے جو امام کے ساتھ پہلی رکعت سے شریک ہوا مگر بعد میں کل رکعتیں یا بعض رکعتیں فوت ہو گئیں۔ چاہے عذر کی وجہ سے جیسے غفلت یا بھیڑ کی وجہ سے رکوع سجود نہ کر سکا یا نماز میں اسے حدث ہو گیا یا مقیم نے مسافر کے پیچھے اقتدا کی وغیرہ یا بلا عذر فوت ہوئی ہوں جیسے امام سے پہلے رکوع یا سجود کر لیا پھر اس کا اعادہ بھی نہ کیا تو امام کی دوسری رکعت اس کی پہلی رکعت ہوگی اور امام کی تیسری رکعت اس کی دوسری رکعت اور آخر میں ایک رکعت پڑھنی ہوگی۔

☆ **مسبوق**: وہ ہے کہ امام کی بعض رکعتیں پڑھنے کے بعد شامل ہوا اور آخر تک شامل رہا۔

☆ **لاحق مسبوق**: وہ ہے جس کو شروع کی کچھ رکعتیں نہ ملیں پھر شامل ہونے کے بعد لاحق ہو گیا۔

☆ لاحق، مدرک کے حکم میں ہے یعنی جب اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھے تو اس میں نہ قراءت کرے نہ سہو ہونے سے سجدۂ سہو کرے۔

☆ لاحق اپنی فوت شدہ رکعتوں کو پہلے پڑھے پھر اگر امام کو پالیا تو ساتھ ہو جائے۔ مثلاً اس کو حدث ہوا اور وضو کر کے آیا اور امام کو قعدۂ اخیرہ میں پایا تو یہ قعدہ میں شریک نہ ہوگا

بلکہ جہاں سے باقی ہے وہاں سے پڑھنا شروع کرے اس کے بعد اگر امام کو پالے تو ساتھ ہو جائے۔

☆ لاحق اگر واپس لوٹنے کے بعد امام کے ساتھ پڑھنے لگا پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ کو مکمل کیا تب بھی نماز ہو گئی مگر گنہگار ہو گا۔

☆ تیسری رکعت میں سو گیا اور چوتھی میں جاگا تو اسے حکم ہے کہ پہلے بغیر قراءت کے تیسری رکعت مکمل کرے پھر اگر امام کو چوتھی میں پائے تو ساتھ ہو لے ورنہ اسے بھی بغیر قراءت کے تنہا پڑھے۔

☆ مسبوق کے احکام ان معاملات میں لاحق کے خلاف ہیں۔

☆ مسبوق پہلے امام کے ساتھ شامل ہو جائے پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی فوت شدہ رکعتیں مکمل کرے۔

☆ مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتوں میں قراءت کرے گا۔

☆ مسبوق کو فوت شدہ رکعتوں کے مکمل کرنے میں اگر سہو ہوا تو سجدۂ سہو کرے۔

☆ مسبوق نے فوت شدہ نمازوں کو ادا کرتے ہوئے اقامت کی نیت کر لی تو اس کا فرض دو سے بدل کر چار رکعتیں ہو جائیں گی۔

☆ مسبوق نے اگر کسی وجہ سے ثنا نہ پڑھی تھی تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب وہ اپنی رکعتیں مکمل کرے اس وقت ثنا بھی پڑھے۔

☆ مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب اپنی رکعتیں مکمل کرنے کے لیے کھڑا ہو اس وقت تعوذ بھی پڑھے۔

☆ مسبوق نے اپنی فوت شدہ پڑھ کر امام کی متابعت کی تو نماز فاسد ہو گئی۔

☆ مسبوق نے امام کو قعدہ میں پایا تو سیدھے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے پھر دوسری تکبیر کہتا ہوا قعدہ میں جائے۔ رکوع یا سجود میں پائے تب بھی ایسا ہی کرے۔

☆ اگر پہلی تکبیر کہتا ہوا جھکا اور رکوع کی حد تک پہنچ گیا تو سب صورتوں میں نماز نہ ہوگی۔

☆ مسبوق جب امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی فوت شدہ رکعتوں کو ادا کرے گا تو قراءت کے لحاظ سے اس کی یہ رکعت پہلی ہوگی اور قعدہ کے لحاظ سے ان رکعتوں کو شمار کیا جائے گا جو اس نے امام کے ساتھ پڑھی ہے۔

☆ تین یا چار رکعت والی نماز میں سے اس کو ایک رکعت ملی تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب وہ اپنی فوت شدہ رکعت کو ادا کرے گا قراءت کے لحاظ سے اس کی پہلی رکعت اور تشہد کے لحاظ سے دوسری رکعت ہوگی یعنی جب وہ امام کے ساتھ شامل ہوا تھا اس وقت اگر اس نے ثنا نہیں پڑھی تو اب ثنا پڑھے گا، تعوذ و تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت ملا کر ایک رکعت مکمل کر کے قعدہ کرے گا۔ پھر قعدہ سے اٹھنے کے بعد جو رکعت پڑھے گا اس میں بسم اللہ، سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت ملائے گا پھر یہ رکعت مکمل کرنے کے بعد تین رکعت والی میں قعدۂ اخیرہ کرے گا اور اگر چار رکعت والی ہے تو چوتھی رکعت کے لیے اٹھے گا صرف سورۂ فاتحہ بسم اللہ کے ساتھ پڑھ کر پھر قعدۂ اخیرہ کرے گا۔

☆ چار رکعت والی میں دو رکعتیں ملیں اور دو چھوٹ گئیں تو چھوٹی ہوئی دونوں کو ادا کرتے وقت دونوں رکعتوں میں قراءت کرے گا۔

☆ **چار باتوں میں مسبوق، مقتدی کے حکم میں ہے:**

(۱) اس کی اقتدا نہیں کی جا سکتی مگر امام اس کو اپنا خلیفہ بنا سکتا ہے۔ مگر خلیفہ بننے کے بعد یہ

سلام نہ پھیرے گا بلکہ سلام پھیرنے کے لیے دوسرے کو خلیفہ بنائے گا۔

(۲) تکبیراتِ تشریق کہے گا۔

(۳) اگر اس نماز کو توڑ کر نئے سرے سے نماز پڑھنے کی نیت سے تکبیر کہے تو وہ نماز قطع ہو جائے گی بخلاف منفرد کے کہ اس کی نماز قطع نہ ہوگی۔

(۴) اپنی فوت شدہ پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا اور امام کو سجدۂ سہو کرنا ہے اگر چہ اس کے نماز میں شامل ہونے سے پہلے امام سے سہو ہوا ہو اگر اس نے اپنی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو اسے حکم ہے کہ لوٹ آئے اگر نہ لوٹا تو آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

متفرق مسائل

☆ مسبوق کو چاہیے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوراً کھڑا نہ ہو بلکہ اتنی دیر صبر کرے جتنی دیر میں یہ معلوم ہو جائے کہ امام کو سجدۂ سہو نہیں کرنا ہے لیکن اگر وقت تنگ ہو تو فوراً کھڑا ہو جائے۔

☆ مسبوق اگر امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے سے پہلے کھڑا ہو گیا تو جو کچھ اس نے امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے سے پہلے پڑھا اس کا اعتبار نہیں۔ اگر اس نے امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد اس قدر قراءت وغیرہ کی جو نماز کے لیے کافی ہے تو نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

☆ اگر امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد اور سلام سے پہلے کھڑا ہو گیا تو نماز ہو جائے گی مگر بلا ضرورت سلام سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

☆ اگر امام سے نماز کا کوئی سجدہ رہ گیا اور مسبوق کے کھڑے ہونے کے بعد اس نے سجدہ

کیا تو اگر مسبوق نے رکعت پوری کر کے سجدہ نہ کیا ہو تو امام کی متابعت میں لوٹ آئے اور اس کے ساتھ سجدہ کرے۔ اگر اس نے اس رکعت کا سجدہ کر لیا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو گئی۔

☆ اگر امام سے سجدۂ سہو یا سجدۂ تلاوت چھوٹ گیا اور مسبوق کے کھڑے ہونے کے بعد امام اسے ادا کر رہا ہے تو اگر مسبوق نے اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو امام کی متابعت کرے اور اگر سجدہ کر لیا تو اب متابعت ضروری نہیں۔

☆ مسبوق نے امام کے ساتھ جان بوجھ کر سلام پھیرا، یہ خیال کر کے کہ مجھے بھی امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہیے تو نماز فاسد ہو گئی اور اگر بھول کر پھیرا تو اگر امام کے سلام پھیرنے کے تھوڑی دیر بعد سلام پھیرا تو سجدۂ سہو لازم ہے اور اگر امام کے ساتھ ساتھ سلام پھیرا تو سجدۂ سہو لازم نہیں اور دونوں صورتوں میں وہ کھڑا ہو گا اور اپنی رکعت مکمل کرے گا۔

☆ امام قعدۂ اخیرہ کے بعد بھول کر پانچویں رکعت کے لیے اٹھا، اگر مسبوق نے قصداً امام کی متابعت کی، نماز فاسد ہو جائے گی۔

☆ اگر امام نے قعدۂ اخیرہ نہ کیا تھا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کر لے گا نماز فاسد نہ ہو گی۔

☆ امام نے سجدۂ سہو کیا مسبوق نے اس کی متابعت کی جیسا کہ اس کو حکم ہے پھر معلوم ہوا کہ امام پر سجدۂ سہو نہ تھا، مسبوق کی نماز فاسد ہو گئی۔

☆ دو مسبوقوں نے ایک ہی امام کی اقتدا کی پھر جب اپنی پڑھنے لگے تو ایک کو اپنی رکعتیں یاد نہ رہیں دوسرے کو دیکھ پڑھتا رہا، اگر اقتدا کی نیت سے پڑھا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی

ورنہ نہیں۔

☆ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی چھوڑ دے اور امام کا ساتھ دے:
(۱) تکبیرات عیدین۔ (۲) قعدۂ اولیٰ۔ (۳) سجدۂ تلاوت۔ (۴) سجدۂ سہو۔ (۵) دعائے قنوت۔ (جب کہ رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو ورنہ دعائے قنوت پڑھ کر رکوع کرے)

☆ چار چیزیں ایسی ہیں کہ امام کرے تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دیں:
(۱) نماز میں کوئی زائد سجدہ کیا۔ (۲) تکبیرات عیدین میں اقوالِ صحابہ پر زیادتی کی۔ (۳) جنازے میں پانچ تکبیریں کہیں۔ (۴) پانچویں رکعت کے لیے بھول کر کھڑا ہو گیا۔ اس صورت میں اگر قعدۂ اخیر کے بعد کھڑا ہوا ہو تو مقتدی اس کا انتظار کرے اگر پانچویں کے سجدے سے پہلے لوٹ آیا تو مقتدی بھی اس کا ساتھ دے، اس کے ساتھ سلام پھیرے اور اس کے ساتھ سجدۂ سہو کرے اور اگر پانچویں کا سجدہ کر لیا تو مقتدی تنہا سلام پھیر لے۔ اگر امام قعدۂ اخیرہ کیے بغیر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہوا تھا تو پانچویں رکعت کا سجدہ کرتے ہی سب کی نماز فاسد ہو گئی۔

☆ نو چیزیں ایسی ہیں کہ امام اگر نہ کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے بلکہ خود کرے:
(۱) تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا۔ (۲) ثنا پڑھنا جب کہ امام فاتحہ میں ہو اور آہستہ پڑھتا ہو۔ (۳) رکوع کی تکبیر۔ (۴) سجود کی تکبیرات۔ (۵) رکوع و سجود کی تسبیحات۔ (۶) سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ۔ (۷) تشہد پڑھنا۔ (۸) سلام پھیرنا۔ (۹) تکبیراتِ تشریق۔

مُفسِدات نماز

☆ بات کرنا نماز کو فاسد کر دے گا، جان بوجھ کر ہو یا بھول کر یا غلطی سے، سوتے میں ہو یا بیداری میں، اپنی خوشی سے کلام کیا یا کسی نے کلام کرنے پر مجبور کیا یا اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ کلام کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

☆ غلطی کا معنی یہ ہے کہ قراءت وغیرہ اذکار نماز کہنا چاہتا تھا غلطی سے زبان سے کوئی بات نکل گئی۔

☆ بھولنے کا معنی یہ ہے کہ اس کو نماز میں ہونا یاد نہ رہا۔

☆ اگر قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد جان بوجھ کر کلام کیا تو نماز ہوگئی مگر مکروہ تحریمی ہوگی۔

☆ کسی شخص کو سلام کیا جان بوجھ کر یا بھول کر، نماز فاسد ہوگئی۔

☆ اگر بھول کر کسی کو سلام کیا، لفظ السلام کہا تھا کہ یاد آیا کہ سلام نہیں کرنا چاہیے اور خاموش ہوگیا تب بھی نماز فاسد ہوگئی۔

☆ مسبوق نے یہ خیال کیا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہیے اور سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہوگئی۔

☆ نمازی سے کسی نے کوئی چیز مانگی یا کوئی بات پوچھی اس نے سر یا ہاتھ سے ہاں یا نہیں کا اشارہ کیا، نماز فاسد نہ ہوئی، البتہ مکروہ ہوئی۔

☆ کسی کو چھینک آئی اور نمازی نے جواب کی نیت سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہا تو نماز فاسد ہوگئی۔

☆ خوشی کی خبرسن کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا یا تعجب خیز خبرسن کر سُبْحٰنَ اللّٰہِ یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یا اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا نماز فاسد ہوگئی۔

☆ بری خبرسن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا یا قرآن کے الفاظ سے کسی کو جواب دیا مثلاً کسی کا نام یحییٰ ہے تو اسے کہا یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ یا کسی نے پوچھا تیرے پاس کیا ہے، اس کے جواب میں کہا اَلْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِیْرَ وغیرہ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

☆ اللہ عزوجل کا نام سن کر جَلَّ جَلَالُہٗ کہا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود پڑھا یا امام کی قراءت سن کر صَدَقَ اللّٰہُ کہا یا اذان سن کر اس کا جواب دیا، اگر بالقصد کیا تو نماز فاسد ہوگئی۔

☆ شیطان کا نام سن کر اس پر لعنت بھیجی یا دفعِ وسوسہ کے لیے لاحول پڑھا اگر امور دنیا کے لیے ہے تو نماز فاسد ہوگئی اور اگر امور آخرت کے لیے ہے تو نہیں۔

☆ چاند دیکھ کر رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰہُ کہا یا بخار کی وجہ سے کچھ قرآن پڑھ کر دم کیا، نماز فاسد ہوگئی۔

☆ بیمار نے اٹھتے بیٹھتے تکلیف کی وجہ سے بِسْمِ اللّٰہِ کہی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

☆ نمازی نے اپنے امام کے علاوہ کسی اور کو لقمہ دیا تو نماز فاسد ہوگئی۔ جس کو لقمہ دیا خواہ وہ نماز میں ہو یا نہ ہو، مقتدی ہو یا منفرد یا کسی اور کا امام۔

☆ اپنے مقتدی کے علاوہ دوسرے کا لقمہ لینا بھی نماز کو فاسد کر دے گا۔

☆ امام کو اس کے مقتدی کے علاوہ کسی اور نے لقمہ دیا مگر اس کے بتانے سے پہلے اس کو یاد آ گیا اور اگر وہ نہ بتاتا تب بھی اس کو یاد آ جاتا تو اس کو پڑھنا مفسد نماز نہیں۔

☆ بلا عذر کھنکارا اور دو حروف پیدا ہو گئے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

☆ اگر کسی وجہ سے کھنکارا مثلاً آواز صاف کرنے کے لیے یا امام سے غلطی ہوئی، اس وجہ سے تو ان صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوگی۔

☆ نماز میں قرآن شریف سے یا کہیں لکھا ہوا ہو، اس سے دیکھ کر پڑھنا نماز کو فاسد کر دے گا۔

☆ عملِ کثیر جو کہ نماز کے اعمال میں سے نہ ہو اور نہ ہی نماز کی اصلاح کے لیے کیا گیا ہو، نماز کو فاسد کر دے گا۔ (جس کام کے کرنے والے کو دور سے دیکھ کر اس کے نماز میں نہ ہونے کا غالب گمان ہو اس کو عمل کثیر کہتے ہیں اور اگر دور سے دیکھنے والے کو اس کے نماز میں ہونے یا نہ ہونے کا شبہہ ہو تو اس کو عمل قلیل کہتے ہیں۔)

☆ کرتا یا پائجامہ پہنا یا تہبند باندھا تو نماز جاتی رہی۔

☆ ستر کھولے ہوئے یا قدر مانع نجاست کے ساتھ پورا رکن ادا کرنا یا تین تسبیح کا وقت گزر جانا مفسدِ نماز ہے۔

☆ بھیڑ کی وجہ سے ایک رکن ادا کرنے کی مقدار یا تین تسبیح کہنے کی مقدار عورتوں کی صف میں پڑ گیا یا امام سے آگے ہو گیا نماز فاسد ہو جائے گی۔

☆ ستر کھولنے سے مطلقاً نماز فاسد ہو جائے گی اگر چہ فوراً ڈھانک لے، اس میں وقفے کی بھی ضرورت نہیں۔

☆ نماز کے اندر کھانا پینا مطلقاً نماز کو فاسد کر دے گا جان بوجھ کر کھائے یا بھول کر، تھوڑا ہو یا زیادہ یہاں تک کہ اگر تل بغیر چبائے نگل لیا یا کوئی قطرہ اس کے منہ میں گرا اور اس نے نگل لیا تو نماز فاسد ہو گئی۔

☆ دانتوں کے اندر کھانے کی کوئی چیز رہ گئی تھی اس کو نگل گیا اگر چنے کے برابر یا اس سے

زیادہ ہے تو نماز فاسد ہوگئی۔

☆ دانت سے خون نکلا اگر تھوک پر غالب ہے تو اس کو نگلنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ (نماز اور روزے کے لیے غلبے کے علامت یہ ہے کہ نگلنے پر حلق میں خون کا مزہ محسوس ہو اور وضو میں رنگ کا اعتبار ہے۔)

☆ بغیر کسی عذر کے قبلے کی جہت سے سینے کو پھیر لینا نماز کو فاسد کر دے گا۔

☆ ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف منتقل ہونے کے لیے تکبیر کہی تو پہلی نماز فاسد ہو جائے گی۔

☆ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ عصر کی نماز یا نفل نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر کہی، ظہر کی نماز فاسد ہو کر نفل ہوگئی اور عصر یا نفل شروع ہوگئی۔

☆ تنہا نماز پڑھ رہا تھا اب اقتدا کی نیت سے اللہ اکبر کہا یا مقتدی تھا اب تنہا پڑھنے کی نیت سے اللہ اکبر کہا تو نماز فاسد ہوگئی۔

☆ نماز جنازہ پڑھ رہا تھا اور دوسرا جنازہ لایا گیا، دونوں کی نیت سے یا دوسرے کی نیت سے اللہ اکبر کہا تو دوسرے جنازے کی نماز شروع ہوگئی، پہلی فاسد ہوگئی۔

☆ عورت نماز پڑھ رہی تھی بچے نے اس کی چھاتی چوسی اگر دودھ نکل آیا تو نماز فاسد ہوگئی۔

☆ عورت نماز میں تھی مرد نے بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ اس کے بدن کو چھوا، عورت کی نماز فاسد ہوگئی۔

☆ تین کلمے اس طرح لکھنا کہ حروف ظاہر ہوں، نماز کو فاسد کر دے گا۔

☆ موت، جنون اور بے ہوشی سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اگر وقت میں اِفاقہ ہوا تو ادا کرے ورنہ قضا۔ اگر جنون یا بے ہوشی ایک دن ایک رات سے متجاوز ہوگئی تو قضا بھی نہیں۔

☆ جان بوجھ کر وضو توڑ دیا یا کوئی موجب غسل پایا گیا تو نماز فاسد ہوگئی۔

☆ کسی رکن کو ترک کیا اور اس نماز میں اس کو ادا نہ کیا یا بلا عذر کسی شرط کو ترک کیا تو نماز فاسد ہوگئی۔

☆ مقتدی نے امام سے پہلے کوئی رکن ادا کیا اور امام کے ساتھ یا بعد میں پھر اس کو ادا نہ کیا یہاں تک کہ امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہوگئی۔

☆ قعدۂ اخیرہ کے بعد نماز کا چھوٹا ہوا سجدہ یا سجدۂ تلاوت یاد آیا اور اس کے ادا کرنے کے بعد پھر قعدہ نہ کیا تو نماز فاسد ہوگئی۔

☆ کسی رکن کو سوتے میں ادا کیا تھا اس کا اعادہ نہ کیا تو نماز فاسد ہوگئی۔

☆ لگاتار تین بال اکھاڑا یا تین جوئیں مارا یا ایک ہی جوں کو تین بار میں مارا نماز فاسد ہو گئی۔ اگر لگاتار نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

☆ ایک رکن میں تین بار کھجانے سے نماز جاتی رہتی ہے اس طرح کہ کھجا کر ہاتھ ہٹا لیا پھر کھجایا پھر ہاتھ ہٹا لیا پھر کھجایا پھر ہاتھ ہٹا لیا۔ اگر ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ حرکت دی تو اس کو ایک ہی مرتبہ شمار کیا جائے گا۔

☆ تکبیر میں لفظ اللہ کے ہمزہ کو کھینچ کر آللہ کہا یا لفظ اکبر کے ہمزہ کو کھینچ کر آکبر کہا یا لفظ اکبر کی با کے بعد الف بڑھا کر اکبار کہا تو نماز فاسد ہوگئی۔

جن چیزوں سے نماز فاسد نہیں ہوتی

☆ نماز پوری ہونے سے پہلے بھول کر سلام پھیر دیا خواہ ایک سلام یا دونوں اور فوراً اسے یاد آ گیا تو نماز فاسد نہ ہوئی۔

☆ دوسری رکعت کو چوتھی سمجھ کر سلام پھیر دیا پھر یاد آیا تو نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کر لے۔

☆ نماز میں چھینک آئی تو خاموش رہے، اگر الحمد للہ کہہ لیا تب بھی کوئی حرج نہیں۔

☆ اپنے امام کو لقمہ دینا اور امام کا لقمہ لینا نماز کے لیے مفسد نہیں۔ (لقمہ دینے والا قراءت کی نیت نہ کرے بلکہ لقمہ دینے کی نیت سے وہ الفاظ کہے۔ فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے، تھوڑا انتظار کرے کہ شاید امام کو یاد آ جائے۔ امام کو چاہیے کہ بار بار اسی آیت کو پڑھ کر یا خاموش رہ کر مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے، اگر بھول گیا اور ضرورت بھر پڑھ چکا تھا تو رکوع کر دے یا کسی دوسری جگہ سے پڑھنا شروع کر دے جب کہ اس جگہ سے وصل کر کے پڑھنا درست ہو۔)

☆ مریض کی زبان سے بے اختیار آہ، اوہ کے الفاظ نکلے تو نماز فاسد نہ ہوئی۔

☆ چھینک، کھانسی، جماہی، ڈکار میں جتنے حروف مجبوراً نکلتے ہیں معاف ہیں۔

☆ جنت، دوزخ کو یاد کر کے اگر آہ، اوہ یا اس قسم کے الفاظ کہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

☆ امام کا پڑھنا پسند آیا اس پر رونے لگا اور ارے، نعم، ہاں زبان سے بے اختیار نکلا تو کوئی حرج نہیں جب کہ یہ خشوع کی وجہ سے ہو۔ اگر خوش گلوئی کی وجہ سے ہو تو نماز فاسد ہو گئی۔

☆ کسی کاغذ پر قرآن مجید لکھا ہوا دیکھا اور اسے سمجھا، نماز میں کوئی نقصان نہ آیا۔

☆ اگر فقہ کی کتاب دیکھی اور سمجھی تب بھی نماز فاسد نہ ہوئی خواہ سمجھنے کے لیے اسے دیکھا یا نہیں۔ اگر قصداً دیکھا اور بالقصد سمجھا تو مکروہ ہے۔

☆ دانتوں کے اندر کوئی چیز رہ گئی تھی جو کہ چنے کی مقدار سے کم ہے، اس کو نگل لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ مکروہ ہوگی۔

☆ دانتوں سے خون نکلا اور اس کو نگل لیا اگر تھوک پر غالب نہیں یعنی حلق میں اس کا مزہ محسوس نہیں ہو رہا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

☆ نماز سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھائی تھی اس کے اجزا نگل لیے تھے صرف تھوک میں اس کی کچھ مٹھاس کا اثر رہ گیا ہے اس کے نگلنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

☆ حدث کے گمان سے واپس لوٹ رہا تھا ابھی قبلہ سے منہ پھیرا ہی تھا کہ گمان کا غلط ہونا ظاہر ہو گیا تو اگر مسجد سے باہر نہ ہوا ہو، نماز فاسد نہ ہوئی۔

☆ قبلہ کی طرف ایک صف کی مقدار چلا پھر ایک رکن ادا کرنے کے برابر ٹھہر گیا پھر چلا پھر ٹھہرا اگرچہ کئی بار ایسا کیا جب تک مکان نہ بدلے (یعنی مسجد سے باہر نہ نکل جائے یا میدان میں ہو تو صفوں سے تجاوز نہ کر جائے) نماز فاسد نہ ہوگی۔

☆ مرد نماز میں تھا عورت نے بوسہ لیا تو جب تک مرد کو شہوت نہ ہو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔

☆ تین کلمے یا اس سے زیادہ لکھے اور پانی پر یا ہوا میں لکھا کہ حروف ظاہر نہ ہو رہے ہوں، نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

☆ سانپ یا بچھو کو اگر تین قدم چلے بغیر اور تین بار مارے بغیر مار ڈالا تو نماز فاسد نہ ہوئی، اگر تین بار سے زیادہ ہو تو فاسد ہو گئی۔ (مگر مارنے کی اجازت ہے اگر چہ

نماز فاسد ہو جائے گی۔)

☆ موزہ کشادہ ہے تو اس کو اتارنے سے نماز فاسد نہ ہوگی، موزہ پہننے سے نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ کشادہ ہو۔

☆ نمازی کے آگے بلکہ سجدے کی جگہ سے کسی کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا خواہ گزرنے والا مرد ہو یا عورت کتا ہو یا گدھا۔

نمازی کے آگے سے گزرنے اور سترہ کے مسائل

☆ نمازی کے آگے سے گزرنا بہت سخت گناہ ہے اس کے گناہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ نمازی کے آگے سے گزرنا کتنا بڑا گناہ ہے تو وہ زمین میں دھنس جانے کو پسند کرے گا مگر اس کے آگے سے گزرنا پسند نہیں کرے گا۔

☆ اگر کوئی شخص کسی نمازی کے آگے سے گزر جائے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی البتہ گزرنے والا گنہگار ہوگا۔

☆ میدان اور بڑی مسجد میں نمازی کے قدم سے لے کر اس جگہ تک گزرنا جائز نہیں کہ قیام کی حالت میں جہاں تک نمازی کی نگاہ ہوتی ہے۔

☆ گھر اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوار تک کسی جگہ سے گزرنا جائز نہیں۔

☆ نمازی کے آگے سترہ ہو یعنی ایسی چیز جس سے آڑ ہو جائے تو سترہ کے بعد سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔ سترہ کم از کم ایک ہاتھ کے برابر اونچا اور ایک انگلی کے برابر موٹا ہو اور زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔

☆ امام اور منفرد جب ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سترہ گاڑیں۔

☆ سترہ نزدیک ہونا چاہیے اور بالکل ناک کی سیدھائی پر نہ ہو بلکہ دائیں یا بائیں بھوؤں کی سیدھائی پر ہو۔ دائیں بھوں کی سیدھائی پر ہونا افضل ہے۔

☆ اگر اس چیز کو نصب نہیں کرسکتا تو لمبی لمبی رکھ دے۔

☆ اگر سترہ کے لیے کوئی چیز نہیں ہے اور اس کے پاس کتاب یا کپڑا ہے تو اسی کو سامنے

رکھ لے۔

☆ امام کا سترہ مقتدی کے لیے بھی سترہ ہے اس کو نئے سترے کی ضرورت نہیں۔

☆ اگر چھوٹی مسجد میں بھی مقتدی کے آگے سے گزرے جب کہ امام کے آگے سے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

☆ درخت، جانور اور آدمی وغیرہ کا بھی سترہ ہوسکتا ہے ان کے بعد گزرنے میں بھی کچھ حرج نہیں۔

☆ آدمی کا اگر سترہ بنائے تو اس کی پیٹھ نمازی کی طرف ہو۔ آدمی کا منہ نمازی کی طرف ہونا مکروہ ہے۔

☆ دو آدمی برابر برابر نمازی کے آگے سے گزر گئے تو جو نمازی سے قریب ہے وہ گنہگار ہوگا اور دوسرے کے لیے یہی شخص سترہ ہو جائے گا۔

☆ نمازی کے آگے سے گزرنا چاہتا ہے تو اگر اس کے پاس کوئی چیز سترہ کے قابل ہو تو اسے اس کے سامنے رکھ کر گزر جائے پھر اس کو اٹھا لے۔

☆ اگر دو شخص گزرنا چاہتے ہیں اور سترہ کی کوئی چیز نہیں تو ان میں سے ایک نمازی کے سامنے اس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو جائے اور دوسرا اس پہلے شخص کے آگے سے گزر جائے پھر یہ دوسرا شخص اس پہلے شخص کی پیٹھ کے پیچھے نمازی کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو جائے اور یہ پہلا شخص وہاں سے ہٹ جائے پھر یہ دوسرا شخص جس طرف سے ابھی آیا اسی طرف ہٹ جائے۔

☆ اگر اس کے پاس عصا ہے مگر نصب نہیں کر سکتا تو اسے اپنے ہاتھ سے پکڑے بغیر نمازی کے آگے کھڑا کر کے وہاں سے گزر جائے۔

مکروہات تحریمیہ

☆ مکروہ تحریمی اس فعل کو کہتے ہیں جس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

☆ نماز میں ۴۳/ باتیں مکروہات تحریمیہ ہیں:

(۱) کپڑے یا داڑھی یا بدن کے ساتھ کھیلنا۔

(۲) کپڑا سمیٹنا مثلاً سجدے میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھا لینا، اگر گرد سے بچانے کے لیے کیا ہو اور اگر بلا وجہ ہو تو اور زیادہ مکروہ ہے۔

(۳) کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں۔

(۴) دونوں آستینوں میں سے کسی کا بھی آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی ہونا خواہ پہلے سے چڑھی ہوئی ہو یا نماز میں چڑھائے۔

(۵) دامن سمیٹے ہوئے نماز پڑھنا۔

(۶) شدت کا پاخانہ، پیشاب معلوم ہوتے وقت نماز پڑھنا۔

(۷) ریاح کے غلبے کے وقت نماز پڑھنا۔

☆ نماز شروع کرنے سے پہلے اگر پاخانہ، پیشاب یا ریاح کا غلبہ ہے اور وقت میں وسعت ہے تو نماز شروع کرنا ہی ممنوع اور گناہ ہے۔

☆ اگر وقت میں وسعت ہو تو پہلے قضائے حاجت کرنا ضروری ہے اگر چہ جماعت جانے کا اندیشہ ہو۔

☆ اگر یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ قضائے حاجت اور وضو کرنے تک وقت نکل جائے

گا تو وقت کی رعایت ضروری ہے۔

☆ نماز کے دوران اگر یہ حالت پیدا ہوگئی اور وقت میں گنجائش ہے تو نماز توڑ دینا واجب ہے۔اسی طرح اگر پڑھ لی تو گنہگار ہوگا۔

(۸) جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔نماز میں اگر جوڑا باندھا تو نماز فاسد ہوگئی۔

(۹) کنکریاں ہٹانا۔(لیکن اگر پورے مسنون طریقے پر سجدہ ادا نہ ہوتا ہو تو ایک بار ہٹانے کی اجازت ہے)

(۱۰) انگلیاں چٹکانا۔

(۱۱) انگلیوں کی قینچی باندھنا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔

(۱۲) کمر پر ہاتھ رکھنا۔(نماز کے علاوہ بھی کمر پر ہاتھ نہ رکھنا چاہیے)

(۱۳) ادھر اُدھر منہ پھیر کر دیکھنا کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض۔(کنکھیوں سے دیکھے اگر بلا ضرورت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے،اگر کسی ضرورت کی وجہ سے ہو تو کوئی حرج نہیں۔)

(۱۴) آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا۔

(۱۵) تشہد یا جلسے میں کُتّے کی طرح بیٹھنا۔(اس طرح کہ گھٹنے سینے سے ملے ہوں اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر سرین کے بل بیٹھا ہوا ہو۔)

(۱۶) مرد کا سجدوں میں کلائیوں کو بچھانا۔

(۱۷) کسی شخص کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا۔

(۱۸) کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہوں۔

(۱۹) اِعتجار یعنی اس طرح پگڑی باندھ کر نماز پڑھنا کہ بیچ سر کھلا ہو۔ (نماز کے علاوہ بھی اس طرح عمامہ باندھنا مکروہ ہے)

(۲۰) ناک اور منہ کا چھپانا۔

(۲۱) بے ضرورت کھنکار نکالنا۔

(۲۲) بالقصد نماز میں جماہی لینا۔

☆ جماہی میں شیطان کی مداخلت ہوتی ہے لہٰذا انبیاے کرام علیہم السلام اس سے محفوظ ہیں ان کو جماہی نہیں آتی تھی۔

☆ جب جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکنے کی کوشش کریں۔

☆ علماے کرام فرماتے ہیں کہ جو جماہی میں منہ کھول دیتا ہے شیطان اس کے منہ میں تھوک دیتا ہے۔

☆ جماہی کے وقت جو قاہ قاہ کی آواز آتی ہے وہ شیطان کا قہقہہ ہے کہ انسان کا منہ بگڑا ہوا دیکھ کر وہ ٹھٹھا لگاتا ہے۔

☆ جماہی کے وقت جو رطوبت نکلتی ہے وہ شیطان کا تھوک ہے۔

☆ اس کے روکنے کی بہتر ترکیب یہ ہے کہ جب آتی معلوم ہو تو دل میں خیال کرے کہ انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس سے محفوظ ہیں، فوراً رک جائے گی۔

(۲۳) جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا۔

(۲۴) تصویر کا نمازی کے سر پر چھت میں لٹکی ہوئی ہونا۔

(۲۵) سجدے کی جگہ پر تصویر ہونا۔

(۲۶) نمازی کے آگے تصویر ہونا۔

(۲۷، ۲۸) نمازی کے دائیں یا بائیں تصویر ہونا۔

(۲۹) نمازی کی پیٹھ کے پیچھے تصویر ہونا۔

☆ ان صورتوں میں کراہت اس وقت ہے جب تصویر آگے، پیچھے، دائیں یا بائیں لٹکی ہوئی ہو یا دیوار میں منقوش ہو۔

☆ تصویر اگر فرش میں ہے اور اس پر سجدہ نہیں کرتا تو مکروہ نہیں۔

☆ غیر جان دار مثلاً پہاڑ، قدرتی مناظر وغیرہا کی تصویروں میں کوئی حرج نہیں۔

☆ اگر ہاتھ پر یا بدن پر اور کسی جگہ تصویر ہو مگر کپڑوں سے چھپی ہوئی ہو، یا انگوٹھی پر چھوٹی تصویر منقوش ہو یا آگے، پیچھے، داہنے، بائیں، اوپر، نیچے کسی جگہ چھوٹی تصویر ہو یعنی اتنی کہ اس کو زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضا کی تفصیل نہ دکھائی دے یا پیر کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ ہو تو ان سب صورتوں میں نماز مکروہ نہیں۔

☆ تصویر تو ہے مگر کسی صورت سے اس کا چہرہ چھپا دیا ہو، پردہ ڈال دیا ہو، یا اس کے چہرے پر سیاہی لگا دی ہو تو نماز مکروہ نہیں۔

☆ مٹانے میں صرف چہرے کا مٹانا کراہت سے بچنے کے لیے کافی ہے۔ اگر آنکھ یا بھوؤں، ہاتھ، پاؤں جدا کر لیے گئے تو اس سے کراہت دور نہیں ہوگی۔

☆ تھیلی یا جیب میں تصویر چھپی ہوئی ہو تو نماز میں کراہت نہیں۔

☆ سب سے زیادہ کراہت اس صورت میں ہے جب کہ تصویر نمازی کے آگے قبلہ کی طرف ہو۔ اس کے بعد اس صورت میں جب وہ سر کے اوپر ہو۔ اس کے بعد اس صورت میں جب وہ دائیں یا بائیں دیوار پر ہو۔ اس کے بعد اس صورت میں جب پیچھے دیوار یا پردہ پر ہو۔

(۳۰) الٹا قرآن مجید پڑھنا۔

(۳۱) کسی واجب کو ترک کرنا۔

(۳۲) قیام کے علاوہ اور کسی حالت میں قرآن مجید پڑھنا۔

(۳۳) رکوع میں قراءت ختم کرنا۔

(۳۴) امام سے پہلے مقتدی کا رکوع یا سجود میں جانا یا اس سے پہلے سر اٹھالینا۔

(۳۵) کرتا یا چادر ہوتے ہوئے صرف پائجامہ یا تہبند پہن کر نماز پڑھنا۔

(۳۶) امام کو کسی آنے والے کی خاطر نماز لمبی کرنا جب کہ اس کو پہچانتا ہو اور اس کی خاطر مدنظر ہو۔ (اگر نماز پر اس کی اعانت کے لیے ایک یا دو تسبیح کی مقدار لمبی کیا تو حرج نہیں۔)

(۳۷) جلدی میں صف کے پیچھے ہی سے اللہ اکبر کہہ کر نماز میں شامل ہونا پھر صف میں داخل ہونا۔

(۳۸) غصب شدہ زمین پر نماز پڑھنا۔

(۳۹) پرائے کھیت میں نماز پڑھنا جس میں کھیتی موجود ہو۔

(۴۰) قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا۔ (اگر نمازی اور قبر کے درمیان کوئی چیز حائل ہے تو حرج نہیں)

(۴۱) کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا۔ (بلکہ ان میں جانا بھی ممنوع ہے۔)

(۴۲) الٹا کپڑا پہن یا اوڑھ کر نماز پڑھنا۔

(۴۳) قبا کے بٹن نہ بند کرنا اسی طرح شیروانی کے بٹن نہ بند کرنا جب کہ ان کے نیچے کرتہ وغیرہ نہ ہو۔ اگر کرتہ وغیرہ ہو تب بھی مکروہ تنزیہی ہے۔

مکروہاتِ تنزیہیہ

☆ مکروہ تنزیہی اس فعل کو کہتے ہیں جس کا کرنا شریعت کی نظر میں ناپسند ہو مگر کرنے پر عذاب نہیں۔

☆ نماز میں ۶۰/ باتیں مکروہات تنزیہیہ ہیں:

(۱) سجدے یا رکوع میں بغیر ضرورت تین تسبیح سے کم کہنا۔

☆ اگر وقت کی تنگی یا ٹرین چھوٹ جانے جیسا عذر ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(۲) کام کاج کے کپڑوں میں نماز پڑھنا جب کہ اس کے پاس اور کپڑے ہوں۔

(۳) منہ میں کوئی چیز لیے ہوئے نماز پڑھنا۔

☆ جب کہ قراءت سے مانع نہ ہو اگر قراءت سے مانع ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۴) سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا۔

☆ یعنی ٹوپی پہننا بوجھ معلوم ہوتا ہو یا گرمی معلوم ہوتی ہو بہرصورت مکروہ ہے۔ اگر یہ سوچ کر بغیر ٹوپی نماز پڑھی کہ نماز کوئی ایسی چیز نہیں جس کے لیے اس کا اہتمام کیا جائے تو کفر ہے۔ نماز میں ٹوپی گر پڑی تو عمل کثیر کے بغیر اٹھا لینا افضل ہے۔ بار بار ٹوپی گر جاتی ہو تو نہ اٹھائے۔

(۵) پیشانی سے مٹی یا گھاس چھڑانا۔

☆ اگر اس سے تکلیف پہنچتی ہو تو حرج نہیں۔

☆ نماز کے بعد اس کو چھڑانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ چھڑانا بہتر ہے تاکہ تکبّر پیدا نہ ہو۔

☆ ضرورت کے وقت پیشانی سے پسینہ پوچھنا درست ہے جب کہ عمل قلیل کے

ذریعے ہو۔

☆ ہر وہ عملِ قلیل جس سے نمازی کا دینی فائدہ ہو اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

☆ نماز میں ناک سے پانی بہا اس کو پوچھ لینا زمین پر گرنے سے بہتر ہے اور اگر مسجد میں ہے تو پوچھنا ضروری ہے۔

(۶) نماز میں انگلیوں پر آیتوں یا سورتوں یا تسبیحات کا گننا خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔

☆ اگر دل میں شمار کرے تو خلافِ اَولیٰ ہے اور زبان سے شمار کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۷) ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔

(۸) نماز میں بغیر عذر چار زانو بیٹھنا۔

☆ اگر عذر کی وجہ سے بیٹھتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(۹) دامن یا آستین سے اپنے آپ کو ہوا دینا۔ (جب کہ ایک یا دو بار ہو۔ اگر بار بار کرتا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔)

(۱۰) اِسبال یعنی بہت زیادہ لٹکے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔

(۱۱) انگڑائی لینا۔

(۱۲) بالقصد کھانسنا۔

(۱۳) بلا وجہ کھنکارنا۔

(۱۴) نماز میں تھوکنا۔

(۱۵) منفرد نماز پڑھنے والے کو صف میں کھڑا ہونا۔

(۱۶) مقتدی کو صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا۔

(۱۷) فرض کی ایک رکعت میں بلا عذر کسی آیت کو بار بار پڑھنا۔

(۱۸) ایک سورت کو بار بار پڑھنا۔

(۱۹) سجدے کو جاتے وقت گھٹنے سے پہلے ہاتھ رکھنا۔

(۲۰) سجدے سے اٹھتے وقت بلا عذر ہاتھ سے پہلے گھٹنے اٹھانا۔

(۲۱) رکوع میں سر کو پیٹھ سے اونچا یا نیچا رکھنا۔

(۲۲) تعوذ، تسمیہ، ثنا اور آمین زور سے کہنا۔

(۲۳) نماز کے اذکار وان کی جگہ سے ہٹا کر پڑھنا۔

(۲۴) بغیر عذر دیوار یا عصا پر ٹیک لگانا۔

(۲۵) رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ نہ رکھنا۔

(۲۶) سجدوں میں زمین پر ہاتھ نہ رکھنا۔

(۲۷) عمامے کو سر سے اتار کر زمین پر رکھ دینا۔

(۲۸) عمامے کو زمین سے اٹھا کر سر پر رکھ لینا۔

(۲۹) آستین کو بچھا کر سجدہ کرنا تا کہ چہرہ پر مٹی نہ لگے۔

☆ اگر گرمی سے بچنے کے لیے ایسا کیا تو کوئی حرج نہیں۔

(۳۰) آیت رحمت پر سوال کرنا اور آیت عذاب پر پناہ مانگنا امام و مقتدی دونوں کو مکروہ ہے۔

(۳۱) دائیں بائیں جھومنا۔

☆ تراوُح یعنی کبھی ایک پیر پر زور دینا اور کبھی دوسرے پیر پر، سنت ہے۔

(۳۲) اٹھتے وقت آگے پیچھے پیر اٹھانا۔

☆ سجدے میں جاتے وقت دائیں جانب زور دینا اور اٹھتے وقت بائیں جانب زور

دینا مستحب ہے۔

(۳۳) نماز میں آنکھ بند رکھنا۔

☆ جب آنکھیں کھلی رکھنے میں خشوع نہ ہوتا ہو تو آنکھیں بند رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۳۴) سجدہ وغیرہ میں قبلہ سے انگلیوں کو پھیر دینا۔

(۳۵) امام کو تنہا محراب میں کھڑا ہونا۔

(۳۶) امام کو دروں میں کھڑا ہونا۔

(۳۷) جماعت اولیٰ کے امام کو مسجد کے کسی جانب میں کھڑا ہونا۔

(۳۸) امام کا تنہا بلند جگہ کھڑا ہونا۔

(۳۹) امام کا مقتدیوں سے پست جگہ پر تنہا کھڑا ہونا۔

(۴۰) کعبہ کی چھت پر اسی طرح مسجد کی چھت پر بلا ضرورت نماز پڑھنا۔

(۴۱) مسجد میں کوئی جگہ اپنے لیے خاص کر لینا۔

(۴۲) تلوار، کمان یا اس طرح کی چیزیں لیے ہوئے نماز پڑھنا۔

(۴۳) جلتی آگ نمازی کے آگے ہونا۔

(۴۴) ہاتھ میں کوئی ایسی چیز لے کر نماز پڑھنا جو بغیر روکے ہوئے ہاتھ میں نہ رکے۔

(۴۵) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں پر نجاست ہو۔

(۴۶) سجدے میں ران کو پیٹ سے چپکا دینا۔

(۴۷) بلا عذر ہاتھ سے مکھی وغیرہ مارنا۔

☆ مچھر وغیرہ اگر تکلیف دیں تو عملِ قلیل کے ذریعے مار سکتے ہیں۔

(۴۸) ایسی چیز جو دل کو مشغول کرے مثلاً زینت یا لہو ولعب وغیرہ کے سامنے نماز پڑھنا۔

(۴۹) نماز کے لیے دوڑنا۔

(۵۰-۶۰) عام راستے پر، کوڑا ڈالنے کی جگہ، جانور کو ذبح کرنے کی جگہ، قبرستان میں، غسل خانے میں، حمام میں، نالے کے پاس، اونٹ وغیرہ جانور باندھنے کی جگہ، اصطبل میں، پاخانہ کی چھت پر، صحرا میں بغیر سترہ کے جب کہ لوگوں کے وہاں سے گزرنے کا خوف ہو، نماز پڑھنا۔

☆ مقبرے میں جو جگہ نماز کے لیے مقرر ہو اور اس جگہ قبر نہ ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

☆ مقبرے میں نماز پڑھنے میں اس صورت میں کراہت ہے جب کہ نمازی کے سامنے قبر ہو اور نمازی اور قبر کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔ اگر دائیں یا بائیں جانب قبر ہو یا قبر تو سامنے ہو لیکن نمازی اور قبر کے درمیان کوئی شئے سترہ کے طور پر حائل ہو تو کوئی کراہت نہیں۔

احکامِ مسجد کا بیان

مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، اس کے آداب کے تعلق سے اور اس کے آباد کرنے والوں کے تعلق سے، مسجد میں جانے والوں کے تعلق سے، دور سے چل کر آنے والوں کے تعلق سے متعدد فضیلتیں آئی ہیں، اور اس کی بے حرمتی کے تعلق سے، اس میں گفتگو کرنے والوں کے تعلق سے متعدد وعیدیں بھی آئی ہیں، اس میں ہر وہ کام جو مسجد کے ادب کے خلاف ہو اس سے منع کیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص نماز کے لیے یا کسی اور عبادت کے لیے مسجد میں جاتا ہے تو اسے مسجد کے آداب سے آگاہ ہونا ضروری ہے اور یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ مسجد میں کن کاموں کی اجازت ہے اور کن باتوں سے ممانعت ہے۔ یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ مسجد کے احکام کیا ہیں، اس کی تعظیم کن باتوں میں ہے، کن باتوں میں اس کی بے حرمتی ہے، تعظیم مسجد کے کیا فضائل ہیں اور مسجد کی بے حرمتی کا کیا انجام ہے۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لوگ لاعلمی یا کم علمی کی وجہ سے مسجد کے آداب کا لحاظ نہیں رکھ پاتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مسجد میں آنے کے بعد اس کی برکتوں سے مالا مال ہونے کی بجائے اپنے دامن پر گناہوں کا داغ لگا کر واپس لوٹتے ہیں اور انھیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے یہاں مسجد کے احکام تفصیل کے ساتھ بیان کیے جا رہے ہیں۔

احکامِ فقہیہ

☆ قبلے کی طرف جان بوجھ کر پیر پھیلانا مکروہ ہے، چاہے سوتے میں ہو یا جاگتے میں۔

☆ قرآن شریف یا دوسری دینی کتابوں کی طرف بھی پیر پھیلانا مکروہ ہے، ہاں اگر اونچائی

پر رکھی ہوں تو مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کتابیں اتنی دوری پر ہوں کہ اس کی طرف پاؤں کرنے پر بھی اس طرف پاؤں کرنا نہ کہا جائے تب معاف ہے۔

☆ نابالغ بچے کے پیر کسی نے قبلے کی طرف کر کے لٹا دیے تو یہ بھی مکروہ ہے اور اس کا گناہ لٹانے والے پر ہوگا۔

☆ مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر مسجد کی بے حرمتی ہونے یا مسجد کا سامان ادھر اُدھر ہو جانے کا خوف ہو تو نماز کے اوقات کے علاوہ میں بند کرنے کی اجازت ہے۔

☆ مسجد کی چھت پر بغیر کسی ضرورت کے چڑھنا حرام ہے۔

☆ مسجد کو راستہ بنانا یعنی کسی دوسری جگہ جانے کے لیے اس کے دروازے سے داخل ہو کر گزرنا ناجائز ہے، اگر اس کی کوئی شخص عادت بنالے تو وہ شخص فاسق ہے۔

☆ اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہو کر کسی دوسری جگہ کے لیے جا رہا تھا اور وہ بیچ مسجد میں پہنچ گیا تھا پھر اسے اپنے اس کام پر شرمندگی محسوس ہوئی تو اسے چاہیے کہ وہ جس دروازہ سے نکلنا چاہتا تھا اس کے علاوہ کسی دوسرے دروازے سے نکلے یا دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد میں نماز پڑھے پھر نکلے اور وضو نہ ہو تو جس راستے سے آیا تھا اسی راستے سے واپس لوٹ جائے۔

☆ مسجد میں نجاست لے کر جانا اگر چہ اس سے مسجد میں گندگی نہ ہو یا جس کے بدن پر نجاست لگی ہو اس کا مسجد میں جانا منع ہے۔

☆ ناپاک تیل مسجد میں جلانا یا نجس گارا (گوندھی ہوئی مٹی) مسجد میں لگانا منع ہے۔

☆ مسجد میں کسی برتن کے اندر پیشاب کرنا یا فصد کا خون لینا (یعنی نس کھول کر خراب خون لینا) بھی جائز نہیں۔

☆ بچے اور پاگل کو جن سے نجاست کا گمان ہو مسجد میں لے جانا حرام ہے اور اگر نجاست کا خوف نہ ہو تو مکروہ ہے۔ جو لوگ جوتیاں مسجد کے اندر لے جاتے ہیں ان کو اس کا خیال کرنا چاہیے کہ اگر نجاست لگی ہو تو صاف کر لیں اور جوتا پہنے ہوئے مسجد میں چلے جانا ادب کے خلاف ہے۔

☆ اگر کوئی شخص اپنے مالِ حلال سے مسجد کی دیوار میں نقش ونگار کرائے یا سونے کا پانی پھیرائے تو یہ منع نہیں جب کہ نقش ونگار سے اس کا مقصد مسجد کی تعظیم ہو مگر قبلے کی جانب جو دیوار ہے اس پر نقش ونگار کرانا مکروہ ہے۔ مسجد کے مالِ وقف سے نقش ونگار کرنا حرام ہے، اگر متولّی نے مالِ وقف سے نقش ونگار کرایا تو اسے اس کا بدلہ دینا ہوگا، ہاں اگر مال وقف کرنے والے نے یہ کام خود ہی کیا ہو یا اس نے متولّی کو اختیار دیا ہو تو اس صورت میں مالِ وقف سے یہ خرچ دیا جائے گا۔

☆ مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر قرآن شریف کی آیتیں یا سورتیں لکھنا اچھا نہیں ہے اس لیے کہ وہاں سے لکھاوٹ کے گرنے کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح گھر کی دیواروں پر بھی نہیں لکھنا چاہیے۔ جن دسترخوانوں پر اشعار لکھے ہوں کھانا کھانے کے لیے ان کا استعمال بھی درست نہیں ہے۔

☆ مسجد میں بانیِ مسجد نے ابتدا ہی سے کوئی جگہ وضو کے لیے مسجد مکمل ہونے سے پہلے بنائی ہے اور اس جگہ پر نماز نہیں پڑھی جاتی تو وہاں وضو بنا سکتے ہیں۔ مسجد کا وہ حصہ جہاں نماز پڑھی جاتی ہے وہاں وضو کا پانی ٹپکانا جائز نہیں۔ آج کل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ وضو کے بعد منہ اور ہاتھ سے پانی پونچھ کر مسجد میں جھاڑتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔

☆ مسجد میں درخت لگانے کی اجازت نہیں، ہاں مسجد میں ضرورت ہو کہ زمین میں تری

رہتی ہے جس کی وجہ سے ستون کھڑے نہیں رہتے تو ایسی صورت میں تری کو جذب کرنے کے لیے درخت لگا سکتے ہیں۔

☆ مسجد میں کھانا، پینا، سونا صرف اعتکاف کرنے والے اور پردیسی کے لیے جائز ہے، ان کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لیے جائز نہیں۔ان کے علاوہ اگر کوئی شخص کھانا، پینا، یا سونا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اعتکاف کی نیت سے مسجد میں جائے اور کچھ ذکر ونماز کے بعد کھائے، پیئے۔بعض لوگوں کے نزدیک صرف اعتکاف کرنے والے کے لیے کھانے، پینے اور سونے کی اجازت ہے لہٰذا پردیسی کو بھی چاہیے کہ اس اختلاف سے بچنے کے لیے وہ بھی اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو پھر اس میں اپنے کھانے، پینے اور سونے کا کام کرے۔

☆ مسجد میں کچا لہسن اور کچی پیاز کھانا یا کھا کر جانا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ ان کی بدبو نہ چلی جائے کہ ان کی بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو اس بدبودار درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کہ ملائکہ کو اس چیز سے ایذا ہوتی ہے جس سے آدمی کو ہوتی ہے۔یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بدبو ہو۔جیسے گندنا (لہسن کی طرح ایک ترکاری)، مولی، کچا گوشت، مٹی کا تیل، وہ دیا سلائی جس کے رگڑنے میں بُو اُڑتی ہے، ریاح خارج کرنا وغیرہ وغیرہ۔جس کے منہ سے بیماری کی وجہ سے بدبو آتی ہو یا کوئی بدبودار زخم ہو یا کوئی بدبودار دوا لگائی ہو تو جب تک وہ بدبو آنا بند نہ ہو جائے اس وقت اس کو مسجد میں آنا منع ہے۔یوں ہی کسائی، مچھلی بیچنے والے، کوڑھی، سفید داغ والے اور اس شخص کو جو لوگوں کو زبان سے تکلیف دیتا ہو مسجد آنے سے روکا جا سکتا ہے۔

☆ مسجد میں مُباح باتیں بھی کرنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی آواز بلند کرنا جائز ہے لیکن افسوس کہ اس زمانے میں لوگوں نے مسجدوں کو بیٹھک، پنچایت اور میٹنگ کی جگہ بنا رکھا ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں کو تو مسجدوں میں گالیاں دیتے ہوئے بھی دیکھا جاتا ہے۔(العیاذ باللہ تعالیٰ)

☆ اگر مسجد میں میں چمگادڑ اور کبوتر کے گھونسلے ہوں تو صفائی کے لیے ان کو نوچنے میں کوئی حرج نہیں۔

☆ سب مسجدوں سے افضل مسجدِ حرام شریف ہے، پھر مسجدِ نبوی شریف، پھر مسجدِ قدس (بیت المقدس)، پھر مسجدِ قبا، پھر دوسری جامع مسجدیں، پھر محلّے کی مسجد، پھر سڑک کی مسجد۔ محلّے کی مسجد میں نماز پڑھنا اگرچہ جماعت کم ہو جامع مسجد سے افضل ہے اگرچہ جامع مسجد میں بڑی جماعت ہو۔ بلکہ اگر محلّے کی مسجد میں جماعت نہ ہوئی ہو تو تنہا جائے، اذان واقامت کہے، نماز پڑھے۔ اس کی یہ نماز جامع مسجد میں پڑھی جان والی نماز سے افضل ہوگی۔

☆ جب چند مسجدیں برابر ہوں تو اس مسجد کو اختیار کرے جس کا امام زیادہ علم وصلاح والا ہو اور اگر علم وصلاح کے اعتبار سے سب برابر ہوں تو اس مسجد کو اختیار کرے جو زیادہ پرانی ہو۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جو مسجد سب سے قریب ہو اسے اختیار کرے، یہی قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

☆ محلے کی مسجد میں جماعت نہ ملی تو دوسری مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے اور اگر دوسری مسجد میں بھی جماعت نہ ملے تو محلے ہی کی مسجد میں اولیٰ ہے۔

☆ اگر محلے کی مسجد میں تکبیرِ اُولیٰ یا ایک دو رکعت چھوٹ جائیں اور دوسری جگہ مل جائیں گی

تو اس کے لیے دوسری مسجد میں نہ جائے۔ یوں ہی اگر اذان کہی اور جماعت میں کوئی نہیں ہے تو مؤذن تنہا پڑھ لے، دوسری مسجد میں نہ جائے۔

☆ جو ادب مسجد کا ہے وہی ادب مسجد کی چھت کا بھی ہے۔

☆ محلے کی مسجد کا امام اگر معاذ اللہ زانی یا سود خور ہو یا اس میں کوئی ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز منع ہو تو دوسری مسجد میں نماز کے لیے جائے اور اگر اس سے ہو سکتا ہو تو امام کو امامت سے ہٹا دے۔

☆ اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی اجازت نہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا: اذان کے بعد مسجد سے نہیں نکلتا مگر منافق۔ وہ شخص کہ جو مسجد میں کسی کام کے لیے گیا اور جماعت قائم ہونے سے پہلے واپس آنے کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ شخص جو کسی دوسری مسجد کا امام ہو تو اسے چلا جانا درست ہے۔

وِتر کا بیان

وتر کی نماز واجب ہے اگر کوئی شخص بھول کر یا قصدًا نہ پڑھے تو اس پر اس کی قضا واجب ہے یہاں تک کہ اگر صاحبِ ترتیب کو یہ یاد ہے کہ اس نے وتر کی نماز نہیں پڑھی ہے تو جب وہ اسے ادا نہ کر لے اس کی فجر کی نماز نہیں ہوگی۔ اگر فجر کی نماز شروع کرنے کے بعد اسے یاد آئے کہ اس کی وتر باقی ہے تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ نماز توڑ کر پہلے وتر ادا کرے اس کے بعد فجر کی نماز پڑھے۔

مسائل فقہیہ

☆ وتر کی نماز بیٹھ کر یا سواری پر بغیر کسی عذر کے نہیں ہوسکتی۔

☆ نماز وتر تین رکعت ہے اور اس میں قعدۂ اولیٰ بھی واجب ہے اور قعدۂ اُولیٰ میں صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے، نہ درود پڑھے نہ سلام پھیرے۔ جیسے مغرب میں کرتے ہیں اسی طرح کرے اور اگر بھول کر قعدۂ اولی نہ کیا اور کھڑا ہو گیا تو لوٹنے کی اجازت نہیں بلکہ آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

☆ وتر کی تینوں رکعتوں میں مطلقًا قراءت فرض ہے اور ہر ایک میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب اور بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی یا اِنَّـآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ دوسری میں قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے۔ اور کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھ لے، تیسری رکعت میں قراءت سے فارغ ہو کر رکوع سے پہلے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے جیسے تکبیر تحریمہ میں کرتے

ہیں پھر ہاتھ باندھ لے اور دعاے قنوت پڑھے، دعاے قنوت کا پڑھنا واجب ہے اور اس میں کسی خاص دعا کا پڑھنا ضروری نہیں، بہتر وہ دعائیں ہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور ان کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھے تو بھی حرج نہیں، سب میں زیادہ مشہور یہ دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نُؤْمِنُ بِکَ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَ نُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ کُلَّهٗ وَ نَشْکُرُکَ وَ لَا نَکْفُرُکَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ. اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ لَکَ نُصَلِّیْ وَ نَسْجُدُ وَ اِلَیْکَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَ نَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ.

(ترجمہ: الٰہی! ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور مغفرت چاہتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہر بھلائی کے ساتھ تیری ثنا کرتے ہیں اور ہم تیرا شکر کرتے ہیں، ناشکری نہیں کرتے اور ہم جدا ہوتے ہیں اور اس شخص کو چھوڑتے ہیں جو تیرا گناہ کرے۔ اے اللہ (عزوجل)! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں اور سعی کرتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔

☆ دعاے قنوت ہر حال میں آہستہ پڑھی جائے گی، چاہے امام ہو یا مقتدی ہو یا اکیلا، ادا پڑھ رہا ہو یا قضا، رمضان میں ہو یا اور دنوں میں۔

☆ جو دعاے قنوت نہ پڑھ سکے وہ یہ پڑھے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ .

ترجمہ: کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

☆ اگر دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو نہ رکوع سے قیام کی طرف لوٹ کر دعائے قنوت پڑھے اور نہ رکوع میں پڑھے اور اگر رکوع سے قیام کی طرف لوٹ آیا اور قنوت پڑھا اور دوبارہ رکوع نہ کیا، تو نماز فاسد نہ ہوگی، مگر گنہگار ہوگا، اور اگر صرف الحمد پڑھ کر رکوع میں چلا گیا تھا تو رکوع سے دوبارہ قیام کی طرف لوٹے اور سورت و دعائے قنوت پڑھ کر رکوع کرے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ یوں ہی اگر الحمد بھول گیا اور سورت پڑھ کر رکوع میں چلا گیا تھا تو دوبارہ قیام کرے اور فاتحہ وسورت وقنوت پڑھ کر پھر رکوع کرے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

☆ امام نے بغیر دعائے قنوت کے رکوع کیا پھر اسے رکوع میں یاد آ گیا کہ اس نے دعائے قنوت نہیں پڑھی ہے تو قیام کی طرف نہ لوٹے، پھر بھی اگر کھڑا ہوگیا اور دعائے قنوت پڑھی تو دوبارہ رکوع نہ کرنا چاہیے، لیکن اگر دوبارہ قیام کیا اور مقتدیوں نے پہلے رکوع میں امام کا ساتھ نہ دیا اور دوسرا رکوع امام کے ساتھ کیا، یا پہلے رکوع میں امام کا ساتھ دیا اور دوسرے رکوع میں امام کا ساتھ نہ دیا، تو ان دونوں صورتوں میں مقتدیوں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

☆ قنوتِ وتر میں مقتدی امام کی طرح کرے، اگر مقتدی قنوت سے فارغ نہ ہوا تھا کہ امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی بھی امام کا ساتھ دے اور قنوت مکمل نہ کرے اور اگر امام نے بے قنوت پڑھے رکوع کر دیا اور مقتدی نے بھی کچھ نہ پڑھا، تو مقتدی کو اگر رکوع

چھوٹ جانے کا خوف ہو تو رکوع کر دے، ورنہ قنوت پڑھ کر رکوع میں جائے اور اس خاص دعا کو پڑھنے کی حاجت نہیں جو کہ دعائے قنوت کے نام سے مشہور ہے۔ بلکہ مطلقاً کوئی دعا جسے قنوت کہہ سکیں، پڑھ لے۔

☆ اگر شک ہوا کہ یہ رکعت پہلی ہے یا دوسری یا تیسری تو جس رکعت میں شک ہوا ہو اس میں بھی قنوت پڑھے اور قعدہ کرے، پھر اور دو رکعتیں پڑھے اور دونوں رکعتوں میں قنوت پڑھے اور قعدہ کرے۔ یوں ہی اگر دوسری اور تیسری ہونے میں شک ہوا تو دو رکعتیں پڑھے اور دنوں میں قنوت پڑھے۔

☆ اگر کوئی شخص ایک یا دو رکعتوں کے بعد شامل ہوا تو وہ امام کے ساتھ قنوت پڑھے اور بعد کی چھوٹی ہوئی رکعتوں میں نہ پڑھے اور اگر امام کے ساتھ تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہوا ہو تو بعد میں جو رکعتیں پڑھے اس میں قنوت نہ پڑھے۔

☆ وتر کی نماز شافعی المذہب کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ دوسری رکعت میں جب وہ سلام پھیرے تو سلام نہ پھیرا جائے اور ورنہ وتر کی نماز صحیح نہ ہوگی اور شافعی المذہب کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں قنوت امام کے ساتھ پڑھیں یعنی جب وہ تیسری رکعت کے رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد پڑھتے ہیں اسی وقت قنوت پڑھی جائے۔

☆ فجر میں اگر شافعی المذہب کی اقتدا کی اور اس نے اپنے مذہب کے موافق قنوت پڑھی تو اس کے ساتھ قنوت نہ پڑھے بلکہ ہاتھ لٹکائے ہوئے اتنی دیر تک چپ کھڑے رہے۔

☆ وتر کی نماز قضا ہوگئی تو قضا پڑھنی واجب ہے اگرچہ کتنا ہی زمانہ ہو گیا ہو، چاہے بھولے

سے قضا ہوئی ہو یا جان بوجھ کر قضا کی ہو۔اور جب بھی قضا کرے گا اس میں بھی دعائے قنوت پڑھی جائے گی لیکن قضا میں دعائے قنوت پڑھنے سے پہلے اللہ اکبر کہنے میں ہاتھ نہ اٹھائے کیوں کہ نماز قضا کرنا ایک گناہ ہے اور گناہ کا لوگوں کے سامنے اظہار کرنا بھی گناہ ہے اور اللہ اکبر کہنے سے ہاتھ اٹھانے کی صورت میں لوگ اس کی قضا پر مطلع ہو جائیں گے لہٰذا اس سے بچنے کے لیے ہاتھ نہیں اٹھایا جائے گا بلکہ صرف اللہ اکبر کہہ کر دعائے قنوت پڑھ لی جائے گی۔

☆ رمضان شریف کے علاوہ وتر جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی جائے گی لیکن اگر اعلان کر کے پڑھے تو مکروہ ہے۔

سنن ونوافل کا بیان

☆ سنتیں بعض مؤکدہ ہیں کہ شریعت میں اس پر تاکید آئی ہے۔ بلا عذر ایک بار بھی ترک کرے تو مستحقِ ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے تو فاسق، مردود الشہادۃ، مستحقِ نار ہے۔ اور بعض ائمہ نے فرمایا: کہ ''وہ گمراہ ٹھہرایا جائے گا اور گنہگار رہے، اگر چہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے۔'' تلویح میں ہے کہ اس کا ترک حرام کے قریب ہے۔ اس کا تارک مستحق ہے کہ معاذ اللہ شفاعت سے محروم ہو جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو میری سنت کو ترک کرے گا، اسے میری شفاعت نہ ملے گی۔'' سنتِ مؤکدہ کو ''سنن الہدیٰ'' بھی کہتے ہیں۔

☆ سنت کی دوسری قسم ''غیر مؤکدہ'' ہے جسے ''سنن الزوائد'' بھی کہتے ہیں۔ اس پر شریعت میں تاکید نہیں آئی، کبھی اس کو ''مستحب'' اور ''مندوب'' بھی کہتے ہیں اور ''نفل'' عام ہے کہ اس کو کبھی سنت بھی کہا جاتا ہے اور کبھی سنت کے علاوہ کو بھی ''نفل'' کہتے ہیں۔

☆ سنت مؤکدہ یہ ہیں:

(۱) دو رکعت فجر کی دو رکعت فرض سے پہلے

(۲) چار ظہر کی فرض سے پہلے، اور دو رکعت فرض کے بعد

(۳) دو مغرب کی تین رکعت کے بعد

(۴) دو عشا کی چار رکعت فرض کے بعد

(۵) چار جمعہ کی دو رکعت فرض سے پہلے، اور چار رکعت دو رکعت فرض کے بعد۔

ان تمام سنتوں کی تعداد ہر روز بارہ ہے اور جمعہ کے دن چودہ ہے۔

☆ افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چار پڑھے، پھر دو کہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

☆ جو سنتیں چار رکعت والی ہیں مثلاً جمعہ وظہر کی تو چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیں گی یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی کے بعد سلام پھیریں، یہ نہیں کہ دو دو رکعت پر سلام پھیریں اور اگر کسی نے ایسا کیا تو سنتیں ادا نہ ہوئیں۔ یوں ہی اگر چار رکعت کی منت مانی اور دو دو رکعت کر کے چار پڑھیں تو منت پوری نہ ہوئی، بلکہ ضروری ہے کہ ایک سلام کے ساتھ چاروں پڑھے۔

☆ سب سنتوں میں قوی تر سنت ''سنتِ فجر'' ہے، یہاں تک کہ بعض اس کو واجب کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس سنت کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے تو اگر اس نے شبہ کے طور پر کہی ہے (یعنی یہ سوچ کر کہ شاید ہے یا شاید نہیں ہے) یا اس کو اس سلسلے میں معلومات نہیں ہے اور اس صورت میں اس کا انکار کرے تو اس کے کافر ہونے کا خوف ہے کہ اور اگر کوئی شخص اس کا جان بوجھ کر بغیر کسی شبہہ کے انکار کرے تو اس پر کفر کا فتویٰ دیا جائے گا۔ یہ سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر ہوسکتی ہیں نہ سواری پر نہ چلتی گاڑی پر، ان کا حکم ان باتوں میں بالکل مثل وتر ہے۔ ان کے بعد پھر مغرب کی سنتیں پھر ظہر کی فرض کے بعد کی، پھر عشا کی فرض کے بعد کی سنتیں، پھر ظہر کی فرض سے پہلے کی چار رکعتیں۔ اور سب سے صحیح قول یہ ہے کہ فجر کی سنت کے بعد ظہر کی پہلی سنتوں کا مرتبہ ہے کہ حدیث میں خاص ان کے بارے میں فرمایا کہ: ''جو انھیں ترک کرے گا، اسے میری شفاعت نہ پہنچے گی۔''

☆ فجر کی نماز قضا ہوگئی اور زوال سے پہلے پڑھ لی تو سنتیں بھی پڑھے ورنہ نہیں۔ اور فجر

کے علاوہ اور سنتیں قضا ہوگئیں تو ان کی قضا نہیں۔

☆ طلوعِ فجر سے پہلے فجر کی سنت جائز نہیں ہے اور طلوع میں شک ہو جب بھی ناجائز ہے اور طلوع کے ساتھ ساتھ شروع کی تو جائز ہے۔

☆ ظہر یا جمعہ کے پہلے کی سنت چھوٹ گئی اور فرض پڑھی جا چکی ہیں اس کے بعد اگر وقت باقی ہے تو فرض کے بعد پڑھ لے اور بہتر یہ ہے کہ پہلے فرض کے بعد کی دو سنتوں کو پڑھے اس کے بعد ان کو پڑھے۔

☆ جماعت قائم ہونے کے بعد کسی نفل کو شروع کرنا جائز نہیں سوائے سنت فجر کے کہ اگر یہ جانے کہ سنت پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی، اگرچہ قعدہ ہی میں شامل ہوگا تو سنت پڑھ لے، مگر صفوں کی برابری میں پڑھنا جائز نہیں، بلکہ یا تو اپنے گھر پر پڑھے یا مسجد کے باہر کوئی جگہ قابلِ نماز ہو تو وہاں پڑھے اور یہ ممکن نہ ہو تو اگر اندر کے حصے میں جماعت ہوتی ہو تو باہر کے حصے میں پڑھے، باہر کے حصے میں ہو تو اندر اور اگر اس مسجد میں اندر باہر دو درجے نہ ہوں تو ستون یا پیڑ کی آڑ میں پڑھے کہ اس میں صف حائل ہو جائے اور صف کے پیچھے پڑھنا ممنوع ہے اگرچہ صف میں پڑھنا زیادہ برا ہے۔

☆ عشا و عصر کے پہلے نیز عشا کے بعد چار چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا مستحب ہے اور یہ بھی اختیار ہے کہ عشا کے بعد دو ہی پڑھے مستحب ادا ہو جائے گا۔ یوں ہی ظہر کے بعد چار رکعت پڑھنا مستحب ہے کہ حدیث میں فرمایا:

”جس نے ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار پر محافظت کی، اللہ تعالیٰ اس پر آگ حرام فرما دے گا۔“

☆ مغرب کے بعد چھ رکعتیں مستحب ہیں ان کو ”صلاۃ الاوّابین“ کہتے ہیں۔ خواہ ایک

سلام سے سب پڑھے یا دو سے یا تین سے اور تین سلام سے یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا افضل ہے۔

☆ دن کی نفل میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ اور رات میں آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور افضل یہ ہے کہ دن ہو یا رات ہو چار چار رکعت پر سلام پھیرے۔

☆ جو سنتِ مؤکدہ چار رکعت والی ہوں اس کے قعدۂ اولیٰ میں صرف التحیات پڑھے اگر بھول کر درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو کرے اور ان سنتوں میں جب تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو سُبۡحٰنَکَ اور اَعُوۡذُ بھی نہ پڑھے اور ان کے علاوہ اور چار رکعت والی نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں بھی درود شریف پڑھے اور تیسری رکعت میں سُبۡحٰنَکَ اور اَعُوۡذُ بھی پڑھے، لیکن شرط یہ ہے کہ دو رکعت کے بعد قعدہ کیا ہو ورنہ پہلا سُبۡحٰنَکَ اور اَعُوۡذُ کافی ہوگا، منت کا نماز کے بعد بھی قعدۂ اولیٰ میں درود پڑھے اور تیسری میں سُبۡحٰنَکَ اور اَعُوۡذُ پڑھے۔

☆ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ مگر

(۱) تراویح و

(۲) تحیۃ المسجد اور

(۳) سفر سے واپسی کی دو نفل کہ ان کو مسجد میں پڑھنا بہتر ہے اور

(۴) احرام کی دو رکعتیں میقات کے نزدیک کوئی مسجد ہو تو اس میں پڑھنا بہتر ہے

(۵) طواف کی دو رکعتیں کہ مقامِ ابراہیم کے پاس پڑھیں اور

(٦) اعتکاف کرنے والے کی نوافل

(۷) سورج گہن کی نماز کہ مسجد میں پڑھے اور

(۸) اگر یہ خیال ہو کہ گھر جا کر کاموں کی مشغولی کے سبب نوافل نہیں پڑھ پاؤں گا یا گھر میں جی نہیں لگے گا اور خشوع کم ہو جائے گا تو مسجد ہی میں پڑھے۔

☆ جان بوجھ کر نفل نماز شروع کی تو اب نفل نماز واجب ہو گی لہٰذا اس کو مکمل کرنا ضروری ہو گا تو اگر کوئی شخص شروع کر کے توڑ دے تو اس کی قضا کرنی ہو گی، اور اگر جان بوجھ کر نفل نماز شروع نہ کی تھی جیسے یہ گمان کر کے شروع کی کہ میں فرض نماز پڑھ رہا ہوں پھر اسے یاد آیا کہ میں فرض پڑھ چکا ہوں تو ایسی صورت میں یہ نماز نفل ہو جائے گی لہٰذا اگر کوئی شخص اس نفل نماز کو توڑ دے تو اس پر اس نفل نماز کی قضا نہیں ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اسے یاد آتے ہی توڑ دیا ہو اگر یاد آنے کے بعد بھی اس نماز کو پڑھنا چاہا اور پھر توڑ دیا تو ایسی صورت میں قضا واجب ہو گی۔

☆ طلوع وغروبِ آفتاب اور نصف النہار کے وقت نفل نماز شروع کی تو واجب ہے کہ توڑ دے اور وقتِ غیر مکروہ میں قضا پڑھے اور دوسرے وقت مکروہ میں قضا پڑھی جب بھی ہو گئی مگر گناہ ہوا اور اگر وقتِ مکروہ میں شروع کی اور نہ توڑی اور پوری کر لی تو ہو گئی مگر وقتِ مکروہ میں پڑھنے کا گناہ ہوا، بلا وجہ شرعی نفل شروع کر کے توڑ دینا حرام ہے۔

☆ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے اس کے باوجود نفل بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے کہ حدیث میں فرمایا: ''بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نصف ہے۔'' بیٹھ کر پڑھنے کا جو عام رواج پڑ گیا ہے کہ نفل بیٹھ کر پڑھا کرتے ہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید بیٹھ کر پڑھنے کو افضل سمجھتے ہیں ایسا ہے تو ان کا خیال غلط ہے۔ وتر کے بعد جو دو رکعت نفل پڑھتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے کہ کھڑے رہ کر

پڑھنا افضل ہے۔

☆ نفل بیٹھ کر پڑھے تو اس طرح بیٹھے جس طرح تشہد میں بیٹھتے ہیں مگر قراءت کی حالت میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھے رہے جیسے قیام میں باندھتے ہیں۔

☆ گاڑی اور سواری پر نماز پڑھنے کے لیے یہ عذر ہیں۔(۱) بارش برس رہی ہو، (۲) اس قدر کیچڑ ہے کہ اتر کر پڑھے گا تو منہ دھنس جائے گا یا کیچڑ میں سن جائے گا یا جو کپڑا بچھایا جائے گا وہ بالکل کیچڑ میں لتھڑ جائے گا اور اس صورت میں سواری نہ ہو تو کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے، (۳) ساتھی چلے جائیں گے، (۴) یا سواری کا جانور شریر ہے کہ سوار ہونے میں دشواری ہوگی مددگار کی ضرورت ہوگی اور مددگار موجود نہیں، (۵) یا وہ بوڑھا ہے کہ بغیر مددگار کے اتر چڑھ نہ سکے گا اور مددگار موجود نہیں اور یہی حکم عورت کا ہے، (۶) یا مرض میں زیادتی ہوگی، (۷) جان، (۸) یا مال، (۹) یا عورت کی آبرو کا اندیشہ ہو۔

☆ چلتی گاڑی پر بھی فرض، واجب اور سنت نہیں ہو سکتی اور اس کو جہاز اور کشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی اور ریل گاڑی ایسی نہیں۔ کشتی پر بھی اسی وقت نماز جائز ہے جب وہ بیچ دریا میں ہو، اگر کنارے پر ہو اور خشکی پر آ سکتا ہو تو اس پر بھی جائز نہیں۔ لہٰذا جب اسٹیشن پر گاڑی ٹھہرے اس وقت یہ نمازیں پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پڑھ لے پھر جب موقع ملے اعادہ کرے کہ جہاں من جہۃ العباد کوئی شرط یا رکن مفقود ہو اس کا یہی حکم ہے۔

☆ نوافل تو بہت ہیں، جن اوقات میں نوافل پڑھنا منع ہے ان کے علاوہ وقتوں میں جتنی

نوافل چاہے پڑھے مگر ان میں سے بعض جو حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ائمہ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں وہ یہاں بیان کی جاتیں ہیں۔

تحیۃ المسجد

☆ جو شخص مسجد میں آئے اسے دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ چار پڑھے۔

☆ فرض یا سنت یا کوئی نماز مسجد میں پڑھ لی تحیۃ المسجد ادا ہوگئی اگرچہ تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی ہو۔ اس نماز کا حکم اس کے لیے ہے جو نماز کی نیت سے مسجد میں داخل نہ ہوا ہو بلکہ درس وذکر وغیرہ کے لیے ہوا ہو۔ اگر فرض یا جماعت کی نیت سے مسجد میں گیا تو یہی تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جس نماز کے لیے وہ مسجد میں آیا ہے وہ داخل ہونے کے بعد ہی ادا کرے لیکن اگر کچھ دیر کے بعد ادا کرے تو یہ نماز تحیۃ المسجد نہیں ہوگی بلکہ اسے تحیۃ المسجد پڑھنا پڑے گی۔

☆ بہتر یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھ لے لیکن اگر بیٹھ گیا تب بھی پڑھے۔

☆ ہر روز ایک بار تحیۃ المسجد کافی ہے ہر بار ضرورت نہیں اور اگر کوئی شخص بے وضو مسجد میں گیا یا اور کوئی وجہ ہے کہ تحیۃ المسجد نہیں پڑھ سکتا تو چار بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔

تحیۃ الوضو

☆ وضو کے بعد وضو کے اعضا سوکھنے سے پہلے دو رکعت پڑھنا مستحب ہے۔ صحیح مسلم میں ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص وضو کرے اور اچھا وضو کرے اور ظاہر

وباطن کے ساتھ متوجہ ہوکر دو رکعت پڑھے، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔"

☆ غسل کے بعد بھی دو رکعت نماز مستحب ہے۔ وضو کے بعد فرض وغیرہ پڑھے تو وہ نماز تحیۃ الوضو کے قائم مقام ہو جائے گی۔

نمازِ اِشراق

ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر ذکر خدا کرتا رہا، یہاں تک کہ آفتاب بلند ہوگیا پھر دو رکعتیں پڑھیں "تو اسے پورے حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا۔"

نمازِ چاشت

یہ نماز مستحب ہے، اس کی کم از کم رکعت دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہیں اور افضل بارہ ہیں کہ حدیث میں ہے، جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں، "اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔" اس حدیث کو ترمذی وابن ماجہ نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت کیا ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ آدمی پر اس کے ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے (اور کل تین سو ساٹھ جوڑ ہیں) ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر حمد صدقہ ہے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا صدقہ ہے اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم کرنا صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے دو رکعتیں چاشت کی کافی ہیں۔

ترمذی اور احمد، حضرت ابو درداء وابوذر اور دارمی نعیم بن ہمّار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے: ''اے ابن آدم! شروع دن میں میرے لیے چار رکعتیں پڑھ لے، آخر دن تک میں تیری کفایت فرماؤں گا۔''

طبرانی ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے: ''جس نے دو رکعتیں چاشت کی پڑھیں، غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جو چار پڑھے عابدین میں لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے اس دن اس کی کفایت کی گئی اور جو آٹھ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قانتین میں لکھے گا اور جو بارہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل بنائے گا اور کوئی دن یا رات نہیں جس میں اللہ تعالیٰ بندوں پر احسان وصدقہ نہ کرے اور اس بندہ سے بڑھ کر کسی پر احسان نہ کیا جسے اپنا ذکر الہام کیا۔''

احمد وترمذی وابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''جو چاشت کی دو رکعتوں پر محافظت کرے، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔''

☆ اس کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال یعنی نصف النہار شرعی تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے تو پڑھے۔

نمازِ سفر

جب کوئی شخص سفر میں جائے تو اس کو چاہیے کہ اس وقت دو رکعتیں اپنے گھر پر پڑھ کر نکلے۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ ''کسی نے اپنے اہل کے پاس ان دو رکعتوں سے بہتر نہ چھوڑا، جو بوقت ارادۂ سفر ان کے پاس پڑھیں۔''

نماز واپسی سفر

جب کوئی شخص سفر سے واپس ہو تو اسے چاہیے کہ دو رکعتیں مسجد میں ادا کرے۔ صحیح مسلم میں کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: کہ ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر سے دن میں چاشت کے وقت تشریف لاتے اور پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعتیں اس میں نماز پڑھتے پھر وہیں مسجد میں تشریف رکھتے۔''

مسافر کو چاہیے کہ منزل میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھے جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔

صلاۃ اللیل

ایک رات میں بعد نماز عشا جو نوافل پڑھی جائیں ان کو صلاۃ اللیل کہتے ہیں اور رات کی نوافل دن کی نوافل سے افضل ہیں کہ ''صحیح مسلم شریف کی حدیث میں مرفوعاً آیا ہے: فرضوں کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔''

''اسی طرح طبرانی نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رات میں کچھ نماز ضروری ہے

اگر چہ اتنی ہی دیر جتنی دیر میں بکری دوہ لیتے ہیں اور فرض عشا کے بعد جو نماز پڑھی وہ صلاۃ اللیل ہے۔''

نماز تہجد

☆ اسی صلاۃ اللیل کی ایک قسم تہجد ہے کہ عشا کے بعد رات میں سوکر اٹھیں اور نوافل پڑھیں، سونے سے پہلے جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں۔

☆ تہجد نفل کا نام ہے اگر کوئی عشا کے بعد سو گیا پھر اٹھ کر قضا پڑھی تو اس کو تہجد نہ کہیں گے۔

☆ تہجد کی رکعتیں کم سے کم دو ہیں اور

☆ عیدین اور پندرھویں شعبان کی راتوں اور رمضان کی اخیر دس راتوں اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں شب بیداری مستحب ہے اکثر حصہ میں جاگنا بھی شب بیداری ہے۔عیدین کی راتوں میں شب بیداری یہ ہے کہ عشا وصبح کی دونوں جماعت اولیٰ سے ہوں۔کہ

صحیح حدیث میں فرمایا: ''جس نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی، اس نے آدھی رات کی عبادت کی اور جس نے فجر جماعت سے پڑھی، اس نے ساری رات عبادت کی۔'' اوران راتوں میں اگر جاگے گا تو نماز عید وقربانی وغیرہ میں دشواری و پریشانی ہوگی۔اسی لیے اسی پر اکتفا کرے اور اگر ان کاموں میں فرق نہ آئے تو جاگنا بہت بہتر۔

نمازِ استخارہ

صحیح حدیث جس کو مسلم کے علاوہ محدثین کی جماعت نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، فرماتے ہیں: کہ ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم کو تمام امور میں استخارہ کی تعلیم فرماتے، جیسے قرآن کی سورت تعلیم فرماتے تھے، فرماتے ہیں: ''جب کوئی کسی امر کا ارادہ کرے تو دو رکعت نفل نماز پڑھے پھر کہے۔

اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ، وَأَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ، وَأَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ، فَإِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوبِ .اَللّٰھُمَّ إِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ ھٰذَا الْأَمْرَ خَیْرٌ لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ (أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِیْ وَآجِلِهٖ) فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیهِ، وَإِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ ھَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِیْ وَآجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ، وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِی بِهٖ.

ترجمہ: اے اللہ (عزوجل) میں تجھ سے استخارہ کرتا ہوں تیرے علم کے ساتھ اور تیری قدرت کے ساتھ طلب قدرت کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں اس لیے کہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ (عزوجل) اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ یہ کام میرے لیے بہتر ہے میرے دین ومعیشت اور انجام کار میں یا فرمایا اس وقت اور آئندہ میں تو اس کو میرے لیے مقدر کردے اور آسان کر پھر میرے لیے اس میں برکت دے اور اگر جانتا ہے کہ میرے لیے یہ

کام برا ہے میرے دین ومعیشت اور انجام کار میں یا فرمایا اس وقت اور آئندہ میں تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھ کو اس سے پھیر اور میرے لیے خیر کو مقرر فرما جہاں بھی ہو پھر مجھے اس سے راضی کر۔

اور اپنی حاجت کا ذکر کرے خواہ بجائے ھٰذَا الْأَمْرَ کے حاجت کا نام لے یا اس کے بعد۔

أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِیْ میں أَوْ یہ راوی کا شک ہے، فقہا فرماتے ہیں کہ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ کے ساتھ ملا کر یوں کہے:

وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ عَاجِلِ أَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ.

☆ حج اور جہاد اور دیگر نیک کاموں میں خود ان کاموں کے لیے استخارہ نہیں ہوسکتا ہاں وقت کی تعیین کے لیے استخارہ کر سکتے ہیں۔

☆ مستحب یہ ہے کہ اس دعا کے اوّل آخر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور درود شریف پڑھے اور پہلی رکعت میں قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے اور بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت میں وَ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخْتَارُ سے یُعْلِنُوْنَ تک اور دوسری رکعت میں وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ آخر آیت تک پڑھے۔

☆ بہتر یہ ہے کہ سات بار استخارہ کرے کہ ایک حدیث میں ہے: ''اے انس! جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو اپنے رب (عزوجل) سے اس میں سات بار استخارہ کر پھر نظر کر تیرے دل میں کیا گذرا کہ بیشک اسی میں خیر ہے۔'' اور بعض مشائخ سے منقول ہے کہ دعاے مذکورہ پڑھ کر قبلہ کی طرف چہرہ کرکے سو یا رہے اگر خواب میں سپیدی یا

سبزی دیکھے تو وہ کام بہتر ہے اور سیاہی یا سرخی دیکھے تو برا ہے اس سے بچے۔ استخارہ کا وقت اس وقت تک ہے کہ ایک طرف پورا ذہن جم نہ چکا ہو۔

صلاۃ التسبیح

☆ اس نماز میں بے انتہا ثواب ہے بعض محققین فرماتے ہیں اس کی بزرگی سن کر ترک نہ کرے گا مگر دین میں سستی کرنے والا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا: ''اے چچا! کیا میں تم کو عطا نہ کروں، کیا میں تم کو بخشش نہ کروں، کیا میں تم کو نہ دوں تمھارے ساتھ احسان نہ کروں، دس خصلتیں ہیں کہ جب تم کرو تو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ بخشش دے گا۔ اگلا پچھلا پرانا نیا جو بھول کر کیا اور جو قصدا کیا چھوٹا اور بڑا پوشیدہ اور ظاہر، اس کے بعد صلاۃ التسبیح کی ترکیب تعلیم فرمائی پھر فرمایا: کہ اگر تم سے ہو سکے کہ ہر روز ایک بار پڑھو تو کرو اور اگر روز نہ کرو تو ہر جمعہ میں ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو ہر مہینہ میں ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو سال میں ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو عمر میں ایک بار۔'' اور اس کی ترکیب ہمارے طور پر وہ ہے جو سنن ترمذی شریف میں عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: اللہ اکبر کہہ کر سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ، وَتَبَارَکَ اسْمُکَ، وَتَعَالٰی جَدُّکَ، وَلَا إِلٰہَ غَیْرُکَ، کہے پھر پندرہ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ أَکْبَرُ پڑھے پھر اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ اور سورت پڑھ کر دس بار یہی تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہِ) آخر تک پڑھے پھر رکوع کرے اور رکوع میں دس بار یہی تسبیح پڑھے پھر رکوع سے سر اٹھائے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنے کے

بعد پھر دس بار یہ تسبیح کہے پھر سجدے میں جائے اوراس میں دس بار کہے پھر سجدے سے سر اٹھا کر دس بار کہے پھر سجدے میں جائے اوراس میں دس بار پڑھے۔ یوں ہی چار رکعت پڑھے ہر رکعت میں ۷۵ بار تسبیح اور چاروں میں تین سو ہوئیں اور رکوع وسجود میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنے کے بعد تسبیحات پڑھے۔

☆ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ کو معلوم ہے اس نماز میں کون سورت پڑھی جائے؟ فرمایا: سورۂ تکاثر، والعصر اور قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور بعض نے کہا سورۂ حدید اور حشر اور صف اور تغابن۔

☆ اگر سجدۂ سہو واجب ہو اور سجدے کرے تو ان دونوں میں تسبیحات نہ پڑھی جائیں اور اگر کسی جگہ بھول کر دس بار سے کم پڑھی ہیں تو دوسری جگہ پڑھ لے کہ وہ مقدار بھی پوری ہوجائے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد جو دوسرا تسبیح کا موقع آئے وہیں اسے پڑھ لے مثلاً قومہ میں بھول گیا تو اسے سجدہ میں مکمل کرے لیکن اگر رکوع میں بھولا تو اسے بھی سجدہ ہی میں مکمل کرے اور قومہ میں مکمل نہ کرے کیوں کہ قومہ کی مقدار تھوڑی ہوتی ہے۔اور اگر پہلے سجدے میں بھولا تو دوسرے سجدے میں کہے جلسہ میں نہ کہے۔

☆ تسبیح انگلیوں پر نہ گنے بلکہ ہو سکے تو دل میں شمار کرے ورنہ انگلیاں دبا کر شمار کرے۔

☆ ہر وقتِ غیر مکروہ میں یہ نماز پڑھ سکتا ہے بہتر یہ ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھے۔

نمازِ حاجت

ابو داؤد حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کہتے ہیں:
''جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی امر اہم پیش آتا تو نماز پڑھتے۔'' اس کے لیے

دو رکعت یا چار رکعت پڑھے۔ حدیث میں ہے: ''پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور تین بار آیۃ الکرسی پڑھے اور باقی تین رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ایک ایک بار پڑھے تو یہ ایسی ہیں جیسے شبِ قدر میں چار رکعتیں پڑھی ہوں۔'' مشائخ فرماتے ہیں: کہ ہم نے یہ نماز پڑھی اور ہماری حاجتیں پوری ہوئیں۔ ایک حدیث میں ہے جس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جس کی کوئی حاجت اللہ (عزوجل) کی طرف ہو یا کسی بنی آدم کی طرف تو اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ (عزوجل) کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر یہ درود پڑھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

ترجمہ: اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم و کریم ہے، پاک ہے اللہ (عزوجل)، مالک ہے عرشِ عظیم کا، حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے جو رب ہے تمام جہاں کا، میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب مانگتا ہوں اور طلب کرتا ہوں تیری بخشش کے ذرائع اور ہر نیکی سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی کو میرے لیے کوئی گناہ بغیر مغفرت نہ چھوڑ اور ہر غم کو دور کر دے اور جو حاجت تیری رضا کے موافق ہے اسے پورا کر دے، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔

ترمذی بافادۂ تحسین وتصحیح وابن ماجہ وطبرانی وغیرہم عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نابینا حاضر خدمت اقدس ہوئے اور عرض کی، اللہ (عزوجل) سے دعا کیجیے کہ مجھے عافیت دے، ارشاد فرمایا: ''اگر تو چاہے تو دعا کروں اور چاہے تو صبر کر اور یہ تیرے لیے بہتر ہے۔'' انھوں نے عرض کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا کریں، انھیں حکم فرمایا: کہ وضو کرو اور اچھا وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ، وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی، اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ.

ترجمہ: اے اللہ (عزوجل) میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور توسل کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے سے جو نبی رحمت ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے سے اپنے رب (عزوجل) کی طرف اس کی حاجت کے بارے میں متوجہ ہوتا ہوں، تاکہ میری حاجت پوری ہو۔'' الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔''

عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم! ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے، باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آئے، گویا کبھی اندھے تھے ہی نہیں۔'' نیز قضائے حاجت کے لیے ایک مجرب نماز جو علما ہمیشہ پڑھتے آئے یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارِ مبارک پر جا کر دو رکعت نماز پڑھے اور امام کے وسیلے سے اللہ عزوجل سے سوال کرے، امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ میں ایسا کرتا ہوں تو بہت جلد میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

صلاۃ الاسرار

☆ ایک اور مجرب (تجربہ کی ہوئی) نماز ہے جسے صلاۃ الاسرار کہتے ہیں، امام ابوالحسن نور الدین علی بن جریر لخمی شطنو فی بہجۃ الاسرار میں اور مُلّا علی قاری وشیخ عبدالحق محدّث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اس کی ترکیب یہ ہے کہ بعد نمازِ مغرب سنتیں پڑھ کر دو رکعت نفل نماز پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ الحمد کے بعد ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے، سلام کے بعد اللہ عزوجل کی حمد وثنا بیان کرے پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر گیارہ گیارہ بار درود وسلام عرض کرے اور گیارہ بار یہ کہے:

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ وَامْدُدْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ.

ترجمہ: اے اللہ (عزوجل) کے رسول! اے اللہ (عزوجل) کے نبی! میری فریاد کو پہنچیے اور میرے مدد کیجیے میری حاجت پوری ہونے میں، اے تمام حاجتوں کے پورا کرنے والے۔

پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، ہر قدم پر یہ کہے:

یَا غَوْثَ الثَّقَلَیْنِ وَیَا کَرِیْمَ الطَّرَفَیْنِ اَغِثْنِیْ وَامْدُدْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ.

ترجمہ: اے جن وانس کے فریادرس اور اے دونوں طرف (ماں باپ) سے بزرگ! میری فریاد کو پہنچیے اور میرے مدد کیجیے میری حاجت پوری ہونے میں، اے تمام

حاجتوں کے پورا کرنے والے۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ عزوجل سے دعا کرے۔

نمازِ توبہ

☆ ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ اور ابن حبان اپنی صحیح میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جب کوئی بندہ گناہ کرے پھر وضو کر کے نماز پڑھے پھر استغفار کرے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔'' پھر یہ آیت پڑھی۔

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾

ترجمہ: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اَڑ نہ جائیں۔

☆ صلاۃ الرغائب جسے بعض لوگ بعض مقامات پر رجب کے پہلے جمعہ کی رات اور شعبان کی پندرھویں شب اور شبِ قدر میں بعض جگہ لوگ جماعت کے ساتھ نفل نماز ادا کرتے ہیں، فقہا اسے ناجائز ومکروہ اور بدعت کہتے ہیں اور لوگ اس بارے میں حدیث بھی بیان کرتے ہیں جسے محدثین موضوع بتاتے ہیں۔ لیکن بڑے بڑے اولیاے کرام سے صحیح سندوں سے وہ حدیث مروی ہے۔ اس لیے اس کو روکنے میں

مبالغہ نہ کرنا چاہیےلیکن اگراس جماعت میں تین سے زیادہ مقتدی نہ ہوں تو اس میں بالکل حرج نہیں کیوں کہ نفل نماز میں امام کے علاوہ تین آدمی تک کی اجازت ہے۔ چنانچہ مجددِ اعظم، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان ''فتاویٰ رضویہ'' جلد نمبر: ۷صفحہ نمبر: ۴۶۵ پرفرماتے ہیں: ''نفل غیر تراویح میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہی ہے۔ چار کی نسبت کتبِ حنفیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہتِ تنزیہہ جس کا حاصل خلافِ اولیٰ ہے نہ کہ گناہ وحرام کَمَا بَیَّنَّاہُ فِیْ فَتَاوٰنَا (ترجمہ: جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاویٰ میں دی ہے۔) مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت اکابرِ دین سے جماعتِ نوافل بِالتَّدَاعِیْ ثابت ہے اور عوام فعلِ خیر سے منع نہ کیے جائیں گے۔ علمائے امت وحکمائے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے۔''

(''الفتاوی الرضویة''، ج: ۷، ص: ۴۳۰)

(تداعی کا لغوی معنی ہے ''ایک دوسرے کو بلانا''۔ اور تداعی کے ساتھ جماعت کا مطلب ہوتا ہے کہ کم ازکم چار آدمی ایک امام کی اقتدا کریں۔)

نمازِ تراویح کا بیان

☆ تراویح بالاجماع مرد وعورت سب کے لیے سنت مؤکدہ ہے اس کا چھوڑنا جائز نہیں۔ (درمختار وغیرہ) اس پر خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ہمیشگی برتی ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے: کہ ''میری سنت اور سنتِ خلفاے راشدین کو اپنے اوپر لازم سمجھو۔'' اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی تراویح پڑھی اور اسے بہت پسند فرمایا۔

☆ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں، اور یہی حدیث سے ثابت ہے، بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ لوگ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اور عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں بھی یوں ہی تھا۔ اور مؤطا میں یزید بن رومان سے روایت ہے، کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان میں تیئس رکعتیں پڑھتے۔ بیہقی نے کہا اس میں تین رکعتیں وتر کی ہیں۔ اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم فرمایا: کہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائے۔ نیز اس کے بیس رکعت ہونے میں یہ ہے کہ فرائض وواجبات کی اس سے تکمیل ہوتی ہے اور کل فرائض وواجبات کی تعداد ہر روز بیس رکعتیں ہیں، لہٰذا مناسب ہے کہ یہ بھی بیس ہوں کہ دونوں کی تعداد برابر ہو۔

☆ اس کا وقت عشا کی فرض نماز کے بعد سے طلوعِ فجر تک ہے اور تراویح کی نماز وتر سے پہلے بھی ہوسکتی ہے اور بعد بھی تو اگر کسی شخص کی تراویح کی چند رکعتیں باقی رہ گئی ہیں اور

امام وتر کے لیے کھڑا ہو گیا تو وہ بھی امام کے ساتھ وتر پڑھے اور تراویح کی باقی رکعتیں بعد میں پڑھے اور یہ افضل ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ عشا کی فرض نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھی ہو اور ایسا بھی کرنا جائز ہے کہ تراویح کی نماز مکمل کر کے وتر اپنی الگ پڑھے اور اگر بعد میں معلوم ہوا کہ نمازِ عشا بغیر طہارت کے پڑھی تھی اور تراویح اور وتر کی نماز طہارت کے ساتھ تو وتر کی نماز ہو گئی اور تراویح کی نماز نہ ہوئی اس لیے عشا اور تراویح کو دوبارہ پڑھے۔

☆ اگر تراویح کی نماز فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہیں اور اگر کوئی شخص قضا تنہا پڑھ لے تو وہ تراویح نہیں کہلائی گی بلکہ وہ تمام نمازیں نفل ہو جائیں گی جس طرح سے مغرب وعشا کی سنت نمازیں۔

☆ تراویح کی بیس رکعتیں دس سلام سے پڑھے یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اور اگر کسی نے بیسوں پڑھ کر آخر میں سلام پھیرا تو اگر ہر دو رکعت پر قعدہ کیا تو تراویح ہو جائے گی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر قعدہ نہ کیا تھا اور آخر میں جا کر قعدہ کیا تو وہ بیسوں رکعتیں صرف دو رکعتیں ہوئیں۔

☆ احتیاط یہ ہے کہ جب دو دو رکعت پر سلام پھیرے تو ہر دو رکعت پر الگ الگ نیت کرے لیکن اگر بیسوں رکعت کی ایک ساتھ نیت کر لی جب بھی جائز ہے۔

☆ تراویح میں ایک بار قرآن مجید کرنا سنتِ مؤکدہ ہے اور دو مرتبہ ختم کرنا فضیلت اور تین مرتبہ ختم کرنا افضل ہے۔ لیکن لوگوں کی سستی کی وجہ ختم کرنے سے نہ رکے۔

☆ اگر ایک ختم کرنا ہو تو بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں شب میں ختم ہو پھر اگر ستائیسویں رات میں یا اس سے پہلے ختم ہو جائے تو تراویح بند نہ کریں بلکہ آخرِ رمضان تک برابر پڑھتے

رہیں کیوں کہ سنت مؤکدہ ہے۔

☆ ہر چار رکعت پر اتنی دیر بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھیں، پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان اگر بیٹھنا لوگوں پر گراں ہو تو نہ بیٹھے۔

☆ اس بیٹھنے میں اسے اختیار ہے کہ چاہے تو خاموش بیٹھا رہے اور چاہے تو کلمہ پڑھے یا تلاوت کرے، یا درود شریف پڑھے یا چار رکعت تنہا نفل پڑھے (جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے) یا یہ تسبیح پڑھے:

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ، سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِی لَا یَمُوْتُ، سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوْحِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، نَسْأَلُکَ الْجَنَّۃَ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: پاک ہے ملک وملکوت والا، پاک ہے عزت و بزرگی اور بڑائی اور جبروت والا، پاک ہے بادشاہ جو زندہ ہے، جو نہ سوتا ہے نہ مرتا ہے، پاک مقدس ہے فرشتوں اور روح کا مالک، اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ (عزوجل) سے ہم مغفرت چاہتے ہیں، اے اللہ! تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

☆ تراویح میں جماعت سنتِ کفایہ ہے کہ اگر مسجد کے سب لوگ چھوڑ دیں گے تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک نے گھر میں تنہا پڑھ لی تو گنہگار نہیں مگر جو شخص امام ہو کہ اس کے ہونے سے جماعت بڑی ہوتی ہے اور چھوڑ دے گا تو لوگ کم ہو جائیں گے اسے بلا عذر جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں۔

☆ نابالغ کے پیچھے بالغین کی تراویح نہ ہوگی، یہی صحیح ہے۔

☆ رمضان شریف میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے چاہے اُسی امام کے پیچھے ہو جس کے پیچھے عشا و تراویح پڑھی یا دوسرے کے پیچھے۔

☆ یہ جائز ہے کہ ایک شخص عشا و وتر کی نماز پڑھائے اور دوسرا تراویح۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشا و وتر کی امامت فرماتے تھے اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح کی۔

☆ تراویح بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے، بلکہ بعضوں کے نزدیک تو ہوگی ہی نہیں۔

☆ مقتدی کو یہ جائز نہیں کہ بیٹھا رہے جب امام رکوع کرنے کو ہو تو کھڑا ہو جائے کہ یہ منافقین سے مشابہت ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى﴾

ترجمہ: اور جب (منافقین) نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے۔

☆ امام سے غلطی ہوئی کوئی سورت یا آیت چھوٹ گئی تو مستحب یہ ہے اسے پہلے پڑھ کر پھر آگے بڑھے۔

☆ دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا کھڑا ہو گیا اور تو جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور سجدہ کر لیا ہو تو چار رکعت پوری کرے مگر یہ دو رکعت ہی شمار کی جائیں گی اور اگر دو پر بیٹھ چکا ہے تو چار رکعت ہوئیں۔

☆ تین رکعت پڑھ کر سلام پھیرا، تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھا نہ تھا تو یہ نماز نہ ہوئی دو رکعت پھر سے ان کے بدلے پڑھے۔

☆ سلام پھیرنے کے بعد کوئی کہتا ہے تین رکعت ہوئی ہیں کوئی کہتا ہے دو تو امام کے علم کا اعتبار کیا جائے گا اس کے ذہن میں جتنی رکعت ہوں ان کا اعتبار ہوگا اور امام کو کسی بات

کا یقین نہ ہوتو جس کوامام سچا جانتا ہواس کی بات کا اعتبار ہوگا۔اگراس بات میں لوگوں کوشک ہوکہ اٹھارہ رکعت ہوئی ہیں یا بیس تو دودورکعت سب لوگ اپنی اپنی پڑھیں۔

☆ ایک بار بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا سنت ہےاور ہر سورت کی ابتدا میں آہستہ پڑھنا مستحب ہےاور یہ جوآج کل جہال نے نکالا ہے کہ ایک سو چودہ بار بسم اللہ جہر سے پڑھی جائے ورنہ ختم نہ ہوگا، مذہبِ حنفی میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

☆ متاخرین نے ختمِ تراویح میں تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب کہا ہےاور بہتر یہ ہے کہ ختم کے دن آخری رکعت میں الٓمّٓ سے اَلْمُفْلِحُوْنَ تک پڑھے۔

☆ شبینہ جس میں ایک رات کی تراویح میں پورا قرآن پڑھا جاتا ہے، اس میں آج کل رواج ہے کہ کوئی بیٹھا باتیں کررہا ہے، کچھ لوگ لیٹے ہیں، کچھ لوگ چائے پینے میں مشغول ہیں، کچھ لوگ مسجد کے باہر حقہ نوشی کررہے ہیں اور جب جی میں آیا ایک آدھ رکعت میں شامل بھی ہوگئے، یہ ناجائز ہے۔

فائدہ: ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان شریف میں اکسٹھ ختم کیا کرتے تھے۔تیس دن میں اور تیس رات میں اور ایک تراویح میں اور پینتالیس برس عشا کے وضو سے نمازِ فجر پڑھی ہے۔

منفرد کا فرضوں کی جماعت پانا

☆ تنہا فرض نماز شروع ہی کی تھی یعنی ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے۔

☆ فجر یا مغرب کی نماز ایک رکعت پڑھ چکا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو فوراً نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اگر چہ دوسری رکعت پڑھ رہا ہو۔ البتہ دوسری رکعت کا سجدہ کرلیا تو اب ان دونوں نمازوں کو توڑنے کی اجازت نہیں اور نماز پوری کرنے کے بعد بہ نیتِ نفل بھی ان میں شریک نہیں ہو سکتا کہ فجر کے بعد نفل جائز نہیں اور مغرب میں اس وجہ سے کہ تین رکعتیں نفل کی نہیں اور مغرب میں اگر شامل ہو گیا تو برا کیا، امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت اور ملا کر چار کرلے اور اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہو گئی اس لیے اب چار رکعت قضا کرے۔

☆ چار رکعت والی نماز شروع کی اور ایک رکعت پڑھ لی ہے یعنی پہلی رکعت کا سجدہ کرلیا ہے تو واجب ہے کہ ایک اور رکعت پڑھ کر توڑ دے کہ یہ دو رکعتیں نفل ہو جائیں اور دو پڑھ لی ہیں تو ابھی فوراً تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور تین پڑھ لی ہیں تو واجب ہے کہ نماز نہ توڑے، توڑے گا تو گنہگار ہوگا بلکہ حکم یہ ہے کہ پوری کر کے نفل کی نیت سے جماعت میں شامل ہو جائے جماعت کا ثواب پالے گا، مگر عصر میں شامل نہیں ہو سکتا کیوں کہ عصر کے بعد نفل جائز نہیں۔

☆ جماعت قائم ہونے سے مراد مؤذن کا تکبیر کہنا نہیں ہے بلکہ جماعت شروع ہو جانا مراد ہے، مؤذن کے تکبیر کہنے پر نماز نہ توڑے گا اگر چہ ابھی تک پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو۔

☆ نفل شروع کیا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو نماز نہ توڑے بلکہ دو رکعت پوری کر لے، اگر چہ پہلی رکعت کا سجدہ بھی نہ کیا ہو اور تیسری پڑھتا ہو تو چار پوری کر لے۔

☆ جمعہ اور ظہر کی سنتیں پڑھنے میں خطبہ یا جماعت شروع ہوئی تو چار پوری کر لے۔

☆ بغیر کسی عذر کے نماز توڑنا حرام ہے، اور مال کے تلف کا اندیشہ ہو تو مباح اور کامل کرنے کے لیے ہو تو مستحب اور جان بچانے کے لیے نماز توڑنا واجب ہے۔

☆ نماز توڑنے کے لیے بیٹھنے کی اجازت نہیں کھڑا کھڑا ایک طرف سلام پھیر کر توڑ دے۔

☆ کسی شخص نے نیت باندھی لیکن اس کے رکوع کرنے سے پہلے امام نے رکوع سے اٹھا لیا کہ اسے رکعت نہ ملی تو اس صورت میں نماز توڑ دینا جائز نہیں جیسا کہ بعض جاہل کرتے ہیں بلکہ اس پر واجب ہے کہ سجدے میں امام کا اتباع کرے اگر چہ یہ سجدے رکعت میں شمار نہ ہوگا۔ یوں ہی اگر سجدے میں ملا جب بھی ساتھ دے۔ پھر بھی اگر سجدے نہ کیے تو نماز فاسد نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر امام کے سلام کے بعد اس نے اپنی رکعت پڑھ لی نماز ہوگئی مگر واجب چھوڑنے کا گناہ ہوا۔

☆ امام رکوع میں تھا اور یہ تکبیر کہہ کر جھکا تھا کہ امام کھڑا ہوگیا تو اگر رکوع کی حد میں ایک ساتھ شرکت ہوگئی اگر چہ تھوڑی ہی سی ہو تو رکعت مل گئی۔

قضا نماز کا بیان

☆ بلا عذرِ شرعی نماز قضا کر دینا بہت سخت گناہ ہے، اس پر فرض ہے کہ اس کی قضا پڑھے اور سچے دل سے توبہ کرے، توبہ یا حج مقبول سے گناہِ تاخیر معاف ہو جائے گا۔

☆ توبہ جب ہی صحیح ہے کہ قضا پڑھ لے۔ اس کو ادا نہ کرے اور توبہ کرتا رہے تو یہ توبہ نہیں

کیوں کہ وہ نماز جو اس کے ذمہ تھی اس کا نہ پڑھنا تو اب بھی باقی ہے اور جب بھی گناہ سے باز نہ آیا، تو توبہ کہاں ہوئی۔ حدیث میں فرمایا: ''گناہ پر قائم رہ کر استغفار کرنے والا اس کے مثل ہے جو اپنے رب (عزوجل) سے ٹھٹھا کرتا ہے۔''

☆ جس چیز کا بندوں پر حکم ہے اسے وقت پر بجالانے کو ''ادا'' کہتے ہیں، اور وقت کے بعد عمل میں لانے کو ''قضا'' کہتے ہیں۔ اور اگر اس حکم کے بجالانے میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو اس خرابی کو ہٹانے کے لیے دوبارہ اس عمل کو کرنے کو ''اعادہ'' کہتے ہیں۔

☆ وقت میں اگر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیا تو قضا نہ ہوئی بلکہ ادا ہوئی۔ مگر نمازِ فجر وعیدین کہ ان میں سلام سے پہلے بھی اگر وقت نکل گیا تو نماز نہ ہوگی۔

☆ سوتے میں یا بھولے سے نماز قضا ہوگئی تو اس کی قضا اس پر فرض ہے لیکن قضا کرنے کا گناہ اس پر نہ ہوگا مگر جیسے ہی بیدار ہوا یا جیسے ہی یاد آیا اور وقتِ مکروہ نہیں ہے تو اسی وقت پڑھ لے تاخیر مکروہ ہے، کہ حدیث میں ارشاد فرمایا: ''جو نماز سے بھول جائے یا سو جائے تو یاد آنے پر پڑھ لے کہ وہی اس کا وقت ہے۔'' مگر کوئی شخص وقت میں داخل ہونے کے بعد سو گیا پھر وقت نکل گیا تو ضرور گنہگار ہوا جب کہ جاگنے پر صحیح اعتماد یا جگانے والا موجود نہ ہو بلکہ فجر میں وقت کے داخل ہونے سے پہلے بھی سونے کی اجازت نہیں ہوسکتی جب کہ اکثر حصہ رات کا جاگنے میں گزرا ہو اور ظن ہو کہ اب سو گیا تو وقت میں آنکھ نہ کھلے گی۔

☆ کوئی سو رہا ہو یا نماز پڑھنا بھول گیا ہو تو جسے معلوم ہو اس پر واجب ہے کہ سوتے ہوئے کو جگا دے اور بھولے ہوئے کو یاد دلا دے۔

☆ جب یہ اندیشہ ہو کہ صبح کی نماز چلی جائے گی تو بلا ضرورتِ شرعیہ اسے رات میں دیر تک

جاگنا ممنوع ہے۔

☆ فرض کی قضا فرض ہے اور واجب کی واجب اور سنت کی قضا سنت ہے یعنی وہ سنتیں جن کی قضا ہے مثلاً فجر کی سنتیں جب کہ فرض بھی چھوٹ گئی ہو اور ظہر کی پہلی سنتیں جب کہ ظہر کا وقت باقی ہو۔

☆ قضا کے لیے کوئی وقت معین نہیں، عمر میں جب کبھی پڑھے گا بری الذّمہ ہو جائے گا مگر طلوع وغروب اور زوال کے وقت کہ ان وقتوں میں نماز جائز نہیں۔

☆ ایسا مریض کہ اشارے سے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا اگر یہ حالت پورے چھ وقت تک رہی تو اس حالت میں جو نماز چھوٹی ان کی قضا واجب نہیں۔

☆ جو نماز جس حالت کی چھوٹی ہے اس کی قضا بھی اسی حالت کی ہوگی۔ مثلاً سفر کی حالت میں نماز چھوٹی تو اس کی قضا بھی اسی حالت کی جائے گی اگر چہ اب وہ مقیم ہو اور اگر مقیم ہونے کی حالت میں نماز چھوٹی ہو تو اس کی قضا بھی مقیم ہونے کی حالت کی کی جائے گی اگر چہ وہ قضا نماز سفر کی حالت میں ادا کر رہا ہو۔ البتہ جس وقت قضا پڑھ رہا ہے تو اس وقت کے عذر کا لحاظ ہوگا مثلاً جس وقت نماز قضا ہوئی اس وقت وہ کھڑے رہ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تھا اور اب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے تو اب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے یوں ہی جس وقت قضا ہوئی اس وقت کھڑے رہ کر پڑھ سکتا تھا لیکن اب وہ نہیں پڑھ سکتا تو اب وہ قضا نماز بیٹھ کر یا اشارہ سے پڑھ سکتا ہے اور نماز صحیح ہوگی اور دوبارہ اعادے کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔

☆ لڑکی نماز عشا پڑھ کر سوئی یا بے پڑھے سوئی، آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ پہلا حیض آیا ہے تو اس پر وہ عشا فرض نہیں اور اگر احتلام سے بالغ ہوئی تو اس کا حکم وہی ہے جو لڑکے کا

ہے، پَو پھٹنے سے پہلے آنکھ کھلی تو اس وقت کی نماز فرض ہے اگر چہ پڑھ کر سوئی اور پَو پھٹنے کے بعد آنکھ کھلی تو عشا کا اعادہ کرے اور عمر سے بالغ ہوئی یعنی اس کی عمر پورے پندرہ سال کی ہوگئی تو جس وقت پورے پندرہ سال کی ہوئی اس وقت نماز اس پر فرض ہے اگر چہ پہلے پڑھ چکی ہو۔

☆ چھ نمازیں جس کی قضا ہوگئیں یعنی چھٹے کا وقت ختم ہو گیا اس پر ترتیب فرض نہیں۔ اب وہ وقتی نماز پڑھے گا تو وہ ہو جائے گی چاہے وقتی نماز کے لیے اور وقت باقی ہو یا نہ ہو اور چاہے وہ سب چھ نمازیں ایک ساتھ چھوڑی ہوں یا الگ الگ کر کے مثلاً چھ دن فجر کی نماز نہ پڑھی اور تمام نمازیں پڑھیں مگر ان کے پڑھتے وقت وہ قضائیں بھولا ہوا تھا خواہ وہ سب پرانی ہوں یا بعض نئی اور بعض پرانی مثلاً ایک مہینے کی نماز نہ پڑھی پھر پڑھنی شروع کی پھر ایک وقت کی قضا ہوگئی تو اس کے بعد کی نماز ہو جائے گی اگر چہ اس کا قضا ہونا یاد ہو۔

☆ جب چھ نمازیں قضا ہوگئیں تو اب اس پر ترتیب نہ رہے گی تو اگر ان چھ میں سے کچھ پڑھ لے کہ چھ سے کم رہ گئیں تو اس پر ترتیب نہ لوٹے گی یعنی اگر چھ میں سے دو باقی ہیں تو اس کو معلوم ہو کہ میری دو نمازیں باقی ہیں لیکن وہ نہ پڑھے گا تو اس کی وقتی نمازیں ہو جائیں گی لیکن اگر اس نے سب قضائیں پڑھ لیں تو اب وہ دوبارہ صاحبِ ترتیب ہو گیا لہٰذا اب اگر وہ کوئی قضا کرے تو پہلے کے تمام شرائط پر عمل کرتے ہوئے پہلے قضا پڑھے پھر وقتی پڑھے ورنہ وقتی نماز نہ ہوگی۔

☆ جس کے ذمہ قضا نمازیں ہوں اگر چہ ان کا پڑھنا جلد سے جلد واجب ہے مگر بال بچوں کے کھانے پینے اور اپنی ضروریات کی فراہمی کی وجہ سے اس میں تاخیر جائز ہے تو

کاروبار بھی کرے اور جو وقت فرصت کا ملے اس میں قضا پڑھتا رہے یہاں تک کہ پوری ہو جائیں۔

☆ قضا نمازیں نوافل سے اہم ہیں یعنی جس وقت نفل پڑھتا ہے انھیں چھوڑ کر ان کے بدلے قضا نمازیں پڑھے کہ بری الذمہ ہو جائے البتہ تراویح اور بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ کی نہ چھوڑے۔

☆ منت کی نماز میں کسی خاص وقت یا دن کی قید لگائی تو اسی وقت یا دن میں پڑھنی واجب ہے ورنہ قضا ہو جائے گی اور اگر وقت یا دن معین نہ ہو تو گنجائش ہے۔

☆ قضاے عمری کہ شبِ قدر کا ماہِ رمضان شریف کے آخری جمعہ کو جماعت سے پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ عمر بھر کی قضا ہو گئی یہ محض باطل ہے۔

سجدۂ سہو کا بیان

☆ نماز کے واجبات میں سے جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو اس کی بھرپائی کے لیے سجدۂ سہو واجب ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ التحیات کے بعد سیدھی طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔

☆ اگر بغیر سلام پھیرے سجدے کر لیے تو یہ کافی ہیں مگر ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

☆ جان بوجھ کر واجب ترک کیا تو سجدۂ سہو سے اس کی بھرپائی نہیں ہوسکتی بلکہ نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ یوں ہی اگر بھول کر واجب ترک ہوا اور سجدۂ سہو نہ کیا جب بھی نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

☆ کوئی ایسا واجب چھوٹا ہو جو واجباتِ نماز میں سے نہیں ہے بلکہ وہ کسی دوسرے کی وجہ سے واجب ہو تو سجدۂ واجب نہیں مثلاً خلافِ ترتیب قرآنِ مجید پڑھنا یہ واجب کا چھوٹنا ہے لیکن ترتیب کے موافق قرآنِ مجید پڑھنا یہ نماز کے واجبات میں سے نہیں بلکہ تلاوت کے واجبات میں سے ہے لہٰذا اگر کوئی شخص ترتیب کے خلاف قرآن مجید پڑھ دے تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا کیوں کہ اس نے نماز کے کسی واجب کو نہیں چھوڑا ہے۔

☆ فرض چھوٹ جانے سے نماز جاتی رہتی ہے سجدۂ سہو سے اس کی بھرپائی نہیں ہوسکتی لہٰذا نماز دوبارہ پڑھنا ہوگی اور سنن و مستحبات مثلاً اَعُوذُ، بِسمِ اللّٰہِ، ثنا، اٰمین، تکبیرات انتقالات، تسبیحات کے چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو نہیں ہے بلکہ نماز ہوجائے گی۔ مگر نماز دوبارہ پڑھنا مستحب ہے چاہے سنن و مستحبات بھول کر چھوٹے

ہوں یا جان بوجھ کر۔

☆ سجدۂ سہو اس وقت واجب ہے کہ وقت باقی ہو اور اگر وقت باقی نہ ہو مثلاً فجر میں سہو واقع ہوا اور پہلا سلام پھیرا اور سجدہ ابھی نہ کیا تھا کہ سورج طلوع ہو گیا تو سجدۂ سہو جاتا رہے گا۔ یوں ہی اگر قضا پڑھتا تھا اور سجدے سے پہلے سورج کی ٹکیہ پیلی پڑ گئی تو سجدہ ساقط ہو جائے گا۔ جمعہ یا عید کا وقت جاتا رہے گا جب بھی یہی حکم ہے۔

☆ جو چیز مانع بنی ہے، مثلاً بات وغیرہ جو نماز کے منافی ہے اگر یہ سلام کے بعد ہو تو اب سجدۂ سہو نہیں ہو سکتا۔

☆ سجدۂ سہو کا ساقط ہونا اگر اس کے کام سے ہے تو نماز کا اعادہ واجب ہے ورنہ نہیں۔

☆ فرض و نفل دونوں کا حکم ایک ہے یعنی نوافل میں بھی ترک ہونے سے سجدۂ سہو واجب ہے۔

☆ سجدۂ سہو کے بعد التحیات پڑھنا واجب ہے التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں قعدوں میں درود شریف بھی پڑھے۔ اور یہ بھی اختیار ہے کہ پہلے قعدہ میں التحیات و درود پڑھے اور دوسرے میں صرف التحیات۔

☆ سجدۂ سہو سے پہلا والا قعدہ باطل نہیں ہوتا مگر سجدۂ سہو کے بعد والا قعدہ کرنا واجب ہے اگر نماز کا کوئی سجدہ باقی رہ گیا تھا قعدہ کے بعد اس کو کیا یا سجدۂ تلاوت کیا تو وہ قعدہ جاتا رہا۔ اب پھر قعدہ فرض ہے کہ بغیر قعدہ نماز ختم کر دی تو نماز نہ ہوئی اور پہلی صورت میں سجدۂ سہو کے بعد کا سجدہ نہ کیا تو نماز جائے گی مگر دوبارہ پڑھنا واجب ہو گی۔

☆ ایک نماز میں چند واجب ترک ہوئے تو وہی دو سجدے سب کے لیے کافی ہیں۔

☆ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل و وتر کی کسی رکعت میں سورۂ الحمد کی ایک آیت بھی رہ

گئی یا سورت سے پیشتر دوبار الحمد پڑھی یا سورت ملانا بھول گیا یا سورت کو فاتحہ پر مقدم کیا یا الحمد کے بعد ایک یا دو چھوٹی آیتیں پڑھ کر رکوع میں چلا گیا پھر یاد آیا اور لوٹا اور تین آیتیں پڑھ کر رکوع کیا تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

☆ الحمد پڑھنا بھول گیا اور سورت شروع کر دی اور ایک آیت کی مقدار پڑھ لی اب یاد آیا تو الحمد پڑھ کر سورت پڑھے اور سجدۂ سہو واجب ہے۔ یوں ہی اگر سورت کے پڑھنے کے بعد یا رکوع میں یا رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد یاد آیا کہ الحمد نہیں پڑھی ہے تو پھر الحمد پڑھ کر سورت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔

☆ فرض کی پہلے قعدہ کے بعد والی رکعتوں میں سورت ملائی تو سجدۂ سہو نہیں ہے اور جان بوجھ کر بھی ملائے تو بھی نہیں ہے لیکن امام کو نہیں چاہیے، یوں ہی اگر الحمد نہ پڑھی جب بھی سجدۂ سہو نہیں ہے اور رکوع وسجود وقعدہ میں قرآن پڑھا تو سجدہ واجب ہے۔

☆ جو کام نماز میں بار بار ہیں ان میں ترتیب واجب ہے لہٰذا اگر خلافِ ترتیب وہ کام ہوا تو سجدۂ سہو کرے۔ مثلاً قراءت سے پہلے رکوع کر دیا اور رکوع کے بعد قراءت نہ کی تو نماز فاسد ہوگئی کہ فرض ترک ہوگیا اور اگر رکوع کے بعد قراءت تو کی مگر پھر رکوع نہ کیا تو نماز فاسد ہوگئی کیوں کہ قراءت کی وجہ سے رکوع جاتا رہا تھا اور دوبارہ رکوع نہ کیا اور اگر فرض کی مقدار قراءت کی مگر واجب قراءت ادا نہ ہوئی مثلاً الحمد نہ پڑھی یا سورت نہ ملائی تو حکم یہی ہے لوٹے اور الحمد وسورت پڑھ کر رکوع کرے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر دوبارہ رکوع نہ کیا تو نماز جاتی رہی کہ پہلا رکوع جاتا رہا تھا۔

☆ تعدیلِ ارکان بھول گیا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

☆ رکوع کی جگہ سجدہ یا سجدے کی جگہ رکوع کیا یا کسی ایسے رکن کو دوبارہ کیا جو نماز میں دوبارہ

نہ تھا یا کسی رکن کو آگے یا پیچھے کیا تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

☆ قنوت یا تکبیر قنوت یعنی قراءت کے بعد قنوت کے لیے جو تکبیر کہی جاتی ہے بھول گیا تو سجدۂ سہو کرے۔

☆ عیدین کی سب تکبیریں یا بعض بھول گیا یا زیادہ کہیں یا ایسی جگہ میں کہیں جہاں نہیں کی جاتی ہیں تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

☆ امام تکبیراتِ عیدین بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو لوٹ آئے اور مسبوق رکوع میں شامل ہوا تو رکوع ہی میں تکبیر کہہ لے۔عیدین میں دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر بھول گیا تو سجدۂ سہو واجب ہے اور پہلی رکعت کے رکوع کی تکبیر بھولا تو نہیں۔

☆ جمعہ وعیدین میں سہو واقع ہوا اور جماعت کثیر ہو تو بہتر یہ ہے کہ سجدۂ سہو نہ کرے۔

☆ امام نے جہری نماز میں بقدر جواز نماز یعنی ایک آیت آہستہ پڑھی یا سرّی نماز میں بلند آواز سے تو سجدۂ سہو واجب ہے اور ایک کلمہ آہستہ یا جہر سے پڑھا تو معاف ہے۔

☆ منفرد نے سرّی نماز میں جہر سے پڑھا تو سجدہ واجب ہے اور اگر جہری نماز میں آہستہ پڑھا تو واجب نہیں ہے۔

☆ قراءت وغیرہ کسی موقع پر سوچنے لگا اور ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار وقفہ ہوا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

☆ امام سے سہو ہوا اور اس نے سجدۂ سہو کیا تو مقتدی پر بھی سجدۂ سہو واجب ہے اگر چہ مقتدی امام کے سہو ہونے کے بعد جماعت میں شامل ہوا ہو اور اگر امام سے سجدہ ساقط ہو گیا تو مقتدی سے بھی ساقط ہو جائے گا پھر اگر امام کا ساقط ہونا اسی کے کسی فعل کے سبب ہو تو مقتدی پر بھی دوہرانا واجب ہو گا ورنہ نہیں۔

☆ اگر مقتدی سے اقتدا کی حالت میں سہو واقع ہوا تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

☆ مسبوق امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے اگر چہ اس کے شریک ہونے سے پہلے سہو ہوا ہو اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نہ کیا اور باقی پڑھنے کھڑا ہو گیا تو آخر میں سجدۂ سہو کرے اور اگر اس مسبوق سے اپنی نماز میں بھی سہو ہوا تو آخر کے یہی سجدے اس امام کے سہو کے لیے کافی ہیں۔

☆ مسبوق نے امام کے سہو میں امام کے ساتھ سجدۂ سہو کیا پھر جب اپنی پڑھنے کھڑا ہوا اور اس میں بھی سہو ہوا تو اس میں بھی سجدۂ سہو کرے۔

☆ مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا جائز نہیں اگر جان بوجھ کر ایسا کرے گا تو نماز جاتی رہے گی اور اگر بھول کر ایسا کرے تو امام کے ساتھ ساتھ بغیر رکے سلام پھیرا تو سجدۂ سہو نہیں اور اگر امام کے سلام کے کچھ دیر بعد بھول کر سلام پھیر دیا تو کھڑا ہو جائے اور اپنی نماز مکمل کرے سجدۂ سہو کرے۔

☆ امام سے سہو ہوا اور امام نے سہو کا ایک سجدہ کیا پھر اس کے ایک سجدہ کرنے کے بعد شریک ہوا تو دوسرا سجدہ امام کے ساتھ کرے اور پہلے کی قضا نہیں اور اگر دونوں سجدوں کے بعد شریک ہوا تو امام کے سہو کا اس کے ذمے کوئی سجدہ نہیں۔

☆ امام نے سلام پھیر دیا اور مسبوق اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہو گیا تو اب امام نے سجدۂ سہو کیا تو جب تک مسبوق نے اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور امام کے ساتھ سجدہ کرے جب امام سلام پھیرے تو اب اپنی نماز پڑھے اور پہلے جو قیام و قراءت اور رکوع کر چکا ہے اس کا شمار نہ ہوگا بلکہ اب پھر سے وہ افعال کرے اور اگر نہ لوٹا اور اپنی پڑھ لی تو آخر میں سجدۂ سہو کرے اور اگر اس رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو نہ لوٹے اگر

لوٹے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

☆ مقیم نے مسافر امام کی اقتدا کی اور امام سے سہو ہوا تو امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے پھر اپنی دو پڑھے اور ان میں بھی سہو ہوا تو آخر میں پھر سجدۂ سہو کرے۔

☆ جس پر سجدۂ سہو واجب ہے اگر سہو ہونا یاد نہ تھا اور نماز سے باہر ہونے کی نیت سے سلام پھیر دیا تو ابھی نماز سے باہر نہ ہوا بشرطیکہ سجدۂ سہو کر لے، لہٰذا جب کلام یا حدث عمد، یا مسجد سے خروج یا اور کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جو نماز کو توڑنے والا ہو تو اسے حکم ہے کہ سجدۂ سہو کر لے اور اگر سلام کے بعد سجدۂ سہو نہ کیا تو سلام پھیرنے کے وقت سے نماز سے باہر ہو گیا، لہٰذا سلام پھیرنے کے بعد اگر کسی نے اقتدا کی اور امام نے سجدۂ سہو کر لیا تو اقتدا صحیح ہے اور اگر سجدہ نہ کیا تو صحیح نہیں اور اگر یاد تھا کہ سہو ہوا ہے اور نماز سے باہر ہونے کی نیت سے سلام پھیر دیا تو سلام پھیرتے ہی نماز سے باہر ہو گیا اور سجدۂ سہو نہیں کر سکتا، دوبارہ نماز پڑھے اور اگر اس نے غلطی سے سجدہ کیا اور اس میں کوئی شریک ہو تو اقتدا صحیح نہیں۔

☆ سجدۂ نماز یا سجدۂ تلاوت باقی تھا یا سجدۂ سہو کرنا تھا اور بھول کر سلام پھیرا تو جب تک مسجد سے باہر نہ ہوا سجدۂ سہو کر لے اور میدان میں ہو تو جب تک صفوں سے الگ نہ ہوا یا آگے کو سجدہ کی جگہ سے گزرا ہو سجدۂ سہو کر لے۔

☆ جس کو رکعت کے شمار میں شک ہو، مثلاً تین ہوئیں یا چار اور بلوغ کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے تو سلام پھیر کر یا کوئی عمل جو نماز کو توڑنے والا ہو، کر کے نماز توڑ دے یا غالبِ گمان کی بنیاد پر پڑھ لے مگر بہر صورت اس نماز کو سرے سے پڑھے صرف توڑنے کی نیت کافی نہیں اور اگر یہ شک پہلی بار نہیں بلکہ پیشتر بھی ہو چکا ہے تو اگر غالبِ گمان کسی

طرف ہو تو اس پر عمل کرے ورنہ کم کی جانب کو اختیار کرے یعنی تین اور چار میں شک ہو تو تین قرار دے، اور تین اور دو میں شک ہو تو دو قرار دے، وعلی ھذا القیاس اور تیسری اور چوتھی دونوں میں قعدہ کہ تیسری رکعت کا چوتھی ہونے کا احتمال ہے اور چوتھی میں قعدہ کے بعد سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے اور غالبِ گمان کی صورت میں سجدۂ سہو نہیں مگر سوچنے میں ایک رکن کی مقدار وقفہ ہوا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

☆ شک کی سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے اور غالبِ گمان کی صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں مگر جب کہ سوچنے میں ایک رکن کی مقدار وقفہ ہوا ہو تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

نمازِ مریض کا بیان

☆ جو شخص بیماری کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو کہ کھڑے ہو کر پڑھنے سے نقصان ہوگا یا مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا یا چکّر آتا ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنے سے قطرہ آئے گا یا بہت شدید نا قابلِ برداشت درد پیدا ہو جائے گا تو ان سب صورتوں میں بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے۔ اس کے متعلق بہت سے مسائل فرائضِ نماز میں مذکور ہوئے۔

☆ اگر اپنے آپ بیٹھ بھی نہیں سکتا مگر لڑکا یا غلام یا خادم یا کوئی اجنبی شخص وہاں ہے کہ بٹھا دے گا تو بیٹھ کر پڑھنا ضروری ہے اور اگر بیٹھا نہیں رہ سکتا تو تکیہ یا دیوار یا کسی شخص پر ٹیک لگا کر پڑھے یہ بھی نہیں ہوسکتا تو لیٹ کر پڑھے اور بیٹھ کر پڑھنا ممکن ہو تو لیٹ کر نماز نہ ہوگی۔

☆ بیٹھ کر پڑھنے میں کسی خاص طور پر بیٹھنا ضروری نہیں بلکہ مریض پر جس طرح آسانی ہو اس طرح بیٹھے۔ ہاں دوزانو بیٹھنا آسان ہو یا دوسری طرح بیٹھنے کے برابر ہو تو دوزانو بہتر ہے ورنہ اختیار ہے۔

☆ پیشانی میں زخم ہے کہ سجدہ کے لیے ماتھا نہیں لگا سکتا تو ناک پر سجدہ کرے اور ایسا نہ کیا بلکہ اشارہ کیا تو نماز نہ ہوئی۔

☆ اگر مریض بیٹھنے پر قادر نہیں تو لیٹ کر اشارہ سے پڑھے، چاہے دہنی یا بائیں کروٹ پر لیٹ کر قبلہ کو منہ کرے یا چاہے تو چت لیٹ کر قبلہ کو پاؤں کرے مگر پاؤں نہ پھیلائے، کہ قبلہ کو پاؤں پھیلانا مکروہ ہے، بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر

اونچا کرلے کہ منہ قبلہ کو ہو جائے اور یہ صورت یعنی چت لیٹ کر پڑھنا افضل ہے۔

☆ اگر سر سے بھی اشارہ نہ کرسکے تو نماز ساقط ہے، اس کی ضرورت نہیں کہ آنکھ یا بھوں یا دل کے اشارے سے پڑھے پھر اگر چھ وقت اسی حالت میں گزر گئے تو ان کی قضا بھی ساقط ہے، اور فدیہ کی بھی حاجت نہیں ورنہ صحت کے بعد ان نمازوں کی قضا لازم ہے اگرچہ اتنی ہی صحت ہو کہ سر کے اشارے سے پڑھ سکے۔

☆ مریض اگر قبلہ کی طرف نہ اپنے آپ منہ کرسکتا ہے نہ دوسرے کے ذریعہ سے تو ویسے ہی پڑھ لے اور صحت کے بعد اس نماز کا اعادہ نہیں اور اگر کوئی شخص موجود ہے کہ اس کے کہنے سے قبلہ رو کردے گا مگر اس نے اس سے نہ کہا تو نہ ہوئی، اشارے سے جو نمازیں پڑھی ہیں ان کا بھی اعادہ نہیں۔ یوں ہی اگر زبان بند ہوگئی اور گونگے کی طرح نماز پڑھی پھر زبان کھل گئی تو ان نمازوں کی اعادہ نہیں۔

☆ شراب یا بھنگ پی اگرچہ دوا کی غرض سے ہو اور عقل جاتی رہی تو قضا واجب ہے اگرچہ بے عقلی کتنے ہی دیر تک ہو۔ یوں ہی اگر دوسرے نے مجبور کرکے شراب پلادی جب بھی قضا مطلقاً واجب ہے۔

☆ سوتا رہا جس کی وجہ سے نماز جاتی رہی تو قضا فرض ہے اگرچہ نیند پورے چھ وقت کو گھیر لے۔

☆ اگر یہ حالت ہو کہ روزہ رکھتا ہے تو کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا اور نہ رکھ کر پڑھ سکے گا تو روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر پڑھے۔

☆ بیمار کی نمازیں قضا ہوگئیں اب اچھا ہو کر پڑھنا چاہتا ہے تو ویسے ہی پڑھے جیسے تندرست پڑھتے ہیں اس طرح نہیں پڑھ سکتا جیسے بیماری میں پڑھتا مثلاً بیٹھ کر یا اشارے سے اگر اسی طرح پڑھیں تو نہ ہوئیں اور صحت کی حالت میں قضا ہوئیں بیماری

میں انھیں پڑھنا چاہتا ہے تو جس طرح پڑھ سکتا ہے پڑھے، ہو جائیں گی، صحت کی حالت کی طرح پڑھنا اس وقت واجب نہیں۔

☆ آنکھ بنوائی اور ماہر طبیب مسلمان مستور نے لیٹے رہنے کا حکم دیا تو لیٹ کر اشارے سے پڑھے۔

☆ مریض کے نیچے نجس بچھونا بچھا ہے اور حالت یہ ہو کہ بدلا بھی جائے تو نماز پڑھتے پڑھتے اتنا ناپاک ہو جائے گا جتنا کہ منع ہے تو اسی پر نماز پڑھے۔ یوں ہی اگر بدلا جائے تو اس قدر جلد نجس نہ ہوگا مگر بدلنے میں اسے شدید تکلیف ہوگی تو اسی نجس ہی پر پڑھ لے۔

تنبیہِ ضروری

مسلمان اس باب کے مسائل کو دیکھیں تو انھیں بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ شرعِ مطہرہ نے کسی حالت میں بھی سوائے بعض نادر صورتوں کے نماز معاف نہیں کی بلکہ یہ حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو پڑھے۔ آج کل جو بڑے نمازی کہلاتے ہیں ان کی یہ حالت دیکھی جارہی ہے کہ بخار آیا ذرا شدت ہوئی تو نماز چھوڑ دی، شدت کا درد ہوا نماز چھوڑ دی، کوئی پھڑیا نکل آئی نماز چھوڑ دی، بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ سر کے درد اور زکام میں نماز چھوڑ بیٹھتے ہیں حالانکہ جب تک اشارے سے بھی پڑھ سکتا ہو اور نہ پڑھے تو انھیں وعیدوں کا مستحق ہے جو شروع کتاب میں تارک الصلوٰۃ کے لیے احادیث میں بیان ہوئیں، و العیاذ باللّٰہ تعالٰی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ وَمِنْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اَحْیَاءً وَّاَمْوَاتًا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَ شَرِیْعَۃِ حَبِیْبِکَ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْمِ اٰمِیْنَ۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

☆ سجدۂ تلاوت کی چودہ آیتیں ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) سورۂ اعراف کی آخری آیت

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یُسَبِّحُوْنَه وَلَه یَسْجُدُوْنَ﴾

(۲) سورۂ رعد میں یہ آیت

﴿وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾

(۳) سورۂ نحل میں یہ آیت

﴿وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ﴾

(۴) سورۂ بنی اسرائیل میں یہ آیت

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا﴾

(۵) سورۂ مریم میں یہ آیت

﴿اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِیًّا﴾

(۶) سورۂ حج میں پہلی جگہ جہاں سجدے کا ذکر ہے یعنی یہ آیت

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾

(۷) سورۂ فرقان میں یہ آیت

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا﴾

(۸) سورۂ نمل میں یہ آیت

﴿اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾

(۹) سورۂ السجدۃ میں یہ آیت

﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾

(۱۰) سورۂ ص میں یہ آیت

﴿فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ﴾

(۱۱) سورۂ حم السجدۃ میں یہ آیت

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا

فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ یُسَبِّحُوْنَ لَه بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْـَٔمُوْنَ ﴾

(۱۲) سورۂ نجم میں

﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴾

(۱۳) سورۂ انشقاق میں

﴿فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ﴾

(۱۴) سورۂ اقراء میں ﴿کَلَّا لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ﴾

☆ آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہوجاتا ہے۔ پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سن سکے، سننے والے کے لیے یہ ضروری نہیں جان بوجھ کر آیت سنی ہو اگر جان بوجھ کر نہ بھی سنی ہو تب بھی سجدہ واجب ہوجاتا ہے۔

☆ سجدہ واجب ہونے کے لیے پوری آیت کا پڑھنا ضروری نہیں بلکہ وہ لفظ جس میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس سے پہلے یا بعد کا کوئی لفظ ملا کر پڑھنا کافی ہے۔

☆ اگر اتنی آواز سے پڑھی کہ سن سکتا تھا مگر شور وغل یا بہرے ہونے کی وجہ سے نہ سنی تو سجدہ واجب ہوگیا اور اگر صرف ہونٹ ہلے آواز پیدا نہ ہوئی تو واجب نہ ہوا۔

☆ سورۂ حج کی آخر آیت جس میں سجدے کا ذکر ہے اس کے پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا کیوں کہ اس میں سجدے سے مراد نماز کا سجدہ ہے، لیکن اگر کسی شافعی المذہب امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے اور اس نے اس جگہ سجدہ کیا تو اس کی اقتدا میں وہ سجدہ مقتدی پر بھی واجب ہوگا۔

☆ سجدہ کی آیت پڑھنے والے پر سجدہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس پر نماز واجب ہو یعنی اس پر ادا یا قضا کا حکم ہو، لہٰذا اگر کافر یا مجنون یا نابالغ یا حیض ونفاس والی عورت

نے آیت پڑھی تو ان پر سجدہ واجب نہیں اور مسلمان عاقل بالغ جن پر نماز واجب ہے انہوں نے ان سے سنی تو ان پر سجدہ واجب ہے اور جنون اگر ایک دن رات سے زیادہ نہ ہو تو مجنون کے پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہے، بے وضو یا جنبی شخص نے آیت پڑھی یا سنی تو سجدہ واجب ہے، نشہ والے نے آیت پڑھی یا سنی تو سجدہ واجب ہے۔ یوں ہی سوتے میں آیت پڑھی بیداری کے بعد اسے کسی نے خبر دی تو سجدہ کرے، نشہ والے یا سونے والے نے آیت پڑھی تو سننے والے پر سجدہ واجب ہے۔

☆ فارسی یا کسی اور زبان میں آیت کا ترجمہ پڑھا تو پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہو گیا، سننے والے نے یہ سمجھا ہو یا نہیں کہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ اسے معلوم نہ ہو تو بتا دیا گیا ہو کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ تھا اور آیت پڑھی گئی ہو تو اس کی ضرورت نہیں کہ سننے والے کو آیت سجدہ بتا دیا گیا ہو۔

☆ آیت سجدہ لکھنے یا اس کی طرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں۔

☆ سجدۂ تلاوت کے لیے تحریمہ کے علاوہ تمام وہ شرائط ہیں جو نماز کے لیے ہیں مثلاً طہارت، استقبال قبلہ، نیت، وقت اس معنی پر کے آگے آیتِ سجدہ ہے ستر عورت، لہٰذا اگر پانی پر قادر ہے تیمّم کر کے سجدہ کرنا جائز نہیں۔

☆ اس کی نیت میں یہ شرط نہیں کہ فلاں آیت کا سجدہ ہے بلکہ مطلقاً سجدۂ تلاوت کی نیت کافی ہے۔

☆ سجدے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا سجدے میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، پہلے اور بعد میں دونوں بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سجدے میں جانا اور سجدے کے

بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب ہیں۔

☆ اگر سجدے سے پہلے یا بعد میں کھڑا نہ ہوا یا اَللّٰهُ اَكْبَرُ نہ کہا یا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى نہ پڑھا تو ہو جائے گا مگر تکبیر چھوڑنا نہ چاہیے کہ کہ اسلافِ کرام کے خلاف ہے۔

☆ یہ جو کہا گیا ہے کہ سجدۂ تلاوت میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھے یہ فرض نماز میں ہے اور نفل نماز میں سجدہ کیا تو چاہے یہ پڑھے یا اور دعائیں جو احادیث میں آئیں ہیں وہ پڑھے۔ مثلاً

سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ.

ترجمہ: میرے چہرے نے سجدہ کیا اس کے لیے جس نے اسے پیدا کیا اور اس کی صورت بنائی اور اپنی طاقت وقوت سے کان اور آنکھ کی جگہ پھاڑی برکت والا ہے اللہ (عزوجل) جو اچھا پیدا کرنے والا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا، وَضَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا، وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ.

ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! اس سجدہ کی وجہ سے تو میرے لیے اپنے نزدیک ثواب لکھ اور اس کی وجہ سے مجھ سے گناہ کو دور کر اور اسے تو میرے لیے اپنے پاس ذخیرہ بنا اور اس کو مجھ سے قبول کر جیسا تو نے اپنے بندے داود علیہ السلام سے قبول کیا۔

یا یہ کہے:

سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا.

ترجمہ: پاک ہے ہمارا رب، بے شک ہمارے رب کا وعدہ ہو کر رہے گا۔

اور اگر نماز کے باہر ہو تو چاہے تو یہ پڑھے یا صحابہ و تابعین سے جو آثار مروی ہیں وہ پڑھے، مثلاً ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ سَجَدَ سَوَادِیْ رَبِّکَ اٰمَنَ فُؤَادِیْ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عِلْمًا یَّنْفَعُنِیْ وَ عَمَلًا یَّرْفَعُنِیْ.

ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! میرے جسم نے تجھے سجدہ کیا اور میرا دل تجھ پر ایمان لایا۔ اے اللہ (عزوجل)! تو مجھ کو علم نافع اور عمل رافع عطا فرما۔

☆ سجدۂ تلاوت کے لیے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے وقت نہ ہاتھ اٹھانا ہے نہ اس میں تشہد ہے نہ سلام۔

☆ آیت سجدہ نماز کے باہر پڑھی تو فوراً سجدہ کر لینا واجب نہیں ہاں بہتر ہے کہ فوراً کر لے اور وضو ہو تو تاخیر مکروہِ تنزیہی ہے۔

☆ سجدۂ تلاوت نماز میں فوراً کرنا واجب ہے تاخیر کرے گا تو گنہگار رہو گا اور سجدہ کرنا بھول گیا تو جب تک نماز کے منافی کوئی کام نہ کیا ہو کر لے، اگرچہ سلام پھیر چکا ہو اور سجدۂ سہو کرے۔ تاخیر سے مراد تین آیت سے زیادہ پڑھ لینا ہے کم میں تاخیر نہیں مگر اگر سورت کے آخر میں سجدہ ہو، مثلاً اِنْشَقَّتْ تو سورت پوری کر کے سجدہ کرے گا جب بھی حرج نہیں۔

☆ نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو اس کا سجدہ نماز ہی میں واجب ہے نماز کے باہر وہ سجدہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر جان بوجھ کر نہ کیا ہو تو اور آیت سجدہ کے بعد فوراً رکوع و سجود نہ کیا ہو تو گنہگار رہو گا توبہ لازم ہے۔ اور اگر نماز میں آیتِ سجدہ پڑھی تھی اور سجدہ نہ کیا پھر وہ نماز میں کوئی فساد پیدا ہو گیا یا قصداً اس نے نماز کو فاسد کر دیا تو نماز کے باہر سجدہ کر لے اور

اگر سجدہ کرلیا تھا اوراس کے بعد نماز فاسد ہوگئی تو دوبارہ سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

☆ اگر آیت پڑھنے کے بعد فوراً نماز کا سجدہ کرلیا یعنی آیت سجدہ کے بعد تین آیت سے زیادہ نہ پڑھا تھا اور رکوع کرکے سجدہ کیا تو اگر چہ سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کی ہو سجدہ تلاوت ادا ہوجائے گا۔

☆ نماز کا سجدۂ تلاوت سجدے سے بھی ادا ہوجا تا ہے اور رکوع سے بھی، مگر رکوع سے جب ادا ہوگا کہ فوراً سجدہ کرلے اور اگر فوراً رکوع نہ کیا ہو تو سجدہ کرنا ضروری ہے اور سجدۂ تلاوت نماز کے رکوع سے بھی ادا ہوجائے گا اور خاص سجدے کے لیے رکوع سے بھی ادا ہوجائے گا۔ تو اگر رکوعِ نماز سے سجدۂ تلاوت کرنا ہو تو رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرلے اور اگر خاص سجدے ہی کے لیے رکوع کیا ہو تو اس رکوع سے اٹھنے کے بعد مستحب یہ ہے کہ دو تین آیتیں یا زیادہ آیتیں پڑھ کر نماز کا رکوع کرے۔ اور اگر آیتِ سجدہ پر سورت ختم ہے اور سجدے کے لیے رکوع کیا تو دوسری سورت کی آیتیں پڑھ کر رکوع کرے۔

☆ آیت سجدہ بیچ سورت میں ہے تو افضل یہ ہے کہ اسے پڑھ کر سجدہ کرے پھر کچھ اور آیتیں پڑھ کر رکوع کرے اور اگر سجدہ نہ کیا اور رکوع کرلیا اور اس رکوع میں سجدے کی ادا کی بھی نیت کرلی تو یہ کافی ہوگا لیکن نہ سجدہ کیا نہ رکوع کیا بلکہ سورت ختم کرکے رکوع کیا تو اگر چہ نیت کرے، ناکافی ہے اور جب تک نماز میں ہے سجدے کی قضا کرسکتا ہے۔

☆ سجدے پر سورت ختم اور آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا تو سجدے سے اٹھنے کے بعد دوسری سورت کی کچھ آیتیں پڑھ کر رکوع کرے اور بغیر پڑھے رکوع کردیا تو بھی جائز ہے۔

☆ اگر آیت سجدہ کے بعد سورت ختم ہونے میں دو تین آیتیں باقی ہیں تو چاہے تو فوراً رکوع

کر دے یا سورت ختم کرنے کے بعد یا فوراً سجدہ کر لے پھر باقی آیتیں پڑھ کر رکوع میں جائے یا سورت ختم کر کے سجدے میں جائے، جس طرح چاہے کرے اختیار ہے، لیکن اگر سورت ختم کرنے کے بعد سجدے میں جائے تو سجدے سے اٹھ کر کچھ آیتیں دوسری سورت کی پڑھ کر رکوع کرے۔

☆ ایک مجلس میں سجدے کی ایک ہی آیت بار بار پڑھی یا سنی تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، اگرچہ چند شخصوں سے سنی ہو۔ یوں ہی اگر آیت پڑھی اور وہی دوسرے سے بھی سنی تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

☆ مجلس میں آیت پڑھی یا سنی اور سجدہ کر لیا پھر اسی مجلس میں وہی آیت پڑھی یا سنی تو وہی پہلا سجدہ کافی ہوگا۔

☆ ایک مجلس میں چند بار آیت پڑھی یا سنی اور آخر میں اتنی ہی بار سجدہ کرنا چاہے تو یہ بھی خلافِ مستحب ہے بلکہ ایک ہی بار سجدہ کرے۔ بخلاف دُرود شریف کے کہ نام اقدس لیا یا سنا تو ایک بار دُرود شریف واجب ہے اور ہر بار مستحب ہے۔

☆ ایک مجلس میں سجدہ کی چند الگ الگ آیتیں پڑھیں تو اتنے ہی سجدے کرے، ایک سجدہ کرنا کافی نہ ہوگا۔

☆ پوری سورت پڑھنا اور آیت سجدہ چھوڑ دینا مکروہِ تحریمی ہے اور صرف آیت سجدہ کے پڑھنے میں کراہت نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ دو ایک آیت پہلے یا بعد کی ملا لے۔

☆ **فائدۂ اہم:** جس مقصد کے لیے ایک مجلس میں سجدے کی سب آیتیں پڑھ کر سجدے کرے اللہ عزوجل اس کا مقصد پورا فرمادے گا۔ خواہ ایک ایک آیت پڑھ کر اس کا سجدہ کرتا جائے یا سب پڑھ کر آخر میں چودہ سجدے کرے۔

☆ سجدۂ شکر مثلاً اولاد پیدا ہوئی یا مال پایا یا گمی ہوئی چیز مل گئی یا مریض نے شفا پائی یا مسافر واپس آیا غرض کسی نعمت پر سجدہ کرنا مستحب ہے اور اس کا طریقہ وہی ہے جو سجدۂ تلاوت کا ہے۔

مسافر کی نماز کا بیان

شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ تک جانے کے ارادے سے بستی سے باہر ہوا۔ جس کی موجودہ مقررہ مقدار ساڑھے بانوے (92.5) کلومیٹر ہے۔

☆ دن سے مراد سال کا سب سے چھوٹا دن اور تین دن کی راہ سے یہ مراد نہیں کہ صبح سے شام تک چلے کہ کھانے، پینے، نماز اور دیگر ضروریات کے لیے ٹھہرنا تو ضروری ہے، بلکہ مراد دن کا اکثر حصہ ہے مثلاً صبحِ صادق کی شروعات سے دوپہر ڈھلنے تک چلا پھر ٹھہر گیا پھر دوسرے اور تیسرے دن یوں ہی کیا تو اتنی دور تک کی راہ کو مسافت سفر کہیں گے۔ دوپہر کے بعد تک چلنے میں بھی برابر چلنا مراد نہیں بلکہ عادۃً جتنا آرام لینا چاہے اس قدر اس درمیان میں ٹھہرتا بھی جائے اور چلنے سے مراد معتدل چال ہے کہ نہ تیز ہو نہ سست، خشکی میں آدمی اور اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستہ میں اسی حساب سے جو اس کے لیے مناسب ہو اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی کہ ہوا نہ بالکل رکی ہو نہ ہی بالکل تیز۔

☆ سال کا چھوٹا دن اس جگہ کا معتبر ہے جہاں دن رات برابر ہوں یعنی چھوٹے دن کے اکثر حصہ میں منزل طے کر سکتے ہوں لہٰذا جن شہروں میں بہت چھوٹا دن ہوتا ہے جیسے ملکِ بلغار کہ وہاں بہت چھوٹا دن ہوتا ہے، لہٰذا وہاں کے دن کا اعتبار نہیں۔

☆ کسی جگہ جانے کے لیے دو راستے ہیں ایک راستے سے اس جگہ تک پہنچنے میں سفر کی مقدار ہو جاتی ہے اور دوسرے سے نہیں تو جس راستے سے جائے گا اس راستے کا اعتبار ہوگا تو اگر نزدیک والے راستے سے گیا تو مسافر نہیں ہے اور اگر دور والے راستے سے گیا تو مسافر ہے، اگرچہ اس راستے سے جانے میں اس کی کوئی صحیح غرض مقصود نہ ہو۔

☆ کسی جگہ جانے کے لیے دو راستے ہیں ایک دریا کا اور ایک خشکی کا ان میں ایک دو دن کا ہے اور ایک تین دن کا ہے، تو اگر تین دن والے سے جائے تو مسافر ہے ورنہ نہیں۔

☆ تین دن کی راہ کو تیز سواری پر دو دن یا کم میں طے کرے تو مسافر ہی ہے اور تین دن سے کم کے راستے کو زیادہ دن میں طے کرے تو مسافر نہیں۔

☆ صرف نیتِ سفر سے مسافر نہیں ہو جاتا بلکہ مسافر کا حکم اس وقت ہے جبکہ بستی کی آبادی سے باہر ہو جائے۔ شہر میں ہے تو شہر سے، گاؤں میں ہے تو گاؤں سے باہر ہو جائے۔ اور شہر والوں کے لیے ضروری ہے کہ شہر کے آس پاس جو آبادی شہر سے ملی ہے اس سے بھی باہر ہو جائے۔

☆ فنائے شہر یعنی شہر سے باہر جو جگہ شہر کے کاموں کے لیے ہو مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، کچرا پھینکنے کی جگہ اگر یہ شہر سے ملے ہوں تو ان سے باہر ہو جانا ضروری ہے۔ اور اگر شہر و فنا کے درمیان فاصلہ ہو تو نہیں۔

☆ آبادی سے باہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرف جا رہا ہے اس طرف آبادی ختم ہو جائے اگرچہ اس کے مقابل میں دوسری طرف آبادی ختم نہ ہوئی ہو۔

☆ جہاں کہیں اسٹیشن آبادی سے باہر ہو وہاں اسٹیشن پر پہنچنے سے مسافر ہو جائے گا جبکہ سفر کی مقدار پر جانے کا ارادہ ہو۔

☆ سفر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں سے چلا ہو وہاں سے تین دن کی راہ کا ارادہ ہو اور اگر دو دن کے ارادے سے نکلا وہاں پہنچ کر دوسری جگہ کا ارادہ ہوا کہ وہ بھی تین دن سے کم کا راستہ ہے، یوں ہی ساری دنیا گھوم کر آئے مسافر نہیں۔

☆ یہ بھی شرط ہے کہ لگا تار تین دن سفر کرنے کا ارادہ ہو، اگر یوں ارادہ کیا کہ مثلاً دو دن کی راہ پہنچ کر کچھ کام کرنا ہے کہ وہ کر کے پھر ایک دن کی راہ جاؤں گا تو یہ تین دن کی راہ کا لگا تار ارادہ نہیں ہوا لہٰذا مسافر نہیں۔

☆ مسافر پر واجب ہے کہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت والی فرض کو دو پڑھے اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے اور جان بوجھ کر چار پڑھیں اور دو پر قعدہ کیا تو فرض ادا ہو گیا اور آخری دو رکعتیں نفل ہوئیں مگر گنہگار اور نار کا مستحق ہوا کہ واجب چھوڑ دیا لہٰذا توبہ کرے اور دو رکعت پر قعدہ نہ کیا تو فرض ادا نہ ہوئے اور وہ نماز نفل ہوگئی ہاں اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پیشتر اقامت کی نیت کر لی تو فرض باطل نہ ہوں گے مگر قیام و رکوع دوبارہ کرنا ہوگا اور اگر تیسری کے سجدہ میں نیت کی تو اب فرض جاتے رہے، یوں ہی اگر پہلی دونوں رکعتوں یا ایک میں قراءت نہ کی تو نماز فاسد ہوگئی۔

☆ سنتوں میں قصر نہیں البتہ خوف و گھبراہٹ کی حالت میں معاف ہے اور امن کی حالت میں پڑھی جائیں۔

☆ مسافر اس وقت تک مسافر ہے جب تک اپنی بستی میں پہنچ نہ جائے یا آبادی میں پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کر لے، یہ اس وقت ہے جب تین دن کی راہ چل چکا ہو اور اگر تین منزل پہنچنے سے پہلے واپسی کا ارادہ کر لیا تو مسافر نہ رہا اگرچہ جنگل میں ہو۔

☆ اقامت کی نیت صحیح ہونے کے لیے چھ شرطیں ہیں۔

(۱) چلنا ترک کرے اگر چلنے کی حالت میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوا۔

(۲) وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو جنگل یا دریا غیر آباد جزیرے میں اقامت کی نیت کی مقیم نہیں ہوا۔

(۳) پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو اس سے کم ٹھہرنے کی نیت سے مقیم نہ ہوگا۔

(۴) یہ نیت ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی ہو اگر دو جگہوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو، مثلاً ایک میں دس دن اور دوسرے میں پانچ دن کا ارادہ ہو تو مقیم نہ ہوا۔

(۵) اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو یعنی کسی کا تابع نہ ہو۔

(۶) اس کی حالت اس کے ارادے کے منافی نہ ہو۔

☆ مسافر جا رہا ہے اور ابھی شہر یا گاؤں میں پہنچا نہیں اور اقامت کی نیت کر لی تو مقیم نہ ہوا اور پہنچنے کے بعد اقامت کی نیت کی تو مقیم ہو گیا اگر چہ ابھی مکان وغیرہ کی تلاش میں پھر رہا ہو۔

☆ دو جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور دونوں مستقل ہوں جیسے مکہ و منیٰ تو مقیم نہ ہوا اور اگر ایک جگہ دوسرے کی تابع ہے جیسے شہر اور اس کی فنا تو مقیم ہو گیا۔

☆ مسافر اپنے ارادے میں مستقل نہ ہو تو پندرہ دن کی نیت سے مقیم نہ ہوگا، مثلاً عورت جس کا مہر معجّل شوہر کے ذمّہ باقی نہ ہو کہ شوہر کی تابع ہے اس کی اپنی نیت بیکار ہے اور غلام غیر مکاتب کہ اپنے مالک کا تابع ہے اور لشکری جس کو بیت المال یا بادشاہ کی طرف سے خوراک ملتی ہے کہ یہ اپنے سردار کا تابع ہے اور نوکر کہ یہ اپنے آقا کا تابع ہے اور قیدی کہ یہ قید کرنے والے کا تابع ہے اور جس مالدار پر تاوان لازم آیا اور شاگرد جس کو استاذ کے یہاں سے کھانا ملتا ہے کہ اپنے استاذ کا تابع ہے اور نیک بیٹا

اپنے باپ کا تابع ہے ان سب کی اپنی نیت بے کار ہے بلکہ جن کے تابع ہیں ان کی نیتوں کا اعتبار ہے ان کی اقامت کی نیت ہے تو تابع بھی مقیم ہیں اور ان کی نیت اقامت کی نہیں تو یہ بھی مسافر ہیں۔

☆ جس نے اقامت کی نیت کی مگر اس کی حالت بتاتی ہے کہ پندرہ دن نہ ٹھہرے گا تو نیت صحیح نہیں، مثلاً حج کرنے گیا اور ذی الحجہ کی شروعات میں پندرہ دن مکۂ معظّمہ میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو یہ نیت بیکار ہے کہ جب حج کا ارادہ ہے تو عرفات و منیٰ کو ضرور جائے گا پھر اتنے دنوں مکّۂ معظّمہ میں کیوں کر ٹھہر سکتا ہے اور منیٰ سے واپس ہو کر نیت کرے تو صحیح ہے۔

☆ مسافر نے مقیم امام کی اقتدا کی تو مسافر مقتدی پر قعدۂ اولیٰ فرض سے واجب ہو جائے گا فرض نہ رہے گا تو اگر امام نے قعدہ نہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یوں ہی اگر مقیم نے مسافر امام کی اقتدا کی تو مقتدی مقیم پر قعدۂ اولیٰ فرض ہو جائے گا واجب نہ رہے گا۔

☆ قصر اور پوری پڑھنے میں نماز کے آخری وقت کا اعتبار ہے جبکہ نماز پڑھ نہ چکا ہو، مثلاً فرض کرو کہ کسی نے نماز نہ پڑھی تھی اور وقت اتنا باقی تھا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ سکتا ہے اب مسافر ہو گیا تو قصر کرے اور مسافر تھا اس وقت اقامت کی نیت کی تو چار پڑھے۔

☆ وطن دو قسم کے ہیں۔

(۱) وطن اصلی

(۲) وطن اقامت

وطنِ اصلی: وہ جگہ جہاں اس کی پیدائش ہے یا اس کے گھر کے لوگ وہاں رہتے ہیں یا وہاں سکونت کر لی اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہ جائے گا۔

وطنِ اقامت: وہ جگہ ہے جہاں مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کیا ہو۔

☆ مسافر نے کہیں شادی کر لی اگر چہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو، مقیم ہو گیا اور دو شہروں میں اس کی دو عورتیں رہتی ہوں تو دونوں جگہ پہنچتے ہی مقیم ہو جائے گا۔

☆ ایک جگہ آدمی کا وطنِ اصلی ہے، اب اس نے دوسری جگہ وطنِ اصلی بنایا اگر پہلی جگہ بال بچے موجود ہیں تو دونوں اصلی ہیں ورنہ پہلا اصلی نہ رہا، چاہے ان دونوں جگہوں کے درمیان سفر کی مقدار ہو یا نہ ہو۔

☆ وطنِ اقامت دوسرے وطنِ اقامت کو باطل کر دیتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ دن کے ارادے سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اتنے ہی دن کے ارادہ سے ٹھہرا تو پہلی جگہ اب وطن نہ رہی، دونوں کے درمیان کی سفر کی مقدار ہو یا نہ ہو۔ یوں ہی وطن اقامت وطن اصلی اور سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔

☆ اگر اپنے گھر کے لوگوں کو لے کر دوسری جگہ چلا گیا اور پہلی جگہ مکان واسباب وغیرہ باقی ہیں تو وہ بھی وطن اصلی ہے۔

☆ وطنِ اقامت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ تین دن کے سفر کے بعد وہاں اقامت کی ہو بلکہ اگر مدتِ سفر طے کرنے سے پہلے اقامت کر لی تو وطنِ اقامت ہو گیا۔

☆ بالغ کے والدین کسی شہر میں رہتے ہیں اور وہ شہر اس کی جائے ولادت نہیں نہ اس کے اہل وہاں ہوں تو وہ جگہ اس کے لیے وطن نہیں۔

☆ مسافر جب وطنِ اصلی میں پہنچ گیا، سفر ختم ہو گیا اگر چہ اقامت کی نیت نہ کی ہو۔

☆ عورت بیاہ کر کے سسرال گئی اور یہیں رہنے سہنے لگی تو میکا اس کے لیے وطنِ اصلی نہ رہا

یعنی اگر سسرال تین منزل پر ہے وہاں سے میکے آئی اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی تو قصر پڑھے اور اگر میکے رہنا نہیں چھوڑا بلکہ سُسرال عارضی طور پر گئی تو میکے آتے ہی سفر ختم ہو گیا نماز پوری پڑھے۔

☆ عورت کو بغیر محرم کے تین دن یا زیادہ کی راہ جانا نا جائز ہے بلکہ ایک دن کی راہ جانا بھی۔ نابالغ بچہ اور معتوہ (مدہوش) کے ساتھ بھی سفر نہیں کر سکتی، ساتھ میں بالغ محرم یا شوہر کا ہونا ضروری ہے۔ محرم کے لیے ضروری ہے کہ سخت فاسق بے باک غیر مامون نہ ہو۔

جمعہ کا بیان

جمعہ فرض عین ہے اس کی فرضیّت ظہر سے زیادہ مؤکدہ ہے اس کا منکر کافر ہے۔

☆ جمعہ پڑھنے کے لیے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ہوگا ہی نہیں۔

پہلی شرط: مصر یا فنائے مصر

مصر وہ جگہ ہے جس میں کئی کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا ضلع کا حصہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور وہاں کا کوئی حاکم ہو کہ جو اپنے دبدبہ و شان وشوکت کے سبب ظالم سے مظلوم کا انصاف لے سکے یعنی انصاف پر قدرت کافی ہے، اگرچہ ناانصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو اور مصر کے آس پاس کی جگہ جو مصر کی مصلحتوں کے لیے ہو اسے "فنائے مصر" کہتے ہیں۔ جیسے قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، فوج کے رہنے کی جگہ، کچہریاں، اسٹیشن کہ یہ چیزیں شہر سے باہر ہوں تو فنائے مصر میں ان کا شمار ہے اور وہاں جمعہ جائز ہے۔ لہٰذا جمعہ یا شہر میں پڑھا جائے یا قصبہ میں یا ان کے فنا میں اور گاؤں میں جائز نہیں۔

☆ جو جگہ شہر سے قریب ہو مگر شہر کی ضرورتوں کے لیے نہ ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان کھیت وغیرہ جدائیگی پیدا کرتا ہو تو وہاں جمعہ جائز نہیں اگرچہ وہاں تک جمعہ کی اذان کی آواز تک پہنچتی ہو۔ مگر اکثر ائمۂ کرام کہتے ہیں کہ اگر جمعہ کی اذان کی آواز وہاں تک پہنچتی ہو تو ان لوگوں پر جمعہ کی نماز پڑھنا فرض ہے بلکہ بعض نے یہ فرمایا کہ اگر شہر سے دور جگہ ہو مگر بلا تکلیف واپس باہر جا سکتا ہو تو جمعہ پڑھنا فرض ہے۔ لہٰذا جو لوگ شہر کے قریب گاؤں میں رہتے ہیں انھیں چاہیے کہ شہر میں آکر جمعہ پڑھیں۔

☆ گاؤں کا رہنے والا شہر میں آیا اور جمعہ کے دن یہیں رہنے کا ارادہ ہے تو جمعہ فرض ہے اور اسی دن واپسی کا ارادہ ہو، چاہے زوال سے پہلے ہو یا بعد میں تو فرض نہیں لیکن پڑھے تو ثواب کا مستحق ہے۔ یوں ہی مسافر شہر میں آیا اور اقامت کی نیت نہ کی تو جمعہ فرض نہیں، گاؤں والا جمعہ کے لیے شہر آیا اور کوئی دوسرا کام بھی مقصود ہے تو جمعہ کے لیے آنے کا بھی ثواب پائے گا اور جمعہ پڑھا تو جمعہ کا بھی۔

☆ شہر میں کئی جگہوں پر جمعہ ہوسکتا ہے، خواہ وہ شہر چھوٹا ہو یا بڑا اور جمعہ دو مسجدوں میں ہو یا زیادہ میں۔

دوسری شرط: سلطان اسلام یا اس کا نائب جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا

تیسری شرط: ظہر کا وقت ہو

یعنی ظہر کے وقت میں نماز پوری ہو جائے تو اگر نماز کے درمیان عصر کا وقت آ گیا جمعہ باطل ہو گیا ظہر کی قضا پڑھیں۔

چوتھی شرط: خطبہ

☆ خطبہ جمعہ میں شرط یہ ہے، کہ:

(۱) وقت میں ہو اور

(۲) نماز سے پہلے ہو اور

(۳) ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لیے شرط ہے یعنی کم سے کم خطیب کے سوا تین مرد اور

(۴) اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی رکاوٹ نہ ہو تو پاس والے سن سکیں۔

☆ خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں:

(۱) خطیب کا پاک ہونا۔

(۲) کھڑا ہونا۔

(۳) خطبہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔

(۴) خطیب کا منبر پر ہونا۔

(۵) سامعین کی طرف منہ کا ہونا۔ اور

(۶) قبلہ کو پیٹھ کرنا اور بہتر یہ ہے کہ منبر محراب کی بائیں جانب ہو۔

(۷) حاضرین کا امام کی طرف متوجہ ہونا۔

(۸) خطبہ سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ آہستہ پڑھنا۔

(۹) اتنی بلند آواز سے خطبہ پڑھنا کہ لوگ سنیں۔

(۱۰) الحمد سے شروع کرنا۔

(۱۱) اللہ عزوجل کی ثنا کرنا۔

(۱۲) اللہ عزوجل کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا۔

(۱۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔

(۱۴) کم سے کم ایک آیت کی تلاوت کرنا۔

(۱۵) پہلے خطبے میں وعظ و نصیحت ہونا۔

(۱۶) دوسرے میں حمد و ثنا و شہادت و درود کا اعادہ کرنا۔

(۱۷) دوسرے میں مسلمانوں کے لیے دعا کرنا۔

(۱۸) دونوں خطبے ہلکے ہونا۔ یعنی بہت طویل نہ ہوں۔

(۱۹) دونوں کے درمیان تین آیت پڑھنے کی مقدار بیٹھنا۔ مستحب یہ ہے کہ پہلے خطبہ کی بہ نسبت دوسرے خطبہ میں پست ہو اور خلفائے راشدین و عمّین مکرمین حضرت حمزہ وحضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر ہو بہتر یہ ہے کہ دوسرا خطبہ اس سے شروع کریں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ، وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ.

ترجمہ: حمد ہے اللہ (عز وجل) کے لیے، ہم حمد کرتے ہیں اور اس سے مدد طلب کرتے ہیں اور مغفرت چاہتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر توکل کرتے ہیں اور اللہ (عز وجل) کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کی برائی سے اور اپنے اعمال کی بدی سے۔ جس کو اللہ (عز وجل) ہدایت کرے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو گمراہ کرے اسے ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔

(۲۰) مرد اگر امام کے سامنے ہو تو امام کی طرف منہ کرے اور داہنے یا بائیں ہو تو امام کی طرف مڑ جائے۔ اور

(۲۱) امام سے قریب ہونا افضل ہے مگر یہ جائز نہیں کہ امام سے قریب ہونے کے لیے لوگوں کی گردنیں پھلانگے، البتہ اگر امام ابھی خطبہ کو نہیں گیا ہے اور آگے جگہ باقی ہے تو آگے جا سکتا ہے اور خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا تو مسجد کے کنارے ہی بیٹھ جائے۔

(۲۲) خطبہ سننے کی حالت میں دو زانو بیٹھے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں۔

☆ بادشاہِ اسلام کی ایسی تعریف جو اس میں نہ ہو حرام ہے، مثلاً مالکُ رقابِ الاُمم کہ یہ محض

جھوٹ اور حرام ہے۔

☆ خطبہ میں آیت نہ پڑھنا یا دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ نہ کرنا یا خطبہ کے درمیان کلام کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر خطیب نے نیک بات کا حکم کیا یا بری بات سے منع کیا تو اسے اس کی ممانعت نہیں۔

☆ عربی زبان کے علاوہ میں خطبہ پڑھنا یا عربی کے ساتھ دوسری زبان خطبہ میں ملانا سنتِ متوارثہ کے خلاف ہے۔ یوں ہی خطبہ میں اشعار بھی نہیں پڑھنا چاہیے اگر چہ عربی ہی کے ہوں، ہاں دو ایک پند و نصیحتوں کے اگر کبھی پڑھ لے تو حرج نہیں۔

پانچویں شرط: جماعت یعنی امام کے علاوہ کم سے کم تین مرد

☆ اگر تین غلام یا مسافر یا بیمار یا گونگے یا ان پڑھ مقتدی ہوں تو جمعہ ہو جائے گا اور صرف عورتیں یا بچے ہوں تو نہیں۔

چھٹی شرط: اِذن عام

یعنی مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے کہ جس مسلمان کا جی چاہے آئے کسی کی روک ٹوک نہ ہو، اگر جامع مسجد میں جب لوگ جمع ہو گئے دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھا تو نہ ہوا۔

☆ عورتوں کو اگر جامع مسجد سے روکا جائے تو اذنِ عام کے خلاف نہ ہوگا کہ ان کے آنے میں فتنے کا خوف ہے۔

☆ جمعہ واجب ہونے کے لیے گیارہ شرطیں ہیں:

(۱) شہر میں مقیم ہونا

(۲) صحت یعنی مریض پر جمعہ فرض نہیں مریض سے مراد وہ ہے کہ جمعہ مسجد تک نہ جا

سکتا ہو یا چلا تو جائے مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا۔ شیخ فانی مریض کے حکم میں ہے۔ ☆ جو شخص مریض کا تیماردار ہو، جانتا ہے کہ جمعہ کو جائے گا تو مریض پریشانیوں میں مبتلا ہوجائے گا اور اس کا پرسانِ حال نہ ہوگا تو اس تیماردار پر جمعہ فرض نہیں۔

(۳) آزاد ہونا۔ غلام پر جمعہ فرض نہیں اور اس کا آقا منع کرسکتا ہے۔ ☆ نوکر اور مزدور کو جمعہ پڑھنے سے نہیں روک سکتا البتہ اگر جامع مسجد دور ہے تو اس کے جانے کی وجہ سے جتنا حرج ہوا ہے اس کی مزدوری میں کمی کرسکتا ہے اور مزدور اس کا مطالبہ بھی نہیں کرسکتا۔

(۴) مرد ہونا

(۵) بالغ ہونا

(۶) عاقل ہونا۔ یہ دونوں شرطیں خاص جمعہ کے لیے بلکہ ہر عبادت کے واجب ہونے میں عقل وبلوغ شرط ہے۔

(۷) انکھیارا ہونا۔

☆ ایک آنکھ والا اور جس کی نگاہ کمزور ہو اس پر جمعہ فرض ہے۔ یوں ہی جو اندھا مسجد میں اذان کے وقت باوضو ہو اس پر جمعہ فرض ہے اور وہ نابینا جو خود جمعہ مسجد تک بغیر تکلف نہ جاسکتا ہو تو اگرچہ مسجد تک کوئی لے جانے والا ہو، چاہے مناسب اجرت پر لے جائے یا بلا اجرت ایسے شخص پر جمعہ فرض نہیں۔

☆ بعض نابینا بلا تکلف بغیر کسی کی مدد کے بازاروں راستوں میں چلتے پھرتے ہیں اور جس مسجد میں چاہیں بغیر پوچھے جاسکتے ہیں ان پر جمعہ فرض ہے۔

(۸) چلنے پر قادر ہونا۔

☆ اپاہج پر جمعہ فرض نہیں، اگرچہ کوئی ایسا ہو کہ اسے اٹھا کر مسجد پہنچا آئے گا۔

☆ جس کا ایک پاؤں کٹ گیا ہو یا فالج سے بیکار ہو گیا ہو، اگر مسجد تک جا سکتا ہو تو اس پر جمعہ فرض ہے ورنہ نہیں۔

(۹) قید میں نہ ہونا، مگر جب کہ کسی قرض کی وجہ سے قید کیا گیا ہو اور مالدار یعنی قرض ادا کرنے پر قادر ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے۔

(۱۰) بادشاہ یا چور وغیرہ کسی ظالم کا خوف نہ ہو، مفلس قرضدار کو اگر قید کا اندیشہ ہو تو اس پر جمعہ فرض نہیں۔

(۱۱) بارش یا آندھی یا اولے یا سردی کا نہ ہونا یعنی اس قدر کہ ان سے نقصان کا صحیح خوف ہو۔

☆ جس پر جمعہ فرض ہے اسے شہر میں جمعہ ہو جانے سے پہلے ظہر پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، بلکہ امام ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حرام ہے اور پڑھ لیا جب بھی جمعہ کے لیے جانا فرض ہے اور جُمُعہ ہو جانے کے بعد اگر جمعہ دوسری جگہ نہ مل سکے تو ظہر پڑھنے میں کراہت نہیں بلکہ اب تو ظہر ہی پڑھنا فرض ہے، مگر جمعہ چھوڑنے کا گناہ اسی کے سر رہے گا۔

☆ گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں۔

☆ جس نے جمعہ کا قعدہ پالیا یا سجدۂ سہو کے بعد شریک ہوا اسے جمعہ مل گیا۔ لہٰذا اپنی دو ہی رکعتیں پوری کرے۔

☆ نماز جمعہ کے لیے پہلے سے جانا اور مسواک کرنا اور اچھے اور سفید کپڑے پہننا اور تیل اور خوشبو لگانا اور پہلی صف میں بیٹھنا مستحب ہے اور غسل سنت ہے۔

☆ جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہوا اس وقت سے نماز کے ختم تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا

کلام منع ہے، البتہ صاحبِ ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے۔ یوں ہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے جلد جلد پوری کر لے۔

☆ جو چیزیں نماز میں حرام ہیں مثلاً کھانا پینا، سلام و جوابِ سلام وغیرہ یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں یہاں تک کہ امر بالمعروف، ہاں خطیب امر بالمعروف کرسکتا ہے، جب خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے، جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچ سکتی انھیں بھی چپ رہنا واجب ہے، اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اشارے سے منع کر سکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے۔

☆ خطیب نے مسلمانوں کے لیے دعا کی تو سامعین کو ہاتھ اٹھانا یا آمین کہنا منع ہے، کریں گے تو گنہ گار رہوں گے۔ خطبہ میں دُرود شریف پڑھتے وقت خطیب کا دائیں بائیں منہ کرنا بدعت ہے۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامِ مبارک خطیب نے لیا تو حاضرین دل میں دُرود شریف پڑھیں، زبان سے پڑھنے کی اس وقت اجازت نہیں۔ یوں ہی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ذکر پر اس وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم زبان سے کہنے کی اجازت نہیں۔

☆ خطبۂ جمعہ کے علاوہ اور خطبوں کا سننا بھی واجب ہے، مثلاً خطبۂ عیدین و نکاح وغیرہما۔

☆ پہلی اذان کے ہوتے ہی جمعہ کے لیے چلنا واجب ہے اور خرید و فروخت وغیرہ ان چیزوں کا جو چلنے کے منافی ہیں چھوڑ دینا واجب یہاں تک کہ راستہ چلتے ہوئے اگر خرید و فروخت کی تو یہ بھی ناجائز اور مسجد میں خرید و فروخت تو سخت گناہ ہے اور کھانا کھا رہا تھا کہ جمعہ کی اذان کی آواز آئی اگر یہ اندیشہ ہو کہ کھائے گا تو جمعہ فوت ہو جائے

گا تو کھانا چھوڑ دے اور جمعہ کو جائے، جمعہ کے لیے اطمینان و وقار کے ساتھ جائے۔

☆ خطیب جب منبر پر بیٹھے تو اس کے سامنے دوبارہ اذان دی جائے۔ منبر کے سامنے سے مراد یہ نہیں کہ منبر سے لگ کر مسجد کے اندر اذان کہے کہ مسجد کے اندر منبر سے لگ کر اذان کہنے کو فقہائے کرام مکروہ بتاتے ہیں۔

☆ اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ دوسری اذان پست آواز سے کہتے ہیں، یہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے بھی بلند آواز سے کہیں کہ اس سے بھی اعلان مقصود ہے، جس نے پہلی نہ سنی اسے سُن کر حاضر ہوں۔

☆ خطبہ ختم ہو جائے تو فوراً اقامت کہی جائے، خطبہ و اقامت کے درمیان دنیا کی بات کرنا مکروہ ہے۔

☆ جس نے خطبہ پڑھا وہی نماز پڑھائے، دوسرا نہ پڑھائے اور اگر دوسرے نے پڑھا دی جب بھی ہو جائے گی جب کہ وہ ماٗذون (اجازت یافتہ) ہو۔ یوں ہی اگر نابالغ نے بادشاہ کے حکم سے خطبہ پڑھا اور بالغ نے نماز پڑھائی تو جائز ہے۔

☆ جمعہ کے دن اگر سفر کیا اور زوال سے پہلے شہر کی آبادی سے باہر ہو گیا تو حرج نہیں ورنہ منع ہے۔

☆ حجامت بنوانا اور ناخن ترشوانا جمعہ کے بعد افضل ہے۔

☆ جمعہ کے دن یا رات میں سورۂ کہف کی تلاوت افضل ہے اور زیادہ فضیلت رات میں پڑھنے کی ہے۔ نسائی بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ، فرماتے ہیں: ''جو شخص سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھے، اس کے لیے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن ہوگا۔''

فائدہ: جمعہ کے دن روحیں جمع ہوتی ہیں، لہٰذا اس میں زیارتِ قبور کرنی چاہیے اور اس روز جہنم نہیں بھڑکایا جاتا۔

عیدین کا بیان

عیدین کی نماز واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ انھیں لوگوں پر جن پر جمعہ واجب ہے اور اس کی ادا کی وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت، اگر جمعہ میں خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہ ہوا اور اس میں نہ پڑھا تو نماز ہوگئی مگر برا کیا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے ہے اور عیدین کا خطبہ نماز کے بعد، اگر پہلے پڑھ لیا تو برا کیا، مگر نماز ہوگئی لوٹائی نہیں جائے گی اور خطبہ کا بھی اعادہ نہیں اور عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت، صرف دوبارا اتنا کہنے کی اجازت ہے۔ الصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ ۔ بلاوجہ عید کی نماز چھوڑنا گمراہی و بدعت ہے۔

☆ گاؤں میں عید کی نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

عید کے دن کے مستحبات

☆ عید کے دن یہ اُمور مستحب ہیں:

(۱) حجامت بنوانا۔

(۲) ناخن ترشوانا۔

(۳) غسل کرنا۔

(۴) مسواک کرنا۔

(۵) اچھے کپڑے پہننا، نیا ہو تو نیا ورنہ دُھلا۔

(۶) انگوٹھی پہننا۔

(۷) خوشبو لگانا۔

(۸) صبح کی نماز محلّہ کی مسجد میں ادا کرنا۔

(۹) عیدگاہ جلد چلے جانا۔

(۱۰) نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا۔

(۱۱) عیدگاہ کو پیدل جانا۔

☆ سواری پر جانے میں بھی حرج نہیں مگر جس کو پیدل جانے پر قدرت ہو اس کے لیے پیدل جانا افضل ہے اور واپسی میں سواری پر آنے میں حرج نہیں۔

☆ نماز عید کے لیے عیدگاہ جانا سنت ہے اگرچہ مسجد میں گنجائش ہو اور عیدگاہ میں منبر بنانے یا منبر لے جانے میں بھی حرج نہیں۔

(۱۲) دوسرے راستہ سے واپس آنا۔

(۱۳) نماز کو جانے سے پہلے چند کھجوریں کھا لینا۔ تین، پانچ، سات یا کم و بیش مگر طاق ہوں، کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھا لے، نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا تو گنہگار نہ ہوا لیکن اگر عشا تک نہ کھایا تو عتاب کیا جائے گا۔

(۱۴) خوشی ظاہر کرنا۔

(۱۵) کثرت سے صدقہ دینا۔

(۱۶) عیدگاہ کو اطمینان و وقار اور نیچی نگاہ کیے جانا۔

(۱۷) آپس میں مبارک دینا مستحب ہے اور راستہ میں بلند آواز سے تکبیر نہ کہے۔

☆ عید کی نماز سے پہلے نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے، عید گاہ میں ہو یا گھر میں اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہ ہو، یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو نماز ہو جانے کے بعد پڑھے اور عید کی نماز کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، گھر میں پڑھ سکتا ہے بلکہ مستحب ہے کہ چار رکعتیں پڑھے۔ یہ احکام خواص کے ہیں، عوام اگر نفل پڑھیں اگر چہ نماز عید سے پہلے اگر چہ عید گاہ میں تو انھیں منع نہ کیا جائے۔

☆ نماز کا وقت ایک نیزے کی مقدار سورج کے بلند ہونے سے لے کر ضحوۂ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک ہے، مگر عید الفطر میں دیر کرنا اور عید الاضحیٰ میں جلد پڑھ لینا مستحب ہے اور سلام پھیرنے کے پہلے زوال ہو گیا ہو تو نماز جاتی رہی۔ زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہے، جس کا بیان باب الاوقات میں گزرا۔

نماز عید کا طریقہ

نماز عید کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت واجب عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نیت کر کے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں پھر ثنا پڑھیں پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ چھوڑ دیں پھر ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں پھر ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں یعنی پہلی تکبیر میں ہاتھ باندھیں، اس کے بعد دو تکبیروں میں ہاتھ لٹکائیں پھر چوتھی تکبیر میں باندھ لیں۔ اس کو یوں یاد رکھیں کہ جہاں تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا ہے وہاں ہاتھ باندھ لیے جائیں اور جہاں پڑھنا نہیں وہاں ہاتھ چھوڑ دیے جائیں۔ پھر امام اعوذ اور بسم اللہ آہستہ پڑھ کر جہر کے ساتھ الحمد اور سورت پڑھے پھر رکوع و سجدہ کیا جائے۔ دوسری رکعت میں پہلے الحمد و سورت پڑھیں پھر تین بار کان

تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ نہ باندھیں اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ عیدین میں زائد تکبیریں چھ ہوئیں، پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے اور تکبیر تحریمہ کے بعد تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد اور تکبیر رکوع سے پہلے تین تکبیریں، ان چھ تکبیروں میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان تین تسبیح کے برابر ٹھہرا جائے گا۔ عیدین کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقون پڑھنا مستحب ہے یا پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھی جائے۔

☆ نماز عید کے بعد امام دو خطبے پڑھے۔ خطبۂ جمعہ میں جو چیزیں سنت ہیں اس میں بھی وہ سنت ہیں اور جو چیزیں وہاں مکروہ ہیں وہ یہاں بھی مکروہ ہیں۔ خطبۂ جمعہ اور خطبۂ عیدین میں صرف دو باتوں کا فرق ہے ایک یہ کہ جمعہ کے پہلے خطبے سے پہلے خطیب کا بیٹھنا سنت تھا اور اس میں نہ بیٹھنا سنت ہے اور دوسرے یہ کہ اس میں پہلے خطبے سے پہلے نو بار اور دوسرے خطبے سے پہلے سات بار اور منبر سے اترنے سے پہلے چودہ بار اللہ اکبر کہنا سنت ہے اور جمعہ میں نہیں ہے۔

☆ امام نے نماز پڑھ لی اور کوئی شخص باقی رہ گیا ہے خواہ وہ شامل ہی نہ ہوا تھا یا شامل تو ہوا تھا مگر اس کی نماز فاسد ہو گئی تو اگر کسی دوسری جگہ اسے نماز مل جائے تو پڑھ لے ورنہ نہیں پڑھ سکتا، البتہ بہتر یہ ہے کہ یہ شخص چار رکعت چاشت کی نماز پڑھے۔

☆ عید الاضحیٰ تمام احکام میں عید الفطر کی طرح ہے صرف بعض باتوں میں فرق ہے۔ عید الاضحیٰ میں مستحب یہ ہے کہ نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے اگرچہ قربانی نہ کرے اور اگر کھالیا

تو کراہت نہیں۔

☆ عیدین کی نماز کے لیے جاتے ہوئے راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہتے ہوئے چلیں۔

☆ عیدالاضحیٰ کی نماز عذر کی وجہ سے بارہویں ذوالحجہ تک مؤخر کی جا سکتی ہے، بارہویں ذوالحجہ کے بعد نہیں ہوسکتی اور عذر نہ ہوتو مکروہ ہے۔

☆ جسے اپنے نام سے قربانی کرنی ہواس کے لیے مستحب یہ ہے کہ پہلی سے دسویں ذوالحجہ تک نہ حجامت بنوائے اور نہ ناخن ترشوائے۔

☆ عرفہ کے دن یعنی نویں ذوالحجہ کولوگوں کا کسی جگہ جمع ہوکر حاجیوں کی طرح وقوف کرنے اور ذکر ودعا میں مشغول رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں اسے لازم وواجب نہیں جاننا چاہیے۔

☆ بعد نماز عید مصافحہ ومعانقہ کرنا بہتر ہے اس لیے کہ اس میں اظہار مسرت ہے۔

☆ نویں ذوالحجہ کی فجر سے تیرہویں ذوالحجہ کی عصر تک پانچوں وقت فرض نماز کی جماعت کے بعد ایک بار بلند آواز سے تکبیر کہنا واجب اور تین بار کہنا افضل ہے۔ان دنوں کوایام تشریق اوراس تکبیر کوتکبیر تشریق کہتے ہیں۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ.

☆ تکبیر تشریق سلام پھیرنے کے بعد فوراً واجب ہے یعنی جب تک نماز کے منافی کوئی کام نہ کیا ہو۔اگر مسجد سے باہر نکل گیا یا جان بوجھ کر وضوتوڑ دیا یا کسی سے بات کر لی تو تکبیر ساقط ہوگئی اور اگر بلاقصد وضوٹوٹ گیا تو تکبیر کہہ لے۔

☆ تکبیر تشریق اس پر واجب ہے جوشہر میں مقیم ہو یا جس نے اس کی اقتدا کی۔

☆ نفل، سنت اور وتر کے بعد تکبیر واجب نہیں اور جمعہ کے بعد واجب ہے۔نماز عید کے

بعد بھی تکبیر تشریق کہنی چاہیے۔

☆ جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہے اس پر تکبیر تشریق واجب نہیں ہے لیکن اس کے لیے بھی کہہ لینا بہتر ہے۔

☆ امام نے تکبیر نہ کہی تب بھی مقتدی پر تکبیر کہنا واجب ہے۔

☆ ان تاریخوں میں اگر عام لوگ بازاروں میں بلند آواز سے تکبیریں کہیں تو انھیں منع نہیں کرنا چاہیے۔

گہن کی نماز

سورج گہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور چاند گہن کی مستحب۔ سورج گہن کی نماز جماعت سے پڑھنی مستحب ہے اور تنہا تنہا بھی ہوسکتی ہے۔ اگر جماعت سے پڑھنی ہو تو اس کے لیے خطبے کے علاوہ جمعہ کی تمام شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ جو شخص جمعہ کی جماعت قائم کرسکتا ہے وہی شخص سورج گہن کی نماز کی جماعت قائم کرسکتا ہے، اگر ایسا کوئی شخص نہ ہو تو گھر یا مسجد میں تنہا تنہا نماز پڑھی جائے۔

☆ گہن کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب سورج گہن کی حالت میں ہو، گہن ختم ہونے کے بعد نہیں پڑھی جاسکتی۔

☆ ایسے وقت میں گہن لگا جب نماز پڑھنا مکروہ ہے تو نماز نہ پڑھی جائے بلکہ دعا میں مصروف رہا جائے اور اسی حالت میں گہن ختم ہو جائے تو اب نماز نہ پڑھی جائے۔

☆ یہ نماز دیگر نوافل کی طرح دو رکعت پڑھیں یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں۔ نہ اس میں اذان ہے، نہ اقامت، نہ بلند آواز سے قراءت۔ دو رکعت سے زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں، خواہ دو دو رکعت پر سلام پھیریں یا چار رکعت پر۔

☆ گہن کی نماز ختم ہونے کے بعد دعا کی جائے یہاں تک کہ گہن ختم ہو جائے۔

☆ اگر لوگ جمع نہ ہوئے تو ان لفظوں سے پکاریں: اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ۔

☆ افضل یہ ہے کہ عیدگاہ یا جامع مسجد میں اس کی جماعت قائم کی جائے اور اگر دوسری جگہ قائم کریں تب بھی کوئی حرج نہیں۔

☆ اگر یاد ہوں تو سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران جیسی بڑی بڑی سورتیں پڑھیں اور رکوع و

سجود بھی لمبے کریں۔ یہ بھی جائز ہے کہ نماز میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھی جائیں اور نماز کے بعد دعا لمبی کی جائے۔

☆ دعا کے وقت بہتر ہے کہ امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو، اگر قبلے کی طرف رُخ کیا تب بھی کوئی حرج نہیں۔ جب امام دعا کرے تو سب مقتدی آمین کہیں۔ دُعا کے لیے امام منبر پر نہ جائے البتہ عصا وغیرہ پر ٹیک لگانا جائز ہے۔

☆ چاند گہن کی نماز میں جماعت نہیں، امام موجود ہو یا نہ ہو بہر حال تنہا تنہا پڑھیں۔

☆ تیز آندھی آئے یا دن میں سخت تاریکی چھا جائے یا رات میں خوفناک روشنی ہو یا لگا تار کثرت سے بارش ہو یا بہت زیادہ اولے برسیں یا آسمان سُرخ ہو جائے یا بجلیاں گریں یا کثرت سے تارے ٹوٹیں یا طاعون وغیرہ وبا پھیل جائے یا زلزلے آئیں یا دشمن کا خوف ہو یا اور کوئی دہشت ناک معاملہ پایا جائے تو ان سب حالات میں دو رکعت نماز مستحب ہے۔

نمازِ استسقا

ہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر ہم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ ہمارے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے۔ جب معاشرے میں برائیاں عام ہونے لگتی ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ مصیبت نازل فرماتا ہے تاکہ لوگ متنبہ ہو جائیں اور برائیوں سے رُک جائیں۔ قحط بھی اسی طرح کی ایک مصیبت ہے۔ جب اس طرح کی کوئی مصیبت آ پہنچے تو کثرت سے استغفار کرنا چاہیے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کے ساتھ اپنے گناہوں سے معافی مانگنی چاہیے۔

☆ اِستسقا کا معنی ہے بارش طلب کرنا، نماز استسقا میں دعا اور استغفار ہوتا ہے۔

☆ نماز استسقا جماعت سے پڑھنا جائز ہے لیکن اس کے لیے جماعت سنت نہیں ہے، اگر جماعت سے پڑھی جائے تب بھی درست ہے اور اگر تنہا پڑھی جائے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

نماز استسقا کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے تین دن روزے رکھیں، توبہ واستغفار کریں اور جن کے حقوق آپ کے ذمے ہیں سب ادا کریں یا معاف کرائیں، پھر ایک میدان میں جائیں اور وہاں بھی توبہ کریں اور زبانی توبہ کافی نہیں بلکہ دل سے کریں۔ استسقا کے لیے پرانے یا پیوند لگے کپڑے پہن کر عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ ننگے سَر پیدل جائیں، اگر بغیر چپل پہنے ہوئے جائیں تو بہتر ہے اور جانے سے پہلے کچھ خیرات کرنا چاہیے۔ نماز استسقا کے بعد اپنی قوم کے کمزوروں، بُوڑھوں، بُڑھیوں بچوں کے توسّل سے دُعا کریں اور سب آمین کہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمھیں روزی اور مدد

کمزوروں کے ذریعے سے ملتی ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے: اگر جوان خشوع کرنے والے، چوپائے چرنے والے، بوڑھے رکوع کرنے والے اور بچے دودھ پینے والے نہ ہوتے تو تم پر شدّت سے عذاب کی بارش ہوتی۔

استسقا کے لیے جاتے وقت بچے اپنی ماؤں سے جدا رکھے جائیں اور جانور بھی ساتھ لے جائیں۔ غرض یہ کہ رحمت الٰہی نازل ہونے کے تمام اسباب مہیّا کریں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام دو رکعت جہر کے ساتھ نماز پڑھائے، بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سورۂ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھے، نماز کے بعد زمین پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ہی خطبہ پڑھے اور خطبے میں دُعا، تسبیح اور استغفار کرے اور خطبے کے دوران اپنی چادر اُلٹ دے یعنی اوپر کا کنارہ نیچے اور نیچے کا کنارہ اوپر کر دے کہ یہ حالت بدلنے کی فال ہے۔ خطبے سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلے کی طرف منہ کر کے دُعا کرے، بہتر وہ دُعائیں ہیں جو احادیث میں وارد ہیں۔ دُعا میں ہاتھوں کو خوب بلند کرے اور ہاتھ کی پُشت کو آسمان کی جانب رکھے۔

احادیث میں مروی چند دعائیں:

(۱) اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادَکَ وَ بَھِیْمَتَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ.

(۲) اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا مَّرِیْئًا مَّرِیْعًا نَّافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ.

☆ بہت زیادہ بارش ہو رہی ہو کہ نقصان کا خوف ہو تو اسے روکنے کے لیے بھی دُعا کر سکتے ہیں۔ حدیث پاک میں اس کے لیے یہ دعا مروی ہے: اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ.

جنازے کا بیان

موت اور جنازے کا تعلق ہر قسم کے مسلمان سے ہے، خود ہر انسان کو مرنا ہے اور ہر کسی کے دوستوں، رشتے داروں اور محلے کے لوگوں میں سے وقتاً فوقتاً کوئی نہ کوئی اس دار فانی سے کوچ کرتا رہتا ہے لیکن مسلمانوں کی اکثریت کفن ودفن، نماز جنازہ اور آخری رسوم کے صحیح طریقوں سے واقف نہیں ہے جس کی وجہ سے ایک بیٹا اپنے باپ کے یا ایک بیٹی اپنی ماں کے انتقال کے بعد اسے غسل دینے اور کفن پہنانے کی استطاعت نہیں رکھتی اور انھیں اس کام کے لیے کسی کی مدد لینی پڑتی ہے، بارہا ان کاموں کے لیے اجرت بھی دینی پڑتی ہے اور بہت سے علاقے تو ایسے بھی ہیں جہاں کوئی جاننے والا نہیں ہے اور اجرت پر بھی کوئی نہیں ملتا اس لیے وہاں انتقال کرنے والوں کی صحیح طور پر تجہیز وتکفین بھی نہیں ہو پاتی۔

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم ان باتوں سے واقف ہوں کہ میت کو کفنی پہنانے، اسے دفن کرنے تک اور دفن کے بعد ہمیں کیا کرنا چاہیے اور خصوصیت کے ساتھ نماز جنازہ کا طریقہ اچھی طرح معلوم کر لینا چاہیے۔

جب موت کا وقت قریب ہو جائے

☆ جب موت کا وقت قریب آجائے اور علامتیں ظاہر ہو جائیں تو سنت یہ ہے کہ دائیں کروٹ پر لٹا کر قبلے کی طرف منہ کر دیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چت لٹائیں اور قبلے کی طرف پاؤں کریں کہ اس طرح بھی قبلے کی طرف چہرہ ہو جائے گا لیکن اس صورت میں سر کو کچھ اونچا رکھیں۔ اگر قبلے کی طرف اس کا چہرہ گھمانے میں اسے تکلیف ہو رہی

ہوتو جس حال پر ہے اسی حال پر چھوڑ دیں۔

☆ جاں کنی کی حالت میں جب تک روح گلے کو نہ آئی ہو اسے تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے پڑھیں: اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ مگر اُس کو پڑھنے کا حکم نہ کریں اس لیے کہ وہ سخت مشکل کا وقت ہوتا ہے اس لیے اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے سے انکار کر دے یا اس کے منہ سے کچھ اور نکل جائے۔ جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین موقوف کر دیں ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو پھر تلقین کریں تا کہ اس کا آخری کلام یہ کلمہ ہو۔

☆ تلقین کرنے والا نیک اور پرہیز گار شخص ہوتو بہتر ہے۔

☆ مستحب یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس بیٹھ کر سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت کی جائے اور کچھ دوری پر لوبان یا اگر بتیاں سلگا دی جائیں تا کہ خوشبو ہو۔

☆ موت کے وقت حیض ونفاس والی عورتیں اس کے پاس آسکتی ہیں مگر جس عورت کا حیض یا نفاس بند ہو چکا ہے اور اس نے ابھی تک غسل نہیں کیا ہے یا جس مرد یا عورت پر غسل فرض ہے انھیں نہیں آنا چاہیے۔

☆ گھر میں کوئی تصویر یا کُتّا نہ ہو، اگر یہ چیزیں ہوں تو فوراً نکال دی جائیں اس لیے کہ جہاں یہ ہوتی ہیں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

☆ نزع کے وقت اپنے اور مرنے والے کے لیے دعاے خیر کرتے رہیں اور اگر روح نکلنے میں سختی دیکھیں تو سورۂ یٰسین اور سورۂ رعد پڑھیں۔

جب روح نکل جائے

☆ جب روح نکل جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جا کر گرہ دے دیں کہ منہ کھلا نہ رہے۔ آنکھیں بند کر دی جائیں اور انگلیاں اور ہاتھ پیر سیدھے کر دیے جائیں۔ یہ کام میت کے گھر والوں میں سے جو سب سے زیادہ نرمی کے ساتھ کر سکتا ہو وہ کرے۔

☆ آنکھیں بند کرتے وقت یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَ سَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَاَسْعِدْهُ بِلِقَآئِکَ وَ اجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ.

☆ اس کے پیٹ پر لوہا یا گیلی مٹی یا کوئی اور بھاری چیز رکھ دیں کہ پیٹ پھول نہ جائے مگر ضرورت سے زیادہ وزنی نہ ہو کہ اس سے اسے تکلیف ہوگی۔

☆ میت کے سارے بدن کو کسی کپڑے سے چھپا دیں اور اس کی چار پائی یا تخت وغیرہ کسی اونچی چیز پر رکھیں تا کہ زمین کی سیل اسے نہ پہنچے۔

☆ اگر (معاذ اللہ) مرتے وقت اس کی زبان سے کوئی کفریہ بات نکل گئی تو اسے کفر کا حکم نہیں دیں گے۔ ممکن ہے کہ موت کی سختی کی وجہ سے اس کی عقل جاتی رہی ہو اور اس نے بے ہوشی میں یہ بات کہہ دی ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی پوری بات سمجھ میں نہ آئی ہو اس لیے کہ ایسی سختی کی حالت میں کسی کے لیے بھی پوری بات صاف طور پر ادا کر لینا دشوار ہوتا ہے۔

☆ اس کے ذمے قرض یا کسی بھی طرح کا پیسہ ہو تو اسے جلد سے جلد ادا کر دیں۔ حدیث

پاک میں ہے: میت اپنے دَین (قرض) کی مقید ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے: اس کی روح معلق رہتی ہے جب تک دَین ادا نہ کیا جائے۔

☆ میت کا پورا بدن ڈھکا ہوا ہو تو اس کے پاس بیٹھ قرآن مقدس کی تلاوت اور ذکر و تسبیح یا کلمۂ طیبہ اور درود پاک کا ورد کرنا چاہیے۔

☆ غسل، کفن اور دفن میں جلدی کرنی چاہیے اس لیے کہ حدیث پاک میں اس کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے۔

☆ میت کے پڑوسیوں اور اس کے دوست واحباب پر حق بنتا ہے کہ اس کی نماز جنازہ میں شرکت کریں اور اس کے لیے دعاے مغفرت کریں اس لیے پڑوسیوں، دوستوں اور رشتے داروں کو اس کی موت اور نماز جنازہ کے متعین کردہ وقت کے بارے میں خبر کر دینی چاہیے۔ نماز جنازہ میں جس قدر زیادہ لوگ شریک ہوں گے میت کے لیے اتنا ہی اچھا ہے۔

☆ اگر کسی کی موت کی خبر کا مسجد کے مائک سے اعلان کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

☆ عورت مر گئی اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے تو بائیں جانب سے پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا جائے اور اگر عورت زندہ ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ مر گیا جس سے اس کی جان جانے کا خطرہ ہے تب بھی پیٹ کاٹ کر بچہ نکال لیا جائے لیکن اگر عورت اور بچہ دونوں زندہ ہیں تو چاہے کیسی ہی تکلیف ہو پیٹ کاٹ کر بچہ نکالنا جائز نہیں۔

☆ حاملہ عورت مر گئی اور دفن کر دی گئی پھر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اسے بچہ پیدا ہوا ہے تو محض اس خواب کی بنیاد پر قبر کو کھودنا جائز نہیں ہے۔

میت کو نہلانے کے مسائل

☆ میت کو غسل دینا فرضِ کفایہ ہے، بعض لوگوں نے غسل دے دیا تو سب کے ذمے سے ساقط ہو گیا۔

☆ نہلانے والا معتمد شخص ہو کہ پوری طرح غسل دے۔

☆ نہلانے والا شخص باطہارت ہو، بہتر تو یہ ہے کہ نہلانے والا میت کا کوئی قریبی رشتے دار ہو، وہ نہ ہو یا نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی اور شخص جو امانت دار اور پرہیز گار ہو۔

☆ جس چار پائی، تخت یا تختے پر نہلانے کا ارادہ ہو اس کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ دھونی دیں یعنی کسی برتن میں خوشبو (لوبان یا اگربتی) سلگا کر (میت کو چار پائی پر لٹانے سے پہلے) اسے تین یا پانچ یا سات بار چار پائی یا تختے وغیرہ کے گرد پھرائیں اور اب اس پر میت کو لِٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں، بہتر یہ ہے کہ چاروں طرف پردہ کر لیں، پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے یعنی آگے پیچھے سے اس کا ستر پانی ڈال کر پاک کرے پھر وضو کرائے یعنی منہ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئے، پھر سر کا مسح کرے، پھر پاؤں دھوئے۔ میت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا، کلی کرانا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے۔ ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں، مسوڑوں، ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں پھر سر اور داڑھی کے بال گُلِ خیرو یا بیسَن یا کسی اور پاک چیز سے اور کچھ نہ ملے تو صرف پانی سے دھو دیں۔

☆ غسل کا پانی نیم گرم کر لیں اور ممکن ہو تو بیر کی پتی ملا کر کھولا لیں اور چھان لیں۔

☆ میت کو بائیں کروٹ لٹا کر داہنے پہلو کو سر سے پاؤں تک پانی بہائیں کہ تختے تک پہنچ

جائے، پھر دائیں کروٹ لٹا کر غسل دیں تا کہ سب جگہ پانی پہنچ جائے، پھر پیٹھ کی طرف سہارا دے کر بٹھائیں اور پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف نرمی سے ملیں اور کچھ نجاست نکلے تو صاف کریں، وضو وغسل کا اِعادہ نہ کریں، آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں، پھر اس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ سے پونچھ دیں۔

☆ ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت۔ نہلاتے وقت اس طرح لٹائیں جیسے قبر میں رکھتے ہیں، یا قبلے کی طرف پاؤں کریں یا جو آسان ہو کریں۔

☆ نہلانے والے کو چاہیے کہ میت کے اعضا کی طرف بقدر ضرورت نظر کرے، بلا ضرورت کسی عضو کی طرف نہ دیکھے۔

☆ نہلانے والا غسل دینے کے دوران اگر کوئی اچھی بات دیکھے مثلاً چہرہ چمک اٹھا یا میت کے بدن سے خوشبو آئی تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور کوئی بری بات دیکھے مثلاً چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا یا بدبو آئی یا چہرے یا کسی دوسرے عضو میں کوئی تبدیلی آ گئی تو اسے کسی سے نہ بیان کرے اس لیے کہ ایسی بات کہنا جائز ہی نہیں ہے۔

☆ اگر کوئی بدمذہب مرا اور اس کا رنگ سیاہ ہو گیا یا اور کوئی بُری بات ظاہر ہوئی تو اسے بیان کرنا چاہیے کہ اس سے لوگوں کو عبرت ہوگی۔

☆ نہلانے والے کے پاس خوشبو سلگانا مستحب ہے کہ اگر میت کے بدن سے بُو آئے تو اسے پتہ نہ چلے ورنہ گھبرائے گا۔

☆ انتقال کرنے والا جنابت (ناپاکی) کی حالت میں تھا یا عورت حیض یا نفاس کی حالت میں تھی تو ایک ہی غسل کافی ہے دو مرتبہ نہیں نہلانا ہے اس لیے کہ غسل واجب ہونے کے کئی اسباب پائے جائیں تب بھی ایک ہی غسل کافی ہوتا ہے۔

☆ مرد کو مرد اور عورت کو عورت غسل دے اور چھوٹے لڑکے لڑکی جو حدِّ شہوت کو نہ پہنچے ہوں ان کے غسل میں اختیار ہے چاہے مرد دے یا عورت۔

☆ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔

☆ مرد اپنی بیوی کو نہ نہلا سکتا ہے اور نہ ہی چھو سکتا ہے۔ کندھا لگانا، دیکھنا اور قبر میں اتارنا منع نہیں ہے، صرف نہلانا اور اس کے بدن کو ہاتھ لگانا منع ہے۔

☆ عورت کا انتقال ہوا اور وہاں کوئی عورت نہیں کہ غسل دے تو تیمّم کرایا جائے، پھر تیمّم کرانے والا محرم ہو تو ہاتھ سے تیمّم کرائے اور اجنبی ہو اگرچہ شوہر ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر زمین پر ہاتھ مارے اور تیمّم کرائے اور شوہر کے ساتھ کوئی اجنبی ہو تو کلائیوں کی طرف نظر نہ کرے اور شوہر کو اس کی حاجت نہیں۔

☆ مرد کا انتقال ہوا اور نہ وہاں کوئی مرد ہے نہ اس کی بیوی تو جو عورت وہاں ہے اسے تیمّم کرائے، پھر اگر عورت محرم ہے یا اس کی باندی تو تیمّم میں ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے کی ضرورت نہیں ہے اور اجنبی ہو تو کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرائے۔

☆ ایسی جگہ انتقال ہوا جہاں پانی نہیں مل سکتا تو تیمّم کرائیں اور نماز پڑھیں پھر نماز کے بعد اگر دفن کرنے سے پہلے پانی مل جائے تو غسل دے کر دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جائے۔

☆ کسی مسلمان کا آدھے سے زیادہ دھڑ ملا تو غسل اور کفن دیں گے اور نماز جنازہ بھی پڑھیں گے پھر اگر نماز کے بعد باقی ٹکڑا بھی مل جائے تو اس پر دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے۔ اگر آدھا دھڑ ملا تو اگر اس میں سر بھی ہے تب بھی یہی حکم ہے اور اگر سر نہ ہو یا لمبائی میں سر سے پیر تک کا کوئی حصہ ملا تو ان دونوں صورتوں میں نہ غسل دیا جائے گا، نہ کفن پہنایا جائے گا اور نہ ہی نماز جنازہ پڑھی جائے گی بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ

کر دفن کر دیا جائے گا۔

☆ مردہ ملا اور یہ نہیں معلوم کہ مسلمان ہے یا کافر تو اگر اس کی وضع قطع (ظاہری شکل و صورت) مسلمانوں کی طرح ہو یا مسلمان ہونے کی کوئی علامت ہو یا مسلمانوں کے محلے میں ملا تو غسل دیں اور نماز پڑھیں ورنہ نہیں۔

☆ مسلمان مردے کافر مردوں میں مل گئے تو اگر ختنہ وغیرہ کسی علامت سے پہچان کر سکیں تو مسلمانوں کو الگ کر کے غسل اور کفن دیں اور نماز پڑھیں اور اگر امتیاز نہ ہوتا ہو تو غسل دیں اور نماز میں خاص مسلمانوں کے لیے دعا کی نیت کریں اور ان میں اگر مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں ورنہ کسی دوسری جگہ دفن کریں۔

☆ میت کا بدن اگر ایسا ہو گیا ہو کہ ہاتھ لگانے سے کھال اُدھڑے گی تو ہاتھ نہ لگائیں بلکہ صرف پانی بہا دیں۔

☆ نہلانے کے بعد اگر ناک، کان، منہ اور دیگر سوراخوں میں روئی رکھ دیں تو حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ نہ رکھیں۔

☆ میت کی داڑھی یا سر کے بال میں کنگھا کرنا یا ناخن تراشنا یا کسی جگہ کے بال مونڈنا یا کترنا یا اُکھاڑنا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جس حالت پر ہے اسی حالت میں دفن کر دیں، ہاں اگر ناخن ٹوٹا ہو تو لے سکتے ہیں اور اگر ناخن یا بال تراش لیے تو کفن میں رکھ دیں۔

کفن کا بیان

☆ میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ کفن کے تین درجے ہیں

(۱) کفن ضرورت: جس قدر بھی میسر آ جائے اور کم از کم اتنا ہو کہ اس سے میت کا پورا بدن ڈھک جائے۔

(۲) کفن کفایت: کفنِ کفایت مرد کے لیے دو کپڑے ہیں (۱) لفافہ (۲) اِزار، اور عورت کے لیے تین ہیں (۱) لفافہ (۲) قمیص یا ازار دونوں میں سے کوئی ایک (۳) اوڑھنی۔

(۳) کفن سنت: مرد کے لیے سنت تین کپڑے ہیں:

(۱) لفافہ (۲) اِزار (۳) قمیص

عورت کے لیے سنت پانچ کپڑے ہیں:

(۱) لفافہ (۲) اِزار (۳) قمیص

(۴) اوڑھنی (۵) سینہ بند

☆ **لفافہ**: یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اتنی زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں۔

☆ **اِزار**: یعنی تہہ بند سر کی چوٹی سے قدم تک ہو یعنی لفافے میں باندھنے کے لیے جو حصہ زیادہ تھا وہ اس میں نہیں ہوگا۔

☆ **قمیص**: جسے کفنی کہتے ہیں گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک ہونی چاہیے۔ کفنی آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہونی چاہیے، جاہلوں میں جو رواج ہے کہ پیچھے کم رکھتے ہیں یہ غلط ہے۔ کفنی میں چاک اور آستین نہیں ہونی چاہیے۔ مرد اور عورت کی کفنی میں یہ

فرق ہے کہ مرد کی کفنی مونڈھے پر چیریں اور عورت کے لیے سینے کی طرف۔

☆ **اوڑھنی**: تین ہاتھ کی ہونی چاہیے یعنی ڈیڑھ گز۔

☆ **سینہ بند**: پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔

کفنِ سنت کی تفصیل ایک نظر میں

نام پارچہ	طول	عرض	اندازاً پیمائش	کیفیت
ازار	۲؍گز	ا؍گز سے ۲؍گز	سر سے پاؤں تک	۱۴یا۱۵یا۱۶ گرہ عرض کا کپڑا ہو تو ڈیڑھ پاٹ میں ہوگا
لفافہ	۲؍گز	ا؍گز سے ۲؍گز	ازار سے چار گرہ زائد	// //
قمیص یا کفنی	۲؍گز	ا؍گز	کندھے سے نصف ساق (پنڈلی) تک	۱۴ گرہ یا ایک گز کی تیار ہوتی ہے دو برابر حصہ کر کے اور چاک کھول کر گلے میں ڈالتے ہیں
سینہ بند	۲؍گز	ا؍گز	زیر بغل سے گھٹنوں تک	// //
اوڑھنی یا سر بند	ا؍گز	۱۲؍گرہ	جہاں تک آجائے	سر کے بال کے دو حصے کر کے اور اس میں لپیٹ کر سینے کے دائیں بائیں جانب رکھے جاتے ہیں

☆ کفنِ سنت بہتر ہے، اس کے بعد کفنِ کفایت کا درجہ ہے۔ بلا ضرورت کفنِ کفایت

سے کم کرنا ناجائز و مکروہ ہے۔

☆ کفن اچھا ہونا چاہیے یعنی مرد عید، بقر عید اور جمعہ کے لیے جیسے کپڑے پہنتا تھا اور عورت اپنے میکے جانے کے لیے جیسے کپڑے پہنتی تھی اس قیمت کا ہونا چاہیے۔ سفید کپڑوں میں کفن دینا بہتر ہے۔

☆ کُسُم یا زعفران سے رنگا ہوا یا ریشم کا کفن مرد کے لیے ممنوع ہے اور عورت کے لیے جائز ہے یعنی مرد جو کپڑا زندگی میں پہن سکتا ہے اسے اس کا کفن دیا جا سکتا ہے اور جو زندگی میں ناجائز اس کا کفن بھی ناجائز ہے۔

☆ جو نابالغ حدّ شہوت کو پہنچ گیا وہ بالغ کے حکم میں ہے، بالغ کو کفن میں جتنے کپڑے دیے جاتے تھے اسے بھی دیے جائیں گے۔ (حد شہوت کا اندازہ لڑکوں میں بارہ سال اور لڑکیوں میں نو سال ہے۔) اس سے چھوٹے لڑکے کو ایک کپڑا اور چھوٹی لڑکی کو دو کپڑے دے سکتے ہیں، لڑکے کو بھی دو کپڑے دیے جائیں تو اچھا ہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کو پورا کفن دیں اگرچہ ایک دن کا بچہ ہو۔

☆ پُرانے کپڑے کا بھی کفن ہوسکتا ہے مگر پُرانا ہو تو دُھلا ہوا ہو کہ کفن ستھرا ہونا چاہیے۔

☆ میت نے اگر کچھ مال چھوڑا تو کفن اسی کے مال سے دیا جائے۔

☆ دَین (قرض وغیرہ)، وصیت اور میراث ان سب پر کفن مقدّم ہے اور دَین وصیت پر مقدم ہے اور وصیت میراث پر۔

☆ میت نے مال نہیں چھوڑا تو کفن اس کے ذمے ہے جس کے ذمے زندگی میں نفقہ تھا اور اگر کوئی ایسا نہیں جس پر نفقہ واجب ہوتا یا ہے مگر بہت غریب ہے تو بیت المال سے دیا جائے اور اگر وہاں بیت المال بھی نہیں جیسے ہندوستان میں تو وہاں کے مسلمانوں پر

کفن دینا فرض ہے۔

☆ عورت نے اگر چہ مال چھوڑا اس کا کفن شوہر کے ذمے ہے لیکن شوہر کا انتقال ہوا اور عورت مال دار ہے تب بھی عورت پر شوہر کو کفن دینا واجب نہیں۔

کفن پہنانے کا طریقہ

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد اس کا بدن کسی پاک کپڑے سے آہستہ آہستہ پونچھ لیں کہ کفن تر نہ ہو، کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دے کر اس طرح بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر، پھر تہبند، پھر کفنی ہو۔ قمیص اس طرح بچھائیں کہ اس کا اوپر والا سِرا لپیٹ کر میت کے سر رکھنے کی جگہ پر رکھ دیں تا کہ جب میت کو کفن پہنانے کے لیے اُس پر لٹایا جائے تو قمیص کا اوپری حصہ میت کے سینے کی طرف سے پہنا دیا جائے۔ اس طرح قمیص کا ایک سِرا میت کے نیچے ہوگا اور دوسرا سرا میت کے سر سے نکال کر سینے پر ڈال دیا جائے گا یعنی یہ پوری قمیص بن جائے گی۔

سر، داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں اور سجدہ کرنے کی جگہوں یعنی پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں پر کافور لگائیں، پھر اِزار یعنی تہبند لپیٹ دیں۔ پہلے بائیں جانب سے پھر دائیں جانب سے، پھر لفافہ لپیٹ دیں، پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے تا کہ داہنا اوپر رہے اور سر اور پیر کی طرف سے زائد نکلا ہوا کپڑے کا حصہ اپنی مُٹھی میں سمیٹ کر باندھ دیں۔ اسی طرح میت کے پیٹ پر بھی باندھ دیا جائے تا کہ کفن کے اُڑنے کا اندیشہ نہ رہے۔

عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بال کے دو حصے کر کے کفنی کے اوپر سینے پر ڈال دیں

اور اوڑھنی پیٹھ کے آدھے حصے کے نیچے سے بچھا کر سرہانے پہلے ہی لاکر رکھ دیں پھر میت کو اُس پر لٹا کر قمیص پہنا دیں اور اوڑھنی کا آدھا حصہ لاکر میت کے منہ پر نقاب کی طرح ڈال دیں کہ سینے پر رہے کہ اس کی لمبائی آدھی پیٹھ سے سینہ تک رہے اور چوڑائی ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک رہے، پھر بدستور ازار و لفافہ لپیٹ دیں، پھر سب سے اوپر سینہ بند سینے کے اوپر سے ران تک لاکر باندھ دیں۔

☆ مَرد کے کفن پر عطر وغیرہ ملیں لیکن ایسی خوشبو نہ لگائیں جس میں زعفران ملا ہو کیوں کہ یہ مَردوں کے لیے جائز نہیں ہے البتہ عورتوں کے لیے جائز ہے۔

☆ اگر اِحرام کی حالت میں کسی کا انتقال ہوا تب بھی اس کے بدن پر خوشبو لگائی جائے گی اور اس کا منہ اور سر کفن سے چھپایا جائے گا۔

☆ کفن پر عہد نامہ اور میت کے سینے اور پیشانی پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنا جائز ہے کہ اس سے مغفرت کی امید ہے۔

☆ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھیں اور سینے پر کلمۂ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لکھیں مگر نہلانے کے بعد کفن پہنانے سے پہلے کلمے کی انگلی سے لکھیں، روشنائی سے نہیں۔

ایک ضروری مسئلہ

ہندوستان میں عام رواج ہے کہ کفنِ مسنون کے علاوہ اوپر سے ایک چادر اُڑھاتے ہیں وہ تکیہ دار یا کسی مسکین پر صدقہ کرتے ہیں اور ایک جانماز ہوتی ہے جس پر امام جنازہ کی نماز پڑھاتا ہے وہ بھی صدقہ کر دیتے ہیں، اگر یہ چادر و جانماز میّت کے مال سے نہ

ہوں بلکہ کسی نے اپنی طرف سے دیا ہے (اور عادۃً وہی دیتا ہے جس نے کفن دیا بلکہ کفن کے لیے جو کپڑا لایا جاتا ہے وہ اسی اندازے سے لایا جاتا ہے جس میں یہ دونوں بھی ہو جائیں) تب تو ظاہر ہے کہ اس کی اجازت ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر میّت کے مال سے ہے تو دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ورثہ سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے ہو، تب بھی جائز ہے اور اگر اجازت نہ دی تو جس نے میّت کے مال سے منگایا اور صدقہ کیا اس کے ذمے یہ دونوں چیزیں ہیں یعنی ان میں جو قیمت صَرف (خرچ) ہوئی ترکے میں شمار کی جائے گی اور وہ قیمت خرچ کرنے والا اپنے پاس سے دے گا۔

دوسری صورت یہ کہ ورثہ میں کُل یا بعض نابالغ ہیں تو اب وہ دونوں چیزیں ترکے سے ہرگز نہیں دی جاسکتیں، اگرچہ اس نابالغ نے اجازت بھی دے دی ہو کہ نابالغ کے مال کو خرچ کرنا حرام ہے۔

لوٹے اور گھڑے جو گھر میں موجود ہوں میت کو غسل دینے کے لیے انھی کا استعمال کیا جائے، غسل دینے کے لیے الگ سے خریدنے کا بھی وہی ہے جس کی تفصیل اوپر مذکور ہوئی۔ تیجہ، دسواں، چالیسواں، ششماہی، برسی میں جو رقم خرچ کی جائے اس کا بھی یہی مسئلہ ہے کہ اپنے مال سے جو چاہے خرچ کرے اور میّت کو ثواب پہنچائے۔ میّت کے مال سے ان کاموں میں اسی وقت خرچ کیے جائیں جب سب وارث بالغ ہوں اور سب کی اجازت ہو ورنہ نہیں مگر جو بالغ ہو اپنے حصے سے کرسکتا ہے۔

اس بات کا بھی خیال کرنا چاہیے کہ میّت نے اگر وصیت کی ہو تو دَین ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس کی تہائی میں وصیت جاری ہوگی۔ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں یا واقف ہی نہیں ہے، تمام مصارف کر لینے کے بعد اب جو باقی رہتا ہے اسے ترکہ سمجھتے ہیں، ان

مصارف میں نہ وارث سے اجازت لیتے ہیں اور نہ ہی وارث کے نابالغ ہونے کو مُضر جانتے ہیں، یہ سخت غلطی ہے اور جو اس کا خیال نہ کرے اس پر حق تلفی کا گناہ ہے۔

جنازہ لے چلنے کا بیان

☆ جنازے کو کندھا دینا عبادت ہے، ہر شخص کو چاہیے کہ اس عبادت میں کوتاہی نہ کرے۔ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کو کندھا دیا ہے۔

☆ سنّت یہ ہے کہ چار لوگ جنازہ اٹھائیں، ایک ایک پایہ ایک شخص لے اور اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اٹھایا، ایک سرہانے اور ایک پائنتی تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور ضرورت کی وجہ سے ہو مثلاً جگہ تنگ ہے تو حرج نہیں۔

☆ سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر بار دس دس قدم چلے۔ پوری سنت یہ کہ پہلے دائیں سرہانے کندھا دے پھر دائیں پائنتی پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی اور ہر طرف دس دس قدم چلے تو کُل چالیس قدم ہوئے۔ حدیث پاک میں ہے: جو جنازہ لے کر چالیس قدم چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ ایک دوسری روایت میں ہے: جو جنازے کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ یقیناً اس کی مغفرت فرما دے گا۔

☆ جنازہ لے چلنے میں چارپائی کو ہاتھ سے پکڑ کر مونڈھے پر رکھیں، سامان کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے، کسی جانور پر جنازہ لادنا بھی مکروہ ہے۔ ٹھیلے پر لادنے کا بھی یہی حکم ہے۔

☆ چھوٹا بچّہ شیر خوار یا ابھی دُودھ چھوڑا ہو یا اس سے کچھ بڑا، اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اٹھا کر لے چلے تو حرج نہیں اور ایک کے بعد دوسرا شخص ہاتھ پر لیتا رہے۔ اگر کوئی شخص سواری پر ہو اور اتنے چھوٹے جنازے کو ہاتھ پر لیے ہو تب بھی حرج نہیں۔ اس سے بڑا مردہ ہو تو چار پائی پر لے جائیں۔

☆ جنازہ لے کر بہت زیادہ تیزی سے نہیں چلنا چاہیے، اتنی رفتار میں چل سکتے ہیں کہ میّت کو جھٹکا نہ لگے۔

☆ جنازے کے ساتھ جانے والوں کے لیے افضل یہ ہے کہ جنازے سے پیچھے چلیں، دائیں بائیں نہ چلیں اور اگر کوئی شخص آگے چلے تو اسے چاہیے کہ اتنے دور رہے کہ ساتھیوں میں نہ شمار کیا جائے۔ سب کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔

☆ جنازے کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے اور سواری پر ہو تو آگے چلنا مکروہ اور اگر آگے ہو تو جنازے سے دور ہو۔

☆ جنازے کے ساتھ چلنے والوں کو خاموش چلنا چاہیے، موت اور قبر کے حالات اور خوف کو اپنے تصور میں رکھیں، دنیا کی باتیں نہ کریں اور نہ ہی ہنسیں۔ ذکر کرنا چاہیں تو دل میں کریں، اب علما نے ذکر جہر کی بھی اجازت دے دی ہے۔ جنازے کے ساتھ صلاۃ وسلام، قصیدۂ بردہ شریف یا نعت شریف پڑھتے ہوئے چلنے کی بھی اجازت ہے۔

☆ جنازہ جب تک رکھا نہ جائے بیٹھنا مکروہ ہے اور رکھنے کے بعد بے ضرورت کھڑا نہ رہے۔ اگر لوگ بیٹھے ہوں اور نماز کے لیے وہاں جنازہ لایا گیا تو جب تک رکھا نہ جائے کھڑے نہ ہوں۔ یوں ہی اگر کسی جگہ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرا تو کھڑا ہونا ضروری نہیں، ہاں جو شخص ساتھ جانا چاہتا ہے وہ اٹھے اور جائے۔

☆ جنازہ اس طرح رکھا جائے کہ قبلے کی طرف پیر بھی نہ ہو اور سر بھی نہ ہو۔ جنازہ اس طرح رکھیں کہ اس کی دائیں طرف قبلہ ہو۔ ہندوستان میں اُتّر کی طرف سر اور دکھن کی طرف پیر رکھنا چاہیے کہ اس سے پچھّم (قبلے) کی طرف جنازے کا دایاں بازو ہوگا۔

☆ جو شخص جنازے کے ساتھ ہو اسے بغیر نماز پڑھے واپس نہیں لوٹنا چاہیے۔ اگر کسی ضرورت سے جانا ہو تو نماز کے بعد میّت کے اولیا سے اجازت لے کر واپس ہو سکتا ہے اور دفن کے بعد اولیا سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں۔

نماز جنازہ کا بیان

☆ نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے یعنی ایک شخص نے بھی پڑھ لی تو سب کے ذمے سے نکل گئی، ورنہ جس جس کو خبر پہنچی تھی اور نہ پڑھی تو سب گنہگار رہوں گے۔

☆ اس کے لیے جماعت شرط نہیں، ایک شخص بھی پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا۔

☆ نمازِ جنازہ واجب ہونے کے لیے وہی شرائط ہیں جو اور نمازوں کے لیے ہیں یعنی

(۱) قادر ہونا۔

(۲) بالغ ہونا۔

(۳) عاقل ہونا۔

(۴) مسلمان ہونا۔

☆ نماز جنازہ میں ایک بات زیادہ ہے یعنی اس کی موت کی خبر ہونا۔

☆ نمازِ جنازہ میں دو طرح کی شرطیں ہیں، ایک نماز پڑھنے والے سے متعلق اور دوسری میّت سے متعلق۔ نماز پڑھنے والے کے لحاظ سے تو وہی شرطیں ہیں جو ہر نماز کے لیے

شرطیں ہیں یعنی:

نمازی سے متعلق شرائط

(۱) طہارت، یعنی نماز پڑھنے والے کا نجاستِ حُکمیہ اور حقیقیہ سے پاک ہونا اور اس کے کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا۔

(۲) سترِ عورت، یعنی مرد کا کم از کم ناف سے گھٹنے تک کا حصہ اور عورت کا چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں تلووں کے علاوہ پورے بدن کا چھپانا۔

(۳) استقبالِ قبلہ، یعنی قبلے کی طرف چہرہ ہونا۔

(۴) نیت۔

☆ اس میں وقت کی شرط نہیں اور نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ رُکن ہے شرط نہیں۔

☆ بعض لوگ جوتا، چپل پہنے ہوئے نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگ جوتے، چپل پر کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں، اگر جوتا پہنے ہوئے پڑھ رہے ہیں تو جوتے اور اس کے نیچے کی زمین دونوں کا پاک ہونا ضروری ہے، جوتے پر یا اس کے نیچے کی زمین پر اتنی نجاست لگی ہو جو نماز کے لیے مانع ہے تو نماز نہیں ہوگی۔ (نجاستوں کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔) اگر جوتے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں تو جوتوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔

☆ جنازہ تیار ہے اور یہ جانتا ہے کہ وضو یا غسل کرے گا تو نماز چھوٹ جائے گی تو تیمّم کر کے پڑھے۔ (تیمّم کا طریقہ اور اس کے مسائل تیمّم کے بیان میں گزر چکے ہیں۔)

میت سے متعلق شرائط

نماز جنازہ میں میّت سے تعلق رکھنے والی چند شرطیں ہیں۔

شرط (۱): میّت کا مسلمان ہونا۔

☆ میّت سے مراد وہ ہے جو زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا، تو اگر مردہ پیدا ہوا بلکہ اگر نصف سے کم باہر نکلا اس وقت زندہ تھا اور اکثر باہر نکلنے سے پہلے مر گیا تو اُس کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے۔

☆ چھوٹے بچے کے ماں باپ دونوں مسلمان ہوں یا ایک تو وہ مسلمان ہے، اُس کی نماز پڑھی جائے اور دونوں کافر ہیں تو نہیں۔

☆ خودکشی کرنا اگرچہ بہت بڑا گناہ ہے مگر پھر بھی خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اگرچہ اس نے جان بوجھ کر خودکشی کی ہو۔ اسی طرح جو شخص رجم کیا گیا ہو (اسلامی حکومت میں زنا کی سزا میں پتھر برسا کر مار دیا گیا ہو) یا قصاص (کسی مسلمان کو قتل کرنے کے بدلے) میں مارا گیا، اُسے بھی غسل دیں گے اور نماز پڑھیں گے۔

شرط (۲): میّت کے بدن اور کفن کا پاک ہونا۔

☆ بدن پاک ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُسے غسل دیا گیا ہو یا غسل ناممکن ہونے کی صورت میں تیمّم کرایا گیا ہو اور کفن پہنانے سے پہلے اُس کے بدن سے نجاست نکلی تو دھو دی جائے اور بعد میں خارج ہوئی تو دھونے کی حاجت نہیں۔ کفن پاک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ پاک کفن پہنایا جائے اور بعد میں اگر نجاست خارج ہوئی اور کفن میں لگ گئی تو کوئی حرج نہیں۔

☆ میت کو غسل دیے بغیر نماز پڑھی گئی تو نماز نہیں ہوئی، اُسے غسل دیا جائے اور نماز دوبارہ پڑھی جائے۔ اگر غسل دیے بغیر نماز جنازہ پڑھ کر اسے قبر میں اُتار دیا گیا ہو لیکن ابھی مٹی نہیں ڈالی گئی ہے تو قبر سے نکالیں اور غسل دے کر نماز پڑھیں۔ اگر مٹی دے چکے تو اب نہیں نکال سکتے، اب اُس کی قبر پر نماز پڑھیں اس لیے کہ غسل دیے بغیر پڑھی گئی پہلی نماز نہیں ہوئی تھی اور اب چوں کہ غسل ناممکن ہے لہٰذا اب ہو جائے گی۔

شرط (۳): جنازہ کا وہاں موجود ہونا۔

☆ پورا بدن یا بدن کا اکثر حصہ یا بدن کا آدھا حصہ سر کے ساتھ اس جگہ موجود ہو۔ غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی جا سکتی ہے۔

شرط (۴): جنازہ زمین پر رکھا ہونا یا ہاتھ پر ہو مگر قریب ہو۔

☆ جنازہ اگر جانور وغیرہ پر لدا ہو تو نماز نہیں ہوگی۔

شرط (۵): جنازہ نماز پڑھنے والوں کے آگے قبلے کی طرف ہونا۔

☆ اگر جنازہ نمازیوں کے پیچھے ہے تو نماز نہیں ہوگی۔

☆ اگر جنازہ اُلٹا رکھا گیا یعنی امام کے دائیں میّت کا قدم ہو تو نماز ہو جائے گی، مگر جان بوجھ کر ایسا کرنا گناہ ہے۔

☆ اگر قبلہ کے جاننے میں غلطی ہوئی یعنی میّت کو اپنے خیال کے مطابق قبلے ہی کی طرف رکھا تھا مگر حقیقت میں اس طرف قبلہ نہیں ہے تو اگر وہ تحرّی کی جگہ ہے اور اس نے تحری کر کے نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں ہوگی۔ (تحرّی کے تعلق سے تفصیل شرائط نماز میں استقبال قبلہ کے بیان میں موجود ہے۔)

شرط (۶): بدن کے جن حصوں کا چھپانا فرض ہے میت کے بدن کے وہ حصے چھپے

ہوئے ہوں۔

شرط (۷): میّت کا امام کے چہرے کے بالکل مقابل ہونا۔

☆ اگر میّت ایک ہو تو اس کے بدن کے کسی حصے کا امام کے چہرے کے بالکل سامنے ہونا ضروری ہے اور اگر کئی میتوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھی جا رہی ہے تو ان میں سے کسی ایک کے بدن کا کوئی حصہ امام کے چہرے کے مدمقابل ہونا ضروری ہے۔

نماز جنازہ کے ارکان اور طریقہ

نماز جنازہ میں دو ارکان ہیں:

(۱) چار بار اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہنا۔

(۲) قیام۔

☆ کسی نے شرعی عذر کے بغیر بیٹھ کر یا سواری پر سوار ہو کر نماز جنازہ پڑھی تو نہیں ہوئی۔ اگر ولی یا امام بیمار تھا اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور مقتدیوں نے کھڑے ہو کر پڑھی تو نماز ہو گئی۔

نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت مؤکدہ ہیں:

(۱) اللہ عزوجل کی حمد و ثنا۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود۔

(۳) میّت کے لیے دُعا۔

نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ دل میں نماز جنازہ کی نیت کرے (اگر زبان سے دہرانا چاہے تو اس طرح کہے: میں نے نماز جنازہ کی نیت کی، حمد و ثنا اللہ تبارک و تعالیٰ کے

لیے، درود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اور دعا اس میت کے لیے) نیت کر کے کان تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے باندھ لے اور ثنا پڑھے۔ ثنا یہ ہے:

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ جَلَّ ثَنَائُکَ وَ لَآ اِلٰـہَ غَیْرُکَ.

پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے اور درود شریف پڑھے۔ بہتر یہ ہے کہ درود ابراہیمی پڑھے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے، اگر کسی نے کوئی دوسرا درود پڑھا تب بھی حرج نہیں۔ پھر ہاتھ اٹھائے بغیر اللہ اکبر کہہ کر اپنے اور میّت اور تمام مومنین ومومنات کے لیے دُعا کرے۔ بہتر یہ ہے کہ وہ دُعا پڑھے جو احادیث میں وارد ہے۔ اگر وہ دعائیں اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو جو دُعا چاہے پڑھے، مگر وہ دُعا آخرت سے تعلق رکھنے والی ہو۔

یہ دعا پڑھی جاسکتی ہے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَ اُنْثَانَا o اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ o اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ (اَجْرَھَا) وَ لَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ (بَعْدَھَا)

(نوٹ: میت اگر عورت ہے تو اَجْرَہٗ کی جگہ اَجْرَھَا اور بَعْدَہٗ کی جگہ بَعْدَھَا پڑھا جائے۔)

ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تو بخش دے ہمارے زندہ اور مردہ اور ہمارے حاضر و غائب کو اور ہمارے چھوٹے اور ہمارے بڑے کو اور ہمارے مرد اور عورت کو۔ اے اللہ (عزوجل)! ہم میں سے تُو جسے زندہ رکھے، اُسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے تُو جس کو وفات دے اُسے ایمان پر وفات دے۔ اے اللہ (عزوجل)! تو ہمیں اس کے اجر سے محروم

نہ رکھ اور اس کے بعد ہمیں فتنے میں نہ ڈال۔

☆ میت مجنون یا نابالغ ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دُعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْهُ لَنَا ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا.

اگر لڑکی ہو تو **اِجْعَلْهَا** اور **شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً** کہیں۔

مجنون سے مراد وہ مجنون ہے جو بالغ ہونے سے پہلے ہی مجنون ہو گیا تھا اور شرعی احکام کا مکلّف ہی نہیں ہوا۔ اگر بالغ ہونے کے بعد مکلّف ہوا تو اس کا جنون عارضی ہے، اس کی مغفرت کی دُعا کی جائے گی جیسے اوروں کے لیے کی جاتی ہے اس لیے کہ مجنون ہونے سے پہلے تو وہ مکلّف تھا اس لیے اس کے پاگل ہونے سے پہلے کے جو گناہ اس کے ذمے ہیں ان کے لیے دعاے مغفرت کی جائے گی۔

☆ چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دُعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر دیں۔ سلام میں میّت، فرشتوں اور نماز کے لیے حاضر ہونے والوں کی نیت کرے جیسے اور نمازوں کے سلام میں نیت کی جاتی ہے بس یہاں اتنی بات زیادہ ہے کہ میّت کی بھی نیت کرے۔

☆ تکبیر اور سلام امام بلند آواز سے کہے، باقی تمام دُعائیں آہستہ پڑھی جائیں۔

☆ صرف پہلی مرتبہ اللہ اکبر کہنے کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں گے اس کے بعد ہاتھ نہیں اُٹھائے جائیں گے۔

☆ بہتر یہ ہے کہ نماز جنازہ میں تین صفیں بنائی جائیں۔ حدیث پاک میں ہے: جس کی نماز جنازہ تین صفوں نے پڑھی اُس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اگر نماز کے لیے کُل سات ہی لوگ حاضر ہوئے ہوں تو ایک امام ہو، تین پہلی صف میں ہو، دو دوسری میں اور ایک تیسری میں۔

☆ نمازِ جنازہ میں سب سے آخری صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے۔

نمازِ جنازہ کون پڑھائے

☆ نمازِ جنازہ میں امامت کا حق امام جمعہ کو ہے، پھر امام محلّہ کو، پھر ولی کو۔ اگر ولی محلے کے امام سے علم اور تقوٰی میں بہتر ہو تو ولی کو امامت کا زیادہ حق ہے۔

☆ ولی سے مراد میّت کے عصبہ ہیں اور نماز پڑھانے میں اولیا کی وہی ترتیب ہے جو نکاح میں ہے، صرف فرق اتنا ہے کہ نمازِ جنازہ میں میّت کے باپ کو بیٹے پر تقدم ہے اور نکاح میں بیٹے کو باپ پر، البتہ اگر میت کا باپ عالم نہیں اور بیٹا عالم ہے تو نمازِ جنازہ میں بھی بیٹا مقدم ہے۔

☆ ولی کو اختیار ہے کہ کسی اور کو نمازِ جنازہ پڑھانے کی اجازت دے دے۔

☆ جن چیزوں سے تمام نمازیں فاسد ہوتی ہیں نمازِ جنازہ بھی اُن سے فاسد ہو جاتی ہے۔

☆ بعض تکبیریں فوت ہو گئیں یعنی اُس وقت آیا کہ بعض تکبیریں ہو چکی ہیں تو فوراً شامل نہ ہو اس وقت ہو جب امام تکبیر کہے اور اگر انتظار نہ کیا بلکہ فوراً شامل ہو گیا تو امام کے تکبیر کہنے سے پہلے جو کچھ ادا کیا اُس کا اعتبار نہیں۔

☆ اگر وہیں موجود تھا مگر تکبیر تحریمہ کے وقت امام کے ساتھ اللہ اکبر نہ کہا، خواہ غفلت کی وجہ سے دیر ہوئی یا ابھی نیّت ہی کرتا رہ گیا تو یہ شخص اس کا انتظار نہ کرے کہ امام دوسری تکبیر کہے تو اُس کے ساتھ شامل ہو بلکہ فوراً ہی شامل ہو جائے۔

☆ مسبوق یعنی جس کی بعض تکبیریں فوت ہو گئیں وہ اپنی باقی تکبیریں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کہے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ دُعائیں پڑھے گا تو پوری کرنے سے پہلے

لوگ میّت کو کندھے تک اٹھالیں گے تو صرف تکبیریں کہہ لے دُعائیں چھوڑ دے۔

☆ چوتھی تکبیر کے بعد جو شخص آیا تو جب تک امام نے سلام نہ پھیرا شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد تین بار اللہ اکبر کہہ لے۔

☆ کئی جنازے جمع ہوں تو ایک ساتھ سب کی نماز پڑھ سکتا ہے یعنی ایک ہی نماز میں سب کی نیّت کر لے اور افضل یہ ہے کہ سب کی علیحدہ علیحدہ پڑھے۔

☆ جب علیحدہ علیحدہ پڑھے تو اُن میں جو افضل ہے اس کی پہلے پڑھے پھر اس کی جو اُس کے بعد سب میں افضل ہے اسی طرح سب کی نماز جنازہ پڑھے۔

☆ میّت کو بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا اور مٹی بھی دے دی گئی تو اب اس کی قبر پر نماز پڑھیں، جب تک پھٹنے کا گمان نہ ہو اور مٹی نہ دی گئی ہو تو نکالیں اور نماز پڑھ کر دفن کریں اور قبر پر نماز پڑھنے میں دنوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں کہ کتنے دن تک پڑھی جائے کہ یہ موسم اور زمین اور میّت کے جسم و مرض کے اختلاف سے مختلف ہے، گرمی میں جلد پھٹے گا اور جاڑے میں دیر سے، اسی طرح گیلی زمین میں جلد اور خشک زمین میں دیر سے، یوں ہی موٹا تازہ جسم جلد اور لاغر جسم دیر سے پھٹے گا۔

☆ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، خواہ میّت مسجد کے اندر ہو یا باہر، سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض۔ اسی طرح عام سڑک پر اور دوسرے کی زمین پر نماز جنازہ پڑھنا بھی منع ہے لیکن اگر زمین کے مالک کو کوئی اعتراض نہ ہو یا اس نے اجازت دے دی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا تو اگر جمعہ سے پہلے تجہیز و تکفین ہو سکے تو پہلے ہی کر لیں، اس خیال سے روک کر رکھنا کہ جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہو گا مکروہ ہے۔

☆ مسلمان مرد یا عورت کا بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر ہونے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اُس کو غسل و کفن دیں گے اور اس کی نماز پڑھیں گے، ورنہ اُسے ویسے ہی نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے، اُس کے لیے غسل و کفن بطریق مسنون نہیں اور اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی، یہاں تک کہ سر جب باہر ہوا تھا اس وقت زندہ تھا اور رو رہا تھا مگر اکثر حصہ نکلنے سے پہلے مر گیا تو نماز نہیں پڑھی جائے گی، اکثر حصہ کی مقدار یہ ہے کہ سر کی جانب سے ہو تو سینے تک اور پاؤں کی جانب سے ہو تو کمر تک۔

☆ بچہ زندہ پیدا ہوا یا مُردہ اس کے اعضا مکمل ہوں یا ناقص بہر حال اس کا نام رکھا جائے اور قیامت کے دن اُس کا حشر بھی ہوگا۔

قبر و دفن کا بیان

☆ میّت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ مسلمانوں کی ذمے داری بنتی ہے کہ اگر اپنے محلے یا رشتے داروں میں کسی کے انتقال کی خبر سنیں تو اس کی تجہیز و تکفین میں شرکت کریں۔

☆ جس جگہ انتقال ہوا اسی جگہ دفن نہ کریں اس لیے کہ یہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے خاص ہے بلکہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں خواہ میّت بالغ ہو یا نابالغ۔

☆ قبر کی لمبائی میّت کے قد برابر ہو، چوڑائی آدھے قد کی اور گہرائی کم سے کم نصف قد کی اور بہتر یہ کہ گہرائی بھی قد کے برابر ہو اور متوسط درجہ یہ ہے کہ سینے تک ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ لحد یا صندوق اتنا ہو، یہ نہیں کہ جہاں سے کھودنی شروع کی وہاں سے آخر تک یہ مقدار ہو۔

☆ قبر کی دو قسمیں ہیں، لحد کہ قبر کھود کر اس میں قبلے کی طرف میّت کے رکھنے کی جگہ کھودیں اور صندوق وہ جو ہندوستان میں عموماً رائج ہے۔ لحد سنت ہے، اگر زمین اس قابل ہو تو یہی کریں اور زمین نرم ہو تو صندوق بنانے میں حرج نہیں۔

☆ قبر کے اندر چٹائی وغیرہ بچھانا ناجائز ہے اس لیے کہ بے سبب مال ضائع کرنا ہے۔

☆ میت کو تابوت یعنی لکڑی وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر ضرورت ہو مثلاً زمین بہت تر ہے تو حرج نہیں۔ اس صورت میں تابوت کا خرچ میت کے چھوڑے ہوئے مال میں سے لیا جائے گا۔

☆ اگر تابوت میں رکھ کر دفن کریں تو سنت یہ ہے کہ اس میں مٹی بچھا دیں اور دائیں بائیں کچی اینٹیں لگا دیں اور اوپر مٹی کی لِپائی کر دیں، غرض یہ کہ اندر کا حصہ لحد کی طرح ہو جائے۔ لوہے کا تابوت مکروہ ہے۔

☆ قبر کی زمین نم ہو تو دھول بچھا دینا سنت ہے۔

☆ قبر میں دو یا تین جتنے مناسب ہوں اتنے لوگ اتریں، بہتر یہ ہے کہ اترنے والے طاقت ور، نیک اور امانت دار ہوں تا کہ کوئی غیر مناسب بات دیکھیں تو لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔

☆ جنازہ قبر سے قبلے کی جانب رکھنا مستحب ہے کہ مردہ قبلے کی جانب سے قبر میں اتارا جائے۔ قبر کی پائنتی رکھ کر سر کی جانب سے قبر میں اُتارنا درست نہیں ہے۔

☆ عورت کا جنازہ اتارنے والے اس کے محارم ہوں یعنی زندگی میں جن سے پردہ کرنا اس کے لیے واجب نہیں تھا مثلاً باپ، بھائی، بیٹا، پوتا، ماموں، چچا وغیرہم۔ یہ نہ ہوں تو دیگر رشتے دار، یہ بھی نہ ہوں تو پرہیزگار اجنبی کے اتارنے میں حرج نہیں۔

☆ میّت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دُعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ.

ایک روایت میں بِسْمِ اللّٰهِ کے بعد وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بھی آیا ہے۔

☆ میّت کو دائیں طرف کروٹ پر لٹائیں اور اس کا منہ قبلے کی طرف کر دیں، اگر قبلے کی طرف منہ کرنا بھول گئے اور تختہ لگانے کے بعد یاد آیا تو تختہ ہٹا کر قبلہ رُو کر دیں اور اگر مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو نہیں۔ اسی طرح اگر بائیں کروٹ پر رکھا یا جدھر سرہانا ہونا چاہیے اُدھر پاؤں کیے تو اگر مٹی دینے سے پہلے یاد آیا تو ٹھیک کر دیں ورنہ نہیں۔

☆ قبر میں رکھنے کے بعد کفن کا بندھن کھول دیں کہ اب اس کی ضرورت نہیں اور اگر کھولنا بھول گئے تب بھی حرج نہیں۔

☆ قبر میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کریں اور زمین نرم ہو تو تختے لگانا بھی جائز ہے۔ تختوں کے درمیان جگہ رہ گئی تو اُسے ڈھیلے وغیرہ سے بند کر دیں، صندوق کا بھی یہی حکم ہے۔

☆ عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں، مرد کی قبر کو دفن کرتے وقت نہ چھپائیں، ہاں اگر بارش وغیرہ کا عُذر ہو تو چھپانا جائز ہے۔

☆ تختے لگانے کے بعد مٹی دی جائے۔ مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں۔

پہلی بار کہیں: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ

دوسری بار: وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ

تیسری بار: وَ مِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰی

☆ یہ بھی پڑھ سکتے ہیں:

پہلی بار: اَللّٰھُمَّ جَافِ الۡاَرۡضَ عَنۡ جَنۡبَیۡہِ

دوسری بار: اَللّٰھُمَّ افۡتَحۡ اَبۡوَابَ السَّمَآءِ لِرُوۡحِہٖ

تیسری بار: اَللّٰھُمَّ زَوِّجۡهُ مِنۡ حُوۡرِ الۡعِیۡنِ

اور میّت عورت ہو تو تیسری بار یہ کہیں:

اَللّٰھُمَّ اَدۡخِلۡهَا الۡجَنَّةَ بِرَحۡمَتِکَ

باقی مٹی ہاتھ یا کُھرپی یا پھاوڑے وغیرہ جس چیز سے ممکن ہو قبر میں ڈالیں۔ جتنی مٹی قبر سے نکلی اُس سے زیادہ ڈالنا مکروہ ہے۔

☆ ہاتھ میں جو مٹی لگی ہے اسے جھاڑ دیں یا دھو ڈالیں اختیار ہے۔

☆ قبر چوکون نہ بنائیں بلکہ اس میں ڈھال رکھیں جیسے اونٹ کا کوہان۔

☆ قبر پر پانی چھڑکنے میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔

☆ قبر ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ اونچی ہو۔

☆ جہاز پر کسی کا انتقال ہو گیا اور کنارہ قریب نہ ہو تو غسل اور کفن دے کر نماز پڑھ کر سمندر میں ڈُبا دیں۔

☆ علما اور سادات کی قبروں پر گنبد وغیرہ بنانے میں حرج نہیں۔

☆ قبر کو اندر سے پختہ نہ کی جائے اور اگر اندر کچی ہو اور اوپر سے پختہ تو حرج نہیں۔

☆ اگر ضرورت ہو تو قبر پر نشان کے لیے کچھ لکھ سکتے ہیں مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ بے ادبی ہو۔ ایسے قبرستان میں دفن کرنا بہتر ہے جہاں نیک بندوں کی قبریں ہوں۔

☆ مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورۂ بقرہ کا اوّل و آخر پڑھیں یعنی سر ہانے بیٹھ کر الٓمّ سے مُفْلِحُوْنَ تک اور پائنتی بیٹھ کر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورت تک پڑھیں۔

☆ دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دیا جائے اس لیے کہ اہل خانہ اور دوست واحباب کے رہنے سے میّت کو اُنسیت محسوس ہوگی اور نکیرین کا جواب دینے میں وحشت نہیں ہوگی۔ اتنی دیر تک تلاوتِ قرآن اور میّت کے لیے دُعا اور استغفار کریں، خاص کر یہ دُعا کریں کہ نکیرین کے سوالوں کے جواب میں ثابت قدم رہے۔

☆ بلاضرورت ایک قبر میں ایک سے زیادہ میّت کو دفن کرنا جائز نہیں اور ضرورت ہو تو کر سکتے ہیں مگر دو میّتوں کے درمیان مٹی وغیرہ سے آڑ کر دیں۔

☆ جس شہر یا گاؤں وغیرہ میں انتقال ہوا وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے اگر چہ یہ وہاں رہتا نہ ہو بلکہ جس گھر میں انتقال ہوا اس خاندان والوں کے قبرستان میں دفن کریں۔ اس کی لاش کو دوسرے شہر لے جانے سے اکثر علما نے منع فرمایا ہے اور یہی صحیح ہے۔ دفن کرنے کے بعد قبر کو کھول کر دوسرے شہر میں اس کی لاش کو منتقل کرنا تو بہر حال منع ہے۔

☆ عورت کو کسی وارث نے زیور سمیت دفن کر دیا اور بعض ورثہ موجود نہیں تھے تو جو لوگ موجود نہیں ہیں انھیں قبر کھود کر زیور نکالنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح کسی کا کچھ مال قبر میں گر گیا اور مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو قبر کھود کر نکال سکتے ہیں اگر چہ وہ مال ایک ہی درہم کے برابر ہو لیکن پھر بھی نہ کھودنا بہتر ہے۔

☆ بعض لوگ اپنے لیے کفن تیار کر کے رکھتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔ کچھ لوگ اپنے

لیے قبر بھی کھودوا کر رکھتے ہیں، یہ فضول ہے کہ اسے کیا پتہ کہ کہاں مرے گا۔

☆ قبر پر بیٹھنا، سونا، چلنا، پاخانہ، پیشاب کرنا حرام ہے اور قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا اس سے گزرنا ناجائز ہے، خواہ اسے نیا ہونا معلوم ہو یا اس کا گمان ہو۔

☆ اپنے کسی رشتے دار کی قبر تک جانا چاہتا ہے مگر قبروں پر گزرنا پڑے گا تو وہاں تک جانا منع ہے، دور ہی سے فاتحہ پڑھ لے۔

☆ قبرستان میں جوتے چپل پہن کر بھی نہیں جانا چاہیے۔ ایک شخص کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبرستان میں جوتے پہنے دیکھا تو فرمایا: جوتے اتار دے، نہ قبر والے کو تُو ایذا دے، نہ وہ تجھے۔

☆ قبر پر قرآن پڑھنے کے لیے حافظ مقرر کرنا جائز ہے جب کہ وہ اجرت لیے بغیر پڑھے اس لیے کہ اُجرت پر قرآن مجید پڑھنا اور پڑھوانا ناجائز ہے۔ اگر اُجرت کے بغیر پڑھنے کے لیے کوئی تیار نہ ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ اپنے کسی ذاتی کام کے لیے اسے نوکر کے طور پر رکھ لے پھر تھوڑا وہ کام لے اور باقی وقت میں قرآن شریف پڑھنے کو کہے۔

☆ شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میّت کے منہ کے سامنے قبلے کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''درمختار'' میں کفن پر عہد نامہ لکھنے کو جائز فرمایا گیا ہے اور فرمایا کہ اس سے مغفرت کی امید ہے۔

☆ میّت کے سینے اور پیشانی پر بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ لکھنا جائز ہے۔ ایک شخص نے اس کی وصیّت کی تھی کہ انتقال کے بعد اس کے سینے اور پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھ دی جائے، اس کی وصیت کے مطابق لکھ دیا گیا۔ کسی نے انھیں خواب میں دیکھا، حال

پوچھا تو انھوں نے کہا: جب میں قبر میں رکھا گیا تو عذاب کے فرشتے آئے، فرشتوں نے جب پیشانی پر بسم اللہ شریف دیکھی تو کہا کہ تو عذاب سے بچ گیا۔ اس طرح بھی کر سکتے ہیں کہ پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھیں اور سینے پر کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، مگر نہلانے کے بعد کفن پہنانے سے پہلے شہادت کی انگلی سے لکھیں روشنائی سے نہ لکھیں۔

قبروں پر حاضری

☆ اپنے اہل خانہ اور دیگر بزرگان دین کی قبروں پر حاضری مستحب ہے، بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتے میں کم از کم ایک دن ضرور حاضری دے، جمعہ یا جمعرات یا ہفتے یا پیر کے دن مناسب ہے، سب سے افضل جمعہ کے دن صبح کے وقت حاضری بہتر ہے۔

☆ اولیاے کرام کے مزارات طیبہ پر حاضری کے لیے سفر کر کے جانا بھی جائز ہے۔ وہ اپنے مزارات کی زیارت کرنے کے لیے آنے والوں کو نفع پہنچاتے ہیں۔ اگر کسی مزار پر لوگ جہالت کی وجہ سے کوئی ایسا کام کرتے ہوں جو شرعاً ناجائز ہے مثلاً عورتوں کا وہاں آنا ہوتا ہے تب بھی اس کی وجہ سے حاضری ترک نہ کی جائے بلکہ اپنی نگاہیں بچاتے ہوئے صاحبِ مزار سے فیض لینے کی نیت سے ایسے مقام سے حاضری دی جائے جہاں عورتوں سے اختلاط نہ ہو۔

☆ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت ممنوع ہے اس لیے کہ اگر اپنے اقارب کی قبروں پر جائیں گی تو رونے پیٹنے کا اندیشہ زیادہ ہے اور اولیا و صالحین کے مزار پر مردوں سے اختلاط ہوتا ہے، پھر عورتوں کو بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنا بھی درست نہیں ہے۔ انھیں

اپنے گھر ہی پر کچھ شیرینی یا کھانا بنا کر اپنے گھر کے مرحومین اور بزرگوں کے نام سے فاتحہ وایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔عورتوں میں یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ وہ تعظیم میں حد سے گزر جاتی ہیں یا ان سے بے ادبی ہو جاتی ہے اس وجہ سے بھی انھیں اولیا و صالحین کی قبروں پر حاضری سے منع کیا گیا ہے۔

زیارت قبور کا طریقہ

زیارتِ قبر کا طریقہ یہ ہے کہ پائنتی کی جانب سے جا کر میّت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو، سرہانے سے نہ آئے کہ میّت کے لیے باعثِ تکلیف ہے یعنی میّت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آتا ہے، وہاں کھڑے ہو کر کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَ لَکُمُ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَةَ یَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَ الْمُسْتَاْخِرِیْنَ، اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْاَرْوَاحِ الْفَانِیَةِ وَ الْاَجْسَادِ الْبَالِیَةِ وَ الْعِظَامِ النَّخِرَةِ اَدْخِلْ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مِنْکَ رَوْحًا وَّ رَیْحَانًا وَّ مِنَّا تَحِیَّةً وَّ سَلَامًا ٥

ترجمہ: سلام ہو تم پر اے قوم مومنین کے گھر والو! تم ہمارے اگلے ہو اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہم اپنے اور تمھارے لیے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں، اللہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم کرے۔ اے اللہ! فانی روحوں کے رب اور جسم گل جانے والے اور بوسیدہ ہڈیوں کے رب، تو اپنی طرف سے ان قبروں میں تازگی اور خوشبو داخل کر اور ہماری طرف سے تحیت وسلام پہنچا دے۔

پھر فاتحہ پڑھے اور بیٹھنا چاہے تو اس کی زندگی میں اس کے جتنے فاصلے پر بیٹھا کرتا تھا اتنے فاصلے پر بیٹھے۔

فاتحہ کا طریقہ یہ ہے:

سب سے پہلے قرآنِ پاک سے جہاں سے میسر آئے پڑھیں یا کوئی سورت یا کوئی رکوع پڑھ کر ایک مرتبہ سورۂ کافرون، تین مرتبہ سورۂ اخلاص، ایک مرتبہ سورۂ فلق، ایک مرتبہ سورۂ ناس، ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی پہلی چند آیتیں "هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" تک، نیز آیت الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری تین آیتیں پڑھ کر اس طرح دعا کریں۔

اے اللہ! اس کلام کا ثواب (اور اگر کوئی شیرینی یا کھانا وغیرہ بھی ہو تو پھر یوں کہیں: اے اللہ! اس پاک کلام اور اس کھانے یا شیرینی وغیرہ کا ثواب) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۃً وتحفۃً پیش ہے۔ (پھر یہ عرض کریں) اس کا ثواب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اور آپ کے توسل سے، آپ کی آل پاک اور اصحاب پاک اور آپ کی ازواج مطہرات، تابعین و تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، سارے بزرگانِ دین اور جمیع مومنین و مومنات کی روحوں کو پہنچا کر خصوصا فلاں بن فلاں (یہاں جس کے نام سے ایصال ثواب کرنا ہے، اس کا نام ذکر کریں) کی روح کو پہنچا۔ پھر اخیر میں درود شریف پڑھ کر دعا ختم کر دیں۔

☆ قبرستان میں جائیں تو سورۂ فاتحہ، الٓمّٓ سے مُفْلِحُوْنَ تک، آیۃ الکرسی، اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے سورۂ بقرہ کے آخر تک، سورۂ یٰسٓ، سورۂ ملک، اور سورۂ تکاثر ایک ایک بار اور سورۂ اخلاص بارہ یا گیارہ یا سات یا کم از کم تین بار پڑھ کر ان سب کا ثواب مردوں کو پہنچائے۔ حدیث پاک میں ہے: جو شخص گیارہ بار سورۂ اخلاص شریف پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو پہنچائے اسے مردوں کی گنتی برابر ثواب ملے گا۔

☆ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ہر قسم کی عبادت اور ہر فرض یا نفل نیک عمل کا ثواب مُردوں کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ اُنھیں اس کا ثواب بھی پہنچے گا اور ثواب پہنچانے والے کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی بلکہ یہ امید ہے کہ اس ثواب پہنچانے والے کے لیے اُن سب کے مجموعے کے برابر ملے، مثلاً کوئی نیک کام کیا، جس کا ثواب کم از کم دس ملے گا، اس نے دس مُردوں کو پہنچایا تو ہر ایک کو دس دس ملیں گے اور اس کو ایک سو دس اور ہزار کو پہنچایا تو اسے دس ہزار دس وعلیٰ ہذا القیاس۔ نابالغ بھی اگر پڑھ کر ایصالِ ثواب کرے تو اس کا ثواب مردوں کو پہنچے گا۔

☆ قبر کو بوسہ دینا منع ہے۔ تعظیم کے طور پر قبر کا طواف کرنا بھی منع ہے اگر کوئی کرے تو اسے روکا جائے۔

دفن کے بعد تلقین

دفن کے بعد مُردے کو تلقین کرنا اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تمھارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اُس کی مٹی دے چکو، تو تم میں سے ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے: یَـا فُلَانُ بْـنُ فُلَانَةٍ، (اس کا اور اس کی ماں کا نام لے کر) وہ سُنے گا اور جواب نہیں دے گا، پھر کہے: یَـا فُلَانُ بْـنُ فُلَانَةٍ، وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا، پھر کہے: یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانَةٍ، وہ کہے گا: میری رہنمائی کر اللہ تجھ پر رحم فرمائے گا۔ مگر تمھیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی پھر کہے:

اُذْکُـرْ مَـا خَـرَجْتَ مِنَ الدُّنْیَا شَهَادَةَ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُـهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَّکَ رَضِیْتَ بِاللّٰهِ

رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ نَبِیًّا وَّ بِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا.

یہ سن کر نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے: چلو، اب ہم اُس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔ اس پر کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: اگر اُس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: حوّا کی طرف نسبت کرے۔

بعض اَجلۂ ائمہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین فرماتے ہیں: جب قبر پر مٹی برابر کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا ہے کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر میت سے یہ کہا جائے: یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ (فلاں بن فلاں کی جگہ اس کا اور اس کے باپ کا نام ذکر کیا جائے) قُلْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ.

اس کے بعد تین بار کہا جائے: قُلْ رَّبِّیَ اللّٰہُ وَ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَ نَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ.

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اتنا اور اضافہ کیا:

وَ اعْلَمْ اَنَّ ھٰذَیْنِ الَّذِیْنِ اَتَیَاکَ اَوْ یَأْتِیَانِکَ اِنَّمَا ھُمَا عَبْدَانِ لِلّٰہِ لَا یَضُرَّانِ وَ لَا یَنْفَعَانِ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ فَلَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ وَ اشْھَدْ اَنَّ رَبَّکَ اللّٰہُ وَ دِیْنَکَ الْاِسْلَامُ وَ نَبِیَّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ، ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکَ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ.

☆ قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے کہ جب تک تر رہیں گے تسبیح کریں گے اور میّت کا دل بہلے گا۔ یوں ہی جنازے پر پھولوں کی چادر ڈالنے میں بھی حرج نہیں۔

☆ قبر پر سے تر گھاس نہیں نوچنا چاہیے کہ اُس کی تسبیح سے رحمت اُترتی ہے اور میّت کو اُنسیت ہوتی ہے اور نوچنے میں میّت کا حق ضائع کرنا ہے۔

تعزیت کا بیان

☆ جس کے گھر کسی کی میت ہو جائے اس کے پاس جا کر تسلی دینا اور اس سے ایسے جملے کہنا جس سے اس کا کچھ غم بٹے اسے تعزیت کہتے ہیں۔

☆ تعزیت مسنون ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت میں تعزیت کرے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا۔ دوسرے مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اُسے اُسی کے مثل ثواب ملے گا۔

☆ تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے، اس کے بعد مکروہ ہے کہ غم تازہ ہوگا مگر جب تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کی جائے وہاں موجود نہ ہو یا موجود ہے مگر اُسے علم نہیں تو بعد میں کرنے میں حرج نہیں۔

☆ مستحب یہ ہے کہ میّت کے تمام اقارب کو تعزیت کریں، چھوٹے بڑے مرد و عورت سب کو مگر عورت کو اُس کے محارم ہی تعزیت کریں۔ تعزیت میں یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ میّت کی مغفرت فرمائے، اس کو اپنی رحمت میں ڈھانکے، تم کو صبر کی توفیق دے اور اس مصیبت پر ثواب عطا فرمائے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لفظوں سے تعزیت فرمائی:

لِلّٰهِ مَآ اَخَذَ وَ اَعْطٰی وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی.

(ترجمہ: خدا ہی کا ہے جو اُس نے لیا دیا اور اُس کے نزدیک ہر چیز ایک میعاد مقرر کے ساتھ ہے۔)

☆ میّت کے اعزّہ کا گھر میں بیٹھنا کہ لوگ ان کی تعزیت کو آئیں اس میں حرج نہیں اور گھر سے باہر یا روڈ کے کنارے بستر بچھا کر بیٹھنا بُری بات ہے۔

☆ بہتر ہے کہ میّت کے پڑوسی یا دور کے رشتے دار میّت کے گھر والوں کے لیے اُس دن اور رات کے لیے کھانا لائیں اور انھیں اصرار کر کے کھلائیں۔

☆ میّت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز و بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت اور اگر فقرا کو کھلائیں تو بہتر ہے۔

☆ جن لوگوں سے قرآن مجید یا کلمۂ طیبہ پڑھوایا، ان کے لیے بھی کھانا تیار کرنا ناجائز ہے، جب کہ طے کر لیا ہو یا لوگوں میں اس کا رواج ہو جائے یا وہ لوگ غنی ہوں۔

☆ تیجے وغیرہ کا کھانا اکثر میّت کے ترکہ سے کیا جاتا ہے، اس میں یہ لحاظ ضروری ہے کہ ورثہ میں کوئی نابالغ نہ ہو ورنہ سخت حرام ہے۔ یوں ہی اگر بعض ورثہ موجود نہ ہوں اور ان لوگوں سے اجازت نہ لی گئی ہو تب بھی ناجائز ہے۔ اگر سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے ہو یا کچھ نابالغ ہوں یا وہاں موجود نہ ہوں لیکن جو لوگ بالغ ہیں اور وہاں موجود ہیں وہ اپنے ذاتی پیسے سے کر رہے ہیں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ تعزیت کے لیے اکثر رشتے دار عورتیں جمع ہوتی ہیں اور روتی پیٹتی اور نوحہ کرتی ہیں، انھیں کھانا نہ دیا جائے کہ اس سے گناہ پر مدد دینا ہوگا۔

☆ میّت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے یہ کھانا صرف گھر والے کھائیں اور انھیں کے لائق بھیجا جائے زیادہ نہیں اوروں کو اس کھانے میں سے کھانا منع ہے۔ صرف پہلے

دن کھانا بھیجنا سنت ہے، اس کے بعد مکروہ ہے۔

سوگ اور نوحے کا ذکر

☆ سوگ کے لیے کالے کپڑے پہننا مردوں کے لیے ناجائز ہے۔ اسی طرح کالے بلّے لگانا بھی ناجائز ہے کہ اس میں عیسائیوں سے مشابہت ہے۔

☆ نوحہ یعنی میّت کے اوصاف مبالغے کے ساتھ بیان کر کے آواز سے رونا جس کو "بَین" کہتے ہیں حرام ہے۔ اسی طرح ہائے آفت، ہائے مصیبت کہہ کر چلانا بھی حرام ہے۔

☆ گریبان پھاڑنا، منہ نوچنا، بال کھولنا، سر پر مٹی ڈالنا، سینہ پیٹنا، ران پر ہاتھ مارنا یہ سب جاہلیت کے کام ہیں اور حرام ہیں۔

☆ تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں، مگر عورت شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔

☆ آواز سے رونا منع ہے اور آواز بلند نہ ہو تو اس کی ممانعت نہیں۔

ہندوستان میں نوحہ وغیرہ کا رواج عمومًا ہندوؤں کی تقلید کی وجہ ہے پڑا ہے یہ سخت گناہ کا کام ہے۔ اس سلسلے میں چند حدیثیں ذکر کی جا رہی ہیں یہ حدیثیں خاص کر عورتوں کو بتائی جائیں اور انھیں نوحہ وغیرہ کرنے سے روکا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو منہ پر طمانچہ مارے، گریبان پھاڑے اور زمانۂ جاہلیت کی طرح نوحہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

حضرت ابوبُردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فرمایا: جو سر مُنڈائے، نوحہ کرے اور کپڑے پھاڑے میں اس سے بَری ہوں۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اُمّت میں چار کام جاہلیت کے ہیں، لوگ انھیں نہ چھوڑیں گے۔ (۱) حسب پر فخر کرنا (۲) نسب میں طعن کرنا (۳) ستاروں سے بارش چاہنا (کہ فلاں نچھتر کے سبب پانی برسے گا) (۴) نوحہ کرنا۔ آپ نے فرمایا: نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس طرح کھڑی کی جائے گی کہ اس پر ایک کُرتا قطِران (تارکول) کا ہوگا اور ایک خارِشت (کھجلی والے پودے) کا۔

شہید کا بیان

اصطلاحِ فقہ میں شہید اس مسلمان عاقل بالغ طاہر کو کہتے ہیں جو بطورِ ظلم کسی آلۂ جارحہ (زخمی کرنے والے ہتھیار) سے قتل کیا گیا اور نفسِ قتل سے مال نہ واجب ہوا ہو اور اس نے دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو۔ شہید کا حکم یہ ہے کہ اسے غسل نہ دیا جائے بلکہ ویسے ہی خون سمیت دفن کر دیا جائے۔ جہاں یہ حکم پایا جائے گا فقہا اسے شہید کہیں گے ورنہ نہیں، مگر فقہی اصطلاح کے مطابق شہید نہ ہونے سے یہ لازم نہیں کہ اسے شہید کا ثواب بھی نہیں ملے گا بلکہ صرف اس کا مطلب اتنا ہوگا کہ اسے غسل دیا جائے۔

☆ آلۂ جارحہ اسے کہتے ہیں جس سے قتل کرنے سے قاتل پر قصاص واجب ہوتا ہے یعنی ایسا ہتھیار جو اعضا کو جدا کر دے جیسے تلوار، خنجر وغیرہ۔ بندوق بھی آلۂ جارحہ ہے۔

☆ جب نفسِ قتل سے قاتل پر قصاص واجب نہ ہو بلکہ مال واجب ہو تو غسل دیا جائے گا، مثلاً لاٹھی سے مارا یا انجانے میں قتل کر دیا کہ کسی اور چیز کو مار رہا تھا مگر کسی آدمی کو لگ گیا

اور وہ مرگیا یا کوئی شخص ننگی تلوار لیے سوگیا اور سوتے میں کسی آدمی پر وہ تلوار گر پڑی اور وہ مرگیا یا کسی شہر یا گاؤں میں یا ان کے قریب مقتول پڑا ملا اور اس کا قاتل معلوم نہیں، ان سب صورتوں میں غسل دیں گے اور اگر مقتول شہر وغیرہ میں ملا اور معلوم ہے کہ چوروں نے قتل کیا ہے خواہ اسلحے سے قتل کیا ہو یا کسی اور چیز سے تو غسل نہ دیا جائے، اگرچہ یہ معلوم نہیں کہ کس چور نے قتل کیا ہے۔ اسی طرح اگر جنگل میں ملا اور معلوم نہیں کہ کس نے قتل کیا تو غسل نہیں دیں گے۔ اسی طرح اگر ڈاکوؤں نے قتل کیا تو غسل نہیں دیں گے، خواہ ہتھیار سے قتل کیا ہو یا کسی اور چیز سے۔

☆ اگر نفسِ قتل سے مال واجب نہ ہوا بلکہ کسی اور وجہ سے مال واجب ہوا ہے مثلاً قاتل اور مقتول کے اولیا (قریبی رشتے داروں) میں صلح ہوگئی یا باپ نے بیٹے کو مار ڈالا یا کسی ایسے کو مارا کہ اس کا وارث بیٹا ہے، مثلاً اپنی عورت کو مار ڈالا اور عورت کا وارث بیٹا ہے جو اسی شوہر سے ہے تو قصاص کا مالک یہی لڑکا ہوگا مگر چوں کہ اس کا باپ قاتل ہے اس لیے قصاص ساقط ہوگیا تو ان صورتوں میں غسل نہیں دیا جائے۔

☆ اگر قتل ظلم کی وجہ سے نہ ہو بلکہ قصاص یا حد یا تعزیر میں قتل کیا گیا یا درندے نے مار ڈالا تو غسل دیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ،

بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ: جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمھیں خبر نہیں۔

دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا، بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَo فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ، وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ، اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَo يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ، وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَo

ترجمہ: جو لوگ راہِ خدا میں قتل کیے گئے انھیں مردہ نہ گمان کرو، بلکہ وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں انھیں روزی ملتی ہے۔ اللہ نے اپنے فضل سے جو انھیں دیا اس پر خوش ہیں اور جو لوگ بعد والے ان سے ابھی نہیں ملے، ان کے لیے خوش خبری کے طالب کہ ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، اللہ کی نعمت اور فضل کی خوش خبری چاہتے ہیں اور یہ کہ ایمان والوں کا اجر اللہ ضائع نہیں فرماتا۔

شہادت صرف اسی کا نام نہیں کہ جہاد میں قتل کیا جائے بلکہ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ اس کے سوا سات شہادتیں اور ہیں۔

(۱) جو طاعون سے مرا شہید ہے۔

(۲) جو ڈوب کر مرا شہید ہے۔

(۳) جو ذات الجنب (نمونیا) میں مرا شہید ہے۔

(۴) جو پیٹ کی بیماری میں مرا شہید ہے۔

(۵) جو جل کر مرا شہید ہے۔

(۶) جس کے اوپر دیوار وغیرہ گر جائے اور مر جائے شہید ہے۔

(۷) عورت بچہ پیدا ہونے میں یا کنوارے پن میں مر جائے شہید ہے۔

(۸) ایک روایت کے مطابق سفر میں مرنے والا شہید ہے۔

ان کے سوا اور بہت سی صورتیں ہیں جن میں شہادت کا ثواب ملتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی وغیرہ ائمہ نے ان کو ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۹) سِل کی بیماری میں مرا۔

(۱۰) سواری سے گر کر یا مرگی سے مرا۔

(۱۱) بخار میں مرا۔

(۱۲) اپنا یا کسی اور کا مال بچانے میں مرا۔

(۱۳) اپنی یا کسی اور کی جان بچانے میں مرا۔

(۱۴) اپنے یا کسی کے اہل کو بچانے میں مرا۔

(۱۵) اپنا یا کسی اور کا حق بچانے میں قتل کیا گیا۔

(۱۶) عشق میں مرا بشرطیکہ پاکدامن ہو اور عشق چھپاتا ہو۔

اس زمانے میں جو نوجوانوں میں عشق بازی کا رواج ہے اور ہر کس و ناکس عاشق بنا گھومتا ہے یہ وہ عشق نہیں ہے جس میں مرنے والا شہید کہلائے۔ شہید وہ ہے جو اپنا عشق چھپاتا بھی ہو، اپنی نگاہوں اور اپنے دل کی حفاظت بھی کرتا ہو اور پاک دامن بھی ہو۔

(۱۷) کسی درندے نے پھاڑ کھایا۔

(۱۸) بادشاہ نے ظلم کی وجہ سے قید کیا اور وہ قید میں مر گیا۔

(۱۹) بادشاہ نے ظلم کی وجہ سے مارا اور وہ مر گیا۔

(۲۰) کسی موذی جانور کے کاٹنے سے مرا۔

(۲۱) علمِ دین کی طلب میں مرا۔

(۲۲) جو شخص ثواب کی نیت سے اخیر عمر تک اذان کہتا رہا۔

(۲۳) سچا تاجر۔

(۲۴) جسے سمندر کے سفر میں متلی اور قے آئی۔

(۲۵) جو اپنے بال بچوں کے لیے کوشش کرے، انھیں اللہ کے حکم کا پابند کرے اور انھیں حلال کھلائے۔

(۲۶) جو ہر روز پچیس بار اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ پڑھے۔

(۲۷) جو چاشت کی نماز پڑھے، ہر مہینے میں تین روزے رکھے اور وتر کو سفر و حضر میں کہیں ترک نہ کرے۔

(۲۸) فسادِ اُمّت کے وقت سنت پر عمل کرنے والا، اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

(۲۹) جو مرض میں لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ چالیس بار کہے اور اسی مرض میں مر جائے۔ اگر اچھا ہوگیا تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

(۳۰) کفار سے مقابلے کے لیے سرحد پر گھوڑا باندھنے والا۔

(۳۱) جو ہر رات میں سورہ یٰسٓ شریف پڑھے۔

(۳۲) جو باوضو سویا اور مر گیا۔

(۳۳) جو نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر (روزانہ) سو بار دُرُود شریف پڑھے۔

(۳۳) جو سچے دل سے یہ سوال کرے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔

(۳۴) جو جمعہ کے دن مرے۔

(۳۵) جو صبح کو تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمائے گا کہ

اس کے لیے شام تک استغفار کریں اور اگر اس دن میں مرا تو شہید مرا اور جو شام کو کہے صبح تک کے لیے یہی بات ہے۔ سورۂ حشر کی آیتیں یہ ہیں:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ o هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ، سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ o هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى، یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ o

کعبے میں نماز پڑھنے کا بیان

کعبے کے اندر ہر نماز جائز ہے، فرض ہو یا نفل، تنہا پڑھے یا باجماعت، اگرچہ امام کا رُخ کسی اور طرف ہو اور مقتدی کا کسی اور طرف۔ اگر مقتدی کی پیٹھ امام کے سامنے ہو جائے تو مقتدی کی نماز نہیں ہوگی اور اگر مقتدی کا منہ امام کے منہ کے سامنے ہو جائے تو نماز ہو جائے گی لیکن اس صورت میں دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہونی چاہیے ورنہ مکروہ ہے۔ اگر مقتدی کا منہ امام کی کروٹ کی طرف ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔

چوتھا باب

روزے کا بیان

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جب رمضان شریف آئے تو روزے کا جاننا اس قدر اُس پر فرض ہو جاتا ہے کہ یہ جان لے کہ روزے کی نیت فرض ہے اور صبح سے غروبِ آفتاب تک کھانا، پینا، جماع کرنا حرام ہے۔

(کیمیائے سعادت)

سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم (سیکھنا فرضِ عین ہے۔)

(فتاویٰ رضویہ)

روزہ شریعت میں مسلمان کا عبادت کی نیت سے صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک اپنے آپ کو قصداً کھانے، پینے اور جماع سے روکے رکھنے کا نام ہے۔ روزے کے لیے عورت کا حیض ونفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔

روزے کے تین درجے ہیں۔ ایک عام لوگوں کا روزہ کہ یہی پیٹ اور شرم گاہ کو کھانے، پینے اور جماع سے روکنا۔ دوسرا

خواص کا روزہ کہ ان کے علاوہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ پاؤں اور تمام اعضا کو گناہ سے باز رکھنا۔ تیسرا خاص الخاص کا کہ اللہ کے علاوہ ہر چیز سے مکمل طور پر اپنے آپ کو جُدا کر کے صرف خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا۔

اس باب میں پیش کردہ سارے مسائل ''بہارِ شریعت'' جلد اول، حصہ پنجم سے تلخیص و تسہیل کے ساتھ ماخوذ ہیں۔

ہم نے اس باب میں کئی ایسے مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے کہ فرضِ عین علوم سے تو ان کا تعلق نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض کی تحصیل واجب اور بعض کی مندوب و مستحب ہے۔

روزے کی قسمیں

☆ روزے کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) فرض۔

(۲) واجب۔

(۳) نفل۔

(۴) مکروہِ تنزیہی۔

(۵) مکروہِ تحریمی۔

فرض اور واجب کی دو قسمیں ہیں (۱) معیّن (۲) غیر معیّن۔ فرض معیّن جیسے رمضان المبارک کے روزے اور فرضِ غیر معیّن جیسے رمضان المبارک کے روزوں کی قضا اور کفارے کے روزے۔ واجبِ معیّن جیسے معیّن کردہ نذر (منّت) کے روزے اور واجبِ غیر معیّن جیسے مطلق نذر کے روزے۔

نفل دو ہیں (۱) نفلِ مسنون (۲) نفلِ مستحب جیسے عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی، ہر مہینے میں تیرہویں، چودہویں، پندرہویں اور عرفہ کا روزہ، پیر اور جمعرات کا روزہ، ماہِ شوال کے چھ روزے اور صومِ داؤد علیہ السلام، یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔

مکروہِ تنزیہی جیسے صرف ہفتے کے دن روزہ رکھنا، نیروز اور مہرگان کے دن روزہ رکھنا، صومِ دہر یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا، صومِ سکوت یعنی ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے، صومِ وصال کہ روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے، یہ سب مکروہِ تنزیہی

ہیں۔مکروہِ تحریمی جیسے عیداور ایّامِ تشریق کے روزے۔

☆ روزے کے مختلف اسباب ہیں، رمضان کے روزے کا سبب رمضان المبارک کے مہینے کا آنا ہے، نذر کے روزے کا سبب منّت ماننا ہے، کفارے کے روزے کا سبب قسم توڑنا یا قتل کرنا یا ظِہار وغیرہ کرنا ہے۔

☆ رمضان المبارک کے روزوں کی ادائیگی، نذرِ معیّن اور نفل روزوں کے لیے نیّت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوۂ کبریٰ تک ہے، اس وقت میں جب بھی نیّت کرلے، یہ روزے ہو جائیں گے۔

☆ سورج ڈوبنے سے پہلے نیّت کی کہ کل روزہ رکھوں گا پھر بے ہوش ہو گیا اور ضحوۂ کبریٰ کے بعد ہوش آیا تو یہ روزہ نہیں ہوا اور سورج ڈوبنے کے بعد نیّت کی تھی تو ہو گیا۔

☆ ضحوۂ کبریٰ نیّت کا وقت نہیں بلکہ اس سے پہلے نیت کا پالیا جانا ضروری ہے۔اگر خاص اس وقت نیت کی جس وقت آفتاب خطِ نصفُ النہارِ شرعی پر پہنچ گیا تو روزہ نہیں ہوا۔

☆ نیّت کے بارے میں نفل عام ہے، سنّت ومستحب ومکروہ سب کو شامل ہے کہ ان سب کے لیے نیّت کا وہی وقت ہے۔

☆ جس طرح اور جگہ بتایا گیا کہ نیّت دل کے ارادے کا نام ہے، زبان سے کہنا شرط نہیں۔یہاں بھی وہی مراد ہے مگر زبان سے کہہ لینا مستحب ہے۔

☆ اگر رات میں نیّت کرے تو اس طرح کہے:

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ ھٰذَا.

ترجمہ: میں نے نیّت کی کہ اللہ کے لیے اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا۔

☆ اگر دن میں نیّت کرے تو یہ کہے:

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ هٰذَا الْيَوْمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ.

ترجمہ: میں نے نیّت کی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے آج رمضان کا فرض روزہ رکھوں گا۔

☆ اگر تبرک اور توفیق طلب کرنے کی نیت سے اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى کے الفاظ کا اضافہ کر لیا تب بھی کوئی حرج نہیں اور اگر مذبذب ہے تو نیت ہی نہیں ہوئی کہ نیت تو دل کے پختہ ارادے کا نام ہے۔

☆ دن میں نیّت کرے تو ضروری ہے کہ یہ نیّت کرے کہ میں صبح صادق سے روزے دار ہوں اور اگر یہ نیّت ہے کہ اب سے روزہ دار ہوں، صبح سے نہیں تو روزہ نہیں ہوا۔

☆ رات میں نیّت کی پھر اس کے بعد رات ہی میں کھایا پیا تو اس سے نیت پر کچھ فرق نہیں پڑے گا اور نہ ہی دوبارہ نیت کرنا ضروری ہے۔

☆ عورت حیض و نفاس والی تھی، اُس نے رات میں کل روزہ رکھنے کی نیّت کی اور صبح صادق سے پہلے حیض و نفاس سے پاک ہوگئی تو روزہ صحیح ہوگیا۔

☆ دن میں نیت کرنا اسی وقت معتبر ہوگا جب صبح صادق سے لے کر نیت کرنے تک روزے کے خلاف کوئی کام نہ کیا ہو، اگر صبحِ صادق کے بعد بھول کر بھی کھا پی لیا یا جمع کر لیا تو اب نیت درست نہیں اور اس دن کا روزہ معتبر نہیں۔

☆ سحری کھانا بھی نیّت ہے، خواہ رمضان کے روزے کے لیے ہو یا کسی اور روزے کے لیے لیکن اگر کسی نے روزہ رکھنے کے ارادے سے سحری کھائی تب ہی روزہ ہوگا، اگر رات کا کھانا کھانے میں تاخیر ہوگئی اور سحری کا وقت ہوگیا اب رات کے کھانے کے طور پر کھایا، روزے کے لیے سحری کا ارادہ نہیں ہے تو یہ کھانا سحری نہیں کہلائے گا اور نہ ہی یہ روزے کے لیے نیت کی منزل میں ہوگا۔

☆ رمضان المبارک کے ہر روزے کے لیے نئی نیّت کی ضرورت ہے۔ پہلی یا کسی تاریخ میں پورے رمضان کے روزے کی نیّت کر لی تو یہ نیّت صرف اُسی ایک دن کے حق میں ہے، باقی دنوں کے لیے نہیں۔

☆ رمضان المبارک کے ادا روزے، نذرِ معیّن اور نفل کے علاوہ دیگر روزے مثلاً رمضان المبارک کے قضا روزے، نذرِ غیر معیّن اور نفل کی قضا (یعنی نفل روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا اس کی قضا)، نذر معیّن کی قضا، کفّارے کا روزہ، حرم میں شکار کرنے کی وجہ سے جو روزہ واجب ہوا وہ، حج میں وقت سے پہلے سر منڈانے کا روزہ اور تمتع کا روزہ، ان سب میں عین صبح چمکتے وقت یا رات میں نیّت کرنا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو روزہ رکھنا ہے، خاص اس معیّن روزے کی نیّت کرے۔

☆ مذکورہ روزوں کی نیّت اگر دن میں کی تو نفل ہوئے پھر بھی ان کا پورا کرنا ضروری ہے توڑے گا تو قضا واجب ہوگی۔ اگر چہ یہ بات جانتا ہے کہ وہ جو روزہ رکھنا چاہتا ہے یہ وہ نہیں ہوگا بلکہ نفل ہوگا۔

☆ کئی روزے قضا ہوگئے تو نیّت میں یہ ہونا چاہیے کہ اس رمضان کے پہلے روزے کی قضا، دوسرے کی قضا اور اگر کچھ اس سال کے قضا ہوگئے، کچھ اگلے سال کے باقی ہیں تو یہ نیّت ہونی چاہیے کہ اس رمضان کی اور اُس رمضان کی قضا اور اگر دن اور سال کو معیّن نہ کیا، جب بھی ہو جائیں گے۔

چاند دیکھنے کا بیان

☆ پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا واجبِ کفایہ ہے:

(۱) شعبان۔

(۲) رمضان۔

(۳) شوال۔

(۴) ذی قعدہ۔

(۵) ذی الحجہ۔

شعبان کا چاند اس لیے کہ اگر رمضان کا چاند دیکھتے وقت اَبر یا غبار ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرکے رمضان کے روزے شروع کیے جائیں، رمضان المبارک کا چاند روزہ رکھنے کے لیے، شوال کا چاند روزہ ختم کرنے کے لیے، ذیقعدہ کا چاند ذی الحجہ کے لیے اور ذی الحجہ کا بقرعید کے لیے۔

☆ شعبان کی انتیس تاریخ کو شام کے وقت چاند دیکھیں، دکھائی دے تو دوسرے دن روزہ رکھیں، ورنہ شعبان کے تیس دن پورے کرکے رمضان کا مہینہ شروع کریں۔

☆ جو شخص علم ہیئت جانتا ہے، اُس کا اپنے علم ہیئت کے ذریعے کہہ دینا کہ آج چاند ہوا یا نہیں ہوا کوئی معنٰی نہیں رکھتا اگرچہ وہ عادل ہو، اگرچہ کئی شخص ایسا کہتے ہوں کہ شریعت میں چاند کا اعتبار صرف دو باتوں سے کیا جاتا ہے، آنکھوں سے دیکھنے سے یا گواہی سے۔

☆ رمضان کا چاند دکھائی نہیں دیا، شعبان کے تیس دن پورے کرکے روزے شروع کر

دیے، اٹھائیس ہی روزے رکھے تھے کہ عید کا چاند نظر آ گیا تو اگر شعبان کا چاند دیکھ کر تیس دن کا مہینہ قرار دیا تھا تو ایک روزہ رکھیں اور اگر شعبان کا بھی چاند دکھائی نہیں دیا تھا بلکہ رجب کی تیس تاریخیں پوری کر کے شعبان کا مہینہ شروع کیا تھا تو دو روزے قضا کے رکھیں۔

☆ دن میں ہلال (چاند) دکھائی دیا زوال سے پہلے یا بعد، بہر حال وہ آئندہ رات کا قرار دیا جائے گا یعنی اب جو رات آئے گی اس سے مہینہ شروع ہوگا تو اگر تیسویں رمضان کے دن میں دیکھا تو یہ دن رمضان ہی کا ہے شوال کا نہیں اور روزہ پورا کرنا فرض ہے اور اگر شعبان کی تیسویں تاریخ کے دن میں دیکھا تو یہ دن شعبان کا ہے رمضان کا نہیں لہٰذا آج کا روزہ فرض نہیں۔

☆ ایک جگہ چاند ہوا تو وہ صرف وہیں کے لیے نہیں، بلکہ پوری دنیا کے لیے ہے۔ مگر دوسری جگہ کے لیے اس کا حکم اُس وقت ہے کہ اُن کے نزدیک اُس دن تاریخ میں چاند ہونا شرعی ثبوت سے ثابت ہو جائے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں کہ رویتِ ہلال کے ثبوت کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں:

(۱) خود شہادتِ رویت یعنی چاند دیکھنے والوں کی گواہی۔

(۲) شہادۃ علی الشہادۃ، یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انھیں گواہ کیا۔ انھوں نے اس گواہی کی گواہی دی۔ یہ اس صورت میں قابلِ قبول ہے کہ اصل گواہ حاضر ہو کر گواہی دینے سے معذور ہوں۔

(۳) شہادۃ علی القضاء یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام کے یہاں رویتِ ہلال پر گواہیاں دی گئیں، اُس نے چاند ہونے کا حکم دیا اور دو عادل گواہ جو اس گواہی کے وقت موجود تھے، انھوں نے دوسرے مقام وہاں کے قاضی کے حکم پر گواہی دی۔

(۴) کتابُ القاضی الی القاضی یعنی قاضی شرع جسے سلطانِ اسلام نے مقدمات کا اسلامی فیصلہ کرنے کے لیے مقرر کیا ہو وہ دوسرے شہر کے قاضی کو، چاند کی گواہیاں گزرنے کی شرعی طریقے پر اطلاع دے۔

(۵) اِستِفاضہ یعنی کسی اسلامی شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب ایک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن رویتِ ہلال کی بنا پر روزہ ہوا یا عید کی گئی۔

(۶) اِکمالِ مدت یعنی ایک مہینے کے جب تیس دن کامل ہو جائیں تو دوسرے ماہ کا ہلال خود ہی ثابت ہو جائے گا کہ مہینہ تیس سے زائد کا نہ ہونا یقینی ہے۔

(۷) اسلامی شہر میں حاکمِ شرع کے حکم سے انتیس کی شام کو مثلاً توپیں داغی گئیں یا فائر ہوئے تو خاص اس شہر والوں یا اس شہر کے آس پاس کے دیہات والوں کے لیے بھی توپوں کی آوازیں سننا بھی ثبوتِ ہلال کے ذریعوں میں سے ایک ذریعہ ہے۔

☆ ٹیلیفون سے چاند دیکھنے کا ثبوت نہیں ہوسکتا، نہ بازاری افواہ اور جنتریوں اور اخباروں میں چھپا ہونا کوئی ثبوت ہے۔ آج کل عموماً دیکھا جاتا ہے کہ انتیس رمضان کو بکثرت ایک جگہ سے دوسری جگہ فون کیے جاتے ہیں کہ چاند ہوا یا نہیں، اگر کہیں سے فون پر اطلاع ملی تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ بس عید آگئی، یہ محض ناجائز و حرام ہے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

☆ بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا تو روزہ فاسد نہیں ہوا۔ خواہ وہ روزہ فرض ہو یا نفل اور روزے کی نیّت سے پہلے یہ چیزیں پائی گئیں یا بعد میں، مگر جب یاد دلانے پر بھی یاد نہ آیا کہ روزے دار ہے تو اب فاسد ہو جائے گا، بشرطے کہ یاد دلانے کے بعد ان میں سے کچھ کیا ہو لیکن اس صورت میں کفارہ لازم نہیں، صرف قضا لازم ہے۔

☆ کوئی شخص کسی روزے دار کو کھاتے پیتے دیکھے تو اسے یاد دلانا واجب ہے، دیکھنے والے نے یاد نہیں دلایا تو گنہگار ہوگا۔

☆ اگر کوئی روزے دار بہت کمزور ہو، وہ بھول کر کھا پی رہا ہو اور اسے یاد دلا دیا جائے تو وہ کھانا چھوڑ دے گا اور کمزوری اتنی بڑھ جائے گی کہ روزہ رکھنا دشوار ہوگا اور اگر کھا لے گا تو روزہ بھی اچھی طرح پورا کر لے گا اور دیگر عبادتیں بھی بخوبی ادا کر لے گا تو اس صورت میں یاد نہ دلانا بہتر ہے۔

☆ مکّھی یا دُھواں یا غبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ وہ غبار آٹے کا ہو کہ چکّی پیسنے یا آٹا چھاننے میں اُڑتا ہے یا غلّے کا غبار ہو یا ہوا سے مٹّی اُڑی یا جانوروں کے کُھر یا ٹاپ سے غبار اُڑ کر حلق میں پہنچا، اگرچہ روزے دار ہونا یاد تھا۔

☆ اگر خود جان بوجھ کر دھواں پہنچایا تو روزہ فاسد ہو گیا جب کہ روزے دار ہونا یاد ہو، خواہ وہ کسی چیز کا دھواں ہو اور کسی طرح پہنچایا ہو، یہاں تک کہ اگر بتی وغیرہ خوشبو سُلگ رہی تھی اور اُس نے منہ قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

☆ حُقّہ، بیڑی، سگریٹ، سگار وغیرہ پینے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر روزے دار ہونا

یاد ہوا اور اس صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا۔

☆ بدن کے کسی حصے سے فاسد خون نکالنے کے لیے بھری سنگی لگوائی یا تیل یا سُرمہ لگایا تو روزہ نہیں ٹوٹا، اگرچہ تیل یا سُرمے کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو بلکہ تھوک میں سرمے کا رنگ بھی دکھائی دیتا ہو، تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔

☆ غسل کیا اور پانی کی ٹھنڈک حلق کے اندر محسوس ہوئی یا کُلّی کی اور پانی بالکل تھوک دیا صرف کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی اور تھوک کے ساتھ اُسے نگل گیا یا دوا کوٹی اور حلق میں اُس کا مزہ محسوس ہوا یا کان میں پانی چلا گیا یا تنکے سے کان کھجایا اور اُس پر کان کا میل لگ گیا پھر وہی میل لگا ہوا تنکا کان میں ڈالا، اگرچہ چند بار کیا ہو یا دانتوں سے خون نکل کر حلق تک پہنچا، مگر حلق سے نیچے نہیں اُترا تو ان سب صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

☆ بات کرنے میں تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے اور اُسے پی گیا یا منہ سے رال ٹپکی اور ابھی درمیان سے تار ٹوٹا نہ تھا کہ اُسے کھینچ کر پی گیا یا ناک میں رینٹھ آ گئی بلکہ ناک سے باہر ہو گئی مگر جدا نہیں ہوئی تھی کہ اُسے اوپر کھینچ لیا یا منہ میں کھنکار آیا اور کھا گیا اگرچہ کتنا ہی ہو، ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن ان باتوں سے احتیاط ضروری ہے۔

☆ مکھی حلق میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا اور جان بوجھ کر نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

☆ بھول کر جماع کر رہا تھا اور یاد آتے ہی الگ ہو گیا یا صبحِ صادق سے پہلے جماع میں مشغول تھا اور صبح ہوتے ہی جدا ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹا اگرچہ دونوں صورتوں میں جدا ہونے کے بعد انزال ہو گیا ہو اگرچہ دونوں صورتوں میں جُدا ہونا یاد آنے اور صبح ہونے پر ہوا کہ جدا ہونے کی حرکت جماع نہیں اور اگر یاد آنے یا صبح ہونے پر فوراً الگ

نہیں ہوا اگر چہ صرف رُک گیا اور حرکت نہ کی تو روزہ ٹوٹ گیا۔

☆ بھول کر کھانا کھا رہا تھا اور یاد آتے ہی فوراً لقمہ پھینک دیا یا صبح صادق سے پہلے کھا رہا تھا اور صبح ہوتے ہی اُگل دیا تو روزہ نہیں ٹوٹا اور نگل لیا تو دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ گیا۔

☆ آگے یا پیچھے کے مقام کے علاوہ کسی اور جگہ سے جماع کی طرح حرکت کر کے لذت حاصل کی تو جب تک انزال نہ ہو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

☆ اگر کسی شخص نے مُشت زنی کی تو جب تک منی باہر نہ نکلے روزہ نہیں ٹوٹے گا اگر چہ یہ سخت حرام ہے کہ حدیث پاک میں ایسا کرنے والے کو ملعون کہا گیا ہے۔مُشت زنی میں اگر منی نکل گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

☆ جنابت (ناپاکی) کی حالت میں صبح ہوگئی بلکہ اگر پورے دن اسی حالت میں رہ گیا اور غسل نہیں کیا تب بھی روزہ ہو جائے گا لیکن جان بوجھ کر غسل میں اتنی تاخیر کرنا کہ کوئی نماز چھوٹ جائے حرام اور گناہ ہے۔حدیث پاک میں ہے کہ جس گھر میں جنبی ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

☆ تِل یا تِل کے برابر کوئی چیز چبائی اور تھوک کے ساتھ حلق سے اُتر گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا، ہاں اگر اس کا مزا حلق میں محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

☆ کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جب کہ روزے دار ہونا یاد ہو۔

☆ حُقّہ، سگار، بیڑی، سگریٹ وغیرہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ دھواں اندر نہ کھینچتا ہو بلکہ منہ میں لے کر چھوڑ دیتا ہو۔

☆ پان یا صرف تمبا کو کھانے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر چہ اس کی پیک تھوک دی ہو اس لیے کہ اس کے باریک اجزا ضرور حلق میں پہنچتے ہیں۔

☆ شکر وغیرہ ایسی چیزیں جو منہ میں رکھنے سے گھل جاتی ہیں، منہ میں رکھی اور تھوک نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

☆ دانتوں کے درمیان کوئی چیز چنے کے برابر یا زیادہ تھی اُسے کھا گیا یا کم ہی تھی جسے منہ سے باہر نکالا پھر کھالیا یا دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اُترا اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر تھا یا کم تھا، مگر اس کا مزا حلق میں محسوس ہوا تو ان سب صورتوں میں روزہ ٹوٹ گیا اور اگر کم تھا اور مزا بھی محسوس نہ ہوا، تو نہیں ٹوٹا۔

☆ روزے میں دانت اکھڑوایا اور خون نکل کر حلق سے نیچے اُترا، اگرچہ سوتے میں ایسا ہوا تو اس روزے کی قضا واجب ہے۔

☆ کلی کر رہا تھا اور بلا قصد پانی حلق سے اُتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دماغ تک چڑھ گیا تو روزہ ٹوٹ گیا مگر جب کہ روزہ ہونا بھول گیا ہو تو نہیں ٹوٹے گا اگرچہ جان بوجھ کر کیا ہو۔

☆ کسی نے روزے دار کی طرف کوئی چیز پھینکی، وہ اُس کے منہ میں جا کر اس کے حلق سے

نیچے اُتر گئی تو روزہ ٹوٹ گیا۔

☆ سوتے میں پانی پی لیا یا کچھ کھالیا یا منہ کھلا ہوا تھا اور پانی کا قطرہ یا اُولا حلق سے نیچے اُتر گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

☆ منہ میں رنگین دھاگا رکھا جس سے تھوک رنگین ہو گیا پھر تھوک نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

☆ آنسو منہ میں چلا گیا اور وہ نگل لیا، اگر ایک یا دو قطرہ ہے تو روزہ نہیں ٹوٹا اور زیادہ تھا کہ اس کی نمکینی پورے منہ میں محسوس ہوئی تو روزہ ٹوٹ گیا۔ پسینے کا بھی یہی حکم ہے۔

☆ جان بوجھ کر (منہ میں انگلی وغیرہ ڈال کر) منہ بھر قے کی اور روزے دار ہونا یاد ہے تو روزہ ٹوٹ گیا اور اس سے کم کی تو نہیں۔

☆ اگر بلا اختیار قے ہوگئی تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو منہ بھر ہوگی یا نہیں، پہلی صورت میں اگر اس نے باہر تھوک دیا تو روزہ نہیں ٹوٹا اور اگر قے خود سے واپس لوٹ گئی یا اس نے لوٹا لیا تو اگر چہ چنے کے برابر ہی اس کے حلق سے نیچے اُتری ہو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر منہ بھر نہ ہو تو چاہے خود سے لوٹ گئی یا اس نے لوٹا لی روزہ نہیں ٹوٹا۔ قے کے منہ بھر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے بلا تکلف روک نہ پائے۔

☆ قے کے مذکورہ احکام اُس وقت ہیں جب کہ قے میں کھانا آئے یا کڑوا پانی یا خون۔ اگر بلغم آیا تو کسی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹا۔

جن صورتوں میں صرف قضالازم ہے

☆ یہ گمان تھا کہ صبحِ صادق نہیں ہوئی اور کھایا پیا یا جماع کیا بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی تو صرف قضالازم ہے یعنی اس روزے کے بدلے میں عام دنوں میں ایک روزہ رکھنا ہوگا۔

☆ کسی نے کھانے پینے پر مجبور کیا یعنی اِکراہِ شرعی پایا گیا، اکراہِ شرعی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو صحیح دھمکی دے کہ اگر تو روزہ نہیں توڑے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا یا ہاتھ پاؤں توڑ دوں گا یا ناک، کان وغیرہ کوئی عضو کاٹ ڈالوں گا یا سخت پٹائی کروں گا اور روزے دار یہ سمجھتا ہو کہ یہ کہنے والا جو کچھ کہتا ہے ضرور کرے گا، اس صورت میں بھی صرف قضا لازم ہے۔

☆ بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا تھا یا شرم گاہ کو دیکھنے سے انزال ہوا تھا یا احتلام ہوا یا قے ہوئی اور ان سب صورتوں میں یہ گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے، اب جان بوجھ کر کھا لیا تو صرف قضافرض ہے۔

☆ مسافر مقیم ہو گیا، حیض و نفاس والی عورت پاک ہو گئی، مجنون (پاگل) کو ہوش ہو گیا، مریض تھا اچھا ہو گیا، جس کا روزہ کسی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا اگر چہ کسی نے توڑنے پر مجبور کیا ہو، غلطی سے پانی وغیرہ کوئی چیز حلق میں چلی گئی، کافر تھا مسلمان ہو گیا، نابالغ تھا بالغ ہو گیا، رات سمجھ کر سحری کھائی تھی حالاں کہ صبحِ صادق ہو چکی تھی، غروبِ آفتاب سمجھ کر افطار کر لیا حالاں کہ ابھی دن باقی تھا، ان سب صورتوں میں جو دن کا جتنا حصہ بچا ہوا ہے اسے روزے کی طرح گزارنا واجب ہے اور ان صورتوں میں نابالغ جو بالغ ہوا

یا کافر تھا مسلمان ہوا اُن پر اس دن کی قضا واجب نہیں باقی سب پر قضا واجب ہے۔

☆ نابالغ دن میں بالغ ہوا یا کافر دن میں مسلمان ہوا اور وہ وقت ایسا تھا کہ روزے کی نیّت ہوسکتی ہے اور نیّت کر بھی لی پھر وہ روزہ توڑ دیا تب بھی اس دن کی قضا واجب نہیں۔

☆ بچے کی عمر دس سال کی ہو جائے اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس سے روزہ رکھوایا جائے، اگر نہ رکھے تو مار کر رکھوائیں، اگر پوری طاقت دیکھی جائے اور رکھ کر توڑ دیا تو قضا کرنے کا حکم نہیں دیں گے اور نماز توڑے تو پھر سے پڑھوائیں۔

☆ حیض ونفاس والی عورت صبح صادق کے بعد پاک ہوگئی، اگرچہ ضحوۂ کبریٰ سے پہلے اور روزہ کی نیت کر لی تو آج کا روزہ نہ ہوا، نہ فرض نہ نفل اور مریض یا مسافر نے نیّت کی یا مجنون تھا ہوش میں آ کر نیّت کی تو ان سب کا روزہ ہوگیا۔

☆ صبحِ صادق سے پہلے یا بھول کر جماع میں مشغول تھا، صبح ہوتے ہی یا یاد آنے پر فوراً اجدا ہوگیا تو کچھ نہیں اور اسی حالت پر رہا تو قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔

☆ میّت کے روزے قضا ہوگئے تھے تو اُس کا ولی اس کی طرف سے فدیہ ادا کردے جب کہ اس نے وصیت کی اور مال چھوڑا ہو، ورنہ ولی پر ضروری نہیں، کردے تو بہتر ہے۔

☆ مسافر صبحِ صادق کے بعد ضحوۂ کبریٰ سے پہلے وطن آیا اور روزے کی نیّت کر لی پھر توڑ دیا یا مجنون اس وقت ہوش میں آیا اور روزے کی نیّت کر کے پھر توڑ دیا تو کفارہ نہیں۔

☆ جن صورتوں میں روزہ توڑنے پر کفّارہ لازم نہیں ان میں شرط ہے کہ ایک ہی بار ایسا ہوا ہو اور گناہ کرنے کا قصد نہ کیا ہو ورنہ اُن میں بھی کفّارہ دینا ہوگا۔

جن صورتوں میں قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہے

☆ رمضان المبارک میں کوئی مکلَّف (جس پر شریعت کے احکام نافذ ہوتے ہیں) مقیم روزے دار جس نے رمضان المبارک کے روزے کی ادائیگی کی نیت سے روزہ رکھا تھا اور کسی قابلِ شہوت انسان (مرد یا عورت) کے ساتھ اس کے آگے یا پیچھے کے مقام میں جماع کیا تو چاہے انزال ہو یا نہ ہو اس کا روزہ ٹوٹ گیا، اس پر روزے کی قضا یعنی عام دنوں میں ایک روزہ اور کفارہ بھی واجب ہے۔ (کفارے کا بیان آگے آئے گا)

☆ جس روزے دار مرد یا عورت کے ساتھ اس کے آگے یا پیچھے کے مقام میں جماع کیا گیا اس پر بھی قضا اور کفارہ دونوں واجب ہے۔

☆ کسی نے کوئی کھانے والی چیز یا دوا کھائی یا پانی پیا یا کوئی ایسی چیز کھائی جس کے کھانے سے لذّت حاصل ہوتی ہے تو روزے کی قضا اور کفارہ دونوں واجب ہے۔

☆ کوئی ایسا کام کیا جس سے افطار (روزہ ٹوٹنے) کا گمان نہیں ہوتا ہے اور اُس نے گمان کر لیا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے پھر جان بوجھ کر کھا پی لیا تو قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہے۔ جیسے کسی نے فصد کھلوایا یا پچھنا لگوایا یا سُرمہ لگایا یا جانور سے وطی کی جب کہ انزال نہ ہوا ہو یا عورت کو چھوایا بوسہ لیا یا اپنے ساتھ اسے لِٹایا اور ان صورتوں میں انزال نہیں ہوا یا پاخانے کے مقام میں سوکھی انگلی ڈالی، ان کاموں کے کرنے کے بعد اس نے یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے اور جان بوجھ کر کھا پی لیا تو قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

☆ جس جگہ روزہ توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے اس میں شرط یہ ہے کہ رات ہی سے

رمضان کے روزے کی نیّت کی ہو، اگر دن میں نیّت کی اور توڑ دیا تو کفارہ لازم نہیں۔

☆ کفّارہ لازم ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایسی بات نہ پائی گئی ہو جو روزے کے لیے منافی ہے اور اس کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہوتی ہے مثلاً عورت نے روزہ توڑا اور اسی دن اسے حیض شروع ہو گیا یا کسی نے روزہ توڑا اور اسی دن ایسا بیمار ہو گیا جس میں روزہ چھوڑنے کی رخصت ہوتی ہے تو کفارہ ساقط ہو گیا، صرف قضا لازم ہے۔

☆ کسی نے روزہ توڑا اور سفر کے لیے نکل گیا تو کفارہ ساقط نہیں ہوگا اس لیے کہ سفر اختیاری کام ہے۔ اسی طرح اگر روزہ توڑنے کے بعد کسی نے اپنے آپ کو زخمی کر لیا اور اس کی ایسی حالت ہو گئی کہ روزہ نہیں رکھ سکتا تب بھی کفّارہ ساقط نہیں ہوگا۔

☆ کفارہ واجب ہونے کے لیے بھر پیٹ کھانا ضروری نہیں، تھوڑا سا کھانے سے بھی واجب ہو جائے گا۔

☆ تیل لگایا یا غیبت کی پھر یہ گمان کر لیا کہ روزہ ٹوٹ گیا یا کسی عالم ہی نے روزہ ٹوٹنے کا فتویٰ دے دیا، اب اس نے کھا پی لیا تب بھی کفّارہ لازم ہے۔

☆ تِل یا تِل کے برابر کھانے کی کوئی چیز باہر سے منہ میں ڈال کر بغیر چبائے نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا اور کفارہ واجب ہے۔

☆ مُشک، زعفران، کافور یا سرکہ کھایا یا خربوزہ، تربوزہ، ککڑی، کھیرا یا باقِلّا کا پانی پیا تو کفارہ واجب ہے۔

☆ کسی کو ایک ایک دن چھوڑ کر بخار آتا تھا، آج آئے گا یہ گمان کر کے ان نے جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا تو اس صورت میں کفارہ ساقط ہے۔

☆ عورت کو معیّن تاریخ پر حیض آتا تھا اور آج حیض آئے گا یہ گمان کر کے اس نے جان بوجھ کر روزہ چھوڑ دیا اور حیض نہیں آیا تو کفارہ ساقط ہو گیا۔

روزہ توڑنے کا کفارہ

☆ روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایک باندی یا غلام آزاد کرے، اگر یہ نہ کر سکے مثلاً اس کے پاس نہ لونڈی غلام ہے، نہ اتنا مال کہ خریدے یا مال تو ہے مگر باندی یا غلام میسر نہیں جیسے آج کل ہندوستان میں تو پے در پے ساٹھ روزے رکھے اس طرح کہ درمیان میں ایک روزہ بھی نہ چھوٹے۔ یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو بھر بھر پیٹ دونوں وقت متوسط انداز میں کھانا کھلائے۔

☆ اگر کفارے کے طور پر ساٹھ روزے رکھ رہا ہے تو اگر درمیان میں ایک دن کا روزہ بھی چھوٹ گیا تو اب سے ساٹھ رکھے، پہلے جو رکھے ہیں وہ شمار نہیں کیے جائیں گے اگر چہ اُنسٹھ (۵۹) رکھ چکا تھا، اگر چہ بیماری وغیرہ کسی عذر کے سبب چُھوٹا ہو، مگر عورت کو حیض آ جائے تو حیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے نہیں شمار کیے جائیں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں مِل کر ساٹھ ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔

☆ اگر دو روزے توڑے تو دونوں کے لیے دو کفارے دے، اگر چہ پہلے کا ابھی کفارہ نہ ادا کیا ہو جب کہ دونوں دو رمضان کے ہوں اور اگر دونوں روزے ایک ہی رمضان کے ہوں اور پہلے کا کفارہ ادا نہیں کیا ہو تو ایک ہی کفارہ دونوں کے لیے کافی ہے۔

☆ آزاد، غلام، مرد، عورت، بادشاہ، فقیر سب پر روزہ توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے۔

جو باتیں روزے کی حالت میں مکروہ ہیں

☆ جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ بات، کسی کو تکلیف دینا۔ یہ چیزیں ویسے بھی ناجائز وحرام ہیں، روزے کی حالت میں اور زیادہ حرام ہو جاتی ہیں اور ان کی وجہ سے روزے میں کراہت آتی ہے۔

☆ روزے دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا مکروہ ہے۔ چکھنے کے لیے عذر یہ ہے کہ مثلاً عورت کا شوہر بدمزاج ہے کہ نمک کم یا زیادہ ہوگا تو وہ بیوی پر بگڑنے لگے گا تو اس وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں۔ چبانے کے لیے یہ عذر ہے کہ اتنا چھوٹا بچہ ہے کہ روٹی نہیں کھا سکتا اور کوئی نرم غذا نہیں جو اُسے کھلائی جائے، نہ ہی حیض ونفاس والی یا کوئی اور بے روزہ ایسا ہے جو اُسے چبا کر دے دے، تو بچے کے کھلانے کے لیے روٹی وغیرہ چبانا مکروہ نہیں۔

☆ چکھنے کا مطلب وہ نہیں جو آج کل عام لوگوں کو مشہور ہے یعنی کسی چیز کا مزا معلوم کرنے کے لیے اُس میں سے تھوڑا کھا لینا اس لیے کہ اس صورت میں روزہ ہی ٹوٹ جائے گا بلکہ کفارے کے شرائط پائے جائیں تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔ چکھنے سے مراد یہ ہے کہ زبان پر رکھ کر مزا معلوم کرلیں اور اُسے فوراً تھوک دیں اور اس میں سے حلق میں کچھ نہ جانے پائے۔

☆ کوئی چیز خریدی اور اس کا چکھنا ضروری ہے کہ نہ چکھے گا تو نقصان ہوگا تو چکھنے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے۔

☆ عورت کو بوسہ لینا، گلے لگانا اور اس کا بدن چھونا مکروہ ہے جب کہ یہ اندیشہ ہو کہ انزال

ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہوگا۔

☆ روزے کی حالت میں عورت کا ہونٹ یا زبان چوسنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ انزال اور جماع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو یا نہ ہو۔ یوں ہی مباشرتِ فاحشہ یعنی مرد کا اپنے آلۂ تناسل سے تُندی کی حالت میں عورت کی شرم گاہ کو چھونا بھی مطلقاً مکروہ ہے۔

☆ گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا، داڑھی یا مونچھ میں تیل لگانا اور سُرمہ لگانا مکروہ نہیں۔ البتہ کسی نے زینت کے لیے سُرمہ لگایا یا اس لیے تیل لگایا کہ داڑھی بڑھ جائے، حالاں کہ اس کی داڑھی ایک مُشت ہے تو یہ دونوں باتیں روزے کے بغیر بھی مکروہ ہیں اور روزے کی حالت میں تو بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہوں گی۔

☆ روزے میں مسواک کرنا مکروہ نہیں، بلکہ جیسے اور دنوں میں سنّت ہے روزے میں بھی مسنون ہے۔ مسواک خشک ہو یا تر اگرچہ پانی سے تَر کی ہو، زوال سے پہلے کرے یا بعد کسی وقت بھی مکروہ نہیں۔ اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ دوپہر کے بعد روزے دار کے لیے مسواک کرنا مکروہ ہے، یہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔

☆ روزے دار کے لیے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ کلی میں مبالغہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ منہ بھر پانی لے۔

☆ وضو اور غسل کے علاوہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے نہانا بلکہ بدن پر بھیگا کپڑا لپیٹنا مکروہ نہیں۔ ہاں اگر پریشانی ظاہر کرنے کے لیے بھیگا کپڑا لپیٹا تو مکروہ ہے کہ عبادت میں دل تنگ ہونا اچھی بات نہیں۔

☆ منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا بغیر روزے کے بھی ناپسند ہے اور روزہ رکھ کر ایسا

کرنا مکروہ ہے۔

☆ رمضان کے دنوں میں ایسا کام کرنا جائز نہیں جس سے ایسی کمزوری آجائے کہ روزہ توڑنے کی نوبت آجائے۔ لہٰذا نانبائی (روٹی پکانے والے) کو چاہیے کہ دوپہر تک روٹی پکائے پھر باقی دن میں آرام کرے، یہی حکم مزدوروں اور محنت ومشقت کے کام کرنے والوں کے لیے ہے کہ زیادہ کمزوری کا اندیشہ ہو تو کام میں کمی کردیں تاکہ صحیح طور پر روزہ ادا کرسکیں۔

☆ سحری کھانا اور اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے، مگر اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ صبحِ صادق ہوجانے کا شک ہوجائے۔

☆ افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے، مگر افطار اس وقت کرے جب سورج کے غروب ہو جانے کا یقین ہوجائے، جب تک سورج غروب ہونے کا یقین نہ ہو افطار نہ کی جائے اگرچہ مؤذن نے اذان کہہ دی ہو۔

☆ بادل کے دنوں میں افطار میں جلدی نہ کی جائے۔

☆ سحری کے وقت میں مرغ کے آواز لگانے کا اعتبار نہیں اس لیے کہ وہ صبح صادق سے بہت پہلے ہی سے آوازیں لگانا شروع کردیتے ہیں بلکہ جاڑے کے دنوں میں تو بعض مرغ دو بجے سے آواز لگانا شروع کردیتے ہیں حالاں کہ اس وقت صبحِ صادق ہونے میں بہت وقت باقی رہتا ہے۔

جن صورتوں میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے

☆ روزہ چھوڑنے کے لیے چند باتیں شرعی عذر ہیں: سفر، حمل، بچے کو دودھ پلانا، بیماری، بڑھاپا، مر جانے کا خوف، اکراہِ شرعی یعنی کسی کا ہلاک کر دینے یا کسی عضو کے کاٹ دینے کی دھمکی دینا جب کہ یقین ہو کہ وہ جو دھمکی دے رہا ہے کر گزرے گا، روزہ رکھنے کی صورت میں عقل کا کم ہو جانا اور جہاد۔ ان باتوں کے پائے جانے کی صورت میں اگر کوئی شخص روزہ ترک کر دے تو گنہگار نہیں ہوگا۔

☆ سفر سے مراد شرعی سفر ہے یعنی اتنی دُور جانے کے ارادے سے نکلے کہ یہاں سے وہاں تک تین دن کی مسافت ہو۔ (اس زمانے کے اعتبار سے 92.5 کلومیٹر)

☆ دن میں سفر کیا تو اُس دن کا روزہ نہیں توڑ سکتا لیکن اگر توڑ دیا تو صرف قضا لازم ہے کفارہ لازم نہیں ہوگا مگر گنہگار ہوگا۔ البتہ اگر سفر کرنے سے پہلے توڑ دیا پھر سفر کیا تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔

☆ اگر دن میں سفر کے لیے نکلا اور گھر پر کوئی چیز بھول گیا تھا، اُسے لینے واپس آیا اور گھر پر آ کر روزہ توڑ ڈالا تو کفارہ واجب ہے۔

☆ مسافر نے ضحوۂ کبریٰ سے پہلے اِقامت کی اور ابھی کچھ کھایا نہیں تو روزے کی نیّت کر لینا واجب ہے۔

☆ حمل والی عورت اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی جان یا بچے کی جان جانے کا صحیح اندیشہ ہے تو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے، خواہ دودھ پلانے والی بچے کی ماں ہو یا دائی اگر چہ رمضان میں دودھ پلانے کی نوکری کی ہو۔

☆ مریض کو مرض بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا گمان غالب ہو یا خادم اور خادمہ کو اس قدر کمزور ہو جانے کا غالب گمان ہو جو برداشت کے قابل نہیں تو ان سب کو اس دن روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

☆ مذکورہ صورتوں میں غالب گمان کی قید ہے محض وہم ناکافی ہے۔ غالب گمان کی تین صورتیں ہیں:

(۱) اس کی واضح نشانی پائی جاتی ہے۔

(۲) اس شخص کا ذاتی تجربہ ہے۔

(۳) کوئی مسلمان ماہر طبیب جو فاسق نہ ہو اس نے بتایا ہو۔

☆ اگر کوئی علامت بھی نہیں پائی جارہی ہے، اس کا تجربہ بھی نہیں ہے اور نہ ہی کسی مسلمان ماہر طبیب نے بتایا ہے بلکہ محض وہم کی بنیاد پر یا کسی کافر یا فاسق طبیب کے کہنے سے روزہ چھوڑ دیا تو کفارہ لازم آئے گا۔ آج کل کے اکثر ڈاکٹر اگر کافر نہیں تو فاسق ضرور ہیں اور اس زمانے میں مسلمان ڈاکٹر بھی عموماً فاسق ہوتے ہیں اس لیے ان کے کہنے کا کوئی اعتبار نہیں، ان کے کہنے پر روزہ نہیں چھوڑا جاسکتا ہے۔ ان ڈاکٹروں کو دیکھا جاتا ہے کہ ذرا ذرا سی بیماری میں روزہ رکھنے سے منع کر دیتے ہیں، اتنی بھی تمیز نہیں رکھتے کہ کس مرض میں روزہ رکھنے سے نقصان ہے اور کس میں نہیں۔

☆ عورت کو روزے کی حالت میں حیض یا نفاس آ گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا، عام دنوں میں اس روزے کی قضا کرے۔

☆ حیض سے پورے دس دن رات میں پاک ہوئی تو بہر حال کل کا روزہ رکھے اور کم میں پاک ہوئی تو اگر صبح ہونے کو اتنا عرصہ ہے کہ نہا کر خفیف سا وقت بچے گا تو بھی روزہ

رکھے اور اگر نہا کر فارغ ہونے کے وقت صبح چمکی تو روزہ نہیں۔

☆ حیض و نفاس والی کے لیے روزے دار کی طرح رہنا ضروری نہیں۔ جب کھانا کھائے تو بہتر یہ ہے کہ ایسی جگہ کھائے جہاں اسے کوئی نہ دیکھے۔

☆ اتنی زیادہ بھوک یا پیاس لگی کہ مر جانے کا صحیح اندیشہ ہو یا عقل کو نقصان پہنچنے کا قوی خدشہ ہو تو روزہ نہ رکھے۔

☆ سانپ نے کاٹا اور جان جانے کا اندیشہ ہو تو دوا پینے کے لیے روزہ توڑ دے۔

☆ جن لوگوں نے ان عذروں کے سبب روزہ توڑا اُن پر فرض ہے کہ ان روزوں کی قضا رکھیں۔ روزوں کی قضا میں ترتیب فرض نہیں۔ ان روزوں کی قضا رکھنے سے پہلے اگر کسی نے نفل روزے رکھے تو وہ روزے بھی ہو گئے لیکن حکم یہ ہے کہ عذر ختم ہونے کے بعد دوسرے سال کا رمضان آنے سے پہلے روزے کی قضا رکھ لیں۔

☆ خود اس مسافر کو اور اُس کے ساتھ والے کو روزہ رکھنے میں نقصان نہ پہنچے تو سفر میں روزہ رکھنا بہتر ہے ورنہ نہ رکھنا بہتر۔ اس زمانے میں سفر میں کافی حد تک آسانی پیدا ہو چکی ہے اس لیے رکھنا ہی چاہیے اس لیے کہ عموماً جن کے روزے چھوٹ جاتے ہیں انھیں بعد میں ان کی قضا کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔

☆ جنھیں روزہ نہ رکھنے کا عُذر رہے اگر یہ لوگ اپنے اُسی عذر میں مر گئے اور اتنا موقع نہ ملا کہ قضا رکھتے تو ان پر یہ واجب نہیں کہ فدیہ کی وصیت کریں، پھر بھی وصیّت کی تو تہائی مال میں وصیت جاری ہوگی۔ اگر اتنا موقع ملا کہ قضا روزے رکھ لیتے، مگر نہ رکھے تو وصیّت کر جانا واجب ہے اور جان بوجھ کر نہیں رکھے ہوں تو بدرجۂ اَولیٰ وصیّت کرنا واجب ہے۔ وصیّت نہیں کی بلکہ ولی نے اپنی طرف سے دے دیا تو بھی جائز ہے مگر ولی

پر دینا واجب نہیں۔

☆ ہر روزے کا فدیہ ایک صدقۂ فطر کے برابر ہے۔تہائی مال میں وصیّت اس وقت جاری ہوگی جب اس میت کے وارث بھی ہوں، اگر وارث نہ ہوں اور سارے مال سے فدیہ ادا ہوتا ہوتو سب فدیہ میں صرف کردینا لازم ہے۔

☆ ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص روزہ نہیں رکھ سکتا۔

☆ شیخِ فانی یعنی وہ بوڑھا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب دن بدن کمزور ہی ہوتا جائے گا، جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اُس میں اتنی طاقت آنے کی اُمید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا، اُسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزے کے بدلے میں فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو بھر پیٹ کھانا کھلانا اس پر واجب ہے یا ہر روزے کے بدلے میں صدقۂ فطر کی مقدار مسکین کو دے دے۔

☆ اگر ایسا بوڑھا گرمیوں میں گرمی کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا، مگر ٹھنڈی کے موسم میں رکھ سکے گا اور رمضان کا مہینہ گرمی میں آیا تو روزے چھوڑ دے اور ان کے بدلے میں اتنے دنوں کے روزے ٹھنڈی کے موسم میں کسی بھی مہینے میں رکھ لے۔

☆ اگر فدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آ گئی کہ روزہ رکھ سکے تو فدیہ صدقۂ نفل ہوگیا اور اس پر ان روزوں کی قضا واجب ہے۔

☆ قسم یا قتل کے کفارے کا اس پر روزہ ہے اور بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا تو اس روزے کا فدیہ نہیں اور روزہ توڑنے یا ظِہار کا کفارہ اس پر ہے تو اگر روزہ نہیں رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

☆ عیدین یا ایامِ تشریق میں نفل روزہ رکھا تو اس روزے کا پورا کرنا واجب نہیں، نہ ہی

اُس کے توڑنے سے قضا واجب ہے بلکہ اس روزے کا توڑ دینا واجب ہے اور اگر ان دنوں میں روزہ رکھنے کی منّت مانی تو منّت پوری کرنی واجب ہے مگر ان دنوں میں نہیں بلکہ اور دنوں میں۔

☆ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفل، منّت اور قسم کے روزے نہ رکھے، اگر رکھ لی ہے تو شوہر توڑ واسکتا ہے مگر توڑے گی تو قضا واجب ہوگی۔ اس کی قضا میں بھی شوہر کی اجازت ضروری ہے۔ ہاں اگر روزہ رکھنے میں شوہر کا کچھ حرج نہ ہو مثلاً وہ سفر میں ہے یا بیمار ہے یا احرام میں ہے تو ان حالتوں میں اس کی اجازت کے بغیر بھی قضا رکھ سکتی ہے، بلکہ اگر وہ منع کرے تب بھی لیکن نفل روزے ان دنوں میں بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں رکھ سکتی۔ رمضان کے روزوں اور ان کی قضا کے لیے شوہر کی اجازت کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ اس کے منع کرنے پر بھی رکھے۔

☆ مزدور یا نوکر اگر نفل روزہ رکھے تو کام پورا ادا نہیں کر سکے گا تو وہ جس کا نوکر ہے یا جس نے مزدوری پر اُسے رکھا ہے، اُس کی اجازت کی ضرورت ہے اور کام پورا کر سکے تو کچھ ضرورت نہیں۔

☆ لڑکی کو باپ اور ماں کو بیٹے اور بہن کو بھائی سے اجازت لینے کی کچھ ضرورت نہیں اور ماں باپ اگر بیٹے کو بیمار ہو جانے کے قوی اندیشے کی بنیاد پر نفل روزے سے منع کر دیں تو وہ ماں باپ کی اطاعت کرے۔

منّت کے روزے کا بیان

شرعی منّت جس کے ماننے سے شرعاً اس کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے، اس کے لیے چند شرطیں ہیں:

(۱) ایسی چیز کی منّت ہو کہ اس کی جنس سے کوئی واجب ہو لہٰذا مریض کی عیادت، مسجد میں جانے اور جنازے کے ساتھ جانے کی منت نہیں ہوسکتی۔

(۲) وہ عبادت خود بالذات مقصود ہو کسی دوسری عبادت کے لیے وسیلہ نہ ہو، لہٰذا وضو، غسل اور قرآن شریف کو دیکھنے وغیرہ کی منّت صحیح نہیں۔

(۳) اس چیز کی منّت نہ ہو جو شرع نے خود اس پر واجب کی ہو، خواہ فی الحال یا آئندہ مثلاً آج کی ظہر یا کسی فرض نماز کی منّت صحیح نہیں کہ یہ چیزیں تو خود ہی واجب ہیں۔

(۴) جس چیز کی منّت مانی وہ خود بذاتہٖ کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور اگر کسی اور وجہ سے گناہ ہو تو منّت صحیح ہو جائے گی، مثلاً عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے، اگر اس کی منّت مانی تو منّت ہو جائے گی اگرچہ حکم یہ ہے کہ اُس دن نہ رکھے، بلکہ کسی دوسرے دن رکھے کہ یہ ممانعت عارضی ہے یعنی عید کے دن ہونے کی وجہ سے، خود روزہ ایک جائز چیز ہے۔

(۵) ایسی چیز کی منت نہ ہو جس کا ہونا محال ہو، مثلاً یہ منت مانی کہ گزرے ہوئے کل روزہ رکھوں گا کہ یہ منت صحیح نہیں۔

☆ منت صحیح ہونے کے لیے کچھ یہ ضرور نہیں کہ دل میں اس کا ارادہ بھی ہو، اگر کہنا کچھ چاہتا تھا زبان سے منت کے الفاظ جاری ہو گئے تب بھی منت صحیح ہو گئی یا کہنا یہ چاہتا تھا کہ اللہ عزوجل کے لیے مجھ پر ایک دن کا روزہ رکھنا ہے اور زبان سے ایک مہینہ نکلا تو

مہینے بھر کا روزہ واجب ہو گیا۔

☆ جن دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے یعنی عید، بقرعید اور اس کے بعد کے تین دنوں میں روزے رکھنے کی منت مانی اور انھیں دِنوں میں رکھ بھی لیے تو اگرچہ یہ گناہ ہوا مگر منت ادا ہو گئی۔

☆ اس سال کے روزے کی منت مانی تو مذکورہ پانچ دنوں کو چھوڑ کر باقی دنوں میں روزے رکھے اور ان دنوں کے بدلے کے اور دنوں میں رکھے اور اگر ان دنوں میں بھی رکھ لیے تو منت پوری ہو گئی مگر گنہگار رہوا۔ یہ حکم اُس وقت ہے جب مذکورہ پانچ دنوں سے پہلے منت مانی اور اگر ان کے گزرنے کے بعد مانی مثلاً ذی الحجہ کی چودھویں رات اس سال کے روزے کی منت مانی تو ذی الحجہ کے مہینے کے ختم ہونے تک روزہ رکھ لینے سے منت پوری ہو گئی اس لیے کہ ذی الحجہ کے مہینے پر سال ختم ہو جاتا ہے۔

☆ رمضان سے پہلے اس سال کے روزے کی منت مانی تھی تو رمضان کے روزوں کے بدلے دوسرے دنوں کے روزے اس کے ذمّے نہیں۔

☆ اگر منّت میں پے در پے روزہ رکھنے کی شرط یا نیّت کی جب بھی جن دنوں میں روزے رکھنے کی ممانعت ہے اُن میں روزہ نہ رکھے۔ مگر بعد میں پے در پے ان دنوں کی قضا رکھے اور اگر ایک دن بھی بے روزہ رہا تو اس دن کے پہلے جتنے روزے رکھے تھے، انھیں دوبارہ رکھے۔

☆ اگر ایک سال کے روزے کی منّت کی تو سال بھر روزہ رکھنے کے بعد پینتیس یا چونتیس دن کے اور روزے رکھے یعنی ماہِ رمضان اور ان پانچ دنوں کے بدلے میں جن میں روزہ رکھنا منع ہے، اگرچہ ان دنوں میں بھی اُس نے روزے رکھے ہوں کہ اس صورت

میں یہ نا کافی ہیں۔

☆ اگر منّت میں یہ کہا کہ ایک سال کے روزے پے در پے رکھوں گا تو اب ان پینتیس دنوں کے روزوں کی ضرورت نہیں، مگر اس صورت میں اگر پے در پے نہ ہوں گے تو سرے سے پھر رکھنے ہوں گے۔ اس صورت میں جن دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے ان میں نہ رکھے بلکہ سال پورا ہونے پر پے در پے پانچ روزے رکھ لے۔

اعتکاف کا بیان

مسجد میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے نیّت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے۔ اس کے لیے مسلمان، عاقل اور جنابت اور حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ نابالغ جو تمیز رکھتا ہے اگر اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ٹھہرے تو یہ اعتکاف صحیح ہے۔

☆ اعتکاف کے لیے جامع مسجد کا ہونا شرط نہیں بلکہ جس مسجد میں جماعت سے نماز ہوتی ہے اس میں بھی اعتکاف درست ہے اگرچہ اس میں پانچوں وقت کی نماز جماعت سے نہ ہوتی ہے۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ ہر مسجد میں اعتکاف درست ہے۔

☆ سب سے افضل مسجدِ حرم شریف میں اعتکاف ہے پھر مسجد نبوی میں علیٰ صاحبِہا الصلوٰۃ والتسلیم پھر مسجدِ اقصیٰ میں پھر اُس مسجد میں جہاں بڑی جماعت ہوتی ہو۔

☆ عورت کو مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے، وہ گھر میں ہی اعتکاف کرے مگر اس جگہ کرے جو اُس نے نماز پڑھنے کے لیے مقرر کر رکھی ہے جسے مسجدِ بیت کہتے ہیں۔

☆ عورت کے لیے یہ مستحب بھی ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ مقرر کر لے اور چاہیے کہ اس جگہ کو پاک صاف رکھے اور بہتر یہ کہ اس جگہ کو چبوترہ وغیرہ کی طرح بلند کر لے۔ بلکہ مرد کو بھی چاہیے کہ نوافل کے لیے گھر میں کوئی جگہ مقرر کر لے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

☆ اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) واجب، کہ اعتکاف کی منّت مانی یعنی زبان سے کہا، محض دل میں ارادے سے واجب نہیں ہوگا۔

(۲) سنتِ مؤکدہ، رمضان کے پورے آخری عشرے میں۔ بیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں چلا جائے اور تیسویں کے غروب کے بعد یا انتیس کو چاند ہونے کے بعد نکلے۔ اگر بیسویں تاریخ کو نمازِ مغرب کے بعد اعتکاف کیا تو سنتِ مؤکدہ ادا نہ ہوئی اور یہ اعتکاف سنتِ کفایہ ہے کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے مطالبہ ہوگا اور شہر میں ایک نے کرلیا تو سب بریٔ الذمہ ہو جائیں گے۔

(۳) ان دو کے علاوہ اور جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب اور سنتِ غیر مؤکدہ ہے۔

☆ اعتکافِ مستحب کے لیے نہ روزہ شرط ہے، نہ اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر ہے، بلکہ جب بھی کسی نے مسجد میں اعتکاف کی نیّت کی تو جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے مسجد سے نکل آیا تو اعتکاف ختم ہو گیا۔ صرف اعتکاف کی نیت کر لینے سے یہ محنت کے بغیر عبادت کا ثواب مل رہا ہے تو اس کو کھونا نہیں چاہیے

☆ مسجد میں اگر دروازے پر یہ لکھ دیا جائے کہ ”اعتکاف کی نیت کرلو، ثواب پاؤ گے“ تو بہتر ہے کہ جو لوگ اس سے واقف نہیں ہیں انھیں معلوم ہو جائے گا اور جو جانتے ہیں انھیں یاد آ جائے گا۔

☆ اعتکافِ سنت یعنی رمضان شریف کی پچھلی دس تاریخوں میں جو کیا جاتا ہے، اُس میں روزہ شرط ہے، لہٰذا اگر کسی مریض یا مسافر نے اعتکاف تو کیا مگر روزہ نہ رکھا تو سنت ادا نہ ہوئی بلکہ نفل ہوا۔

☆ منت کے اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے، یہاں تک کہ اگر ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور یہ کہا کہ روزہ نہ رکھے گا تب بھی روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر رات کے

اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ رات میں روزہ نہیں ہوسکتا۔

☆ اگر اس طرح کہا کہ ایک دن رات کا مجھ پر اعتکاف ہے تو یہ منت صحیح ہے اور اگر آج کے اعتکاف کی منت مانی اور کھانا کھا چکا ہے تو منت صحیح نہیں۔

☆ اگر ضحوۂ کبریٰ کے بعد منت مانی اور روزہ نہ تھا تو یہ منت صحیح نہیں کہ اب روزے کی نیّت نہیں کرسکتا، بلکہ اگر روزے کی نیّت کرسکتا ہو مثلاً ضحوہ کبریٰ سے قبل جب بھی منت صحیح نہیں کہ یہ روزہ نفل ہوگا اور اس اعتکاف میں واجب روزہ ضروری ہے۔

☆ اعتکافِ واجب میں معتکف کو مسجد سے بغیر عذر نکلنا حرام ہے، اگر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ گیا اگرچہ بھول کر نکلا ہو۔ اسی طرح اعتکافِ سنت بھی بغیر عذر مسجد سے نکلنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

☆ عورت نے مسجدِ بیت میں اعتکافِ واجب یا مسنون کیا تو بغیر عذر وہاں سے نہیں نکل سکتی، اگر وہاں سے نکلی اگرچہ گھر ہی میں رہی تو اعتکاف ٹوٹ گیا۔

☆ معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں۔ ایک طبعی حاجت جو مسجد میں پوری نہیں ہوسکتی جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجا، وضو اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل۔ غسل اور وضو میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہوسکیں یعنی کوئی ایسی چیز نہ ہو جس میں وضو اور غسل سے گرنے والا پانی اس طرح جمع کر سکے کوئی بوند مسجد میں نہ ٹپکے اس لیے کہ وضو اور غسل کا پانی مسجد میں گرانا ناجائز ہے۔ اگر کوئی ایسا برتن موجود ہو جس میں وضو اس طرح کرسکتا ہے کہ کوئی قطرہ مسجد میں نہیں گرے گا تو وضو کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر مسجد میں وضو اور غسل کے لیے جگہ بنی ہو یا حوض ہو تو باہر جانے کی اب اجازت نہیں۔ دوسری حاجتِ شرعی مثلاً اس مسجد میں عید یا جمعہ کی

نماز نہیں ہوتی ہو تو عید یا جمعہ کے لیے عید گاہ یا جامع مسجد جانا یا اذان کہنے کے لیے منارے پر جانا، جبکہ منارے پر جانے کے لیے باہر ہی سے راستہ ہو اور اگر منارے کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مؤذن بھی منارے پر جا سکتا ہے مؤذن کی تخصیص نہیں۔

☆ معتکف کو وطی کرنا، عورت کا بوسہ لینا یا چھونا یا گلے لگانا حرام ہے۔ جماع سے بہر حال اعتکاف فاسد ہو جائے گا، انزال ہو یا نہ ہو، جان بوجھ کر کیا ہو یا بھول کر، مسجد میں ہو یا باہر، رات میں ہو یا دن میں، جماع کے علاوہ اور باتوں میں اگر انزال ہو تو فاسد ہے ورنہ نہیں۔ احتلام ہو گیا یا جماع کے خیال سے یا عورت کو دیکھنے سے انزال ہوا تو اعتکاف فاسد نہیں ہوا۔

☆ معتکف مسجد ہی میں کھائے پیے سوئے، ان کاموں کے لیے مسجد سے باہر جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ مگر کھانے پینے میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ مسجد میں گندگی نہ پھیلے۔

☆ معتکف کے سوا اور کسی کو مسجد میں کھانے پینے سونے کی اجازت نہیں۔ اگر یہ کام کرنا چاہے تو اعتکاف کی نیّت کر کے مسجد میں جائے، نماز پڑھے یا ذکر الٰہی کرے پھر یہ کام کر سکتا ہے۔

☆ اعتکافِ نفل اگر چھوڑ دے تو اس کی قضا نہیں اس لیے کہ وہ وہیں تک ختم ہو گیا اور اعتکافِ مسنون یعنی رمضان کی آخری دس تاریخوں تک کے لیے بیٹھا تھا، اسے توڑا تو جس دن توڑا فقط اس ایک دن کی قضا کرے، پورے دس دنوں کی قضا واجب نہیں۔ منّت کا اعتکاف توڑا تو اگر کسی معیّن مہینے کی منت تھی تو باقی دنوں کی قضا کرے، ورنہ اگر مسلسل اعتکاف کی نیت کی تھی تو نئے سرے سے اعتکاف کرے اور اگر مسلسل

اعتکاف کی نیت نہیں تھی تو جتنے دن باقی ہیں ان کا اعتکاف کرے۔

☆ اعتکاف کی قضا صرف جان بوجھ کر توڑنے سے نہیں بلکہ اگر کسی عذر کی وجہ سے چھوڑا مثلاً بیمار ہو گیا یا بلا اختیار چھوٹا مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آیا یا لمبی مدت کے لیے جنون اور بے ہوشی طاری ہوئی تو ان میں بھی قضا واجب ہے۔ان صورتوں میں اگر کچھ دنوں کے اعتکاف چھوٹ جائیں تو نئے سرے سے اعتکاف کی ضرورت نہیں بلکہ جتنے دن کا اعتکاف چھوٹا ہے اتنے دنوں کی قضا کرے۔

پانچواں باب

زکوٰۃ،فطرے اور عُشر کا بیان

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

(اگر مالکِ نصاب ہو) اور سال بھر گزر جائے تو زکوٰۃ کا جاننا فرض ہوتا ہے کہ اس کی زکوٰۃ کی مقدار اور مصارف اور شرائط معلوم کرے۔ (کیمیائے سعادت)

سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

مالکِ نصابِ نامی (حقیقی یا حکمی طور پر بڑھنے والے مال کے نصاب کا مالک ہو) ہو تو مسائلِ زکوٰۃ (سیکھنا فرضِ عین ہے۔) (فتاویٰ رضویہ)

زکوٰۃ شریعت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے شریعت کے مقرر کردہ مال کے ایک حصے کا مسلمان فقیر کو مالک کر دینا ہے اور وہ فقیر نہ ہاشمی ہو، نہ ہاشمی کا آزاد کردہ غلام اور اپنا نفع اُس سے بالکل جدا کر لے۔

☆ زکوٰۃ فرض ہے، اُس کا منکر کافر ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق ہے اور ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار اور مردود الشہادۃ ہے۔

☆ مباح کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، مثلاً فقیر کو زکوٰۃ کی نیت سے کھانا کھلا دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اس لیے کہ مالک کر دینا نہیں پایا گیا، ہاں اگر کھانا دے دیا کہ چاہے

کھائے یا لے جائے تو ادا ہوگئی۔ اسی طرح زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو کپڑا دے دیا یا پہنا دیا تو ادا ہوگئی۔

☆ مالک کرنے میں یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے کو دے جو قبضہ کرنا جانتا ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ پھینک دے یا دھوکہ کھائے ورنہ ادا نہ ہوگی، مثلاً نہایت چھوٹے بچے یا پاگل کو دینا اور اگر بچے کو اتنی عقل نہ ہو تو اُس کی طرف سے اس کا باپ جو فقیر ہو یا وصی یا جس کی نگرانی میں ہے قبضہ کریں۔

اس باب میں پیش کردہ سارے مسائل ''بہارِ شریعت'' جلد اول، حصہ پنجم سے تلخیص و تسہیل کے ساتھ ماخوذ ہیں۔
ہم نے اس باب میں کئی ایسے مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے کہ فرضِ عین علوم سے تو ان کا تعلق نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض کی تحصیل واجب اور بعض کی مندوب و مستحب ہے۔

زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطیں

☆ زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں:

(۱) مسلمان ہونا۔

کافر پر زکوٰۃ واجب نہیں یعنی اگر کوئی کافر مسلمان ہوا تو اُسے یہ حکم نہیں دیا جائے گا کہ کفر کے زمانے کی زکوٰۃ ادا کرے۔

(۲) بالغ ہونا۔

(۳) عاقل ہونا۔

نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر پورے سال جنون (پاگل پن) کی کیفیت طاری رہی تب بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

(۴) آزاد ہونا۔

غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

(۵) نصاب کے برابر مال اس کی مِلکیت میں ہونا۔

اگر نصاب سے کم ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی۔

(۶) پورے طور پر اُس کا مالک ہو یعنی اس پر قابض بھی ہو۔

☆ جو مال گم گیا یا دریا میں گر گیا یا کسی کو (دَین) قرض دیا تھا اور اس نے اس سے انکار کر دیا اور اُس کے پاس گواہ نہیں پھر یہ اموال مل گئے، تو جب تک نہ ملے تھے، اُس زمانے کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ (دَین سے مراد کسی کے ذمے واجب ہونے والا ہر طرح کا مال مثلاً قرض، اُدھار وغیرہ۔)

☆ اگر دَین ایسے پر ہے جو اس کا اقرار کرتا ہے مگر ادا کرنے میں دیر کرتا ہے یا نادار ہے تو جب مال ملے گا اس وقت گزرے ہوئے سالوں کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

☆ جو چیز گروی رکھ دی جائے اس کی زکوٰۃ نہ اس پر ہے جس کے پاس گروی رکھی گئی ہے اور نہ ہی گروی رکھنے والے پر اس لیے کہ جس کے پاس گروی رکھی گئی ہے وہ اس کا مالک ہی نہیں اور گروی رکھنے والے کی ملکیت بھی تام نہیں ہے کیوں کہ وہ چیز اس کے قبضے میں نہیں۔ اس گروی رکھی ہوئی چیز کو چھڑانے کے بعد بھی جتنے سال وہ گروی رکھی گئی تھی ان سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

☆ جو مال تجارت کے لیے خریدا اور سال بھر تک اس پر قبضہ نہ کیا تو قبضے سے پہلے خریدنے والے پر زکوٰۃ واجب نہیں اور قبضے کے بعد اس سال کی بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

(۷) نصاب کا دَین سے فارغ ہونا۔

☆ نصاب کا مالک ہے مگر اس پر دَین ہے کہ ادا کرنے کے بعد اب اس کے پاس نصاب کے برابر مال نہیں رہ جاتا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں خواہ وہ دَین بندے کا ہو، جیسے قرض، اُدھار خریدی ہوئی چیز کی قیمت، کسی چیز کا تاوان یا اللہ عزوجل کا دَین ہو، جیسے زکوٰۃ، خراج مثلاً اگر کوئی شخص صرف ایک نصاب کا مالک ہے اور اس نے دو سال سے زکوٰۃ نہیں ادا کی تو اس پر صرف پہلے سال کی زکوٰۃ واجب ہے دوسرے سال کی نہیں اس لیے کہ پہلے سال کی زکوٰۃ اس پر دَین ہے، اس کے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہیں رہتا لہٰذا دوسرے سال کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں۔

☆ جو دَین میعادی ہو یعنی اس کی ادائیگی کے لیے مدت متعین ہو اس کی وجہ سے زکوٰۃ کا وجوب ساقط نہیں ہوتا۔ مہر بھی دَین ہے، چوں کہ عادۃً مہر کا مطالبہ نہیں ہوتا لہٰذا اگر چہ

شوہر کے ذمے کتنا ہی دَینِ مہر ہو اگر وہ مالکِ نصاب ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ خصوصاً مہر مؤخر جو عام طور پر ہندوستان میں رائج ہے جس کی ادائیگی کے لیے کوئی میعاد معیّن نہیں ہوتی اس کے مطالبے کا تو عورت کو اختیار ہی نہیں، جب تک موت یا طلاق واقع نہ ہو۔

☆ دَین اس وقت زکوٰۃ واجب ہونے سے مانع ہے جب زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے کا ہو اور اگر نصاب پر سال گزرنے کے بعد ہوا تو زکوٰۃ پر اس دَین کا کچھ اثر نہیں۔

☆ جس دَین کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہ ہو اس کا اس جگہ اعتبار نہیں یعنی وہ مانع زکوٰۃ نہیں مثلاً نذر، کفارہ، صدقۂ فطر، حج اور قربانی کہ اگر ان کا خرچ نصاب سے نکالیں تو اگر چہ نصاب باقی نہیں رہے پھر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ عُشر واجب ہونے کے لیے دَین مانع نہیں یعنی اگر چہ اس کے ذمے دَین ہو پھر بھی اس پر عُشر واجب ہے۔

(۸) نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو۔

☆ حاجت اصلیہ یعنی زندگی بسر کرنے میں انسان کو جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ جیسے رہنے کا مکان، جاڑے اور گرمیوں میں پہننے کے کپڑے، گھر میں استعمال ہونے والی ضرورت کی چیزیں، سواری کے جانور، جنگ کے آلات، پیشہ وروں کے اوزار، اہل علم کے لیے ضرورت کی کتابیں، کھانے کے لیے غلّہ۔

☆ ایسی چیز خریدی جس سے کوئی کام کرے گا اور کام میں اس کا اثر باقی رہے گا، جیسے چمڑا پکانے کے لیے دوا اور تیل وغیرہ اگر اس پر سال گزر گیا زکوٰۃ واجب ہے۔ اسی طرح رنگریز نے اُجرت پر کپڑا رنگنے کے لیے کُسُم یا زعفران خریدا تو اگر وہ نصاب کے برابر ہے اور اس پر سال گزر گیا تو زکوٰۃ واجب ہے۔ پُڑیا وغیرہ رنگ کا بھی یہی حکم ہے اور

اگر وہ ایسی چیز ہے جس کا اثر باقی نہیں رہے گا، جیسے صابون تو اگر چہ نصاب کے برابر ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے پھر بھی اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

☆ عطر بیچنے والے نے عطر بیچنے کے لیے شیشیاں خریدیں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔

☆ خرچ کے لیے روپے، پیسے بھی حاجتِ اصلیہ میں ہیں۔ حاجتِ اصلیہ میں خرچ کرنے کے لیے روپے رکھے ہیں تو سال بھر خرچ کرنے کے بعد جو بچا ہوا ہے اگر وہ نصاب کے برابر ہے تو اس کی زکوٰۃ واجب ہے اگر چہ اسی نیّت سے رکھے ہیں کہ آئندہ حاجتِ اصلیہ ہی میں صَرف ہوں گے اور اگر سال گزرنے کے وقت حاجتِ اصلیہ میں خرچ کرنے کی ضرورت ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

☆ اہلِ علم کے لیے کتابیں حاجت اصلیہ سے ہیں اور غیر اہل کے پاس ہوں، جب بھی کتابوں کی زکوٰۃ واجب نہیں جب کہ تجارت کے لیے نہ ہوں، فرق اتنا ہے کہ اہلِ علم کے پاس ان کتابوں کے علاوہ اگر مال بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ لینا جائز ہے اور غیر اہلِ علم کے لیے نا جائز، جب کہ دوسو درم قیمت کی ہوں۔ اہل وہ ہے جسے پڑھنے پڑھانے یا تصحیح کے لیے ان کتابوں کی ضرورت ہو۔ کتاب سے مراد مذہبی کتاب فقہ وتفسیر وحدیث ہے، اگر ایک کتاب کے چند نسخے ہوں تو ایک سے زائد جتنے نسخے ہوں اگر دوسو درم کی قیمت کے ہوں تو اس اہل علم کو بھی زکوٰۃ لینا نا جائز ہے، خواہ ایک ہی کتاب کے زائد نسخے اس قیمت کے ہوں یا متعدد کتابوں کے زائد نسخے مل کر اس قیمت کے ہوں۔

☆ ڈاکٹر کے لیے ڈاکٹری کی کتابیں حاجتِ اصلیہ میں ہیں، جب کہ مطالعے میں رکھتا ہو یا اُسے دیکھنے کی ضرورت پڑے، نحو وصرف، نجوم، دیوان اور قصے کہانی کی کتابیں حاجتِ اصلیہ میں نہیں، اصول فقہ و علم کلام اور اخلاق کی کتابیں جیسے احیاء العلوم و کیمیاے

سعادت وغیرہما حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں۔

☆ کفار اور بد مذہبوں کے رد اور اہلِ سنت کی تائید میں جو کتابیں ہیں وہ حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں۔ اسی طرح عالم اگر بد مذہب وغیرہ کی کتابیں اس لیے رکھے کہ اُن کا رد کرے گا تو یہ بھی حاجتِ اصلیہ میں ہیں اور غیر عالم کو تو ان کا دیکھنا ہی جائز نہیں۔

(۹) مال کا نامی ہونا۔

مال کا نامی یعنی بڑھنے والا ہونا بھی شرط ہے خواہ حقیقۃً بڑھے یا حکمًا یعنی اگر بڑھانا چاہے تو بڑھائے اس طور پر کہ اُس کے یا اُس کے نائب کے قبضے میں ہو۔ ہر ایک کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ اسی لیے پیدا ہی کیا گیا ہو، اسے خِلقی کہتے ہیں، جیسے سونا چاندی کہ یہ اسی لیے پیدا ہوئے ہیں کہ ان سے چیزیں خریدی جائیں۔ دوسری یہ کہ اس لیے پیدا تو نہیں کیا گیا ہے مگر اس سے یہ بھی حاصل ہوتا ہے، اسے فِعلی کہتے ہیں۔ سونے چاندی کے علاوہ سب چیزیں فعلی ہیں کہ تجارت سے سب میں نُمو ہوگا۔ سونا چاندی اگر نصاب کے برابر ہوں تو ان میں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ دفن کر کے رکھے ہوں، ان سے تجارت کرے یا نہ کرے۔ ان کے علاوہ باقی چیزوں پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہے جب تجارت کی نیّت ہو یا چرنے کے لیے چھوڑے ہوئے جانور پر۔ خلاصہ یہ کہ زکوٰۃ تین قسم کے مال پر ہے:

(۱) ثمن یعنی سونا چاندی۔

(۲) مالِ تجارت۔

(۳) سائمہ یعنی چرائی پر چھوڑے ہوئے جانور۔

☆ موتی اور جواہر پر زکوٰۃ واجب نہیں، اگرچہ ہزاروں کے ہوں۔ ہاں اگر تجارت کی نیّت

سے لیے تو واجب ہوگئی۔

(۱۰) سال گزرنا۔

سال سے مراد قمری سال ہے یعنی چاند کے مہینوں سے بارہ مہینے۔

☆ شروع سال اور آخر سال میں نصاب کامل ہے، مگر درمیان میں نصاب کی کمی ہوگئی تو یہ کمی کچھ اثر نہیں رکھتی یعنی زکوٰۃ واجب ہے۔

☆ جو شخص مالک نصاب ہے اگر درمیان سال میں اسی جنس کا کچھ اور مال حاصل کیا تو اُس نئے مال کا جدا سال نہیں، بلکہ پہلے مال کا سال جب ختم ہوگا تب اس مال کے لیے بھی سال کا ختم ہونا سمجھا جائے گا اگرچہ سال ختم ہونے سے ایک ہی منٹ پہلے حاصل کیا ہو، خواہ وہ مال اُس کے پہلے مال سے حاصل ہوا یا میراث و ہبہ یا اور کسی جائز ذریعے سے ملا ہو اور اگر دوسری جنس کا ہے مثلاً پہلے اُس کے پاس اونٹ تھے اور اب بکریاں ملیں تو اس کے لیے جدید سال شمار ہوگا۔

☆ زکوٰۃ دیتے وقت یا زکوٰۃ کے لیے مال الگ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت شرط ہے۔ نیّت کا یہ معنی ہے کہ اگر پوچھا جائے تو بلا تامل بتا سکے کہ زکوٰۃ ہے۔

☆ سال بھر تک خیرات کرتا رہا، اب نیّت کی کہ جو کچھ دیا ہے زکوٰۃ ہے تو ادا نہیں ہوئی۔

☆ ایک شخص کو وکیل بنایا اُسے دیتے وقت تو زکوٰۃ کی نیّت نہیں کی مگر جب وکیل نے فقیر کو دیا اس وقت وکیل بنانے والے نے نیّت کر لی تو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

☆ دیتے وقت نیّت نہیں کی تھی، بعد میں کی تو اگر وہ مال فقیر کے پاس موجود ہے یعنی اس کی ملکیت میں ہے تو یہ نیّت کافی ہے ورنہ نہیں۔

☆ زکوٰۃ کا روپیہ مُردے کو کفنانے دفنانے یا مسجد کی تعمیر میں نہیں خرچ کر سکتے اس لیے کہ

تملیکِ فقیر (شرعی فقیر کو مالک بنانا) نہیں پائی گئی۔ ان امور میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک کر دیں اور وہ صرف کرے، اس سے دونوں کو ثواب ہوگا۔ حدیث میں آیا ہے: اگر سو ہاتھوں میں صدقہ گزرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا دینے والے کے لیے ہے اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہیں ہوگی۔

☆ زکوٰۃ علانیہ اور ظاہر طور پر دینا افضل ہے اور نفل صدقہ چھپا کر دینا افضل ہے۔ زکوٰۃ میں اعلان اس وجہ سے ہے کہ چھپا کر دینے میں لوگوں کو تہمت اور بدگمانی کا موقع ملے گا، نیز اعلانیہ طور پر دینے سے دوسروں کو بھی رغبت ہوگی اور اس کو دیکھ کر اور لوگ بھی دیں گے مگر یہ ضروری ہے کہ دل میں دکھاوے کی نیت نہ آنے پائے کہ اس کی وجہ سے ثواب ختم ہو جائے گا اور عذاب کا مستحق ہو جائے گا۔

☆ زکوٰۃ دینے میں اس بات کی ضرورت نہیں کہ فقیر کو زکوٰۃ کہہ کر دے بلکہ صرف زکوٰۃ کی نیّت کافی ہے یہاں تک کہ اگر تحفہ، قرض یا عیدی کہہ کر دے اور زکوٰۃ کی نیّت کر لی تو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ بعض محتاج ضرورت مند زکوٰۃ کا پیسہ نہیں لینا چاہتے، انھیں زکوٰۃ کہہ کر دیا جائے گا تو نہیں لیں گے لہٰذا ان سے زکوٰۃ کا لفظ نہ کہے۔

☆ مالکِ نصاب سال پورا ہونے سے پہلے بھی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے، بشرطیکہ سال پورا ہونے پر بھی اس نصاب کا مالک رہے اور اگر ختم سال پر مالکِ نصاب نہیں رہا یا سال کے دوران نصاب کا وہ مال بالکل نہیں رہ گیا تھا تو اس نے جو کچھ دیا نفل ہے۔

☆ جو شخص نصاب کا مالک نہ ہو وہ زکوٰۃ نہیں دے سکتا، اگر دیا تو نفل ہوگا اور اگر آئندہ نصاب کا مالک ہوگیا تو اس وقت کے دیے ہوئے کو زکوٰۃ میں شمار نہیں کر سکتا۔

☆ مالک نصاب پہلے ہی سے چند سال کی بھی زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

☆ مناسب یہ ہے کہ تھوڑا تھوڑا زکوٰۃ کی نیت سے دیتا رہے، سال ختم ہونے پر حساب کرے، اگر زکوٰۃ پوری ہوگئی تو کوئی بات نہیں اور اگر کچھ کمی رہ گئی ہو تو اب فوراً ادے دے، تاخیر جائز نہیں اور نہ ہی اس بات کی اجازت ہے کہ اب تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے بلکہ جو کچھ اس کے ذمے باقی ہے فوراً ادا کردے۔ اگر زیادہ دے چکا ہے تو جتنا زیادہ دیا ہے آئندہ سال کی زکوٰۃ میں اسے شمار کرلے۔

☆ کسی کے ذمے ایک ہزار روپے زکوٰۃ کے نکلتے ہیں اور اس نے دو ہزار زکوٰۃ میں دے دیے اور یہ نیت ہے کہ سال پورا ہونے تک تمام تک اگر ایک ہزار اور واجب ہوگئے تو یہ اس کے بدلے میں ہے، ورنہ آئندہ سال میں شمار کرلوں گا، یہ جائز ہے۔

☆ یہ گمان کرکے کہ پانچ سو روپے زکوٰۃ کے بنتے ہیں، پانچ سو زکوٰۃ میں دے دیے پھر معلوم ہوا کہ چار ہی سو تھے تو جو زیادہ دیا ہے، سالِ آئندہ میں شمار کرسکتا ہے۔

☆ اگر شک ہے کہ زکوٰۃ دی یا نہیں تو اب دے۔

سائمہ کی زکوٰۃ کا بیان

سائمہ وہ جانور ہے جو سال کے اکثر حصے میں چر کر گذر کرتا ہو اور اُس سے مقصود صرف دودھ اور بچے لینا یا اسے موٹا اور تندرست کرنا ہے۔ اگر گھر میں گھاس لا کر کھلاتے ہوں یا بوجھ لادنا یا ہل وغیرہ کسی کام میں لانا یا سواری لینا مقصود ہے تو اگرچہ چر کر گذر کرتا ہو، وہ سائمہ نہیں اور اس کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ اسی طرح اگر گوشت کھانے کے لیے ہے تو سائمہ نہیں، اگرچہ جنگل میں چرتا ہو اور اگر تجارت کا جانور چرائی پر ہے تو یہ بھی سائمہ نہیں بلکہ اس کی زکوٰۃ قیمت لگا کر ادا کی جائے گی۔

☆ چھ مہینے چرائی پر رہتا ہے اور چھ مہینے چارہ پاتا ہے تو سائمہ نہیں اور اگر یہ ارادہ تھا کہ اسے چارہ دیں گے یا اس سے کام لیں گے مگر کیا نہیں یہاں تک کہ سال ختم ہو گیا تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر تجارت کے لیے تھا اور چھ مہینے یا زیادہ تک چرائی پر رکھا تو جب تک یہ نیّت نہ کرے کہ یہ سائمہ ہے، فقط چرانے سے سائمہ نہ ہو گا۔

☆ تین قسم کے جانوروں کی زکوٰۃ واجب ہے، جب کہ سائمہ ہوں:

(۱) اونٹ۔

(۲) گائے۔

(۳) بکری۔

اُونٹ کی زکوٰۃ کا بیان

پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں، جب پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں، مگر پچیس سے کم ہوں تو ہر پانچ میں ایک بکری واجب ہے یعنی پانچ ہوں تو ایک بکری، دس ہوں تو دو، اسی قیاس پر۔ زکوٰۃ میں جو بکری دی جائے وہ سال بھر سے کم کی نہ ہو البتہ بکری دیں یا بکرا اس کا اختیار ہے۔ دو نصابوں کے درمیان میں جو ہوں وہ عفو (زائد) ہیں یعنی اُن کی کچھ زکوٰۃ نہیں، مثلاً سات یا آٹھ ہوں تب بھی وہی ایک بکری ہے۔

☆ اونٹ کا نصاب:

تعداد جن پر زکوٰۃ واجب ہے	شرح زکوٰۃ
۵ سے ۹ تک	ایک بکری
۱۰ سے ۱۴ تک	دو بکریاں
۱۵ سے ۱۹ تک	تین بکریاں
۲۰ سے ۲۴ تک	چار بکریاں
۲۵ سے ۳۵ تک	ایک سال کی اونٹنی
۳۶ سے ۴۵ تک	دو سال کی اونٹنی
۴۶ سے ۶۰ تک	تین سال کی اونٹنی
۶۱ سے ۷۵ تک	چار سال کی اونٹنی
۷۶ سے ۹۰ تک	دو دو سال کی دو اونٹنیاں
۹۱ سے ۱۲۰ تک	تین، تین سال کی دو اونٹنیاں

گائے کی زکوٰۃ کا بیان

☆ تیس سے کم گائیں ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں، جب تیس پوری ہوں یا اس سے زیادہ تو ان کی زکوٰۃ حسب ذیل ہے:

تعداد	شرح زکوٰۃ
۳۰ سے ۳۹ تک	ایک سال کا بچھڑا یا بچھیا
۴۰ سے ۵۹ تک	پورے دو سال کا بچھڑا یا بچھیا
۶۰ سے ۶۹ تک	ایک ایک سال کے دو بچھڑے یا بچھیاں
۷۰ سے ۷۹ تک	ایک سال کا بچھڑا یا بچھیا اور ایک دو سال کا بچھڑ
۸۰ سے ۸۹ تک	دو سال کے دو بچھڑے

☆ بھینس گائے کے حکم میں ہے اور اگر گائے بھینس دونوں ہوں تو زکوٰۃ میں ملا دی جائیں گی، مثلاً بیس گائیں ہیں اور دس بھینسیں تو زکوٰۃ واجب ہوگئی اور زکوٰۃ میں اس کا بچہ لیا جائے جو زیادہ ہو یعنی گائیں زیادہ ہوں تو گائے کا بچہ اور بھینسیں زیادہ ہوں تو بھینس کا اور اگر کوئی زیادہ نہ ہو تو زکوٰۃ میں وہ لیں جو اعلیٰ سے کم ہو اور ادنیٰ سے اچھا۔

☆ گائے بھینس کی زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ نر لیا جائے یا مادہ، مگر افضل یہ ہے کہ گائیں زیادہ ہوں تو بچھیا اور نر زیادہ ہوں تو بچھڑا۔

بکریوں کی زکوٰۃ کا بیان

☆ چالیس سے کم بکریاں ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں اور چالیس ہوں تو ایک بکری اور یہی حکم ایک سو بیس تک ہے۔یعنی چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک وہی ایک بکری ہے۔ ایک سو اکیس میں دو بکریاں ہیں۔دو سو ایک میں تین بکریاں، چار سو میں چار بکریاں اور پھر ہر سو پر ایک بکری واجب ہے۔جو دو نصابوں کے درمیان میں ہے وہ عفو اور زائد ہے۔

☆ زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ بکری دے یا بکرا، بس یہ ضروری ہے کہ سال بھر سے کم کا نہ ہو، اگر کم کا ہو تو قیمت کے حساب سے دیا جا سکتا ہے۔مزید آسانی کے لیے ذیل کا نقشہ ملاحظہ کیجیے:

تعداد	شرح زکوٰۃ
۴۰ سے ۱۲۰ تک	ایک بکری
۱۲۱ سے ۲۰۰ تک	دو بکریاں
۲۰۱ سے ۳۹۹ تک	تین بکریاں
۴۰۰ سے ۴۹۹ تک	چار بکریاں
پھر ہر سو پر	ایک بکری کا اضافہ

☆ گھوڑے، گدھے، خچر اگرچہ چرائی پر ہوں ان کی زکوٰۃ نہیں، ہاں اگر تجارت کے لیے ہوں تو ان کی قیمت لگا کر اُس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیں۔

سونے چاندی اور مالِ تجارت کی زکوٰۃ

☆ سونے کی نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کی دوسو درم یعنی ساڑھے باون تولے یعنی وہ تولہ جس سے یہ رائج روپیہ سوا گیارہ ماشے ہے۔ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں وزن کا اعتبار ہے قیمت کا لحاظ نہیں، مثلاً سات تولے سونے یا کم کا زیور یا برتن بنا ہو کہ اس کی کاریگری کی وجہ سے دوسو درم سے زائد قیمت ہو جائے یا سونا مہنگا ہو کہ ساڑھے سات تولے سے کم کی قیمت دوسو درم سے بڑھ جائے، جیسے آج کل کہ ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت چاندی کی کئی نصابیں ہوں گی، غرض یہ کہ وزن میں بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں خواہ قیمت جو کچھ بھی ہو۔

☆ سونے کی زکوٰۃ میں سونے اور چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی کی کوئی چیز دی تو اس کی قیمت کا نہیں بلکہ وزن کا اعتبار ہوگا اگرچہ اس میں بہت کچھ نقش و نگار ہو جس کی وجہ سے اس کی قیمت بڑھ گئی یا فرض کرو دس آنے بھری چاندی بک رہی ہے اور زکوٰۃ میں ایک روپیہ دیا جو سولہ آنے کا قرار دیا جاتا ہے تو زکوٰۃ ادا کرنے میں وہ یہی سمجھا جائے گا کہ سوا گیارہ ماشے چاندی دی، یہ چھ آنے بلکہ کچھ اُوپر جو اس کی قیمت میں زائد ہیں لغو ہیں۔

☆ سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو جس کی قیمت سونے چاندی کی نصاب کو پہنچے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے یعنی قیمت کا چالیسواں حصہ اور اگر اسباب کی قیمت تو نصاب کو نہیں پہنچتی مگر اس کے پاس ان کے علاوہ سونا چاندی بھی ہے تو اُن کی قیمت سونے چاندی کے ساتھ ملا کر مجموعہ کریں، اگر مجموعہ نصاب کو پہنچا تو زکوٰۃ واجب ہے۔

☆ اسبابِ تجارت کی قیمت اُس سکّے سے لگائیں جس کا رواج وہاں زیادہ ہو، جیسے ہندوستان میں روپیہ کا زیادہ چلن ہے، اسی سے قیمت لگائی جائے۔

☆ نصاب سے زیادہ مال ہے تو اگر یہ زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی واجب ہے، مثلاً دوسو چالیس ۲۴۰ درم یعنی ٦۳ تولہ چاندی ہو تو زکوٰۃ میں چھ درم واجب۔ چاندی اگر ٦۳ تولے سے ایک رتی بھی کم ہے تو زکوٰۃ وہی ۵۲ تولہ ٦ ماشہ کی ایک تولہ ۳ ماشہ ٦ رتی واجب۔ یو ہیں پانچویں حصہ کے بعد جو زیادتی ہے، اگر وہ بھی پانچواں حصہ ہے تو اُس کا چالیسواں حصہ واجب ورنہ معاف وعلیٰ ہذا القیاس۔ مال تجارت کا بھی یہی حکم ہے۔

☆ کسی کے پاس سونا بھی ہے اور چاندی بھی اور دونوں کی کامل نصابیں تو یہ ضروری نہیں کہ سونے کو چاندی یا چاندی کو سونا قرار دے کر زکوٰۃ ادا کرے، بلکہ ہر ایک کی زکوٰۃ الگ الگ واجب ہے۔ ہاں زکوٰۃ دینے والا اگر صرف ایک چیز سے دونوں نصابوں کی زکوٰۃ ادا کرے تو اسے اختیار ہے، مگر اس صورت میں یہ واجب ہوگا کہ قیمت وہ لگائے جس میں فقیروں کا زیادہ نفع ہے اور اگر دونوں میں سے کوئی بقدر نصاب نہیں تو سونے کی قیمت کی چاندی یا چاندی کی قیمت کا سونا فرض کر کے ملائیں پھر اگر ملانے پر بھی نصاب نہیں ہوتی تو کچھ نہیں اور اگر سونے کی قیمت کی چاندی، چاندی میں ملائیں تو نصاب ہو جاتی ہے اور چاندی کی قیمت کا سونا سونے میں ملائیں تو نہیں ہوتی یا بالعکس تو واجب ہے کہ جس میں نصاب پورا ہو وہ کریں اور اگر دونوں صورت میں نصاب ہو جاتا ہے تو اختیار ہے جو چاہیں کریں مگر جب کہ ایک صورت میں نصاب پر پانچواں حصہ بڑھ جاتا ہے تو جس میں پانچواں حصہ بڑھ جائے وہی کرنا واجب ہے، مثلاً سوا

چھبیس تولے چاندی ہے اور پونے چار تولے سونا، اگر پونے چار تولے سونے کی چاندی سوا چھبیس تولے آتی ہے اور سوا چھبیس تولے چاندی کا پونے چار تولے سونا آتا ہے تو سونے کو چاندی یا چاندی کو سونا جو چاہیں تصور کریں اور اگر پونے چار تولے سونے کے بدلے ۲۷ر تولے چاندی آتی ہے اور سوا چھبیس تولے چاندی کا پونے چار تولے سونا نہیں ملتا تو واجب ہے کہ سونے کو چاندی قرار دیں کہ اس صورت میں نصاب ہو جاتا ہے، بلکہ پانچواں حصہ زیادہ ہوتا ہے اور اُس صورت میں نصاب بھی پوری نہیں ہوتا۔

☆ پیسے جب رائج ہوں اور دوسودرم چاندی یا بیس مثقال سونے کی قیمت کے ہوں تو ان کی زکوٰۃ واجب ہے اگر چہ تجارت کے لیے نہ ہوں اور اگر چلن اُٹھ گیا ہو تو جب تک تجارت کے لیے نہ ہوں زکوٰۃ واجب نہیں۔

☆ نوٹ کی زکوٰۃ بھی واجب ہے، جب تک ان کا رواج اور چلن ہو کہ یہ بھی ثمنِ اصطلاحی ہیں اور پیسوں کے حکم میں ہیں۔

☆ مالِ تجارت میں سال گزرنے پر جو قیمت ہوگی اس کا اعتبار ہے، مگر شرط یہ ہے کہ شروع سال میں اس کی قیمت دوسودرم سے کم نہ ہو اور اگر مختلف قسم کے اسباب ہوں تو سب کی قیمتوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کے برابر ہو۔ یعنی جب کہ اس کے پاس یہی مال ہو اور اگر اس کے پاس سونا چاندی اس کے علاوہ ہو تو اسے ملا لیں گے۔

☆ غلّہ یا کوئی مالِ تجارت سال کے اختتام پر دوسودرم کا ہے پھر قیمت بڑھ یا گھٹ گئی تو اگر اسی میں سے زکوٰۃ دینا چاہیں تو جتنا اس دن تھا اس کا چالیسواں حصہ دے دیں اور اگر

اس قیمت کی کوئی اور چیز دینا چاہیں تو وہ قیمت لی جائے جو سال کے اختتام کے دن تھی۔

☆ قیمت اس جگہ کی ہونی چاہیے جہاں مال ہے اور اگر مال جنگل میں ہو تو اُس کے قریب جو آبادی ہے وہاں جو قیمت ہو اس کا اعتبار ہے۔

☆ کرائے پر اٹھانے کے لیے دیگیں ہوں تو اُن کی زکوٰۃ نہیں اسی طرح کرائے پر دینے کے لیے مکان ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ نہیں۔

☆ روپے کے عوض کھانا غلّہ کپڑا وغیرہ فقیر کو دے کر مالک کر دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، مگر اس چیز کی قیمت جو بازار بھاؤ سے ہوگی وہ زکوٰۃ میں سمجھی جائے، اوپری خرچہ مثلاً بازار سے لانے میں جو مزدور کو دیا ہے یا گاؤں سے منگوایا تو کرایہ اور چُنگی نہیں جوڑی جائے گی، اسی طرح پکوا کر دیا تو پکوائی یا لکڑیوں کی قیمت نہیں جوڑی جائے گی بلکہ اس پکی ہوئی چیز کی جو قیمت بازار میں ہو اس کا اعتبار ہے۔

زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ

☆ عشری زمین سے ایسی چیز پیدا ہوئی جس کی کھیتی کرنے سے زمین سے فائدہ حاصل کرنا مقصود ہو تو اس پیداوار کی زکوٰۃ فرض ہے۔ اس زکوٰۃ کا نام عُشر ہے یعنی دسواں حصہ کہ اکثر صورتوں میں دسواں حصہ فرض ہے، اگرچہ بعض صورتوں میں نصفِ عُشر یعنی بیسواں حصہ لیا جائے گا۔

☆ عُشر واجب ہونے کے لیے عاقل، بالغ ہونا شرط نہیں، مجنون اور نابالغ کی زمین میں جو کچھ پیدا ہوا اس میں بھی عشر واجب ہے۔

☆ جس پر عشر واجب ہوا اُس کا انتقال ہو گیا اور پیداوار موجود ہے تو اس میں سے عشر لیا جائے گا۔

☆ عشر میں سال گزرنا بھی شرط نہیں بلکہ ایک ہی کھیت میں سال میں کئی بار فصل اُگائی گئی تو ہر بار عشر واجب ہے۔

☆ اس میں نصاب بھی شرط نہیں، ایک صاع بھی پیداوار ہو تو عشر واجب ہے اور یہ شرط بھی نہیں کہ وہ چیز باقی رہنے والی ہو اور یہ شرط بھی نہیں کہ کاشتکار زمین کا مالک ہو۔ وقفی زمین میں زراعت ہوئی تو اس پر بھی عشر واجب ہے، خواہ زراعت کرنے والے اہلِ وقف ہوں یا اُجرت پر کھیتی کر رہے ہوں۔

☆ جن چیزوں کی پیداوار سے زمین سے فائدہ حاصل کرنا مقصود نہ ہو ان میں عُشر نہیں جیسے ایندھن، گھاس، نرکُل، کھجور کے پتّے، خِطمی، کپاس، بینگن کا درخت، خربوزہ، تربوز، کھیرا اور ککڑی کے بیج۔ اسی طرح ہر قسم کی ترکاریوں کے بیج کہ اُن کی کھیتی سے

ترکاریاں اُگانا مقصود ہوتا ہے، بیج مقصود نہیں ہوتے۔

☆ جو کھیت بارش یا نہر نالے کے پانی سے سیراب کیا جائے، اس میں عُشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے اور جس کی سینچائی ڈول یا ٹیوب ویل وغیرہ سے ہے اس میں نصفِ عُشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے۔

☆ پانی کسی کی مِلکیت میں ہے، اس سے خرید کر کھیت کی سینچائی کی تب بھی نصفِ عشر واجب ہے۔

☆ اگر وہ کھیت کچھ دنوں بارش کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور کچھ دنوں ڈول یا ٹیوب ویل وغیرہ سے تو اگر بارش کے پانی سے زیادہ سیراب کیا جاتا ہے اور ڈول وغیرہ سے کم تو عُشر واجب ہے ورنہ نصفِ عُشر۔

☆ عشری زمین یا پہاڑ یا جنگل میں شہد ہوا تو جو اسے نکالے گا اس پر عشر واجب ہے۔

☆ گیہوں، جَو، جوار، باجرا، دھان اور ہر قسم کے غلّے اور کُسُم، اخروٹ، بادام اور ہر قسم کے میوے، روئی، پھول، گنا، خربوزہ، تربوزہ، کھیرا، ککڑی، بیگن اور ہر قسم کی ترکاری سب میں عُشر واجب ہے، خواہ تھوڑا پیدا ہو یا زیادہ۔

☆ جس چیز میں عُشر یا نصفِ عشر واجب ہوا اس میں کُل پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا، یہ نہیں ہوسکتا کہ کھیتی کے اخراجات یعنی ہل، بیل، حفاظت کرنے والے اور کام کرنے والوں کی اُجرت یا بیج وغیرہ نکال کر باقی کا عشر یا نصفِ عشر دیا جائے۔

☆ مسلمان نے اپنے گھر کو باغ بنالیا، اگر اس میں عُشری پانی دیتا ہے تو عشری ہے۔

☆ آسمان، کنویں، چشمے اور دریا کا پانی عشری ہے۔

☆ مکان یا مقبرے میں جو پیداوار ہو، اُس میں عشر نہیں۔

☆ عُشر اس وقت لیا جائے جب پھل نکل آئیں، کام کے قابل ہو جائیں اور فساد کا اندیشہ جاتا رہے، اگرچہ ابھی توڑنے کے لائق نہ ہوئے ہوں۔

☆ عشر ادا کرنے سے پہلے مالک کو کھانا حلال نہیں، کھائے گا تو ضَمان دے گا اسی طرح اگر دوسرے کو کھلایا تو اتنے کے عُشر کا تاوان دے۔ البتہ اگر یہ ارادہ ہے کہ کُل کا عشر ادا کردے گا تو کھانا حلال ہے۔

زکوٰۃ کے مستحقین

☆ زکوٰۃ سات طرح کے لوگوں کو دینا جائز ہے:

(۱) فقیر

(۲) مسکین

(۳) عامل

(۴) رقاب

(۵) غارم

(۶) فی سبیل اللہ

(۷) ابن سبیل

☆ فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر اتنا نہیں کہ نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب کی مقدار میں تو ہو لیکن اس کی حاجتِ اصلیہ میں گھرا ہوا ہو مثلاً رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، خدمت کے لیے لونڈی غلام، علمی کام کرنے والے کے لیے دینی کتابیں جو اس کی ضرورت سے زیادہ نہ ہوں (جس کا بیان پیچھے گزرا)، اسی طرح اگر قرضدار ہے اور قرض کی رقم نکالنے کے بعد نصاب باقی نہیں رہے تو فقیر ہے اگر چہ اُس کے پاس ایک تو کیا کئی نصاب ہوں۔

☆ فقیر اگر عالم ہو تو اُسے دینا جاہل کو دینے سے افضل ہے مگر عالم کو دے تو اس کا لحاظ رکھے کہ اس کی عزت مدِّ نظر ہو، ادب کے ساتھ دے جیسے چھوٹے بڑوں کو نذر دیتے ہیں اور (معاذ اللہ) اگر دل میں عالمِ دین کی حقارت آئی تو یہ ہلاکت اور بہت سخت

ہلاکت ہے۔

☆ مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اسے لوگوں سے مانگنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

☆ فقیر کو سوال کرنا ناجائز ہے کہ جس کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو ہواُ سے بغیر ضرورت و مجبوری سوال حرام ہے۔

☆ عامل وہ ہے جسے بادشاہِ اسلام نے زکوٰۃ اور عُشر وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ہے۔ اسے کام کے لحاظ سے اتنا دیا جائے کہ اُس کو اور اُس کے مددگاروں کو متوسط طور پر کافی ہو، مگر اتنا نہ دیا جائے کہ جو وصول کر لایا ہے اس کے نصف سے زیادہ ہو جائے۔

☆ عامل اگرچہ غنی ہو اپنے کام کی اُجرت لے سکتا ہے اور ہاشمی ہو تو اس کو مالِ زکوٰۃ میں سے دینا بھی ناجائز اور اُسے لینا بھی ناجائز ہاں اگر کسی اور مد سے دیں تو لینے میں بھی حرج نہیں۔

☆ زکوٰۃ کا مال عامل کے پاس سے چوری ہو گیا یا کسی اور طرح ہلاک ہو گیا تو اب اسے کچھ نہیں ملے گا، مگر دینے والوں کی زکوٰتیں ادا ہو گئیں۔

☆ رقاب سے مراد مکاتَب غلام کو دینا کہ زکوٰۃ کے اس مال سے کتابت کی متعینہ رقم ادا کر کے غلامی سے آزادی حاصل کر لے۔

☆ غارم سے مُراد قرضدار ہے جس پر اتنا دَین ہو کہ اُسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے، اس میں وہ شخص بھی داخل ہوگا جس سے دوسروں نے قرض لیا ہے اور وہ ان سے وصول کرنے پر قادر نہیں ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ قرضدار ہاشمی نہ ہو۔

☆ فی سبیل اللہ یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنا۔ اس کی چند صورتیں ہیں: کوئی شخص محتاج ہے کہ

جہاد میں جانا چاہتا ہے، سواری اور زادِراہ اُس کے پاس نہیں تو اُسے زکوٰۃ کا مال دے سکتے ہیں کہ یہ راہِ خدا میں دینا ہے اگر چہ وہ کمانے پر قادر ہو۔ کوئی حج کے لیے جانا چاہتا ہے اور اُس کے پاس مال نہیں تو اسے بھی زکوٰۃ دے سکتے ہیں مگر اسے حج کے لیے سوال کرنا جائز نہیں۔ کوئی طالبِ علم دین کا علم پڑھنا یا پڑھانا چاہتا ہے، اسے بھی دے سکتے ہیں کہ یہ بھی راہِ خدا میں دینا ہے بلکہ طالبِ علم سوال کر کے بھی مالِ زکوٰۃ لے سکتا ہے، جب کہ اُس نے اپنے آپ کو اسی کام کے لیے فارغ کر رکھا ہو، اگر چہ کسی اور طرح سے روزی کمانے پر قادر ہو۔ اسی طرح ہر نیک بات میں زکوٰۃ صَرف کرنا فی سبیل اللہ ہے، جب کہ بطورِ تملیک ہو یعنی جسے دیا جا رہا ہے اسے مالک بنا دیا جائے اس لیے کہ تملیک کے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

نوٹ: بہت سے لوگ مالِ زکوٰۃ اسلامی مدارس میں بھیج دیتے ہیں ان کو چاہیے کہ مدرسے کے متولی یا مہتمم کو اطلاع کر دیں کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے تا کہ متولّی اس مال کو جُدا رکھے اور دوسرے اموال میں نہ ملائے۔ متولی کو چاہیے کہ اس رقم کو غریب طلبہ پر صَرف کرے، کسی کام کی اُجرت میں نہ دے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔

☆ ابن السّبیل یعنی مسافر جس کے پاس مال ختم ہو گیا وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے، اگر چہ اُس کے گھر مال موجود ہو مگر اُسی قدر لے جس سے حاجت پوری ہو جائے، زیادہ کی اجازت نہیں۔

☆ اگر مالک نصاب کا مال کسی مدت تک کے لیے دوسرے پر دَین ہے اور ابھی میعاد پوری نہیں ہوئی، اسے پیسوں کی ضرورت ہے یا جس پر اُس کا پیسہ نکلتا ہے وہ وہاں موجود نہیں یا موجود ہے مگر نادار ہے یا دَین سے انکار کر رہا ہے اگر چہ یہ ثبوت رکھتا ہو، ان

سب صورتوں میں وہ شخص ضرورت بھر زکوٰۃ لے سکتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ قرض ملے تو قرض لے کر کام چلائے۔

☆ زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ ان ساتوں قسموں کو دے یا ان میں کسی ایک کو دے دے، خواہ ایک قسم کے چند اشخاص کو یا ایک کو۔

☆ زکوٰۃ کا مال اگر نصاب کی مقدار میں نہ ہو تو ایک کو دینا افضل ہے اور ایک شخص کو نصاب کی مقدار میں رقم دینا مکروہ ہے لیکن اگر دے دی تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

☆ ایک شخص کو نصاب کی مقدار زکوٰۃ دینا اس وقت مکروہ ہے کہ وہ فقیر قرضدار نہ ہو، اگر قرضدار ہے تو اتنا دے دینا کہ دَین نکال کر اس کے پاس کچھ نہ بچے یا نصاب سے کم بچے مکروہ نہیں۔ اگر وہ فقیر بال بچوں والا ہے کہ اگرچہ نصاب یا زیادہ ہے، مگر اہل و عیال پر تقسیم کریں تو سب کو نصاب سے کم ملتا ہے تو اس صورت میں بھی حرج نہیں۔

☆ زکوٰۃ ادا کرنے میں یہ ضروری ہے کہ جسے دیں اسے اس کا مالک بنا دیں۔ اس کے استعمال کی اجازت دینا کافی نہیں۔ لہٰذا زکوٰۃ کے مال کو مسجد میں صَرف کرنا، اُس سے میّت کو کفن دینا، میّت کا دَین ادا کرنا، غلام آزاد کرنا، پُل، مسافر خانہ، پانی پینے کے لیے سبیل، سڑک وغیرہ بنوانا، نہر یا کنواں کھدوانا یا کتاب وغیرہ کوئی چیز خرید کر وقف کرنا کافی نہیں۔

☆ اپنی اصل یعنی ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہم جن کی اولاد میں یہ ہے اور اپنی اولاد یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی وغیرہم کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ اسی طرح صدقۂ فطر اور نذر و کفّارہ بھی انھیں نہیں دے سکتا۔ صدقۂ نفل دے سکتا ہے بلکہ بہتر ہے۔

☆ بہو، داماد، سوتیلی ماں، سوتیلے باپ، زوجہ کی اولاد اور شوہر کی اولاد کو دینا جائز ہے۔

☆ جن رشتے داروں کا نفقہ (خرچ) اُس کے ذمے واجب ہے اُسے زکوٰۃ دے سکتا ہے جب کہ اسے نفقے میں شمار نہ کرے۔

☆ ماں باپ محتاج ہوں اور انھیں حیلہ کر کے زکوٰۃ دینا چاہتا ہے کہ یہ فقیر کو دے دے پھر فقیر انھیں دے یہ مکروہ ہے۔ اسی طرح حیلہ کر کے اپنی اولاد کو دینا بھی مکروہ ہے۔

☆ عورت شوہر کو اور شوہر عورت کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا، اگرچہ طلاقِ بائن بلکہ تین طلاقیں دے چکا ہو، جب تک عدّت میں ہے اور عدّت پوری ہوگئی تو اب دے سکتا ہے۔

☆ جو شخص مالکِ نصاب ہو اسے زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ (جبکہ وہ چیزیں حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہوں یعنی مکان، خانہ داری کے ساز و سامان، پہننے کے کپڑے، خادم، سواری کے جانور، ہتھیار، اہلِ علم کے لیے کتابیں جو اس کے کام میں ہوں ان چیزوں کے علاوہ وہ شرعی نصاب کے برابر مال رکھتا ہو تو اگرچہ ان پر سال نہ گزرا ہو اور اگرچہ وہ مال نامی نہ ہو اسے زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔)

☆ نصاب سے مراد یہاں یہ ہے کہ اُس کی قیمت دوسو درہم ہو، اگرچہ وہ خود اتنی نہ ہو کہ اُس پر زکوٰۃ واجب ہو مثلاً چھ تولہ سونا جب دوسو درہم کی قیمت کا ہو تو جس کے پاس ہے اگرچہ اُس پر زکوٰۃ واجب نہیں کہ سونے کی نصاب ساڑھے سات تولہ ہے مگر اس شخص کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے یا اس کے پاس تیس بکریاں یا بیس گائیں ہوں جن کی قیمت دوسو درہم ہے اسے زکوٰۃ نہیں دے سکتے، اگرچہ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں یا اُس کے پاس ضرورت کے سوا اسباب ہیں جو تجارت کے لیے بھی نہیں اور وہ دوسو درہم کے ہیں تو اسے زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔

☆ صحیح تندرست کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں، اگرچہ کمانے پر قدرت رکھتا ہو مگر اس کے لیے

سوال کرنا جائز نہیں۔

☆ غنی مرد کے نابالغ بچّے کو بھی نہیں دے سکتے اور غنی کی بالغ اولاد کو دے سکتے ہیں جب کہ اولاد فقیر ہوں۔

☆ غنی کی بیوی کو دے سکتے ہیں جب کہ مالکِ نصاب نہ ہو۔ اسی طرح غنی کے باپ کو دے سکتے ہیں جبکہ فقیر ہو۔

☆ جس بچے کی ماں مالکِ نصاب ہے اور وہ بچہ فقیر ہے تو اگر چہ اس کا باپ زندہ نہ ہو اُسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

☆ جس کے پاس مکان یا دکان ہے جسے کرائے پر اٹھاتا ہے اور اُس کی قیمت زیادہ ہے مگر کرایہ اتنا نہیں جو اُس کے اور بال بچوں کے کھانے پینے کے لیے کافی ہو سکے تو اُس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

☆ جس کی مِلکیت میں کھیت ہیں جن میں وہ کھیتی کرتا ہے مگر پیداوار اتنی نہیں جو سال بھر کھانے پینے کے لیے کافی ہو تو اسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں، اگرچہ کھیت کی قیمت زیادہ ہو۔

☆ جس کے پاس کھانے کے لیے غلّہ ہو جس کی قیمت دوسو درہم ہو اور وہ غلّہ سال بھر کھانے کے لیے کافی ہے، جب بھی اس کو زکوٰۃ دینا حلال ہے۔

☆ موتی وغیرہ جواہر جس کے پاس ہوں اور تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان کی زکوٰۃ واجب نہیں، مگر جب نصاب کی قیمت کے ہوں تو زکوٰۃ لے نہیں سکتا۔

☆ بنی ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ نہ غیر انھیں دے سکے، نہ ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو۔

☆ بنی ہاشم سے مُراد حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت عباس اور حارث بن

عبدالمطلب کی اولادیں ہیں۔ ان کے علاوہ جنھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت نہ کی، مثلاً ابولہب کہ اگر چہ یہ کافر بھی حضرت عبدالمطلب کا بیٹا تھا، مگر اس کی اولادیں بنی ہاشم میں شمار نہ ہوں گی۔

☆ ماں ہاشمی بلکہ سیدہ ہو اور باپ ہاشمی نہ ہو تو وہ ہاشمی نہیں کہ شرع میں نسب باپ سے ہے، لہٰذا ایسے شخص کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اگر کوئی دوسرا مانع نہ ہو۔

☆ صدقۂ نفل بنی ہاشم کو دے سکتے ہیں۔

☆ جن لوگوں کے بارے میں بیان کیا گیا کہ انھیں زکوٰۃ دے سکتے ہیں، اُن سب کا فقیر ہونا شرط ہے، سوائے عامل کے کہ اس کے لیے فقیر ہونا شرط نہیں اور ابن السبیل اگر چہ غنی ہو، اُس وقت فقیر کے حکم میں ہے۔ باقی کسی کو جو فقیر نہ ہو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔

☆ زکوٰۃ وغیرہ صدقات میں افضل یہ ہے کہ اوّلاً اپنے بھائیوں بہنوں کو دے پھر اُن کی اولاد کو پھر چچا اور پھوپیوں کو پھر ان کی اولاد کو پھر ماموں اور خالہ کو پھر اُن کی اولاد کو پھر دیگر رشتے والوں کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے پیشے والوں کو پھر اپنے شہر یا گاؤں کے رہنے والوں کو۔

☆ زکوٰۃ کی رقم دوسرے شہر بھیجنا مکروہ ہے مگر جب کہ وہاں اُس کے رشتے والے ہوں تو اُن کے لیے بھیج سکتا ہے یا وہاں کے لوگوں کو زیادہ حاجت ہے یا زیادہ پرہیز گار ہیں یا وہاں بھیجنا مسلمانوں کے حق میں زیادہ فائدے مند ہے یا طالبِ علم کے لیے بھیجے یا زاہدوں کے لیے یا سال پورا ہونے سے پہلے ہی بھیج دے، ان سب صورتوں میں دوسرے شہر بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔

☆ بدمذہب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ جب بدمذہب کا یہ حکم ہے تو اس زمانے کے وہابی

دیوبندی جوکہ خدااوررسول کی شان گھٹاتے ہیں اوراس طرح کے مواد اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں، جن کو حرمین طیبین کے اکابر علما نے بالاتفاق کافر ومرتد فرمایا، اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں، انھیں زکوۃ دینا حرام وسخت حرام ہے اور دی تو ہرگز ادا نہیں ہوگی۔

صدقۂ فطر کا بیان

☆ صدقۂ فطر واجب ہے، عمر بھر اس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کردے۔ ادا نہ کرنے سے ساقط نہیں ہوگا اور نہ ہی اب ادا کرنا قضا ہے بلکہ اب بھی ادا ہی ہے اگرچہ عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا مسنون ہے۔

☆ صدقۂ فطر شخص پر واجب ہے مال پر نہیں، لہٰذا مر گیا تو اس کے مال سے ادا نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر ورثہ بطورِ احسان اپنی طرف سے ادا کریں تو ہوسکتا ہے لیکن ان کے لیے ادا کرنا ضروری نہیں البتہ اگر میت نے وصیت کی ہے تو اس کے تہائی مال سے ضرور ادا کیا جائے اگرچہ ورثا اجازت نہ دیں۔

☆ عید کے دن صبحِ صادق طلوع ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہوگیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہوگیا تو واجب نہ ہوا اور اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مرا یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہوگیا تو واجب ہے۔

☆ صدقۂ فطر ہر مسلمان آزاد مالکِ نصاب پر جس کی نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے۔ اس میں عاقل اور بالغ ہونے اور مال کے نامی ہونے کی شرط نہیں۔

☆ نابالغ یا مجنون اگر مالکِ نصاب ہیں تو ان پر صدقۂ فطر واجب ہے، اُن کا ولی اُن کے مال سے ادا کرے، اگر ولی نے ادا نہ کیا اور نابالغ بالغ ہوگیا یا مجنون کا جنون جاتا رہا تو اب یہ خود ادا کردیں اور اگر خود مالکِ نصاب نہ تھے اور ولی نے ادا نہ کیا تو بالغ ہونے یا ہوش میں آنے پر اُن کے ذمے ادا کرنا واجب نہیں۔

☆ مرد مالکِ نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچہ کی طرف سے واجب ہے، جب کہ بچہ خود مالکِ نصاب نہ ہو، ورنہ اس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے۔

☆ مجنون اولاد اگر چہ بالغ ہو جب کہ غنی نہ ہو تو اُس کا صدقہ اُس کے باپ پر واجب ہے اور غنی ہو تو خود اس کے مال سے ادا کیا جائے، جنون خواہ اصلی ہو یعنی اسی حالت میں بالغ ہوا یا بعد میں عارض ہوا، دونوں کا ایک حکم ہے۔

☆ صدقۂ فطر واجب ہونے کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں، اگر کسی عذر، سفر، مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے یا (معاذ اللہ) بلا عذر روزہ نہیں رکھا تب بھی واجب ہے۔

☆ باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے یعنی اپنے فقیر و یتیم پوتے پوتی کی طرف سے اس پر صدقہ دینا واجب ہے۔

☆ ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں۔

☆ اپنی عورت اور عاقل بالغ اولاد کا فطرہ اُس کے ذمے نہیں اگر چہ اپاہج ہو، اگر چہ اُس کے اخراجات اِس کے ذمے ہوں۔

☆ عورت یا بالغ اولاد کا فطرہ ان کی اجازت کے بغیر دے دیا تو ادا ہو گیا بشرطے کہ اولاد کے اخراجات وغیرہ اُس کے ذمے ہوں، ورنہ اولاد کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر ادا نہیں ہوگا۔ عورت نے اگر شوہر کا فطرہ اس کے حکم کے بغیر ادا کر دیا تو ادا نہیں ہوا۔

☆ ماں باپ، دادا دادی، نابالغ بھائی اور دیگر رشتے داروں کا فطرہ اس کے ذمے نہیں اور ان کے حکم کے بغیر ادا بھی نہیں کر سکتا۔

☆ صدقۂ فطر کی مقدار یہ ہے گیہوں یا اس کا آٹا یا ستّو نصف صاع، کھجور یا مُنَقّٰی یا جَو یا اس کا آٹا یا ستّو ایک صاع۔ (نصف صاع = دو کلو ۴۷ گرام۔ ایک صاع = چار کلو ۹۴ گرام)

☆ گیہوں، جَو، کھجوریں، منقے دیے جائیں تو ان کی قیمت کا اعتبار نہیں، مثلاً نصف صاع عمدہ جَو جن کی قیمت ایک صاع جَو کے برابر ہے یا چہارم صاع کھرے گیہوں جو قیمت میں آدھے صاع گیہوں کے برابر ہیں یا نصف صاع کھجوریں دیں جو ایک صاع جَو یا نصف صاع گیہوں کی قیمت کی ہوں یہ سب ناجائز ہے جتنا دیا اُتنا ہی ادا ہوا، باقی اس کے ذمے باقی ہے، اس پر ادا کرنا واجب ہے۔

☆ ان چار چیزوں کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز سے فطرہ ادا کرنا چاہے، مثلاً چاول، جوار، باجرہ یا اور کوئی غلّہ یا اور کوئی چیز دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا یعنی وہ چیز آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جَو کی قیمت کی ہو، یہاں تک کہ روٹی دیں تو اس میں بھی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اگرچہ گیہوں یا جَو کی ہو۔

☆ فطرے کا مقدم کرنا مطلقاً جائز ہے جب کہ جس کی طرف سے ادا کر رہا ہے وہ شخص موجود ہو اگرچہ رمضان سے پہلے ہی ادا کر دے۔

☆ اگر فطرہ ادا کرتے وقت مالکِ نصاب نہ تھا پھر ہوگیا تو فطرہ صحیح ہے۔

☆ بہتر یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کر دے۔

☆ صدقۂ فطر انھی لوگوں کو دے سکتے ہیں جنھیں زکوٰۃ دے سکتے ہیں سوائے عامل کے کہ اس کے لیے زکوٰۃ ہے فطرہ نہیں۔

چھٹا باب

حج وعمرہ کا بیان

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

صاحبِ استطاعت ہوتو مسائلِ حج (سیکھنا فرضِ عین ہے۔) (فتاویٰ رضویہ)

حج اسلام کا پانچواں اور عباداتِ اسلامی کا چوتھا رکن ہے۔ یا اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے بعد چوتھا فریضہ حج ہے، جو امت محمدیہ کے ہر فرد پر خواہ وہ دنیا کے کسی علاقے کا رہنے والا ہو عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے، مگر صرف اس پر جو ازروئے شرع صاحبِ استطاعت ہو۔ صاحب استطاعت ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جس سے وہ حج کے لیے جانے کا خرچ اور سفر کی مدت میں اپنے اہل وعیال کے اخراجات بآسانی نکال سکے۔

اس باب میں پیش کردہ سارے مسائل ''بہارِ شریعت'' جلد اول، حصۂ ششم سے تلخیص وتسہیل کے ساتھ ماخوذ ہیں۔

ہم نے اس باب میں کئی ایسے مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے کہ فرضِ عین علوم سے تو ان کا تعلق نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض کی تحصیل واجب اور بعض کی مندوب ومستحب ہے۔

حج کسے کہتے ہیں؟

احرام باندھ کرنویں ذی الحجہ کومقررہ وقت میں عرفات میں ٹھہرنے اور کعبۂ معظّمہ کےطواف کوحج کہتے ہیں۔

☆ دکھاوے کے لیے حج کرنااورحرام مال سے حج کوجاناحرام ہے۔

☆ حج کے لیےجس سےاجازت لیناواجب ہے،بغیراس کی اجازت کے جانامکروہ ہے۔ مثلاً ماں باپ اگراس کی خدمت کےمحتاج ہوں اور ماں، باپ نہ ہوں تو دادا، دادی کا بھی یہی حکم ہے۔

☆ نفل حج کے لیے ہرصورت میں ماں باپ کی اطاعت ضروری ہے۔

☆ جب حج کے لیے جانے پر قادر ہو، حج فوراًفرض ہوگیا، اسی سال اسے حج کرنا ہوگا، تاخیرکرنا گناہ ہے۔

☆ حج فرض ہونے کے بعد چندسالوں تک نہ کیا تو فاسق کہلائے گا، اس کی گواہی قبول نہیں،مگرجب بھی کرے گاادا ہی ہے،قضانہیں۔

☆ مال موجودتھااورحج نہ کیا،پھرمال ختم ہوگیاتو قرض لےکرجائے۔

حج فرض ہونے کی شرطیں

حج فرض ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں، جب تک وہ ساری شرطیں نہیں پائی جائیں گی حج فرض نہیں ہوگا۔

(۱) مسلمان ہونا۔

(۲) جو دارالحرب میں ہے اسے یہ معلوم ہونا کہ اسلام کے فرائض میں سے حج بھی ہے۔

(۳) بالغ ہونا۔

(۴) عاقل ہونا۔

(۵) آزاد ہونا۔

(۶) تندرست ہونا۔ (یعنی بیمار نہ ہونا)

(۷) سفر کے اخراجات کے لیے اس کے پاس پیسے ہوں اور سواری پر قادر ہو۔

(۸) حج کا وقت۔

حج کی ادائیگی واجب ہونے کی شرطیں

مذکورہ آٹھ شرطیں پائی جائیں تو حج فرض ہو جاتا ہے، اب پوری زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔ اب یہاں حج ادا کرنے کی شرطیں بیان کی جائیں گی جن کے پائے جانے کی صورت میں اسے خود حج کو جانا ضروری ہے اور اگر یہ شرطیں نہیں پائی گئیں تو خود جانا ضروری نہیں بلکہ دوسرے سے حج کرا سکتا ہے یا وصیت کر جائے مگر اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ حج کرانے کے بعد سے آخرِ عمر تک خود قادر نہ ہو ورنہ خود بھی کرنا ضروری ہوگا۔ وہ شرطیں یہ ہیں:

(۱) راستے میں امن ہونا یعنی اگر سلامتی سے مکہ پہنچنے کا غالبِ گمان ہو تو جانا واجب ہے اور غالبِ گمان یہ ہو کہ ڈاکے وغیرہ سے جان ضائع ہو جائے گی تو جانا ضروری نہیں۔ جن دنوں میں جانے کا ارادہ ہے ان میں امن ہونا شرط ہے پہلے کی بدامنی کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۲) عورت کو مکہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اُس کے ساتھ شوہر یا محرم

ہونا شرط ہے، خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھی اور تین دن سے کم کا راستہ ہو تو بغیر محرم اور شوہر کے بھی جاسکتی ہے۔ (تین دن کے راستے سے مراد وہ مسافت ہے جو پیدل چلنے میں تین دن میں طے ہوتی ہے، کلومیٹر میں اس کی مقدار تقریباً 92.5 کلومیٹر ہے۔)

حج کے صحیح ادا ہونے کے شرائط

حج کے صحیح ادا ہونے کی نو شرطیں ہیں، اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو حج صحیح نہیں ہوگا۔

(۱) مسلمان ہونا۔

(۲) احرام۔

(۳) وقت، یعنی حج کے افعال کے لیے جو وقت مقرر ہے، انہیں میں ادا کیے جائیں۔ مثلاً طواف قدوم اور سعی جو حج کے مہینوں سے پہلے نہیں ہو سکتے اور وقوف عرفہ نویں کے زوال سے پہلے یا دسویں کی صبح ہونے کے بعد نہیں ہوسکتا اور طواف زیارت دسویں سے پہلے نہیں ہوسکتا۔

(۴) مکان، یعنی افعال حج میں سے جس کے لیے جو جگہ متعین ہے، اسی جگہ پر اس کا ہونا۔ مثلاً طواف کی جگہ مسجد حرام شریف ہے، وقوف کے لیے عرفہ اور مزدلفہ، کنکری مارنے کے لیے منٰی، قربانی کے لیے حرم۔

(۵) تمیز، یعنی بالکل ناسمجھ نہ ہو۔

(۶) عقل، یعنی مجنون وغیرہ نہ ہو۔

(۷) فرائض حج کا صحیح طور پر ادا کرنا۔

(۸) احرام کے بعد اور وقوف سے پہلے جماع نہ ہونا، اگر ہوگا تو حج باطل ہو جائے گا۔

(۹) جس سال احرام باندھا اسی سال حج کرنا، لہٰذا اگر اس سال حج فوت ہوگیا تو عمرہ کر کے احرام کھول دے اور اگلے سال نئے احرام سے حج کرے۔

حجِ فرض ادا ہونے کی شرطیں

جس کے ذمے حج فرض ہے، اگر درج ذیل شرائط کے مطابق حج ادا کرے گا تو ادا ہوگا، ورنہ نہیں۔

(۱) مسلمان ہونا۔

(۲) مرتے وقت تک مسلمان ہی رہنا۔

(۳) عاقل ہونا۔

(۴) بالغ ہونا۔

(۵) آزاد ہونا۔

(۶) خود ادا کرنا۔ (اگر قادر ہو تو)

(۷) نفل کی نیت نہ ہونا۔

(۸) دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی نیت نہ ہونا۔

(۹) حج کو شروع کر کے فاسد نہ کرنا۔

حج کے فرائض

حج کے لیے درج ذیل باتیں فرض ہیں، ان میں ایک رکن بھی نہ پایا گیا تو حج ادا نہیں ہوسکتا۔

(۱) احرام۔ (۲) وقوف عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے سورج ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پہلے کسی وقت میدان عرفات میں ٹھہرنا۔ (۳) طواف زیارت۔ (۴) نیت۔ (۵) ترتیب، یعنی پہلے احرام باندھنا، پھر وقوف، پھر طواف کرنا۔ (٦) ہر فرض کا اپنے وقت پر ہونا۔ (۷) مکان، یعنی عرفات کے میدان میں وقوف کرنا اور مسجد حرام شریف میں کعبہ کا طواف کرنا۔

حج کے واجبات

حج کے واجبات درج ذیل ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی چھوٹ جائے تو ایک بکرے کا دم واجب ہوجاتا ہے۔

(۱) میقات سے احرام باندھ کر گزرنا۔ (۲) صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنا۔ (۳) سعی کی ابتدا صفا سے کرنا۔ (آج کے دور میں جدید مسعٰی میں طواف کی ابتدا مروہ سے کی جائے گی) (۴) عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا اور سعی کا طواف کے بعد ہونا۔ (۵) دن میں وقوف عرفہ کیا تو غروب آفتاب تک وقوف کرنا۔ (٦) وقوف میں رات کا کچھ حصہ بھی شامل کرنا۔ (۷) عرفات سے واپسی میں امام کی اتباع کرنا۔ (۸) مزدلفہ میں ٹھہرنا۔ (۹) مغرب وعشا کی نمازیں مزدلفہ میں آکر عشا کے وقت ایک ساتھ پڑھنا۔ (۱۰) تین جمروں پر دسویں،

گیارہویں اور بارہویں تین دن کنکریاں مارنا۔ (۱۱) جمرۂ عقبہ کی رمی کا پہلے دن حلق سے پہلے ہونا۔ (۱۲) ہر دن کی رمی کا اسی دن ہونا۔ (۱۳) حلق (سر منڈانا) یا تقصیر (بال کتروانا)۔ (۱۴) حلق یا تقصیر ایام نحر میں ہونا۔ (۱۵) حرم شریف میں ہونا۔ (۱۶) حج قران اور تمتع والے کو قربانی کرنا۔ (۱۷) اس قربانی کا حرم شریف میں، ایام نحر میں ہونا۔ (۱۸) طواف افاضہ (یہ طواف عرفات سے واپسی پر کیا جاتا ہے اور اس کو طواف زیارت بھی کہتے ہیں) کا اکثر حصہ ایام حج میں ہونا۔ (۱۹) طواف حطیم کے باہر سے ہونا۔ (۲۰) دائیں جانب سے طواف شروع کرنا۔ (۲۱) اگر کوئی عذر نہ ہو تو پیر سے چل کر طواف کرنا۔ (۲۲) باوضو طواف کرنا۔ (۲۳) طواف کرتے وقت ستر کا چھپا ہوا ہونا۔ (۲۴) طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا۔ (اگر نہ پڑھی تو دم واجب نہیں) (۲۵) رمی، قربانی، سر منڈانے میں ترتیب ملحوظ رکھنا۔ (پہلے کنکریاں مارے، پھر (قارن اور متمتع) قربانی کرے، پھر سر منڈایا جائے) (۲۶) طواف رخصت۔ یہ میقات سے باہر رہنے والوں پر واجب ہے، عورت اگر حیض ونفاس کی وجہ سے یہ طواف نہ کر سکے تو اس پر واجب نہیں۔ (۲۷) وقوف عرفہ سے سر منڈانے تک جماع نہ کرنا۔

حج کی سُنّتیں

حج میں ۱۵/ باتیں سُنّت ہیں:

(۱) طواف قدوم (میقات کے باہر سے آنے والا مکہ معظّمہ میں حاضر ہو کر سب سے پہلا جو طواف کرے، اسے طواف قدوم کہتے ہیں۔ طواف قدوم مُفرِد اور قارِن کے لیے مسنون ہے، متمتع کے لیے نہیں) (۲) طواف کا حجر اسود سے شروع کرنا۔ (۳) طواف قدوم

یا طوافِ فرض میں رمل کرنا۔ (۴) صفا و مروہ کے درمیان جو دو میل اخضر ہیں، ان کے درمیان دوڑنا۔ (۵) امام کا مکہ میں ساتویں کو خطبہ پڑھنا۔ (۶) امام کو عرفات میں نویں کو خطبہ پڑھنا۔ (۷) امام کو منٰی میں گیارہویں کو خطبہ پڑھنا۔ (۸) آٹھویں کی فجر کے بعد مکہ سے روانہ ہونا کہ منٰی میں پانچ نمازیں پڑھ لی جائیں۔ (۹) نویں رات منٰی میں گزارنا۔ (۱۰) آفتاب نکلنے کے بعد منٰی سے عرفات کو روانہ ہونا۔ (۱۱) وقوف عرفہ کے لیے غسل کرنا۔ (۱۲) عرفات سے واپسی میں مزدلفہ میں رات کو رہنا۔ (۱۳) آفتاب نکلنے سے پہلے عرفات سے منٰی کو چلا جانا۔ (۱۴) دس اور گیارہ کے بعد جو دونوں راتیں ہیں، ان کو منٰی میں گزارنا اور اگر تیرہویں کو بھی منٰی میں رہا تو بارہویں کے بعد کی رات کو بھی منٰی میں رہے۔ (۱۵) ابطح (وادیٔ محصب) میں اترنا، اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے ہو۔ وغیرہا۔

حج ایک نظر میں

سفر حج کو جانے سے پہلے ان باتوں کا خیال رکھیں ان شاءاللہ خوب ثواب پائیں گے۔

☆ اگر شادی شدہ ہیں تو احرام پہننے سے پہلے احرام کی دونوں چادروں پر اپنی اہلیہ سے عطر لگوالیں۔

☆ ناف کے نیچے کے اور بغل کے بال صاف کرلیں، ناخن تراش لیں، موچھیں بنوالیں۔

☆ سُنّت کے موافق اچھی طرح غسل کرلیں۔

☆ احرام کی ایک چادر نیچے تہبند کی طرح باندھ لیں اور ایک چادر اوپر کے حصے پر اوڑھ لیں۔

☆ پھر گھر میں چار رکعت نفل سر ڈھانک کر پڑھیں اور سفر کی آسانی اور واپسی تک گھر

والوں کی سلامتی کی دعا کریں۔

☆ پھر دو رکعت احرام کی نفل ادا کریں پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پڑھیں کہ سُنّت ہے، یہ دونوں رکعتیں بھی سر ڈھانک کر ادا کریں، سلام پھیرتے ہی چادر سر سے ہٹالیں۔

☆ ہندوستان سے جانے والے زیادہ تر حاجی حج تمتع کرتے ہیں، اگر آپ حج تمتع کا ارادہ رکھتے ہیں تو صرف عمرہ کی نیت کریں اور نیت کے ان الفاظ کو زبان سے بھی دہرالیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ الۡعُمۡرَةَ فَیَسِّرۡھَا لِیۡ وَ تَقَبَّلۡھَا مِنِّیۡ. نَوَیۡتُ الۡعُمۡرَةَ وَ اَحۡرَمۡتُ بِھَا مُخۡلِصًا لِّلّٰہِ تَعَالٰی. لَبَّیۡکَ بِالۡعُمۡرَةِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں، تو اسے میرے لیے آسان فرما اور میری جانب سے اسے قبول فرما۔ میں نے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عمرہ کی نیت کی اور اس کا احرام باندھا۔ اے اللہ! میں حاضر ہوں عمرہ کے لیے۔

☆ نیت کرنے کے بعد مرد حضرات تین مرتبہ بلند آواز سے اور خواتین آہستہ لبیک پڑھیں:

لَبَّیۡکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ. لَبَّیۡکَ لَاشَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ.
اِنَّ الۡحَمۡدَ وَالنِّعۡمَةَ لَکَ وَالۡمُلۡکُ. لَا شَرِیۡکَ لَکَ.

ترجمہ: میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ بے شک تمام تعریفیں، نعمتیں اور ملک تیرے لیے ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

☆ تلبیہ (لبیک) کے بعد ایک بار درود شریف پڑھ کر یہ دعا مانگیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ رِضَاکَ وَالۡجَنَّۃَ وَ اَعُوۡذُ
بِکَ مِنۡ سَخَطِکَ وَ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے تیری رضا اور جنت مانگتا ہوں اور تیری ناراضی اور جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

☆ اب احرام کی ساری پابندیاں شروع ہوگئیں۔

☆ اس دعا کے بعد اپنے ماں باپ بھائی بہن بیوی بچے رشتہ دار استاذ و پیر مومنین ومومنات سب کے لیے مغفرت اور بھلائی کی دعا کریں۔

☆ اب راستے بھر تلاوت، درود شریف، توبہ واستغفار اور تلبیہ کی کثرت کرتے ہوئے چلیں۔

☆ اس بات کا بھرپور خیال رکھیں کہ سفر میں کہیں بھی نماز قضا نہ ہو۔

☆ فضول باتوں سے پرہیز کریں کہ کہیں اس کی وجہ سے آپ حج کی برکتوں سے محروم نہ ہو جائیں۔

☆ اگر کسی کی طرف سے کچھ زیادتی ہو جائے تو اسے معاف کریں۔

☆ اگر آپ نے حج تمتع کی نیت کی ہے تو آپ کو پہلے عمرہ کرنا ہوگا۔

☆ قیام گاہ پر اپنے سامان رکھیں، ہو سکے تو غسل کریں، ورنہ وضو کر کے حرم شریف کی طرف بڑھیں، راستہ بھر تلبیہ (لبیک) بلند آواز سے پڑھتے رہیں، اب مسجد حرام میں داخلہ کے لیے بہتر ہے کہ باب السلام سے داخل ہوں لیکن آج کل یہ دروازہ بند رہتا ہے، لہٰذا جو دروازہ بھی حرم کعبہ میں داخلہ کے لیے آسان ہو اس سے داخل ہوں، بہتر ہے کہ داخل ہوتے وقت نگاہیں نیچی رکھیں مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت داخلہ کی دعا پڑھیں۔

☆ اب حرم شریف میں چند قدم چلتے ہی آپ کی نگاہوں کے سامنے کعبہ معظّمہ ہوگا، کعبہ

شریف پر پہلی نظر پڑتے ہی جو بھی دعا کریں گے، ان شاء اللہ قبول ہوگی۔ بہتر ہے کہ یہ دعا کریں کہ اے اللہ جب بھی جو بھی نیک جائز دعا کروں تو اسے قبول فرما۔

☆ یہیں کھڑے کھڑے تین مرتبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں، پھر تھوڑی دیر دعا کر کے لبیک پڑھتے ہوئے کعبہ شریف کی طرف بڑھیں۔ اب طواف شروع کرنے سے پہلے اپنی چادر کو بغل سے نکال کر کاندھے پر اس طرح ڈالیں کہ سیدھا کاندھا کھلا ہو، اسے ''اضطباع'' کہتے ہیں۔ پھر حجر اسود کے سامنے آئیں اور طواف کی نیت کریں۔

☆ اگر حجر اسود کو بوسہ لینے کا موقع ہے تو سبحان اللہ، ورنہ حجر اسود کے مقابل کھڑے ہو کر اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی کر کے '' بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' پڑھیں اور اپنی انگلیوں کو چوم لیں، طواف کی نیت کرتے ہی لبیک پڑھنا بند کردیں۔

☆ اب طواف شروع کریں، شروع کے تین چکر اپنے کاندھوں کو ہلا ہلا کر پہلوان کی طرح چلیں۔ (اسے رمل کہتے ہیں)

☆ ہر چکر شروع کرنے سے پہلے حجر اسود کے سامنے آکر استلام کریں۔

☆ ساتوں پھیروں میں وہ دعائیں پڑھیں جو آگے طواف کے تفصیلی بیان میں مذکور ہیں۔

☆ طواف بعد استلام کر کے مقام ابراہیم کے مقابل میں جہاں جگہ ملے اپنا کاندھا ڈھانک کر واجب الطّواف دو رکعت نماز ادا کریں۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پڑھیں پھر دعا کریں۔

☆ اب ملتزم پر آکر کعبہ کی دیوار سے لپٹ کر دعا کریں۔

☆ اس کے بعد آب زم زم پینے کے لیے آئیں اور پیٹ بھر کر آب زمزم پیئیں۔

☆ آبِ زمزم پیتے وقت یہ دعا کریں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ رِزْقًا
وَّاسِعًا وَّ شِفَآءً مِّنْ کُلِّ دَآءٍ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والا علم، وسعت والی روزی اور ہر بیماری سے شفا مانگتا ہوں۔

- ☆ آبِ زمزم پینے کے بعد حجر اسود کا استلام کر کے صفا و مروہ کی سعی کے لیے نکلیں۔
- ☆ صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر کعبہ شریف کی طرف رخ کریں اور سعی کی نیت کریں اور تھوڑی دیر دعا کریں۔
- ☆ دعا سے فارغ ہو کر مروہ کی طرف بڑھیں اس دوران درود شریف، توبہ واستغفار وغیرہ کرتے رہیں۔
- ☆ میلین اخضرین (دو سبز نشان) کے درمیان مرد حضرات ہلکے قدم دوڑیں۔
- ☆ سعی کرتے وقت جو دعا کریں گے، ان شاء اللہ قبول ہوگی۔
- ☆ مروہ پہاڑی پر پہنچ کر پھر کعبہ شریف کی طرف رخ کر کے دعا کریں۔
- ☆ صفا سے مروہ ایک ایک پھیرا، پھر مروہ سے صفا تک دوسرا پھیرا ہوگا، اسی طرح سات پھیرے مکمل کریں۔
- ☆ یہ حکم نبوی مسعٰی میں سعی کا ہے، جدید مسعٰی میں سعی جائز نہیں، اس لیے مروہ سے صفا تک سات مرتبہ یا کم از کم چار مرتبہ آنا ہی سعی میں معتبر ہے، اس لیے کہ نجدی حکومت کے تعمیر کردہ نئے مسعٰی میں صفا سے مروہ تک جانے والا راستہ نبوی مسعٰی سے خارج ہے، صرف مروہ سے صفا تک جانے والا راستہ نبوی مسعٰی میں داخل ہے، لہٰذا پورے چودہ چکر لگائیں تا کہ مروہ سے صفا تک سات چکر معتبر ہو جائیں۔ اس صورت میں صفا سے

مروہ تک کے سات چکر کا اعتبار نہ ہوگا۔

☆ آخری پھیرا مکمل کرنے کے بعد جب مروہ پہاڑی پر (جدید مسعٰی میں سعی کرتے وقت صفا پہاڑی پر) پہنچیں تو کعبہ شریف کی طرف رخ کر کے دعا کریں۔

☆ سعی مکمل کرنے کے بعد سر کے بال منڈوائیں یا کتروائیں۔

☆ اب آپ کا عمرہ مکمل ہو گیا اور آپ سے احرام کی پابندیاں ختم ہو گئیں۔ احرام کے کپڑے اتار دیں اور حج کے ایام کا انتظار کریں۔

☆ اس دوران نفل طواف کرتے رہیں۔

☆ حج قران کی جس نے نیت کی ہو اس کو اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ وہ عمرہ کے سارے ارکان ادا کرے گا مگر سعی کے بعد بال نہ کتروا سکتا ہے اور نہ ہی منڈوا سکتا ہے، اس کو سعی کے بعد احرام ہی کی حالت میں رہنا ہے اور اس پر احرام کی ساری پابندیاں ویسی ہی رہیں گی۔

☆ حج قران کرنے والا اگر کوئی جرم کرے تو اس پر دو جرمانے عائد ہوں گے۔

☆ حج اِفراد کی جس نے نیت کی اس کے لیے یہ طواف طوافِ قدوم اور یہ سعی حج کی سعی ہو گی، اس کو طواف زیارت کے بعد سعی نہ کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔

☆ حج تمتع والے ۷؍ذی الحجہ کو ظہر کے بعد اچھی طرح سے سُنّت کے مطابق غسل کر کے احرام باندھیں اور مسجد حرام کی طرف روانہ ہو جائیں۔

☆ مسجد حرام پہنچ کر دو رکعت نفل احرام کی نیت سے سر ڈھانک کر ادا کریں اور سلام پھیرتے ہی چادر سر سے ہٹالیں۔

☆ نماز کے بعد حج کی نیت کر کے فوراً تلبیہ (لبیک) پڑھیں۔

☆ تلبیہ (لبیک) کہتے ہی احرام کی ساری پابندیاں شروع ہوگئیں۔

☆ اب ایک نفل طواف رمل اور اضطباع کے ساتھ کریں۔

☆ طواف کے بعد نماز طواف ادا کریں۔

☆ اگر طواف زیارت کے بعد کی سعی آج کرنا چاہتے ہوں تو آج کرلیں ورنہ طواف زیارت کے بعد بھی کرسکتے ہیں۔صرف احرام باندھ کر منیٰ بھی جاسکتے ہیں۔

☆ اب اپنی قیام گاہ پر آجائیں اور کثرت سے درود شریف، توبہ واستغفار میں مصروف رہیں۔

☆ ٹور والے ساتویں اور آٹھویں ذی الحجہ کی درمیانی رات میں منیٰ لے جاتے ہیں یہ خلاف سُنّت ہے مگر اس پر دم وغیرہ نہیں۔

حج کا پہلا دن (۸/ذی الحجہ)

☆ آج کے دن ظہر، عصر، مغرب، عشا اور نویں کی فجر منیٰ میں ادا کریں۔

حج کا دوسرا دن (۹/ذی الحجہ)

☆ اس دن کو یوم عرفہ کہتے ہیں۔

☆ آج کے دن اشراق کے وقت راستہ بھر تلبیہ اور درود شریف، توبہ واستغفار کرتے ہوئے عرفات کی طرف روانہ ہوجائیں۔

☆ اگر زوال سے پہلے پہنچ جائیں تو غسل کرلیں کہ سُنّت موکدہ ہے اور تاخیر سے پہنچیں تو اچھی طرح وضو کرکے ظہر کی نماز ادا کرلیں۔

☆ اب عرفات کا وقوف کریں۔

☆ کھلے آسمان کے نیچے خوب دعا کریں۔

☆ میدان عرفات میں ظہر، ظہر کے وقت میں اور عصر، عصر کے وقت میں اپنے اپنے خیموں میں سُنی ائمہ کی اقتدا میں با جماعت ادا کریں۔

☆ غروب آفتاب کے تھوڑی دیر بعد بغیر مغرب کی نماز ادا کیے تلبیہ کہتے ہوئے، درود شریف پڑھتے ہوئے اور دعائیں کرتے ہوئے عرفات سے مزدلفہ کو روانہ ہو جائیں۔

☆ مزدلفہ پہنچ کر مغرب وعشا جماعت سے اس طرح ادا کریں کہ پہلے مغرب کی اقامت کہی جائے، مغرب کی جماعت کے فوراً بعد عشا کی اقامت کہی جائے اور عشا کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔ پھر مغرب کی سُنّت ونفل اور اس کے بعد عشا کی سُنّت ونفل اور وتر ادا کی جائے۔

☆ یہ رات حاجیوں کے لیے شب قدر سے بھی افضل ہے، لہٰذا اس رات جہاں تک ہو سکے آرام کم کریں اور جس قدر ممکن ہو عبادت میں یہ رات گزاریں۔

☆ فجر کی نماز کے لیے جلد بیدار ہو کر اول وقت میں فجر کی نماز جماعت سے ادا کریں۔

☆ فجر کی نماز کے بعد وقوف مزدلفہ کریں۔

☆ اس رات حقوق العباد سے متعلق جو بھی کوتاہی ہوئی ہو اس کی معافی چاہیں۔

☆ طلوع آفتاب سے دس پندرہ منٹ پہلے ۷۰ رکنکریاں چن لیں اور منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں۔

حج کا تیسرا دن (۱۰/ذی الحجہ)

☆ آج کے دن منٰی پہنچ کر سب سے پہلے جمرہ عقبٰی (بڑے شیطان) کی رمی کریں اور رمی سے پہلے تلبیہ پڑھنا بند کردیں۔

☆ اب قربانی کریں اور مرد اپنے سر کے بال منڈوائیں یا کتروائیں اور عورتیں انگلیوں کے پور کے برابر سر کے بال کتر کر احرام کھول دیں۔

☆ اب احرام کی ساری پابندیاں ختم ہوگئیں، مگر بیوی طوافِ زیارت کے بعد حلال ہوگی۔ اب مرد سلے کپڑے بھی پہن سکتے ہیں۔

☆ سُنّت کے مطابق غسل کر کے، سلے کپڑے پہن کر باوضو مکہ مکرمہ پہنچیں اور طواف زیارت کریں۔

☆ طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پاس یا جہاں جگہ ملے دو رکعت نفل واجب الطّواف ادا کریں۔

☆ ملتزم پر آکر دعا مانگیں اور آب زم زم نوش کریں۔

☆ طواف زیارت کے بعد کی سعی اگر آپ نے پہلے نہ کی ہو تو اب کرلیں۔

☆ طوافِ زیارت کے بعد احرام کی تمام پابندیاں ختم ہوگئیں۔

☆ اب منٰی پہنچ کر رات وہیں گزاریں۔

حج کا چوتھا دن (۱۱/ذی الحجہ)

☆ آج کے دن زوال کے بعد سے رمی جمرات کا وقت شروع ہوتا ہے۔

☆ آج کے دن تینوں جمرات کی رمی کریں یعنی ہر جمرہ پر سات سات کنکریاں ماریں۔ پہلے اور دوسرے جمرے پر کنکری مار کر دعا کے لیے کنارے پر رکیں اور آخری جمرہ پر کنکری مار کر دعا کے لیے وہاں نہ ٹھہریں، بلکہ دعا کرتے ہوئے واپس منیٰ کی طرف پلٹیں۔

☆ اگر کسی نے ۱۰؍ ذی الحجہ کو طواف زیارت نہیں کیا تو آج (۱۱؍ ذی الحجہ کو) بھی کر سکتا ہے۔

حج کا پانچواں دن (۱۲؍ ذی الحجہ)

☆ آج بھی کل کی طرح نماز ظہر کے بعد ترتیب وار پہلے جمرۂ اولیٰ (چھوٹے شیطان)، پھر جمرۂ وسطیٰ (منجھلے شیطان)، پھر جمرۂ عقبیٰ (بڑے شیطان) کی رمی کرنی ہے، یعنی تینوں جمروں پر سات سات کنکریاں مارنی ہیں۔ پہلے دو جمرات پر رمی کر کے کنارے پر دعا کرنی ہے اور آخری جمرے کی رمی کر کے دعا کرتے ہوئے چاہیں تو مکہ شریف یا پھر منیٰ آسکتے ہیں۔

☆ آج غروب آفتاب سے پہلے منٰی سے مکہ مکرمہ جانے کا اختیار ہے اور غروب کے بعد جانا مکروہ ہے۔

☆ اگر کوئی ۱۳؍ تاریخ کی صبح صادق تک منٰی میں رکا رہا تو اس دن کی رمی بھی واجب ہو جائے گی، اب رمی کیے بغیر جانا جائز نہیں، اگر رمی نہ کی تو دم لازم ہوگا۔ یہ رمی بھی زوال کے بعد ہی ہوگی۔

☆ مبارک ہو آج آپ کا حج مکمل ہو گیا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

☆ اب صرف حدود میقات سے باہر رہنے والوں کو مکہ شریف چھوڑنے سے پہلے طواف وداع کرنا ہے۔

☆ جب تک مکہ میں قیام رہے زیادہ سے زیادہ طواف کریں، اس کے علاوہ تلاوت کرتے رہیں اور نوافل وغیرہ پڑھتے رہیں۔

☆ طوافِ زیارت کرنے کے بعد حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں حاضری کے لیے روانہ ہوں۔

☆ اس دربار میں حاضری کا طریقہ اور حاضری کے آداب سنی دعوتِ اسلامی کی شائع کردہ کتاب ''آدابِ مدینہ'' میں بغور ملاحظہ فرمالیں۔

حج کی قسمیں

حج کی تین قسمیں ہیں۔(۱) قران (۲) تمتع (۳) اِفراد۔ سب سے افضل قران ہے، پھر تمتع، پھر افراد۔

حجِ قران

حج قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھے۔ اگر پہلے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور طواف کے چار پھیرے مکمل کرنے سے پہلے حج کو بھی شامل کرلیا یا پہلے حج کا احرام باندھا تھا اس کے ساتھ عمرہ بھی شامل کرلیا، خواہ طوافِ قدوم سے پہلے کیا ہو یا بعد میں، حج قران ہوگا، لیکن حج وعمرہ کا احرام ایک ساتھ نہ باندھتے ہوئے اگر پہلے حج کا احرام باندھا پھر طواف قدوم سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا تو خلافِ سُنّت ہوا، اگر طوافِ قدوم کے بعد عمرہ کا احرام باندھا تو واجب ہے کہ عمرہ توڑ دے اور دَم دے، پھر بعد میں عمرہ کی قضا کرے، اگر عمرہ نہ توڑا تب بھی دَم دینا واجب ہوگا۔

قران میں واجب ہے کہ پہلے سات پھیرے طواف کرے اوران میں پہلے تین پھیروں میں رَمَل سُنّت ہے، پھر سعی کرے۔اب قران کا ایک جز یعنی عمرہ پورا ہو گیا، مگر ابھی حلْق نہیں کرسکتا۔اگر حلْق کربھی لیا تب بھی احرام سے باہر نہ ہوگا اوراس کے جرمانہ میں دو دم دینے پڑیں گے۔قارن پر دسویں کی رمی کے بعد قربانی واجب ہے۔یہ قربانی اس بات کا شکریہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کو دو عبادتوں کی توفیق بخشی۔

اس قربانی کا حرم کے اندر ہونا ضروری ہے، بہتر یہ ہے کہ منٰی میں ہواوراس کا وقت دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع ہونے سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے، مگر یہ ضروری ہے کہ رَمی کے بعد ہو، رَمی سے پہلے کرے گا تو دَم لازم آئے گا۔اگر بارہویں تک نہ کیا تو ساقط نہ ہوگی، بلکہ جب تک زندہ رہے گا اس پر قربانی واجب رہے گی۔

قارِن کے پاس اگر اتنا پیسہ نہیں کہ قربانی کا جانور خرید سکے، نہ ہی کوئی ایسی چیز ہے جس کو بیچ کر اتنا پیسہ حاصل کرسکے تو دس روزے رکھے، تین ایام حج میں احرام باندھنے کے بعد اور باقی سات حج کا زمانہ گزرنے کے بعد۔اگر تین روزے نویں ذی الحجہ سے پہلے نہ رکھے تو بعد میں رکھنا کافی نہیں، بلکہ دَم واجب ہوگا، مگر ان سات روزوں میں اختیار ہے، چاہے تو وہیں رکھے اور چاہے تو گھر لوٹنے کے بعد رکھے۔

حجِ تمتُّع

حج تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینے میں پہلے عمرہ کا احرام باندھے، عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھولے، پھر حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرے۔

حج تمتع کے لیے دس چیزیں شرط ہیں۔(۱) حج کے مہینوں میں پورا طواف کرنا یا کم

از کم چار پھیرے۔(۲) عمرہ کا احرام حج کے احرام سے پہلے ہونا۔(۳) حج کے احرام سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اکثر حصہ کر لینا۔(۴) عمرہ فاسد نہ کیا ہو۔(۵) حج فاسد نہ کیا ہو۔(۶) عمرہ کے بعد احرام کھول کو وطن کو نہ لوٹا ہو۔(۷) حج اور عمرہ دونوں ایک ہی سال میں ہوں۔(۸) مکۂ مکرمہ میں ہمیشہ کے لیے ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو۔(۹) مکۂ معظّمہ میں حج کا مہینہ آجائے تو بے احرام نہ ہو اور نہ ہی ایسا ہو کہ احرام تو ہے مگر طواف کے چار پھیرے حج کے مہینے سے پہلے کر چکا ہے۔(۱۰) میقات سے باہر رہنے والا ہو، مکہ میں رہنے والا حج تمتع نہیں کر سکتا ہے۔ تمتع کے لیے یہ ضروری نہیں کہ حج و عمرہ دونوں ایک ہی کی طرف سے ہوں، بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک اپنی طرف سے ہو اور دوسرا کسی اور کی جانب سے، یا حج و عمرہ دونوں الگ الگ لوگوں کی جانب سے ہوں اور دونوں نے اسے تمتع کی اجازت دی ہو۔ ہاں اگر متمتع قربانی کرنے پر قادر نہیں تو روزے اسے خود رکھنے ہوں گے۔

حج اِفراد

حج افراد تنہا حج کرنے کو کہتے ہیں، یعنی حج کے مہینوں میں حج کے ساتھ عمرہ نہ ملایا جائے۔ اگر حج کے مہینوں سے پہلے یا بعد میں عمرہ کیا، پھر حج کیا تب بھی اس حج کو حج افراد ہی کہیں گے۔

حج کا وقت

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ

وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ. (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۹۷)

ترجمہ: حج کے کئی مہینے ہیں جانے ہوئے۔ تو جو اِن میں حج کی نیت کرے تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو، نہ کوئی گناہ، نہ کسی سے جھگڑا۔

حج کا وقت شوال سے دسویں ذی الحجہ تک ہے، اس سے پہلے حج کے افعال ادا نہیں ہو سکتے، حتی کہ اس سے پہلے حج کا احرام باندھنا بھی مکروہ ہے۔

حج اِفراد کا اجمالی خاکہ

(۱)	(۲)	(۳)	(۴)
حج کا احرام	طوافِ قدوم	وقوفِ عرفات	وقوفِ مزدلفہ
شرط	سُنّت	فرض	واجب
(۵)	(۶)	(۷)	(۸)
رمی جمرۂ عقبٰی	قربانی	حلق یا تقصیر	طوافِ زیارت
واجب	مستحب	واجب	فرض
(۹)	(۱۰)	(۱۱)	
سعی	رمیِ جمرات	طوافِ وداع	
واجب	واجب	واجب	

حج قران کا اجمالی خاکہ

(۱)	(۲)	(۳)	(۴)
احرامِ حج وعمرہ شرط	طواف فرض	سعیِ عمرہ واجب	طوافِ قدوم سُنّت
(۵) سعی واجب	(۶) وقوفِ عرفات فرض	(۷) وقوفِ مزدلفہ واجب	(۸) رمی جمرۂ عقبٰی واجب
(۹) قربانی واجب	(۱۰) حَلْق یا تقصیر واجب	(۱۱) طوافِ زیارت فرض	(۱۲) رمیِ جمار واجب
(۱۳) طوافِ وداع واجب			

حج تمتع کا اجمالی خاکہ

(۱)	(۲)	(۳)	(۴)
اِحرامِ عمرہ شرط	طواف فرض	سعیِ عمرہ واجب	حَلْق یا تقصیر واجب
(۵) احرامِ حج (۸ ذی الحجہ) شرط	(۶) وقوفِ عرفات فرض	(۷) وقوفِ مزدلفہ واجب	(۸) رمی جمرۂ عقبیٰ واجب
(۹) قربانی واجب	(۱۰) حَلْق یا تقصیر واجب	(۱۱) طوافِ زیارت فرض	(۱۲) سعی واجب
(۱۳) رمیِ جمار واجب	(۱۴) طوافِ وداع واجب		

حج تمتع کا تفصیلی خاکہ

ہندوستان سے جانے والے اکثر حاجی عام طور پر حج تمتع کرتے ہیں، اس لیے یہاں پر حج تمتع کا (گھر سے نکلنے سے لے کر حج ختم ہونے تک کا) اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے:

(۱)	(۲)
احرام کا کپڑا پہن کر گھر سے روانگی	ایئرپورٹ کے اندر یا گھر پر دو رکعت نماز اور عمرہ کے احرام کی نیت
(۳)	(۴)
کعبہ کا طواف، مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز اور آب زمزم پینا	سعی کرنا، اس کے بعد حَلْق یا تقصیر کرنا اور احرام کھول دینا
(۵)	(۶)
۸/ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر منٰی جانا اور وہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نماز ادا کرنا	۹/ ذی الحجہ کو مقامِ عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھنا اور وقوفِ عرفات کرنا
(۷)	(۸)
۹/ ذی الحجہ کو غروبِ آفتاب کے بعد مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشا ایک ساتھ پڑھنا، رات میں مزدلفہ میں قیام اور طلوعِ آفتاب سے کچھ پہلے وقوفِ مزدلفہ کرنا	۱۰/ ذی الحجہ کو مزدلفہ سے منٰی میں آنا اور جمرۃ العقبٰی پر کنکریاں مارنا، قربانی کرنا اور حَلْق یا تقصیر کرنا

(۱۰)	(۹)
۱۱/۱۲/۱۳ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام کرنا اوران تینوں دنوں میں جمرات پر کنکریاں مار کر مکہ مکرمہ روانہ ہونا	۱۰ ذی الحجہ کو حلق یا تقصیر کے بعد مکہ شریف میں جا کر طوافِ زیارت کرنا اور پھر منیٰ واپس آنا
(۱۲)	(۱۱)
خاص زیارت کی نیت سے مدینہ شریف روانہ ہونا (اگر حج سے پہلے حاضری نہ دی ہو)	۱۴ ذی الحجہ کو یا جب بھی رخصت ہونے کا ارادہ ہو، طوافِ وداع کرنا

سفرِ حج سے پہلے

☆ حج دینِ اسلام کا ایک اہم رکن ہے، لہٰذا اس کی ادائیگی خالص اللہ عزوجل کی رضا جوئی کے لیے ہونی چاہیے، ریاکاری اور نام ونمود سے پاک ہونا چاہیے۔

☆ نفل حج کے لیے روانگی سے پہلے اپنے والدین سے اجازت لینا ضروری ہے۔ اگر ان کو آپ کی خدمت کی ضرورت ہے تو ان کی خدمت کو مقدم رکھا جائے۔ فرض حج کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، اگر منع کریں تو رکنا بھی ضروری نہیں۔

☆ قرض، امانتیں اور ان کے علاوہ بندوں کے جو حقوق آپ کے ذمے ہیں، ان کو ادا کریں یا پھر حق دار سے معافی مانگ لیں۔

☆ نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ حقوق اللہ میں اگر کوتاہی ہوئی ہو تو ان کو ادا کیا جائے یا ان کو ادا کرنے کا پختہ ارادہ کیا جائے۔

☆ جو گناہ پہلے کر چکا ہے، ان سے توبہ کر کے آئندہ گناہوں سے پرہیز کرنے کا عہد کیا جائے۔

☆ حج کے تمام اخراجات حلال اور جائز مال سے لیے جائیں۔

☆ اہل و عیال کے لیے حج سے واپسی تک کی ضرورت کی تمام چیزوں کا انتظام کر دیا جائے۔

☆ روانگی سے پہلے اپنے عزیز و اقارب، دوست و احباب سے ملیں اور ان سے اپنی غلطیوں اور دل آزاریوں کو معاف کرالیں۔

☆ اپنی وسعت کے مطابق صدقہ و خیرات کریں۔

☆ حج کی ادائیگی کا طریقہ، حج کے فرائض و واجبات، آداب اور مستحبات اچھی طرح سیکھ لیں، تاکہ حج صحیح طور پر ادا ہو۔

☆ حج کے مفسدات، محرمات اور مکروہات بھی اچھی طرح سیکھیں۔

مقبول اور مردود حج کی علامتیں

حج کے قبول ہونے کی تین علامتیں ہیں۔(۱) حج کے بعد ہمیشہ کے لیے نرم دل ہو جانا۔(۲) گناہوں سے نفرت ہو جانا۔(۳) نیک اعمال کی طرف رغبت ہو جانا۔ حج کے غیر مقبول (مردود) ہونے کی بھی تین علامتیں ہیں۔(۱) سخت دل ہو جانا۔(۲) گناہوں کی طرف مائل ہونا۔(۳) نیکیوں سے نفرت ہو جانا۔(تفسیر نعیمی، ۲/ ۲۸۷)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

(ترجمہ) بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حج مقبول کی پہچان یہ ہے کہ حاجی پہلے سے اچھا

ہو کر واپس ہو اور آخرت کی رغبت رکھے اور دنیا والوں سے بچے اور گناہوں میں دوبارہ ملوث نہ ہو۔ (اشعۃ اللمعات: ۲/۳۰۲)

لٰہذا ہر حاجی کو چاہیے کہ وہ اپنے حالات کا جائزہ لے۔ اگر وہ پہلے سے اچھا نہ ہوا، نماز نہ پڑھے، زکوٰۃ اور دیگر فرائض اور نیک اعمال کی طرف راغب نہ ہو، بلکہ اس کے دل میں نیکیوں سے نفرت پیدا ہوگئی اور گناہوں کی طرف اس کا رجحان ہونے لگا تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا حج قبول نہ ہوا۔

ہم نے حج کے چند بنیادی مسائل کا تذکرہ کیا ہے، تفصیل کے لیے ادارۂ معارفِ اسلامی کی شائع کردہ کتاب ''حج کیسے کریں؟'' نیز ''بہار شریعت'' جلد اول حصۂ ششم کا مطالعہ کریں۔

عمرے کا بیان

عمرہ سنت ہے اور اس کی ادائیگی باعثِ ثواب ہے، اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے بلکہ زندگی میں جب بھی موقع ملے عمرہ کرنا چاہیے البتہ ماہِ رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی زیادہ فضیلت ہے اس لیے کہ اس مہینے میں نیکیوں کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔

☆ عمرہ کا لغوی معنی ''زیارت کرنا'' ہے اور شرعی معنی یہ ہے کہ میقات سے احرام باندھ کر خانۂ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی جائے۔

☆ شرطِ عمرہ فقط نیتِ احرام ہے۔یعنی دل میں عمرے کا احرام باندھنے کی نیت کی جائے اور زبان سے یہ الفاظ دہرائے جائیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ الۡعُمۡرَةَ فَیَسِّرۡهَا لِیۡ وَ تَقَبَّلۡهَا مِنِّیۡ
وَاَعِنِّیۡ عَلَیۡهَا وَ بَارِکۡ لِیۡ فِیۡهَا وَ نَوَیۡتُ الۡعُمۡرَةَ
وَ اَحۡرَمۡتُ بِهَا مُخۡلِصًا لِّلّٰهِ تَعَالٰی.

ترجمہ: اے اللہ میں عمرہ کرنا چاہتا ہوں، تو میرے لیے اسے آسان فرما، میری جانب سے اسے قبول فرما، اس پر میری مدد فرما اور اس میں میرے لیے برکت عطا فرما۔

☆ رکنِ عمرہ صرف طواف ہے۔

☆ واجباتِ عمرہ سعی وحلق ہیں۔

عمرے کا اجمالی خاکہ

(۱)	(۲)	(۳)	(۴)
عمرہ کا احرام	طواف	سعی	حلق یا تقصیر
شرط	فرض	واجب	واجب

چند اہم مسائل

☆ عمرہ کا وقت پوری زندگی ہے، اس لیے عمرہ کبھی فوت نہیں ہوتا۔

☆ ۹/ذی الحجہ سے ۱۳/ذی الحجہ تک عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

☆ عمرہ میں نہ طوافِ قدوم ہے، نہ طوافِ وداع۔ اسی طرح نہ وقوف عرفہ ومزدلفہ ہے اور نہ ہی رمی اور قربانی۔

☆ عمرہ میں طواف شروع کرنے سے پہلے تلبیہ (لبیک) بند کرنے کا حکم ہے۔

☆ زیادہ سے زیادہ عمرہ کرنا مستحب ہے، خاص کر رمضان شریف میں عمرہ کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

☆ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران اگر اپنی طرف سے یا دوسروں کی طرف سے بار بار عمرہ کرنے کا ارادہ ہو، تو چاہیے کہ تنعیم یا جعرانہ جا کر عمرہ کا احرام باندھیں اور پھر عمرہ کریں۔

☆ عمرہ اگر فاسد ہو جائے یا ناپاکی کی حالت میں طواف کیا جائے تو عمرہ میں بہ طور دم فقط بکری کا ذبح کرنا ضروری ہے، پورے اونٹ یا پوری گائے کو ذبح کرنا ضروری نہیں۔

عمرہ کا مختصر طریقہ

عمرہ کا طریقہ یہ ہے کہ عمرہ کے لیے احرام کے کپڑے پہن کر سر پر چادر رکھ کر دو رکعت نماز پڑھیں، سلام پھیرتے ہی چادر سر سے ہٹا دیں اور احرام کی نیت کریں، نیت کے الفاظ (اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ الۡعُمۡرَۃَ فَیَسِّرۡھَا لِیۡ وَ تَقَبَّلۡھَا مِنِّیۡ. وَاَعِنِّیۡ عَلَیۡھَا وَ بَارِکۡ لِیۡ فِیۡھَا وَ نَوَیۡتُ الۡعُمۡرَۃَ وَ اَحۡرَمۡتُ بِھَا مُخۡلِصًا لِّلّٰہِ تَعَالٰی) زبان سے دہرائیں اور تلبیہ کہیں۔تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں(لَبَّیۡکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ. لَبَّیۡکَ لَاشَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ. اِنَّ الۡحَمۡدَ وَالنِّعۡمَۃَ لَکَ وَالۡمُلۡکَ لَاشَرِیۡکَ لَکَ) تلبیہ کہتے ہی احرام کی ساری پابندیاں شروع ہو جائیں گی۔

دعائیں پڑھتے ہوئے، تلبیہ کہتے ہوئے، باب السلام سے مسجد حرام میں داخل ہوں، اضطباع کریں، حجر اسود کے پاس آ کر اس کا استلام کریں اور تلبیہ کہنا بند کر دیں۔اب طواف شروع کریں اور دعائیں پڑھتے ہوئے، حجر اسود کا استلام کرتے ہوئے طواف کے سات پھیرے مکمل کریں، شروع کے تین پھیروں میں رَمَل بھی کریں۔طواف کے بعد مقام ابراہیم پر یا جہاں کہیں جگہ ملے دو رکعت واجب الطّواف پڑھیں، ملتزم پر حاضری دیں اور آب زمزم پیئیں، ہر مقام پر مخصوص دعائیں پڑھتے رہیں۔اب حجر اسود کا استلام کرنے کے بعد سعی کے لیے مروہ پہاڑی پر آ جائیں (یہ جدید مسعٰی کے اعتبار سے ہے، قدیم مسعٰی میں صفا سے سعی شروع کرنے کا حکم تھا۔اس کی مزید تفصیل صفحہ نمبر ۹۳ پر ملاحظہ فرمائیں) اور مروہ سے صفا کے درمیان سعی کے سات پھیرے لگائیں۔جدید مسعٰی میں Extansion کی وجہ سے بہتر ہے کہ Basemant میں سعی کریں وہ مسعٰی بالکل صحیح ہے۔

☆ سعی کے بعد حلق یا تقصیر کرا کے احرام کھول دیں اور مسجد حرام میں آ کر دو رکعت نفل ادا کریں۔

بچوں کے عمرے کے مسائل

☆ ناسمجھ بچے نے خود احرام باندھا یا افعال عمرہ ادا کیے تو عمرہ نہ ہوا، بلکہ اس کا ولی اس کی طرف سے بجالائے، مگر طواف کے بعد کی دو رکعتیں بچے کی طرف سے ولی نہ پڑھے گا۔ اس کے ساتھ باپ اور بھائی دونوں ہوں، تو باپ عمرہ کی ادائیگی کرے۔

☆ سمجھ دار بچہ خود افعال عمرہ ادا کرے، اگر بعض باتیں چھوڑے تو اس پر کفارہ وغیرہ لازم نہیں۔

☆ ناسمجھ بچہ کی طرف سے اس کے ولی نے احرام باندھا اور بچے نے کوئی ممنوع کام کیا تو باپ پر بھی کچھ لازم نہیں۔

☆ بچے کی طرف سے احرام باندھیں تو اس کے سلے ہوئے کپڑے اتار کر اس کو چادر اور تہبند پہنائیں اور ان تمام باتوں سے بچائیں جو مُحرِم کے لیے ناجائز ہیں۔

☆ نابالغ بچے نے عمرہ فاسد کر دیا تو قضا واجب نہیں، اگرچہ سمجھ دار ہو۔

سفرِ عمرہ سے پہلے

☆ عمرہ بھی ایک اہم عبادت ہے، لہٰذا اس کی ادائیگی خالص اللہ عزوجل کی رضا جوئی کے لیے ہونی چاہیے، ریاکاری اور نام ونمود سے پاک ہونا چاہیے۔

☆ عمرہ کے لیے روانگی سے پہلے اپنے والدین سے اجازت لینا ضروری ہے۔ اگر ان کو

آپ کی خدمت کی ضرورت ہے تو ان کی خدمت کو مقدم رکھا جائے۔

☆ قرض، امانتیں اور ان کے علاوہ بندوں کے جو حقوق آپ کے ذمے ہیں، ان کو ادا کریں یا پھر حق دار سے معافی مانگ لیں۔

☆ نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ حقوق اللہ میں اگر کوتاہی ہوئی ہو تو ان کو ادا کیا جائے یا ان کو ادا کرنے کا پختہ ارادہ کیا جائے۔

☆ جو گناہ پہلے ہو چکے ہیں، ان سے توبہ کرکے آئندہ گناہوں سے پرہیز کرنے کا عہد کیا جائے۔

☆ عمرہ کے تمام اخراجات حلال اور جائز مال سے لیے جائیں۔

☆ اہل وعیال کے لیے عمرہ سے واپسی تک کی ضرورت کی تمام چیزوں کا انتظام کر دیا جائے۔

☆ روانگی سے پہلے اپنے عزیز و اقارب، دوست و احباب سے ملیں اور ان سے اپنی غلطیوں اور دل آزاریوں کو معاف کرالیں۔

☆ اپنی وسعت کے مطابق صدقہ وخیرات کریں۔

☆ عمرہ کی ادائیگی کا طریقہ، شرط، فرض، واجبات، سنن، آداب و مستحبات اچھی طرح سیکھ لیں، تاکہ عمرہ صحیح طور پر ادا ہو۔

☆ عمرہ کے مفسدات، محرمات اور مکروہات بھی اچھی طرح سیکھیں۔

ہم نے عمرہ کے چند بنیادی مسائل کا تذکرہ کیا ہے، تفصیل کے لیے ادارۂ معارفِ اسلامی کی شائع کردہ کتاب ''طریقۂ عمرہ وآدابِ مدینہ'' (برائے مرد حضرات و برائے خواتین) نیز ''بہارِ شریعت'' جلد اول حصۂ ششم کا مطالعہ کریں۔

ساتواں باب

نکاح اور طلاق کا بیان

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جس وقت نکاح کرے اس وقت اس کا علم بھی فرض ہو جاتا ہے مثلاً یہ جاننا کہ خاوند پر بیوی کا کیا حق ہے اور حالتِ حیض میں جماع کرنا درست نہیں اور حیض کے بعد غسل کرنے تک جماع نہ کرنا چاہیے اور اس کے سوا جو چیزیں نکاح سے تعلق رکھتی ہوں ان سب کا علم فرض ہو جاتا ہے۔ (کیمیاے سعادت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے (سیکھنا فرضِ عین ہے۔)

(فتاویٰ رضویہ)

نکاح اُس عقد کو کہتے ہیں جو شریعت نے اِس لیے مقرر کیا ہے کہ مرد کو عورت سے جماع وغیرہ حلال ہو جائے۔

☆ مرد کا عورت سے اور عورت کا مرد سے نکاح ہو سکتا ہے، (اس زمانے میں اس کے علاوہ جو صورتیں رواج پکڑ لی ہیں مثلاً مرد کا مرد سے، عورت کا عورت سے، یہ شرعًا درست نہیں یہاں تک کہ) مرد کا پَری سے یا عورت کا جِن سے بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔

☆ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ بَن مانُس آدمی کی شکل کا ایک جانور ہوتا ہے اگر واقعی ہے تو اُس سے بھی نکاح نہیں ہوسکتا کہ وہ انسان نہیں جیسے پانی کا انسان جو دیکھنے میں بالکل انسان معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ انسان نہیں۔

اس باب میں پیش کردہ سارے مسائل ''بہارِ شریعت'' جلد دوم، حصہ ہفتم وہشتم سے تلخیص وتسہیل کے ساتھ ماخوذ ہیں۔

ہم نے اس باب میں کئی ایسے مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے کہ فرضِ عین علوم سے تو ان کا تعلق نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض کی تحصیل واجب اور بعض کی مندوب ومستحب ہے۔

نکاح کے احکام

☆ اِعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو اور نہ ہی عِنِّین (نامرد) ہو اور مَہر ونفقہ (یعنی کپڑے اور کھانے پینے وغیرہ کے اخراجات) پر قدرت بھی ہو تو نکاح سُنّتِ مؤکّدہ ہے کہ نکاح نہ کرنے پر ضِد کرنا گناہ ہے۔ اگر حرام کام سے بچنا یا اتباعِ سُنّت، شرعی حکم کی تعمیل یا اولاد حاصل کرنا مقصود ہے تو ثواب بھی پائے گا۔ اگر محض لذّت حاصل کرنا یا شہوت پوری کرنا مقصود ہو تو ثواب نہیں پائے گا۔

☆ شہوت کا غلبہ ہے کہ نکاح نہیں کرے گا تو (معاذ اللہ) زنا کاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اور مہر ونفقے کی قدرت رکھتا ہو تو نکاح واجب ہے۔

☆ اگر اجنبی عورت کی طرف نگاہ اُٹھنے سے روک نہیں سکتا یا اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ (معاذ اللہ) ہاتھ سے کام لینا پڑے گا یعنی مُشت زَنی کر بیٹھے گا تو نکاح واجب ہے۔

☆ یہ یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے میں زنا واقع ہو جائے گا تو فرض ہے کہ نکاح کرے۔

☆ اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان ونفقہ نہیں دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں ان کو پورا نہیں کر سکے گا تو مکروہ ہے اور ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام مگر نکاح بہرحال ہو جائے گا۔

☆ نکاح اور اُس کے حقوق ادا کرنے میں اور اولاد کی تربیت میں مشغول رہنا نوافل میں مشغول رہنے سے بہتر ہے۔

نکاح کے مستحبّات

☆ نکاح میں یہ باتیں مستحَب ہیں:

(۱) علانیہ ہونا۔ (۲) نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا، خطبہ کوئی بھی پڑھا جا سکتا ہے لیکن ان الفاظ میں بہتر ہے جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ (۳) مسجد میں ہونا۔ (۴) جمعہ کے دن ہو۔ (۵) عادل گواہوں کے سامنے ہو۔ (۶-۷) عورت عمر، حسب ونسب، مال اور عزّت میں مرد سے کم ہو اور چال چلن، اخلاق، تقویٰ اور خوبصورتی میں زیادہ ہو۔ (۸) جس سے نکاح کرنا ہو اسے کسی معتبر عورت کو بھیج کر دکھوا لینا۔ (۹) کنواری عورت سے اور جس عورت سے اولاد زیادہ ہونے کی امید ہو اس سے نکاح کرنا۔

☆ حدیث پاک میں ہے: جو کسی عورت سے اس کی عزت کے سبب نکاح کرے اللہ تعالیٰ اس کی ذِلّت میں زیادتی کرے گا، جو کسی عورت سے اُس کے مال کے سبب نکاح کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کی محتاجی ہی بڑھائے گا، جو اُس کے حسب ونسب کے سبب نکاح کرے گا اُس کے کمینہ پن میں زیادتی فرمائے گا اور جو اس لیے نکاح کرے کہ اِدھر اُدھر نگاہ نہ اُٹھے اور پاکدامنی حاصل ہو یا صلہ رحم کرے تو اللہ تعالیٰ اس مرد کے لیے اُس عورت میں برکت دے گا اور عورت کے لیے مرد میں۔

☆ جس سے نکاح کرنا ہو اُسے دیکھنے کے لیے کسی معتبر عورت کو بھیجے۔ اس زمانے میں جو یہ رواج ہے کہ ماں، بہنیں اور خاندان کی دوسری عورتیں لڑکی کو دیکھنے کے لیے جاتی ہیں یہ درست ہے لیکن ان عورتوں کو چاہیے کہ محض ظاہری خوبیوں پر نظر نہ کرتے ہوئے شریعت نے لڑکی میں جن خوبیوں کے دیکھنے کا حکم دیا ہے وہ دیکھیں یعنی اس کی عادت

واطوار، سلیقہ مندی، دینداری وغیرہ۔

☆ کنواری عورت سے اور جس سے اولاد زیادہ ہونے کی اُمید ہو نکاح کرنا بہتر ہے۔عمر رسیدہ، بداخلاق اور زانیہ سے نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔

☆ عورت کو چاہیے کہ دین دار، اچھے اخلاق والے، مال دار اور سخی مرد سے نکاح کرے، فاسِق بدکار سے نہ کرے۔

☆ باپ کو چاہیے کہ اپنی جوان لڑکی کا بوڑھے سے نکاح نہ کرے۔

☆ یہ باتیں نکاح میں مستحب ہیں، اگر ان کے خلاف نکاح ہوا تب بھی ہو جائے گا۔

ایجاب وقبول کی صورتیں

ایجاب وقبول یعنی مثلاً ایک کہے میں نے اپنے آپ کو تیری زوجیت میں دیا۔ دوسرا کہے میں نے قبول کیا، یہ نکاح کے رکن ہیں۔ پہلے جو کہے وہ ایجاب ہے اور اُس کے جواب میں دوسرے کے الفاظ کو قبول کہتے ہیں۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ عورت کی طرف سے ایجاب ہو اور مرد کی طرف سے قبول بلکہ اِس کا اُلٹا بھی ہوسکتا ہے۔

☆ ایجاب وقبول میں ماضی کا لفظ (یعنی ایسا لفظ جس میں گزرے ہوئے زمانے کا معنی پایا جائے) ہونا ضروری ہے، مثلاً اس طرح کہے کہ میں نے اپنا یا اپنی لڑکی یا اپنی مؤکِلہ (جس نے نکاح کا وکیل بنایا) کا تجھ سے نکاح کیا یا تیرے نکاح میں دیا، وہ کہے: میں نے اپنے لیے یا اپنے بیٹے یا مؤکِّل (وکیل بنانے والے) کے لیے قبول کیا۔

☆ یہ بھی درست ہے کہ ایک طرف سے امر کا صیغہ ہو (یعنی ایسا لفظ جس میں حکم کا معنٰی پایا جائے) اور دوسری طرف سے ماضی کا، مثلاً اس طرح کہے کہ تو مجھ سے اپنا نکاح کر

دے یا تو میری عورت ہو جا، اُس نے کہا میں نے قبول کیا یا اپنے آپ کو تیری زوجیت میں دیا تب بھی نکاح ہو جائے گا۔

☆ اگر ایک طرف سے حال کا صیغہ ہو (جس میں موجودہ زمانہ پایا جا رہا ہو) اور دوسری طرف سے ماضی کا تب بھی نکاح ہو جائے گا۔ مثلاً اس طرح کہے کہ تُو مجھ سے اپنا نکاح کرتی ہے یا کر رہی ہے، اُس نے کہا: میں نے کیا تو ہو گیا۔ اسی طرح اگر مرد نے کہا کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں یا کر رہا ہوں اور عورت نے کہا: میں نے قبول کیا تب بھی ہو جائے گا۔

☆ مذکورہ دونوں صورتوں میں پہلے شخص کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں نے قبول کیا۔

☆ اگر مرد نے کہا: تُو نے اپنی لڑکی کا مجھ سے نکاح کر دیا، اُس نے کہا: کر دیا یا کہا ہاں، تو جب تک پہلا شخص یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کیا نکاح نہیں ہوگا۔

☆ وہ الفاظ جن میں مُستَقبِل یعنی آنے والے زمانے کا معنٰی پایا جاتا ہے ان سے نکاح نہیں ہوگا۔ مثلاً کوئی کہے: نکاح کروں گا یا قبول کروں گا۔

نکاح کے الفاظ

☆ جن الفاظ کے استعمال سے نکاح ہو سکتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں: صریح اور کنایہ۔ صریح: دو الفاظ ہیں، ایک نِکاح اور دوسرا تَزَوُّج۔ باقی سب کِنایہ ہیں۔ کنایہ کے الفاظ میں اُن لفظوں سے نکاح ہو سکتا ہے جن کے کہنے سے کوئی چیز کسی کی ملکیت میں چلی جاتی ہے مثلاً ہِبہ (یعنی تحفہ دینا)، تَملیک (یعنی کسی کو کسی چیز کا مالک بنانا)، صدقہ، عطیہ، بیع (بیچنا)، شِرا (خریدنا) مگر اِن الفاظ کے کہنے میں قرینے کی ضرورت ہے کہ

گواہ اُسے نکاح سمجھیں۔

☆ عورت سے کہا کہ تو میری ہوگئی، اُس نے کہا ہاں یا میں تیری ہوگئی یا عورت سے کہا کہ اتنے پیسوں کے بدلے میں تو میری عورت یا بیوی ہو جا، اُس نے قبول کیا یا عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے تجھ سے اپنی شادی کی، مرد نے قبول کیا یا مرد نے عورت سے کہا تُو نے اپنے آپ کو میری بیوی کر دیا، اُس نے کہا: کر دیا تو ان سب صورتوں میں نکاح ہو جائے گا۔

☆ جس عورت کو بائن طلاق دی ہے، اُس نے گواہوں کے سامنے مرد سے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو تیری طرف واپس کیا، مرد نے قبول کیا تو نکاح ہو گیا۔ اجنبی عورت اگر یہ لفظ کہے تو نہیں ہوگا۔

☆ عورت نے مرد سے کہا میں نے تجھ سے اپنا نکاح کیا اِس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے جب چاہوں اپنے آپ کو طلاق دے لوں، مرد نے قبول کیا تو نکاح ہو گیا اور عورت کو اختیار رہے گا کہ جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے لے۔

☆ خرید وفروخت میں جو خیارِ عیب، خیارِ رویت اور خیارِ شرط ہوتا ہے نکاح میں اس کا بالکل اعتبار نہیں۔ خیارِ عیب سے مراد یہ ہے کہ چیز کے خریدنے کے بعد اس میں کوئی ایسا عیب نظر آیا جس کی بنیاد پر اس کی قیمت کم ہو جاتی ہے تو اس چیز کو بیچنے والے کو واپس دینے کا اختیار ہوتا ہے۔ خیار رویت سے مراد یہ ہے کہ اگر دیکھے بغیر چیز خرید لی پھر دیکھنے پر وہ چیز پسند نہیں آئی تو خریدنے والا بیچنے والے کو لوٹا سکتا ہے۔ خیارِ شرط سے مراد یہ ہے کہ خریدنے اور بیچنے والے اس شرط پر بیع کریں کہ اگر منظور نہ ہوئی تو چیز واپس لے لیں گے۔ نکاح میں یہ تینوں خیار نہ مرد کو حاصل ہیں اور نہ ہی عورت کو۔

☆ عورت نے اس طرح پر نکاح کیا کہ مرد اندھا، لُنجا، اپاہج نہ ہو یا یہ شرط لگائی کہ مرد خوبصورت ہو اور نکاح کے بعد وہ اس کے خلاف نکلا یا مرد نے شرط لگائی کہ عورت کنواری ہو اور نکاح کے بعد اِس کے خلاف نکلی تو نکاح ہو جائے گا اور شرط باطل قرار پائے گی۔

☆ عورت نے شرط لگائی کہ مرد شہری ہو اور نکلا دیہاتی تو اگر کُفُو ہے (کُفُو کا بیان آگے آئے گا) تو نکاح ہو جائے گا اور عورت کو کچھ اختیار نہیں۔

☆ اگر اس شرط پر نکاح ہوا کہ دولہے یا دُلہن کے باپ کو اختیار ہے چاہے تو نکاح باقی رکھے اور چاہے تو توڑ دے تب بھی نکاح ہو جائے گا اور شرط باطل ہو گی یعنی دونوں میں سے کسی کے باپ کو کوئی اختیار نہیں ہو گا۔

☆ نکاح کے عقد میں اگر مَہر کا ذکر کرنا طے ہے تو ایجاب کرتے وقت جب تک یہ ذکر نہ کر لے کہ کتنا مہر ہے ایجاب پورا نہیں ہو گا۔ مثلاً ابھی وکیل نے یہ کہا کہ فلاں عورت کو تیرے نکاح میں دی اور ابھی مَہر کا ذکر نہیں ہوا تھا کہ دلہے نے کہہ دیا کہ میں نے قبول کیا پھر وکیل نے کہا کہ اتنے روپے مہر کے عوض میں تو نکاح نہیں ہوا۔ البتہ اگر مَہر کا بالکل ذکر ہی نہیں ہوتا تو نکاح ہو جاتا۔

نکاح کی شرطیں

☆ نکاح کے لیے چند شرطیں ہیں:

(۱) عاقل ہونا۔ مجنوں یا ناسمجھ بچے نے نکاح کیا تو منعقد ہی نہیں ہوا۔

(۲) بالغ ہونا۔ نابالغ اگر سمجھ دار ہے تو منعقد ہو جائے گا مگر ولی کی اجازت پر موقوف

رہے گا۔

(۳) گواہ کے سامنے ہونا۔ یعنی ایجاب وقبول دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ہوں۔ گواہ آزاد، عاقل، بالغ ہوں اور سب نے ایک ساتھ نکاح کے الفاظ سُنے ہوں۔ بچوں اور پاگلوں کی گواہی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

(۴) ایجاب وقبول دونوں کا ایک مجلس میں ہونا۔

(۵) قبول ایجاب کے مخالف نہ ہو، مثلاً اس نے کہا کہ ایک ہزار روپے مہر پر تیرے نکاح میں دی، اُس نے کہا نکاح تو قبول کیا اور مہر قبول نہیں تو نکاح نہیں ہوا۔ اگر نکاح قبول کیا اور مہر کے بارے میں کچھ نہیں کہا تو ایک ہزار پر نکاح ہو گیا۔

(۶) لڑکی بالغہ ہے تو اُس کا راضی ہونا شرط ہے، ولی کو یہ اختیار نہیں کہ بغیر اُس کی رضا کے نکاح کر دے۔

(۷) کسی آنے والے زمانے کی طرف نسبت نہ کی ہو اور نہ ہی کسی نامعلوم شرط پر معلّق کیا ہو مثلاً میں نے تجھ سے آنے والے کل نکاح کیا یا میں نے نکاح کیا اگر زید آئے ان صورتوں میں نکاح نہیں ہوا۔

(۸) نکاح کی نسبت کُل کی طرف ہو یا اُن اعضا کی طرف جن کو بول کر کُل مراد لیتے ہیں تو اگر یہ کہا کہ فلاں کے ہاتھ یا پاؤں یا آدھے بدن سے نکاح کیا تو نکاح صحیح نہیں ہوا۔

☆ صرف عورتوں یا مخنّثوں کی گواہی سے نکاح نہیں ہوسکتا، جب تک کہ ان میں سے دو کے ساتھ ایک مرد نہ ہو۔

☆ ایک گواہ نے سُنا دوسرے نے نہیں پھر دوبارہ الفاظ دہرائے گئے تو دوسرے نے سنا اور پہلے نے نہیں سنا تب بھی نکاح نہیں ہوا۔ دونوں کا ایک ساتھ سننا شرط ہے۔

☆ گونگے گواہ نہیں ہو سکتے کہ جو گونگا ہوتا ہے بہرا بھی ہوتا ہے، ہاں اگر گونگا ہو اور بہرا نہ ہو تو ہو سکتا ہے۔

☆ دلہا اور دلہن (اگر وکیل نکاح پڑھا رہا ہو تو وکیل) گونگے ہوں تو نکاح اشارے سے ہوگا، لہٰذا اِس نکاح کا گواہ گونگا ہو سکتا ہے اور بہرا بھی۔

☆ گواہوں کا ایجاب وقبول کے وقت موجود ہونا شرط ہے۔ اگر نکاح اجازت پر موقوف ہے اور ایجاب وقبول گواہوں کے سامنے ہوئے مگر وہ اجازت کے وقت موجود نہیں تھے تو نکاح ہو گیا اور اگر ایجاب وقبول کے وقت گواہ نہیں تھے اجازت کے وقت ہیں تو نکاح نہیں ہوا۔

☆ گواہ اُسی کو نہیں کہتے جو دو شخص نکاح کی محفل میں گواہ کے طور پر مقرر کیے جاتے ہیں بلکہ اس مجلس میں جتنے لوگ بھی موجود ہیں سب گواہ ہیں جب کہ ان لوگوں نے ایجاب وقبول کو سنا ہو اور وہ لوگ شرعی طور پر گواہی کے قابل ہوں۔

☆ عورت سے اجازت لیتے وقت گواہوں کی ضرورت نہیں یعنی اُس وقت اگر گواہ نہ بھی ہوں اور نکاح پڑھاتے وقت ہوں تو نکاح ہو گیا۔

نکاح کا وکیل خود نکاح پڑھائے

یہ جو تمام ہندوستان میں عام طور پر رواج ہے کہ عورت سے ایک شخص اجازت لے کر آتا ہے جسے وکیل کہتے ہیں، وہ نکاح پڑھانے والے سے کہہ دیتا ہے میں فلاں کا وکیل ہوں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ نکاح پڑھا دیجیے، یہ طریقہ غلط ہے۔ وکیل کو یہ اختیار نہیں کہ اُس کام کے لیے دوسرے کو وکیل بنا دے، اگر ایسا کیا تو نکاحِ فضولی ہوا، اب وہ نکاح

اجازت پر موقوف ہے، اجازت سے پہلے مرد اور عورت ہر ایک کو نکاح توڑ دینے کا اختیار حاصل ہے بلکہ اس طرح کرنا چاہیے کہ جو پڑھائے وہ عورت یا اُس کے ولی کا وکیل بنے خواہ یہ خود اُس کے پاس جا کر وِکالت حاصل کرے یا دوسرا اس کی وِکالت کے لیے اجازت لے کر آئے کہ فلاں بن فلاں بن فلاں کو تُو نے وکیل کیا کہ وہ تیرا نکاح فلاں بن فلاں بن فلاں سے کر دے۔ عورت کہے ہاں۔

جس عورت سے نکاح کرنا ہے اس کا متعین ہونا

یہ بھی ضروری ہے کہ گواہوں کو یہ بات معلوم ہو کہ اس کا فلاں عورت سے نکاح ہو رہا ہے۔ اس کے دو طریقے ہیں: ایک یہ کہ اگر وہ نکاح کی مجلس میں موجود ہے تو اس کی طرف نکاح پڑھانے والا اشارہ کر کے کہے کہ میں نے اِس کو تیرے نکاح میں دیا اگر چہ عورت کے منہ پر نقاب پڑا ہو، بس اشارہ کافی ہے اور اس صورت میں اگر اُس کے یا اُس کے باپ دادا کے نام میں غلطی بھی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں، اس لیے کہ اشارے کے بعد اب کسی نام وغیرہ کی ضرورت نہیں اور اشارے سے جو چیز متعین کی جائے اس سے بہتر متعین کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

معلوم ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ عورت اور اُس کے باپ اور دادا کے نام لیے جائیں کہ فلانہ بنت فلاں بن فلاں اور اگر صرف اُسی کے نام لینے سے گواہوں کو معلوم ہو جائے کہ فلانی عورت سے نکاح ہوا تو باپ دادا کے نام لینے کی ضرورت نہیں پھر بھی احتیاط اِس میں ہے کہ اُن کے نام بھی لیے جائیں۔ اس صورت میں یہ ضروری نہیں کہ وہ گواہ اس عورت کو پہچانتے ہوں، اگر نہیں پہچانتے ہوں تب بھی نکاح ہو جائے گا۔

☆ وکیل نے موکلہ (جس عورت نے نکاح کا وکیل بنایا) کے باپ کے نام میں غلطی کی اور موکلہ کی طرف اشارہ بھی نہ ہو تو نکاح نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر لڑکی کے نام میں غلطی کرے تب بھی نہیں ہوا۔

☆ عورت سے اجازت لیں تو اس میں بھی دولہے اور اُس کے باپ، دادا کے نام ذکر کر دیں تا کہ وہ اس سے آشنا رہے۔

ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا

ایجاب وقبول دونوں کا ایک مجلس میں ہونا بھی شرط ہے۔ اگر دونوں ایک مجلس میں موجود تھے، ایک نے ایجاب کیا اور دوسرا قبول کرنے سے پہلے اُٹھ کھڑا ہو یا کوئی ایسا کام شروع کر دیا جس سے مجلس بدل جاتی ہے تو ایجاب باطل ہو گیا، اب قبول کرنا بے کار ہے۔ اب اگر کرنا چاہے تو ایجاب پھر سے کرنا ہوگا۔ مجلس بدلنے کی صورتیں یہ ہیں کہ تین لقمے کھالے، تین گھونٹ کچھ پی لے، تین الفاظ بول دے، تین قدم میدان میں چل لے یا لیٹ کر سو جائے۔

ایجاب کے بعد فوراً قبول کرنا شرط نہیں جب کہ مجلس نہ بدلی ہو، لہٰذا اگر نکاح پڑھانے والے نے ایجاب کے الفاظ کہے اور دولہا کچھ دیر چُپ رہا پھر کسی کے کہنے پر قبول کیا تو نکاح ہو گیا۔

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے انھیں مُحرّمات کہتے ہیں۔ان سے نکاح کے حرام ہونے کے چند اسباب ہیں ان اسباب کے اعتبار سے ان عورتوں کی سات قسمیں ہیں:

پہلا سبب : نسب

دوسرا سبب : مصاہرت

تیسرا سبب : دو محارم کو نکاح میں جمع کرنا

چوتھا سبب : شرک

پانچواں سبب : اس پر کسی اور کا حق ہونا

چھٹا سبب : تعداد

ساتواں سبب : دودھ کا رشتہ

ہر ایک کی تفصیلات علاحدہ علاحدہ ذکر کی جا رہی ہیں۔

پہلا سبب: نسب کی وجہ سے حرمت

محرمات کی پہلی قسم نسب کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں ہیں۔اس میں سات طرح کی عورتیں داخل ہیں (۱) ماں (۲) بیٹی (۳) بہن (۴) پھوپھی (۵) خالہ (۶) بھتیجی (۷) بھانجی۔

☆ دادی، نانی، پردادی، پرنانی اگر چہ کتنی ہی اوپر کی ہوں سب حرام ہیں اور یہ سب ماں کے حکم میں داخل ہیں کہ یہ باپ یا ماں یا دادا، دادی، نانا، نانی کی مائیں ہیں کہ ماں سے

مراد وہ عورت ہے جس کی اولاد میں یہ ہے بلا واسطہ یا بواسطہ۔

☆ بیٹی سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اس کی اولاد ہیں۔ لہٰذا پوتی، پرپوتی، نواسی، پرنواسی اگرچہ درمیان میں کتنی ہی پشتوں کا فاصلہ ہو سب حرام ہیں۔

☆ بہن خواہ حقیقی ہو یعنی ایک ماں باپ سے یا سوتیلی کہ باپ دونوں کا ایک ہے اور مائیں دو یا ماں ایک ہے اور باپ دو سب حرام ہیں۔

☆ باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہم اصول کی پھوپیاں یا خالائیں اپنی پھوپی اور خالہ کے حکم میں ہیں، خواہ یہ حقیقی ہوں یا سوتیلی۔ اسی طرح حقیقی یا عَلّاتی پھوپی (جس پھوپی کے باپ اس کے دادا ہیں اور ماں اس کی دادی نہیں بلکہ دوسری عورت ہو) کی پھوپی یا حقیقی یا اَخیافی خالہ (جس خالہ کی ماں اس کی نانی ہو اور باپ اس کے نانا نہیں بلکہ کوئی اور مرد ہوں) کی خالہ۔

☆ بھتیجی، بھانجی سے بھائی، بہن کی اولادیں مراد ہیں، ان کی پوتیاں، نواسیاں بھی اسی میں شمار ہیں۔

☆ زنا سے جو بیٹی، پوتی، بہن، بھتیجی، بھانجی پیدا ہوئی وہ بھی محرمات میں ہیں۔

دوسرا سبب: مُصَاہرت

مُصاہَرت سے مراد یہ ہے کہ کوئی مرد کسی عورت سے وطی کرے یا شہوت سے اُسے چھولے یا بوسہ لے لے یا اس کے فرجِ داخل (عورت کی شرمگاہ کے اندرونی حصے) کی طرف نظر کرے یا اسے گلے لگائے یا دانت کاٹ لے یا اس کے ساتھ مباشرت کرے یہاں تک کہ اس کے سر پر جو بال ہوں اُنھیں چھونے سے بھی مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ

ان دونوں کے درمیان کوئی کپڑا بھی حائل ہو مگر جب اتنا موٹا کپڑا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہو تو مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ خواہ یہ باتیں جائز طور پر ہوں، مثلاً وہ اس کے نکاح میں ہے یا اس کی کنیز ہے یا ناجائز طور پر۔

☆ جو بال سر سے لٹک رہے ہوں انھیں اگر شہوت سے چھوا تو مصاہرت ثابت نہیں۔

☆ مصاہرت کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں یہ ہیں: (۱) جس کے ساتھ مصاہرت ثابت ہوئی اس کی بیٹیاں (۲) اس کی ماں، دادیاں، نانیاں (۳) اس کے باپ، دادا وغیرہما اُصول کی بیویاں (۴) اس کے بیٹے، پوتے وغیرہما فروع کی بیویاں۔

☆ چھونے اور فرجِ داخل میں نظر کرنے کے وقت شہوت نہیں تھی بعد میں پیدا ہوئی یعنی جب ہاتھ لگایا اُس وقت نہیں تھی، ہاتھ ہٹانے کے بعد پیدا ہوئی تو اس سے حرمت نہیں ثابت ہوتی۔

☆ اس مقام پر شہوت کا یہ مطلب ہے کہ اس کی وجہ سے اس کا آلہ منتشر ہو جائے (تَن جائے) اور اگر پہلے سے منتشر تھا تو اب اور زیادہ ہو جائے۔ یہ حکم جوان کے لیے ہے، بوڑھے اور عورت کے لیے شہوت کی حد یہ ہے کہ دل میں حرکت پیدا ہو اور پہلے سے ہو تو اور زیادہ ہو جائے، محض دل کے مائل ہونے کا نام شہوت نہیں۔

☆ فرجِ داخل کی طرف نظر کرنے اور چھونے میں حرمت اس وقت ثابت ہوگی جب انزال نہ ہوا اور اگر انزال ہو گیا تو حرمتِ مصاہرت نہیں ہوگی۔

☆ عورت نے شہوت کے ساتھ مرد کو چھوا یا بوسہ لیا یا اس کے عضوِ تناسل کی طرف دیکھا تو اس سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی۔

☆ حرمتِ مصاہرت کے لیے شرط یہ ہے کہ عورت مشتہاۃ ہو یعنی نو برس سے کم عمر کی نہ ہو

اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ زندہ ہو۔

☆ مذکورہ افعال جان بوجھ کر کیے ہوں یا بھول کر یا غلطی سے یا مجبورًا بہر حال مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ مثلاً اندھیری رات میں مرد نے اپنی عورت کو جماع کے لیے اٹھانا چاہا، غلطی سے شہوت کے ساتھ کسی مُشتہاۃ لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا تو اب اس لڑکی کی ماں اس کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ اسی طرح اگر عورت نے شوہر کو اٹھانا چاہا اور شہوت کے ساتھ اس کا ہاتھ اپنے لڑکے پر پڑ گیا جو مُراہق (قریب البلوغ یا بالغ) تھا تو وہ اپنے موجودہ شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔

☆ ہونٹ کا بوسہ لیا تو مطلقاً حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی اگرچہ کہتا ہو کہ شہوت سے نہیں تھا۔ اسی طرح اگر اس کا آلہ منتشر تھا، اس صورت میں وہ کسی بھی جگہ کا بوسہ لے تو حرمت ہو جائے گی۔

☆ اگر اس کا آلہ منتشر نہیں تھا اور اس نے عورت کے گال، ٹھوڑی، پیشانی اور ہونٹ کے علاوہ کسی اور جگہ کا بوسہ لیا اور کہتا ہے کہ شہوت نہیں تھی تو اس کی بات مانی جائے گی۔

☆ آلے کے منتشر ہونے کے وقت گلے لگانا بھی حرمت ثابت کرتا ہے اگرچہ شہوت کا انکار کرے۔

☆ چُٹکی لینے اور دانت کاٹنے کا بھی یہی حکم ہے کہ شہوت سے ہوں تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔

☆ کسی سے پوچھا گیا کہ تو نے اپنی ساس کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا: جماع کیا تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی، اب اگر کہے کہ میں نے جھوٹ کہہ دیا تھا تو نہیں مانا جائے گا بلکہ اگرچہ مذاق میں کہہ دیا ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

تیسرا سبب: دو محارم کو جمع کرنا

☆ وہ دو عورتیں جن میں سے کسی ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس کے لیے حرام ہو (مثلاً دو بہنیں کہ ایک کو مرد فرض کرو تو بھائی، بہن کا رشتہ ہوا یا پھوپی، بھتیجی کہ پھوپی کو مرد فرض کرو تو چچا، بھتیجی کا رشتہ ہوا اور بھتیجی کو مرد فرض کرو تو پھوپی، بھتیجے کا رشتہ ہوا یا خالہ، بھانجی کہ خالہ کو مرد فرض کرو تو ماموں، بھانجی کا رشتہ ہوا اور بھانجی کو مرد فرض کرو تو بھانجے، خالہ کا رشتہ ہوا) ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کرسکتا بلکہ اگر طلاق دے دی ہو اگرچہ تین طلاقیں تو جب تک عدّت نہ گزر جائے دوسری سے نکاح نہیں کرسکتا۔

☆ ایسی دو عورتیں جن میں اس قسم کا رشتہ ہو جو اوپر مذکور ہوا وہ نسب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دودھ کے ایسے رشتے ہوں جب بھی دونوں کا جمع کرنا حرام ہے، مثلاً عورت اور اس کی رضاعی بہن یا خالہ یا پھوپی۔

چوتھا سبب: شرک

☆ مسلمان کا نکاح کسی مشرکہ عورت سے نہیں ہوسکتا جیسے مجوسیہ (آگ کی پوجا کرنے والی)، بت کو پوجنے والی، سورج کو پوجنے والی، ستاروں کو پوجنے والی۔

☆ مرتد اور مرتدہ (جو پہلے مسلمان ہوں پھر کافر ہو گئے ہوں) کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا، اگرچہ مرد اور عورت دونوں ایک ہی مذہب کے ہوں۔

☆ یہودیہ اور نصرانیہ سے مسلمان کا نکاح ہوسکتا ہے مگر نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ اس میں بہت سی خرابیوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ جواز اُسی وقت تک ہے جب کہ اپنے

اُسی مذہبِ یہودیت یا نصرانیت پر ہوں اور اگر صرف نام کی یہودی یا نصرانی ہوں اور حقیقت میں نیچری اور دہریہ مذہب رکھتی ہوں، جیسے آج کل کے عموماً نصاریٰ کا کوئی مذہب ہی نہیں تو اُن سے نکاح نہیں ہوسکتا، نہ ان کا ذبیحہ جائز ہے۔

☆ مرد اور عورت دونوں کافر تھے، دونوں مسلمان ہوئے تو ان کا وہی پہلا نکاح باقی ہے، انھیں نئے نکاح کی ضرورت نہیں۔ اگر صرف مرد مسلمان ہوا تو عورت کو اسلام کی دعوت دی جائے گی، اگر مسلمان ہوگئی تو بہتر ہے ورنہ دونوں کو الگ کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر عورت پہلے مسلمان ہوئی تو مرد کو اسلام کی دعوت دیں گے، اگر تین حیض آنے سے پہلے مسلمان ہوگیا تو نکاح باقی ہے، ورنہ بعد میں جس سے چاہے نکاح کر لے کوئی اسے منع نہیں کرسکتا۔

☆ مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی مذہب والے سے نہیں ہوسکتا۔

پانچواں سبب: اس پر کسی اور کا حق ہونا

☆ جو عورت کسی اور کے نکاح میں ہے یا اس کی عدت میں ہے خواہ وہ عدت طلاق کی ہو یا موت کی یا نکاحِ فاسد میں دخول کی وجہ سے، اس سے کسی دوسرے کا نکاح نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مرد اسے طلاق نہ دے دے اور عدت سے فارغ نہ ہو جائے۔

☆ جس عورت کو زنا کا حمل ہے اس سے نکاح ہوسکتا ہے، پھر اگر وہ حمل اسی مرد سے ہے تو اس سے مجامعت بھی کرسکتا ہے اور اگر دوسرے کا ہے تو جب تک بچہ نہ پیدا ہو جائے وطی جائز نہیں۔

☆ جس عورت کا حمل ثابت النسب ہے اُس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

چھٹا سبب: تعداد

☆ آزاد شخص کو ایک وقت میں چار عورتوں اور غلام کو دو عورتوں سے زیادہ سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔ آزاد مرد کو کنیز کا اختیار رہے، اس کے لیے کوئی حد نہیں۔

☆ مُتعہ (نکاح اور مہر کے بغیر کسی عورت کو اپنی بیوی کی طرح رکھنا) حرام ہے۔

☆ اگر کسی خاص وقت تک کے لیے نکاح کیا تو یہ نکاح بھی نہیں ہوا اگرچہ دوسو سال کے لیے کرے۔

☆ کسی عورت سے نکاح کیا کہ اتنے دنوں کے بعد طلاق دے دے گا تو یہ نکاح صحیح ہے یا اپنے ذہن میں کوئی مدّت مقرر کر لی ہو کہ اتنے دنوں کے لیے نکاح کرتا ہوں مگر زبان سے کچھ نہیں کہا تب بھی نکاح ہو جائے گا۔

ساتویں قسم: دودھ کا رشتہ

☆ بچے کو دو سال تک دودھ پلایا جائے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں چاہے دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی۔

☆ بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو سال تک اور لڑکے کو ڈھائی سال تک دودھ پلا سکتے ہیں یہ صحیح نہیں۔

☆ یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لیے ڈھائی سال کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے مگر ڈھائی سال کے اندر اگر دودھ پلا دے گی تو نکاح کی حرمت ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر پیا تو نکاح کی حرمت ثابت نہیں

ہوگی اگر چہ پلانا جائز نہیں۔

☆ مدّت پوری ہونے کے بعد علاج کے طور پر بھی دودھ پینا یا پلانا جائز نہیں۔

☆ رضاع (یعنی دودھ کا رشتہ) عورت کا دودھ پینے سے ثابت ہوتا ہے، مرد یا جانور کا دودھ پینے سے ثابت نہیں ہوتا۔

☆ دودھ پینے سے مراد کسی بھی طرح سے دودھ کا بچے کے پیٹ میں پہنچ جانا ہے یہاں تک کہ اگر اس کی حلق یا ناک میں عورت کا دودھ ٹپکایا گیا تب بھی یہی حکم ہے۔تھوڑا سا پیا یا زیادہ بہر حال حرمت ثابت ہوگی، جب کہ اندر پہنچ جانا معلوم ہو اور اگر چھاتی منہ میں لی مگر یہ نہیں معلوم کہ دودھ پیا تو حرمت ثابت نہیں۔

☆ کنواری یا بڑھیا کا دودھ پیا بلکہ مردہ عورت کا دودھ پیا تب بھی رضاعت ثابت ہے مگر نو سال سے چھوٹی لڑکی کا دودھ پیا تو رضاع نہیں۔

☆ بچے نے جس عورت کا دودھ پیا وہ اس بچے کی ماں ہو جائے گی، اس کا شوہر (جس کا یہ دودھ ہے یعنی اُس کی وطی سے بچہ پیدا ہوا جس سے عورت کو دودھ اُترا) اس دودھ پینے والے بچے کا باپ ہو جائے گا اور اس عورت کی تمام اولادیں اس کے بھائی بہن خواہ اسی شوہر سے ہوں یا دوسرے شوہر سے، اس کے دودھ پینے سے پہلے کی ہوں یا بعد کی یا ساتھ کی۔عورت کے بھائی اس کے ماموں اور اس کی بہن اس کی خالہ۔اسی طرح اس عورت کے شوہر کی اولادیں اس کے بھائی بہن ہوں گی خواہ وہ اسی دودھ پلانے والی عورت سے ہوں یا کسی دوسری عورت سے، اُس کے بھائی اِس کے چچا ہوں گے، اُس کی بہنیں اِس کی پھوپھیاں ہوں گی۔اسی طرح اس عورت اور اس کے شوہر کے ماں باپ اِس بچے کے دادا دادی، نانا، نانی ہوں گے۔

☆ مرد نے عورت سے جماع کیا اور اس سے اولاد نہیں ہوئی مگر دودھ اُتر آیا تو جو بچہ یہ دودھ پیے گا عورت اس کی ماں ہو جائے گی مگر اس کا شوہر اس کا باپ نہیں، لہٰذا اُس مرد کی دوسری بیوی سے جو اس کی اولاد ہے اس سے اِس کا نکاح ہوسکتا ہے۔

☆ پہلے شوہر سے عورت کی اولاد ہوئی اور دودھ موجود تھا کہ دوسرے سے نکاح ہوا اور کسی بچے نے دودھ پیا تو پہلا شوہر اس کا باپ ہوگا دوسرا نہیں اور جب دوسرے شوہر سے اولاد ہوگئی تو اب پہلے شوہر کا دودھ نہیں بلکہ دوسرے کا ہے اور جب تک دوسرے سے اولاد نہ ہوئی اگرچہ حمل ہو پہلے ہی شوہر کا دودھ ہے دوسرے کا نہیں۔

☆ جو نسب میں حرام ہے رضاع (دودھ کے رشتے) میں بھی حرام ہے مگر رضاعی بھائی یا بہن کی ماں حرام نہیں ہوگی اس لیے کہ نسبی بھائی یا بہن کی ماں یا تو اس کی حقیقی ماں ہوگی یا اس کے باپ کی دوسری بیوی اور دونوں اس کے لیے حرام ہیں لیکن رِضاعی بھائی یا بہن کی ماں سے اس طرح کا کوئی رشتہ نہیں ہے اس لیے وہ اس کے لیے حرام نہیں۔ اس کی تین صورتیں ہیں: رضاعی بھائی کی رضاعی ماں، رضاعی بھائی کی حقیقی ماں اور حقیقی بھائی کی رضاعی ماں۔

☆ بیٹے یا بیٹی کی رضاعی بہن بھی حرام نہیں، اسی طرح چچا یا پھوپی یا ماموں یا خالہ کی رضاعی ماں بھی حرام نہیں۔ ان میں بھی مذکورہ تینوں صورتیں ہیں۔

☆ حقیقی بھائی کی رضاعی بہن یا رضاعی بھائی کی حقیقی بہن یا رضاعی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے۔

☆ ایک عورت کا دو بچوں نے دودھ پیا جن میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے تو یہ دونوں آپس میں بھائی بہن ہیں اور ان کا آپس میں نکاح حرام ہے اگرچہ دونوں نے ایک

وقت میں نہ پیا ہو بلکہ دونوں میں کئی سال کا فاصلہ ہو اگرچہ ایک کے وقت میں ایک شوہر کا دودھ تھا اور دوسرے کے وقت میں دوسرے کا۔

☆ پانی یا دوا میں عورت کا دودھ ملا کر پلایا تو اگر دودھ غالب ہے یا برابر تو رضاع ثابت ہے اور اگر پانی یا دوا غالب ہے تو نہیں۔

☆ اگر بکری وغیرہ کسی جانور کے دودھ میں عورت کا دودھ ملا کر دیا گیا تو اگر عورت کا دودھ غالب ہے تو رضاع ثابت ہے اور اگر بکری وغیرہ کا دودھ غالب ہے تو نہیں۔

☆ دو عورتوں کا دودھ ملا کر پلایا تو جس کا زیادہ ہے اس سے رضاع ثابت ہے اور دونوں برابر ہوں تو دونوں سے۔

☆ رضاع کے ثبوت کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عادل عورتیں گواہ ہوں اگرچہ وہ عورت خود دودھ پلانے والی ہو، فقط عورتوں کی شہادت سے ثبوت نہیں ہوگا مگر بہتر یہ ہے کہ عورتوں کے کہنے سے بھی رضاع ثابت مان کر جدائی کر لے۔

☆ مرد نے اپنی عورت کی چھاتی چوسی تو نکاح میں کوئی نقصان نہیں آیا اگرچہ دودھ منہ میں آ گیا بلکہ حلق سے اُتر گیا۔

ولی کا بیان

ولی وہ ہے جس کا قول دوسرے پر نافذ ہو دوسرا چاہے یا نہ چاہے۔ ولی کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے، بچہ اور مجنون ولی نہیں ہوسکتا۔ مسلمان کے ولی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے اس لیے کہ کافر کو مسلمان پر کوئی اختیار نہیں۔ متّقی اور پرہیزگار ہونا شرط نہیں بلکہ فاسق بھی ولی ہو سکتا ہے۔

قرابت کی وجہ سے ولایت عصبہ بنفسہٖ کے لیے ہے یعنی وہ مرد جس کو اس سے قرابت کسی عورت کی وساطت سے نہ ہو یا یوں سمجھو کہ وہ وارث کہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ بچے سب لے لے اور اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو سارا مال یہی لے۔ ایسی قرابت والا ولی ہے اور یہاں بھی وہی ترتیب ملحوظ ہے جو وراثت میں معتبر ہے یعنی سب میں مقدّم بیٹا، پھر پوتا، پھر پرپوتا اگرچہ کئی پشت کا فاصلہ ہو، یہ نہ ہوں تو باپ، پھر دادا، پھر پردادا، وغیرہم اصول اگرچہ کئی پشت اوپر کا ہو، پھر حقیقی بھائی، پھر سوتیلا بھائی، پھر حقیقی بھائی کا بیٹا، پھر سوتیلے بھائی کا بیٹا، پھر حقیقی چچا، پھر سوتیلا چچا، پھر حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے چچا کا بیٹا، پھر باپ کا حقیقی چچا، پھر سوتیلا چچا، پھر باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے چچا کا بیٹا، پھر دادا کا حقیقی چچا، پھر سوتیلا چچا، پھر دادا کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے چچا کا بیٹا۔

خلاصہ یہ کہ اُس خاندان میں سب سے زیادہ قریب کا رشتے دار جو مرد ہو، وہ ولی ہے۔ اگر بیٹا نہ ہو تو جو حکم بیٹے کا ہے وہی پوتے کا ہے، وہ نہ ہو تو پرپوتے کا۔ عصبہ کے ولی ہونے میں اُس کا آزاد ہونا شرط ہے اگر غلام ہے تو اس کو ولایت نہیں بلکہ اس صورت میں ولی وہ ہوگا جو اُس کے بعد ولی ہوسکتا ہے۔

☆ عصبہ نہ ہوں تو ماں ولی ہے، پھر دادی، پھر نانی، پھر بیٹی، پھر پوتی، پھر نواسی، پھر پر پوتی، پھر نواسی کی بیٹی، پھر نانا، پھر حقیقی بہن، پھر باپ شریک بہن، پھر ماں شریک بھائی بہن یہ دونوں ایک درجے کے ہیں، ان کے بعد بہن وغیرہا کی اولاد اسی ترتیب سے پھر پھوپھی، پھر ماموں، پھر خالہ، پھر چچازاد بہن، پھر اسی ترتیب سے ان کی اولاد۔

☆ ولیِ اقرب غائب ہے اس وقت دُور والے ولی نے نکاح کر دیا تو صحیح ہے اور اگر اس کی موجودگی میں نکاح کیا تو اس کی اجازت پر موقوف ہے، محض اس کا خاموش رہنا کافی نہیں بلکہ صاف لفظوں میں اجازت دی ہو یا کوئی ایسی بات پائی گئی ہو جس سے اجازت سمجھ میں آئے، اگر ولیِ اقرب مجلس میں موجود ہو تب بھی اسے اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔

☆ اگر اس ولیِ اقرب نے نہ اجازت دی تھی اور نہ ہی رد کیا تھا اور اس کا انتقال ہو گیا یا کہیں اس طرح غائب ہو گیا کہ اس کی کچھ خبر نہیں اور اب ولایت اسی دُور والے ولی کو پہنچی تو اس نے پہلے جو اس کا نکاح کیا تھا وہ اجازت نہیں بلکہ اب وہ اجازت دے گا۔

☆ ولی کے غائب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کا انتظار کیا جائے تو وہ جس نے نکاح کا پیغام دیا ہے اور کُفُو بھی ہے ہاتھ سے چلا جائے گا۔ اگر ولیِ قریب کہیں چلا گیا ہو اور اس کی کچھ خبر نہ ہو یا کسی کام سے کہیں گیا ہے اور کہاں گیا ہے یہ کسی کو پتہ نہیں اور ولیِ ابعد نے نکاح کر دیا اس کے بعد اس کا ولیِ اقرب آیا تو نکاح صحیح ہوا۔

☆ شافعیہ (امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقلید کرنے والی) عورت بالغہ کنواری نے حنفی (امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقلید کرنے والے) سے نکاح کیا اور اس کا باپ راضی نہیں تھا تب بھی نکاح صحیح ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی حنفیہ عورت نے کسی شافعی سے نکاح کیا اور اس کا باپ راضی نہیں تھا تب بھی اس کا نکاح صحیح ہوگا۔

☆ بالغہ عاقلہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا، نہ اس کا باپ نہ بادشاہِ اسلام، چاہے کنواری ہو یا ثَیِّب۔ اسی طرح بالغ آزاد مرد کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا۔

☆ عورت سے اجازت لینے گئے اس وقت اس نے کہا کہ کسی اور سے ہوتا تو بہتر تھا تو یہ انکار ہے اور اگر نکاح کے بعد اسے خبر دی گئی اور عورت نے یہی الفاظ کہے تو قبول سمجھا جائے گا۔

☆ عورت نے اپنے ولی کو عام اجازت دے دی کہ وہ جس سے چاہے اس کا نکاح کر دے تو اب ولی کو اختیار ہوگا کہ اپنی مرضی کے مطابق اس کا نکاح کر دے لیکن اس صورت میں بھی اگر کسی خاص شخص کے بارے میں وہ عورت پہلے انکار کر چکی ہے تو وہ اس اجازت سے خارج ہوگا اور ولی اس کا نکاح اس سے نہیں کر سکتا۔

☆ ولی نے بالغہ عورت کا نکاح اس کے سامنے کر دیا اور اُسے اس کے بارے میں معلوم بھی تھا پھر بھی خاموش رہی تو یہ رضامندی ہے۔

☆ یہ احکام جو مذکور ہوئے ولیِ اقرب کے ہیں، اگر ولیِ بعید یا اجنبی نے نکاح کی اجازت مانگی تو خاموش رہنا اجازت دینا نہیں کہلائے گا بلکہ اگر عورت کنواری ہے تو صاف الفاظ میں اجازت کے الفاظ کہنا ضروری ہے یا کوئی ایسا کام کرے جس سے اجازت سمجھ میں آئے مثلاً مہر یا نفقہ طلب کر لے یا خوشی سے ہنس دے یا مہر یا نفقہ قبول کر لے تو اجازت مانی جائے گی۔

☆ بِکْر (باکرہ، کنواری) وہ عورت ہے جس سے نکاح کے ساتھ وطی نہ کی گئی ہو، لہٰذا اگر زینے پر چڑھنے یا اُترنے یا کودنے یا حیض یا زخم یا نکاح کے بغیر زیادہ عمر ہو جانے یا زنا کی وجہ سے بکارت (کنوارا پن) زائل ہوگئی تب بھی وہ کنواری ہی کہلائے گی۔

کُفُو کا بیان

☆ کفو کا مطلب ہے ہم پلّہ اور برابر اور کفاءت کا مطلب ہے ہم پلّہ اور برابر ہونا۔ شریعت میں کفاءت کا مطلب یہ ہے کہ مرد جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس سے نسب وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح کرنا عورت کے اولیا کے لیے بے عزتی اور رسوائی کا سبب ہو۔ کفاءت صرف مرد کی جانب سے معتبر ہے عورت اگر چہ مرد سے کم درجے کی ہو اس کا اعتبار نہیں۔

☆ باپ، دادا کے سوا کسی اور ولی نے نابالغ لڑکے کا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو نکاح صحیح نہیں اور بالغ اپنا خود نکاح کرنا چاہے تو غیر کفو عورت سے کر سکتا ہے کہ عورت کی جانب سے اس صورت میں کفاءت معتبر نہیں۔ نابالغ میں دونوں طرف سے کفاءت کا اعتبار ہے۔

☆ کفاءت میں چھ چیزوں کا اعتبار ہے:

(۱) نسب (۲) اسلام (۳) حِرفت یعنی پیشہ

(۴) حُرّیّت یعنی آزاد ہونا (۵) دیانت (۶) مال

☆ قُریش عرب کا وہ قبیلہ جس میں ہمارے آقا و مولا حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے، اس قبیلے میں جتنے خاندان ہیں وہ سب آپس میں ایک دوسرے کے لیے کُفُو ہیں، یہاں تک کہ اس میں خاندانِ بنو ہاشم جس سے تعلق رکھنے والے کو ہاشمی کہتے ہیں اس کے کفو قبیلۂ قریش کے غیر ہاشمی ہوں گے۔

☆ قریش کے علاوہ عرب کی تمام قومیں ایک دوسرے کی کفو ہیں، اس میں انصار و مہاجرین برابر ہیں۔

☆ جو شخص غیر عربی ہے وہ کسی عربی کا کفو نہیں مگر عالمِ دین کہ اس کی شرافت علم کی وجہ سے نسب کی شرافت پر فوقیت رکھتی ہے۔

☆ جو خود مسلمان ہوا یعنی اس کے باپ، دادا مسلمان نہیں تھے وہ اس کا کفو نہیں جس کا باپ مسلمان ہو۔ جس کا صرف باپ مسلمان ہو وہ اس کا کفو نہیں جس کا دادا بھی مسلمان ہو اور اگر باپ دادا دو پشت سے اسلام ہو تو اب دوسری طرف اگر چہ زیادہ پشتوں سے اسلام ہو وہ اس کے لیے کفو ہوگا۔ واضح رہے کہ باپ دادا کے مسلمان ہونے کا اعتبار غیر عرب میں ہے، عربی کے لیے خود مسلمان ہوا یا باپ، دادا سے اسلام چلا آتا ہو سب برابر ہیں۔

☆ فاسق شخص مُتَّقی (پرہیز گار) شخص کی لڑکی کا کفو نہیں ہوسکتا اگر چہ وہ لڑکی خود پرہیز گار نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ فسقِ اعتقادی عقیدے کا خراب ہونا فسقِ عملی یعنی عمل کے خراب ہونے سے بہت بُرا ہے، لہٰذا کسی سُنی عورت کا کفو وہ بد مذہب نہیں ہوسکتا جس کا عقیدہ کفر کے حد تک پہنچا ہو۔ جس بد مذہب کا عقیدہ کفر کی حد تک پہنچا ہوا ہو اس سے تو نکاح ہی نہیں ہوسکتا کہ وہ مسلمان ہی نہیں، کفو ہونا تو بڑی بات ہے۔ جیسے اس زمانے کے وہابی، دیوبندی، رافضی وغیرہ فرقوں کے ماننے والے۔ (ان کے عقیدے عقائد کے بیان میں گزر چکے ہیں جن سے ان کا کفر ثابت ہو چکا ہے۔)

☆ مال میں کفاءت کا یہ معنی ہے کہ مرد کے پاس اتنا مال ہو کہ مہرِ معجّل اور نفقہ یعنی کپڑے اور کھانے پینے وغیرہ کے اخراجات دینے پر قادر ہو۔ اگر نوکری یا تجارت نہیں کرتا ہے تو کم از کم ایک مہینے کا خرچہ دینے پر قادر ہو، ورنہ روز کی مزدوری اتنی ہو کہ عورت کے روز کے ضروری مصارف اخراجات روز دے سکے۔ مال میں عورت یا عورت کے

باپ کے برابر یا اس سے زیادہ ہونا کوئی ضروری نہیں۔

☆ جن لوگوں کے پیشے ذلیل سمجھے جاتے ہوں وہ اچھے پیشے والوں کے کُفُو نہیں، مثلاً جوتا بنانے والے، چمڑا پکانے والے، چرواہے یہ ان کے کفو نہیں جو کپڑا، عطر اور دوسری اشیا کی تجارت کرتے ہیں۔

☆ اگر خود جوتا نہ بناتا ہو بلکہ کارخانہ دار ہے کہ اس کے یہاں لوگ نوکر ہیں جو یہ کام کرتے ہیں یا دکاندار ہے کہ بنے ہوئے جوتے لیتا اور بیچتا ہے تو تاجر وغیرہ کا کفو ہے۔ اسی طرح دوسرے کاموں میں۔

☆ کفاءت میں شہری اور دیہاتی ہونا معتبر نہیں جب کہ مذکورہ شرطیں پائی جائیں۔

☆ حسن و جمال کا اعتبار نہیں مگر اولیا کو چاہیے کہ اس کا بھی خیال کرلیں تاکہ بعد میں کوئی خرابی نہ واقع ہو۔

☆ بیماری اور عیب مثلاً کوڑھ، پاگل پن، سفید داغ، منہ سے بدبو آنے کی بیماری وغیرہ کا اعتبار نہیں۔

☆ کسی نے اپنا نسب چھپایا اور دوسرا نسب بتا دیا، پھر بعد میں معلوم ہوا تو اگر اتنا کم درجے کا ہے کہ کفو نہیں تو عورت اور اس کے اولیا کو نکاح فسخ کرانے کا حق ہے۔ اگر اتنا کم نہ ہو تو اولیا کو حق نہیں ہے عورت کو ہے۔ اگر اس کا نسب اس سے بڑھ کر ہے جو اس نے بتایا تو کسی کو نہیں۔

نکاح کی وِکالت کا بیان

☆ نکاح میں وِکالت کا مطلب یہ ہے کہ دلہا اور دلہن دونوں یا ان میں سے کوئی ایک خود ایجاب وقبول نہ کرے بلکہ کسی اور کو اس کا ذمے دار بنا دے۔ اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کسی خاص کا نام ذکر کر کے اس سے نکاح کرانے کی وکالت دے اور دوسری یہ ہے مطلقاً کہے کہ میرا کسی سے بھی نکاح کرا دے۔ جسے یہ ذمے داری دی گئی وہ وکیل ہے اور ذمے داری دینے والا مُوَکّل ہے۔ آج کل جو عورت سے نکاح پڑھانے کی اجازت لیتے ہیں وہ اسی وکالت کی ایک صورت ہے۔

☆ نکاح کی وکالت میں گواہ شرط نہیں، بغیر گواہوں کے وکیل کیا اور اُس نے نکاح پڑھا دیا تب بھی ہو گیا۔ وکالت کے لیے گواہ کی اس وقت ضرورت ہو گی جب موکل نے انکار کر دیا ہے میں نے تجھے وکیل نہیں بنایا تھا، ایسی صورت میں وکالت ثابت کرنے کے لیے گواہوں کی حاجت ہے۔

☆ عورت نے کسی کو وکیل بنایا کہ تو جس سے چاہے میرا نکاح کر دے تو وکیل خود اپنے نکاح میں اسے نہیں لا سکتا۔ اسی طرح مرد نے کسی عورت کو وکیل بنایا تو وہ عورت اپنا نکاح اس سے نہیں کر سکتی۔

☆ وکیل سے کہا: فلاں عورت سے میرا نکاح کر دے، اس نے دوسری عورت سے کر دیا یا جتنا مہر بتا دیا تھا اس سے زیادہ باندھا یا عورت نے کسی کو نکاح کا وکیل بنایا تھا اور اس نے غیر کفو سے نکاح کر دیا، ان سب صورتوں میں نکاح صحیح نہیں ہوا۔

☆ عورت کے وکیل نے اس کا نکاح کفو سے کیا، مگر وہ اندھا یا اپاہج یا بچہ ہے تو ہو گیا۔ اسی

طرح مرد کے وکیل نے اندھی یا لُنجی یا پاگل یا نابالغہ سے نکاح کر دیا تو صحیح ہو گیا۔

☆ اگر خوبصورت عورت سے نکاح کرنے کو کہا تھا، اس نے کالی سے کر دیا یا اس کا اُلٹا یعنی اس نے کالی عورت سے نکاح کے لیے کہا تھا اور اس نے گوری عورت سے کر دیا تو نکاح نہیں ہوا اور اندھی سے نکاح کرنے کے لیے کہا تھا، وکیل نے آنکھ والی سے کر دیا تو صحیح ہے۔

☆ یہ بات تو پہلے بتا دی گئی ہے کہ نکاح کے وکیل کو یہ اختیار نہیں کہ وہ دوسرے سے نکاح پڑھوا دے۔ ہاں اگر عورت نے وکیل سے کہہ دیا کہ تو جو کچھ کرے منظور ہے تو اب وکیل دوسرے کو وکیل کر سکتا ہے یعنی دوسرے سے نکاح پڑھوا سکتا ہے۔

☆ پانچ صورتوں میں ایک شخص کا ایجاب قبول کے بھی قائم مقام ہو گا۔

(۱) وہ شخص دونوں کا ولی ہو مثلاً یہ کہے کہ میں نے اپنے بیٹے کا نکاح اپنی بھتیجی سے کر دیا یا پوتے کا نکاح پوتی سے کر دیا۔

(۲) دونوں کا وکیل ہو اور مثلاً یہ کہے کہ میں نے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کر دیا۔

(۳) ایک طرف سے اصیل یعنی خود اپنا معاملہ طے کرنے والا اور دوسری طرف سے وکیل ہو۔ مثلاً عورت نے اسے اپنا وکیل بنایا کہ میرا نکاح تو اپنے ساتھ کر لے، اس نے کہا میں نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنے ساتھ کیا۔

(۴) ایک طرف سے اصیل ہو اور دوسری طرف سے ولی، مثلاً چچا زاد نابالغہ بہن سے اپنا نکاح کرے اور اس لڑکی کا یہی ولیِ اقرب بھی ہے۔ اگر بالغہ ہو اور اس کی اجازت کے بغیر اس سے نکاح کیا تو اگرچہ اسے ولی ہونے کی حیثیت سے جائز کر دے پھر بھی نکاح باطل ہے۔

(۵) ایک طرف سے ولی ہو اور دوسری طرف سے وکیل، مثلاً اپنی لڑکی کا نکاح اپنے موکل سے کرے۔

مَہر کا بیان

☆ مہر اُس مال کو کہتے ہیں جو نکاح کے عوض میں عورت کو دیا جاتا ہے۔

☆ مہر کم سے کم دس درہم ہے اس سے کم نہیں ہوسکتا۔ دس درہم کی مقدار آج کل کے حساب سے دو تولہ ساڑھے سات ماشہ (یعنی 30.618 گرام) چاندی یا اُس کی قیمت ہے۔

☆ نکاح میں دس درہم یا اس سے کم مہر باندھا گیا تو دس درہم واجب اور زیادہ باندھا ہو تو جو مقرر ہوا وہ واجب ہوگا۔

☆ مرد نے عورت سے ہمبستری کرلی یا خلوتِ صحیحہ کرلی یا دونوں میں سے کسی کی موت ہوگئی تو ان سب سے مہر لازم ہو جاتا ہے، یعنی جتنا مہر مقرر ہوا اب اس میں کمی نہیں ہوسکتی۔

☆ اگر عورت کو طلاقِ بائن دی تھی اور عدّت کے اندر اس سے پھر نکاح کرلیا تو یہ مہر دخول (ہم بستری) وغیرہ کے بغیر لازم ہو جائے گا۔

☆ اگر عورت نے پورا مہر یا مہر کا کچھ حصہ معاف کردیا تو معاف ہو جائے گا۔

☆ مہر لازم ہونے سے پہلے شوہر نے طلاق دے دی تو جتنا مہر مقرر ہوا تھا اس کا آدھا واجب ہوگا اور اگر طلاق سے پہلے پورا مہر ادا کرچکا تھا تو آدھا تو عورت کا ہوا ہی اور آدھا شوہر کو واپس ملے گا۔

☆ مالِ مُتَقَوَّم اس مال کو کہتے ہیں جسے جمع کیا جاسکتا ہو اور شرعاً اس سے نفع اٹھانا مباح ہو۔ جو چیز مالِ متقوم نہیں وہ مَہر نہیں ہوسکتی۔ اگر کسی نے ایسی کسی چیز کو مہر میں مقرر کی تو مہرِ مثل واجب ہوگا۔ (مہرِ مثل کا ذکر آگے آئے گا۔) مثلاً مہر یہ مقرر کیا کہ شوہر اپنی بیوی کی سال

بھر تک خدمت کرے گا یا یہ کہ اسے قرآن مجید یا علمِ دین پڑھا دے گا یا حج وعمرہ کرا دے گا یا مسلمان مرد کا نکاح مسلمان عورت سے ہوا اور مہر میں خون یا شراب یا خنزیر کا ذکر آیا یا یہ کہ شوہر اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دے تو ان سب صورتوں میں مہرِ مثل واجب ہوگا۔

☆ نکاح میں مہر کا ذکر ہی نہیں ہوا یا مہر کی نفی کر دی یعنی مہر کے بغیر نکاح کیا تو نکاح ہو جائے گا اور اگر خلوتِ صحیحہ ہوگئی یا دونوں میں سے کوئی مر گیا تو مہرِ مثل واجب ہے بشرطے کہ نکاح کے بعد آپس میں کوئی مہر طے نہ پا گیا ہو اور اگر طے ہو چکا تو وہی طے شدہ مہر ہے۔

☆ خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق ہوگئی تو ان دونوں صورتوں میں بھی ایک جوڑا کپڑا واجب ہے یعنی کرتہ، پاجامہ، دوپٹا جس کی قیمت آدھے مہرِ مثل سے زیادہ نہ ہو اور زیادہ ہو تو مہرِ مثل کا آدھا دیا جائے اگر شوہر مالدار ہو اور اگر مالدار نہ ہو بلکہ محتاج ہو تو ایسا جوڑا بھی نہ ہو جو پانچ درہم سے کم قیمت کا ہو۔ اگر مرد وعورت دونوں مال دار ہوں تو جوڑا اعلیٰ درجے کا ہو اور دونوں محتاج ہوں تو معمولی اور ایک مال دار ہو ایک محتاج تو درمیانی۔

☆ جوڑا دینا اس وقت واجب ہے جب جدائیگی شوہر کی جانب سے ہو، مثلاً طلاق دے دیا یا اِیلا کر لیا یا شوہر نامرد ہے یا مرتد ہو گیا (معاذ اللہ) یا بیوی کی ماں یا اس کی بیٹی کو شہوت کے ساتھ بوسہ دے دیا۔ اگر جدائیگی عورت کی جانب سے ہو تو جوڑا واجب نہیں مثلاً عورت مرتد ہوگئی یا شوہر کے بیٹے کو شہوت کے ساتھ بوسہ لے لی۔

☆ جس عورت کا مہر معین ہے اور خلوت سے پہلے اسے طلاق دے دی گئی، اُسے جوڑا دینا مستحب بھی نہیں اور ہمبستری کے بعد طلاق ہوئی تو مہر معین ہو یا نہ ہو اسے جوڑا دینا مستحب ہے۔

☆ پہلے خفیہ نکاح ہوا اور ایک ہزار کا مہر باندھا پھر اعلانیہ ایک ہزار پر نکاح ہوا تو دو ہزار واجب

ہو گئے اور اگر صرف احتیاط کے لیے تجدیدِ نکاح کی تو دوبارہ نکاح کا مہر واجب نہیں ہوا۔

☆ عورت پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کرے تو معاف ہو جائے گا بشرطے کہ شوہر نے انکار نہ کر دیا ہو۔ اگر وہ عورت نابالغہ ہے اور اس کا باپ معاف کرنا چاہتا ہے تو نہیں کر سکتا اور بالغہ ہے تو اس کی اجازت پر معافی موقوف ہے۔

خلوتِ صحیحہ کس طرح ہو گی

☆ خلوتِ صحیحہ یہ ہے کہ میاں اور بیوی ایک کمرے میں جمع ہوں اور کوئی چیز جماع سے روکنے والی نہ ہو۔ یہ خلوت جماع ہی کے حکم میں ہے۔

☆ جماع سے روکنی والی چیزیں تین طرح کی ہیں:

(۱) حِسّی (۲) شرعی (۳) طبعی

☆ مانعِ حِسّی جیسے بیماری کہ شوہر بیمار ہے تو مطلقاً خلوتِ صحیحہ نہیں ہو گی اور بیوی بیمار ہو تو اگر اس کی بیماری اس حد تک ہے کہ جماع سے اس کو تکلیف پہنچے گی تو خلوتِ صحیحہ نہیں ہو گی اور اگر ایسی بیماری نہیں ہے تو ہو جائے گی۔

☆ مانعِ طبعی جیسے وہاں کسی تیسرے کا ہونا، اگرچہ وہ سورہا ہو یا نابینا ہو، ہاں اگر اتنا چھوٹا بچہ ہو کہ کسی کے سامنے بیان نہیں کر سکے گا تو اس کا ہونا مانع نہیں یعنی اس کے وہاں ہونے کے باوجود خلوتِ صحیحہ ہو جائے گی۔

☆ مانعِ شرعی مثلاً عورت حیض یا نفاس میں ہے یا دونوں میں سے کوئی احرام کی حالت میں ہے خواہ احرام فرض کا ہو یا نفل کا، حج کا ہو یا عمرے کا یا ان میں سے کسی کا رمضان کا روزہ ادا ہو یا نمازِ فرض میں ہو، ان سب صورتوں میں خلوتِ صحیحہ نہیں ہو گی اور اگر نفل یا

نذر یا کفارے یا قضا کا روزہ ہو یا نفلی نماز ہو تو یہ چیزیں خلوتِ صحیحہ سے مانع نہیں۔

☆ اگر دونوں ایک جگہ تنہائی میں جمع ہوئے مگر کوئی مانعِ شرعی یا طبعی یا حِسّی پایا جاتا ہے تو خلوتِ فاسدہ ہے۔

خلوتِ صحیحہ کے احکام

☆ خلوتِ صحیحہ کے بعد شوہر نے بیوی کو طلاق دی تو عورت پر عدّت واجب بلکہ عدّت میں کھانا، ضروری اخراجات اور رہنے کے لیے مکان دینا بھی واجب ہے۔

☆ خلوتِ صحیحہ کے بعد بیوی کو طلاق دی تو جب تک وہ عدّت میں ہے اس کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا، اسی طرح چار عورتیں نکاح میں نہیں لاسکتا۔

☆ جس عورت سے خلوتِ صحیحہ ہوئی اسے طلاق دینے کے لیے بھی وہی حکم ہے جو اس عورت کو طلاق دینے کے بارے میں ہے جس سے ہمبستری کر چکا ہے یعنی حیض کے دنوں میں نہ دے بلکہ طُہر (پاکی) کے دنوں میں دے۔

☆ جس سے خلوتِ صحیحہ ہوچکی ہے وہ جب تک عدّت میں ہے اسے طلاقِ بائن دے سکتا ہے مگر اس سے رجعت نہیں کرسکتا اور نہ ہی طلاقِ رجعی دینے کے بعد فقط خلوتِ صحیحہ سے رجعت ہوسکتی ہے۔

☆ جس کو خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دیا اس کی عدّت کے زمانے میں شوہر کا انتقال ہوگیا تو یہ وارث نہیں ہوگی۔

☆ خلوتِ صحیحہ سے جب مہر لازم ہو چکا تو اب ساقط نہیں ہوگا اگر چہ جدائی عورت کی جانب سے ہو۔

مَہرِ مثل کا بیان

☆ عورت کے خاندان کی اس جیسی عورت کا جو مہر ہو، وہ اس کے لیے مہرِ مثل ہے، مثلاً اس کی بہن، پھوپھی، چچا کی بیٹی وغیرہا کا مہر۔ اس کی ماں کا مہر اس کے لیے مہرِ مثل نہیں جبکہ وہ دوسرے گھرانے کی ہو اور اگر اس کی ماں اسی خاندان کی ہو، مثلاً اس کے باپ کی چچازاد بہن ہے تو اس کا مہر اس کے لیے مہرِ مثل ہے۔

☆ وہ عورت جس کا مہر اِس کے لیے مہرِ مثل ہے وہ درجِ ذیل امور میں اس کے جیسی ہونی چاہیے: عمر، خوبصورتی اور مال میں مشابہ ہو، دونوں ایک شہر میں ہوں، ایک زمانہ ہو، عقل، تمیز، دیانت، نیکی، علم و ادب میں ایک جیسی ہوں، دونوں کنواری ہوں یا دونوں ثَیِّب، اولاد ہونے نہ ہونے میں ایک جیسی ہوں کہ ان چیزوں کے اختلاف سے مہر میں اختلاف ہوتا ہے۔

☆ نکاح کے وقت اِن امور میں ایک جیسی ہونے کا اعتبار ہے، بعد میں کسی بات کی کمی یا زیادتی ہوئی تو اس کا اعتبار نہیں، مثلاً ایک کا جب نکاح ہوا تھا اس وقت جس حیثیت کی تھی دوسری بھی اپنے نکاح کے وقت اسی حیثیت کی ہے مگر پہلی میں بعد میں کمی ہوگئی اور دوسری میں زیادتی تو اس کا اعتبار نہیں۔

☆ مہر میں شوہر کے حال کا بھی لحاظ ہوتا ہے، جوان اور بوڑھے کے مہر میں اختلاف ہوتا ہے۔

☆ اگر اس خاندان میں کوئی ایسی عورت نہ ہو، جس کا مہر اس کے لیے مہرِ مثل ہو سکے تو کوئی دوسرا خاندان جو اس کے خاندان کے مثل ہے اس میں کوئی عورت اس جیسی ہو، اُس کا مہر اس کے لیے مہرِ مثل ہوگا۔

مَہرِ مُسَمّٰی کی صورتیں

☆ مہرِ مسمیٰ یعنی نکاح کے وقت مہر ذکر کیا جائے تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مجہول الجنس والوصف: یعنی جس کی جنس اور وصف دونوں معلوم نہ ہوں۔ مثلاً یہ کہا کہ مہر میں کپڑا دوں گا یا یہ کہا کہ چوپایہ دوں گا یا یہ کہا کہ گھر دوں گا یا یہ کہا کہ باندی کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ مہر میں دوں گا یا یہ کہا کہ میرے باغ میں اس سال جتنے پھل آئیں گے وہ مہر میں دوں گا۔ ان سب صورتوں میں مہرِ مثل واجب ہے۔

(۲) معلومُ الجنس مجہول الوصف، یعنی جس کی جنس معلوم ہو لیکن وصف معلوم نہ ہو۔ مثلاً یہ کہا کہ مہر میں غلام دوں گا یا یہ کہا کہ گھوڑا دوں گا یا یہ کہا کہ گائے دوں گا مگر کس طرح کا غلام یا گھوڑا یا گائے اس کا ذکر نہیں کیا۔ ان سب صورتوں میں درمیانی درجے کا واجب ہے یا اس کی قیمت۔

(۳) جنس اور وصف دونوں معلوم ہوں تو جو کہا ہے وہی واجب ہے۔

مَہر کی قسمیں

☆ مہر کی تین قسمیں ہیں:

(۱) مُعَجَّل: یعنی خلوت سے پہلے مہر دینا مقرر ہوا۔

(۲) مُؤَجَّل: جس کے لیے کوئی مُدّت متعین ہو کہ اس تاریخ تک یا اس سن تک دینا ہے۔

(۳) مُطلَق: جس کے لیے کوئی وقت متعین نہ ہوا ہو۔

☆ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مہر کا کچھ حصہ معجّل ہو، کچھ مؤجل یا مطلق یا کچھ مؤجل ہو، کچھ مطلق یا

کچھ معجّل اور کچھ مؤجل اور کچھ مطلق۔

☆ مہرِ معجّل وصول کرنے کے لیے عورت کو اختیار ہے کہ وہ اپنے شوہر کو ہم بستری وغیرہ سے منع کر دے اور شوہر کو حلال نہیں کہ اس صورت میں عورت کو ہمبستری کے لیے مجبور کرے، اگرچہ اس پہلے عورت کی رضا مندی سے ہمبستری اور خلوت ہو چکی ہو۔ یعنی یہ حق عورت کو ہمیشہ حاصل ہے، جب تک وصول نہ کرلے۔

☆ اگر مہرِ مؤجل ہے یعنی اس کے لیے کوئی میعاد ہے لیکن وہ میعاد معلوم نہیں مثلاً یہ کہا کہ کچھ دنوں میں دے دوں گا تب بھی فوراً ادینا واجب ہے۔ ہاں اگر مؤجل ہے اور میعاد یہ ٹھہری کہ موت یا طلاق پر وصول کرنے کا حق ہے تو جب تک طلاق یا موت واقع نہ ہو وصول نہیں کرسکتی۔ جیسے کہ عموماً ہندوستان میں یہی رائج ہے کہ مہرِ مؤجل سے یہی سمجھا جاتا ہے۔

☆ مہر مؤجل یعنی میعادی تھا اور جو وقت مقرر کیا گیا تھا وہ گزر چکا ہے عورت شوہر کو ہمبستری سے روک سکتی ہے۔

☆ اگر مہر مؤجل (جس کی میعاد موت یا طلاق تھی) یا مطلق تھا اور طلاق یا موت واقع ہوئی تو اب یہ بھی معجّل ہو جائے گا یعنی فوراً اس کا مطالبہ کرسکتی ہے اگرچہ طلاقِ رجعی ہو مگر رجعی میں رجوع کے بعد پھر مؤجل ہو گیا۔

☆ اگر یہ متعین ہوا کہ مہر تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے گا تو طلاق ہونے کے بعد بھی تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرسکتا ہے۔

شوہر کا عورت کے یہاں کچھ بھیجنا

☆ جس لڑکی سے منگنی ہوئی اس کے پاس لڑکے کے یہاں سے مٹھائی یا پھل وغیرہ آئے، پھر کسی وجہ سے نکاح نہیں ہوا تو اگر وہ چیزیں تقسیم ہوگئیں اور بھیجنے والے نے تقسیم کی اجازت بھی دے دی تھی تو واپس نہیں لے سکتا، ورنہ واپس لے سکتا ہے۔ تقسیم کی اجازت صراحت کے ساتھ ہو یا لوگوں میں ایسی چیزوں کے تقسیم کرنے کا رواج ہو، مثلاً ہندوستان میں اس موقع پر ایسی چیزیں اسی لیے بھیجتے ہیں کہ لڑکی والا اپنے خاندان اور رشتے داروں میں بانٹے گا یہ چیزیں اس لیے نہیں ہوتیں کہ رکھ لے گا یا خود کھا جائے گا۔

☆ لڑکے نے نکاح کے بعد یا پہلے عورت کے یہاں عیدی بھیجی، پھر یہ کہتا ہے کہ وہ روپے مہر میں بھیجے تھے، اس کا قول نہیں مانا جائے گا۔

☆ لڑکی کو جو کچھ جہیز میں دیا ہے وہ واپس نہیں لے سکتا اور ورثہ کو بھی اختیار نہیں۔

☆ لڑکی والوں نے نکاح یا رخصت کے وقت شوہر سے کچھ لیا ہو یعنی بغیر لیے نکاح یا رخصت سے انکار کرتے ہوں اور شوہر نے دے کر نکاح یا رخصت کرائی تو شوہر اس چیز کو واپس لے سکتا ہے اور وہ نہ رہی تو اس کی قیمت لے سکتا ہے کہ یہ رشوت ہے۔

☆ رخصت کے وقت جو کپڑے بھیجے اگر بطورِ تملیک ہیں، جیسے ہندوستان میں عموماً رواج ہے کہ ڈال بری میں جوڑے بھیجے جاتے ہیں اور عرف یہی ہے کہ لڑکی کو مالک کر دیتے ہیں تو انھیں واپس نہیں لے سکتا اور تملیک نہ ہو (مالک نہ بنایا ہو) تو لے سکتا ہے۔

☆ لڑکی نے ماں باپ کے مال اور اپنی دستکاری (ہُنر) سے کوئی چیز جہیز کے لیے تیار کی اور اس کی ماں مرگئی، باپ نے وہ چیز جہیز میں دے دی تو اُس کے بھائیوں کو یہ حق نہیں

پہنچتا کہ اس چیز میں ماں کی طرف سے میراث کا دعویٰ کریں۔

☆ لڑکی کا باپ جو کپڑے لاتا رہا اس میں سے یہ اپنے جہیز کے لیے بنا کر رکھتی رہی اور بہت کچھ جمع کرلیا، اب باپ مر گیا تو لڑکی نے جو کچھ جمع کیا تھا سب اس کا ہے۔

☆ ماں نے بیٹی کے لیے اس کے باپ کے مال سے جہیز تیار کیا یا اس کا کچھ سامان جہیز میں دے دیا، باپ کو پتہ تھا یا بعد میں پتہ چلا اور وہ خاموش رہا اور لڑکی رخصت کردی گئی تو اب باپ اس جہیز کو لڑکی سے واپس نہیں لے سکتا۔

متفرق مسائل

☆ مُرتد اور مرتدہ کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا، نہ مسلمان سے، نہ کافر سے، نہ ان کا آپس میں ایک دوسرے سے۔

☆ عورت کو پہلے شوہر نے طلاق دی تھی پھر اس نے دوسرے سے نکاح کیا، اس دوسرے شوہر کی زبان سے کوئی کفریہ بات نکلی پھر اس نے تجدیدِ اسلام اور تجدید نکاح کیا، اگر (معاذ اللہ) کئی بار اسی طرح ہوا تب بھی یہ حلالہ نہیں کہلائے گا اور وہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی۔

☆ نشے والا جس کی عقل جاتی رہی اور زبان سے کوئی کفریہ بات نکلی تو عورت نکاح سے باہر نہیں ہوئی مگر تجدیدِ نکاح کی جائے۔

باری مقرر کرنے کا بیان

☆ جس کی دو یا تین یا چار عورتیں ہوں اس پر ان کے ساتھ انصاف کرنا فرض ہے، یعنی اس کے اختیار میں جو چیزیں ہیں اُن میں سب عورتوں کا ایک جیسا لحاظ کرے یعنی ہر ایک کا پورا حق ادا کرے۔ مثلاً کپڑے، کھانے پینے اور رہنے سہنے میں سب کے حقوق پورے ادا کرے۔

☆ جو بات اس کے اختیار کی نہیں اس میں مجبور و معذور ہے، مثلاً ایک کی زیادہ محبت ہے، دوسری کی کم۔ اسی طرح جماع سب کے ساتھ برابر ہونا بھی ضروری نہیں۔

☆ عمر میں ایک مرتبہ جماع کرنا واجب ہے اور دیانت یہ ہے کہ کبھی کبھی کرتا رہے۔ اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں لیکن اتنا تو ہونا چاہیے کہ عورت کی نظر دوسروں کی طرف نہ اُٹھے۔ البتہ اتنی زیادہ بھی جائز نہیں کہ عورت کو نقصان پہنچے۔ اس کی کوئی تعداد متعین نہیں کی جا سکتی اس لیے کہ یہ دونوں کے بدن اور طاقت کے اعتبار سے الگ الگ ہے۔

☆ ایک ہی بیوی ہے مگر مرد اس کے پاس نہیں رہتا بلکہ نماز روزے میں مشغول رہتا ہے، تو عورت شوہر سے مطالبہ کر سکتی ہے اور اسے حکم دیا جائے گا کہ عورت کے پاس بھی رہا کرے۔ رہا یہ کہ اس کے پاس رہنے کی کیا میعاد ہے تو اس کے تعلق سے یہ ہے کہ چار دن میں ایک دن اس کے لیے اور تین دن عبادت کے لیے رکھے بلکہ بہتر یہ ہے کہ عورت کے مزاج کے اعتبار سے شوہر خود میعاد کی تعیین کرے۔

☆ نئی اور پرانی، کنواری اور ثَیِّب، تندرست اور بیمار، حاملہ اور غیر حاملہ اور وہ نابالغہ جو ہمبستری کے قابل ہو، حیض و نفاس والی اور جس سے ایلا یا ظہار کیا ہو اور جس کو طلاقِ

رجعی دی اور رجعت کا ارادہ ہو اور احرام والی سب برابر ہیں، سب کی باریاں برابر ہوں گی۔

☆ باری میں رات کا اعتبار ہے لہٰذا ایک کی رات میں دوسری کے یہاں بلا ضرورت نہیں جا سکتا۔ دن میں کسی ضرورت کے لیے جا سکتا ہے۔

☆ دوسری بیمار ہے تو اس کی تیمارداری کے لیے رات میں بھی جا سکتا ہے اور زیادہ بیمار ہے تو اس کے یہاں رہ بھی سکتا ہے جب کہ اس کے پاس ایسا کوئی نہ ہو جس سے اس کا جی بہلے اور وہ اس کی تیمارداری کرے۔

☆ ایک کی باری میں دوسری سے دن میں بھی جماع نہیں کر سکتا۔

☆ رات میں کام کرتا ہے مثلاً پہرے دار ہے تو باریاں دن کی مقرر کرے۔

☆ ایک عورت کے یہاں سورج ڈوبنے کے بعد آیا اور دوسری کے یہاں عشا کے بعد تو باری کے خلاف ہوا یعنی رات کا حصہ دونوں کے پاس برابر گزارنا چاہیے۔ دن میں اس طرح کی برابری ضروری نہیں۔ اگر ایک کے پاس دن کا زیادہ حصہ گزرا اور دوسری کے پاس کم تو اس میں حرج نہیں۔

☆ یہ اختیار شوہر کو ہے کہ ایک ایک دن کی باری مقرر کرے یا تین تین دن کی بلکہ ایک ایک ہفتے کی بھی مقرر کر سکتا ہے اور یہ بھی شوہر ہی کو اختیار ہے کہ شروع کس کے پاس سے کرے۔ البتہ ایک ہفتے سے زیادہ کی باری نہ مقرر کرے۔

☆ باری کے جتنے دن مقرر کیے ہیں اگر کسی بیوی کے پاس اس سے زیادہ رہا تو دوسری بیویوں کے پاس بھی اتنے ہی دن رہے۔

☆ سفر میں جانے میں باری نہیں بلکہ شوہر کو اختیار ہے جسے چاہے اپنے ساتھ لے جائے

اور بہتر یہ ہے کہ قرعہ ڈالے، اس میں جس کا نام نکلے اسے لے جائے۔ سفر سے واپسی کے بعد دوسری بیویوں کو یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے کہ جتنے دن سفر میں رہا اُتنے ہی اُتنے دنوں ان باقیوں کے پاس رہے بلکہ اب سے باری چلے گی۔

☆ سفر سے مراد شرعی سفر ہے جس کا ذکر نماز کے بیان میں گزرا، عرف میں پردیس میں رہنے کو بھی سفر کہتے ہیں یہ مراد نہیں۔

☆ عورت کو اختیار ہے کہ اپنی باری سَوت کو ہبہ کر دے اور ہبہ کرنے کے بعد واپس لینا چاہے تو واپس لے سکتی ہے۔

☆ مجامعت اور بوسہ وغیرہ ہر قسم کا معاملہ سب بیویوں کے ساتھ ایک برابر کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔

☆ مرد اپنی عورت کو جنابت وحیض ونفاس کے بعد نہانے پر مجبور کر سکتا ہے۔ خوشبو استعمال کرنے اور ناف کے نیچے کے بال صاف کرنے پر بھی مجبور کر سکتا ہے۔

☆ جس چیز کی بُو سے اسے نفرت ہے مثلاً کچا لہسن، کچی پیاز، مولی وغیرہ کھانے، تمبا کو کھانے حقّہ پینے سے بھی منع کر سکتا ہے بلکہ ہر مباح اور جائز چیز جس سے شوہر منع کرے عورت کو اس کا ماننا واجب۔

☆ شوہر بناؤ سنگار کو کہتا ہے یہ نہیں کرتی یا مجامعت وغیرہ کے لیے اپنے پاس بُلا تا ہے اور یہ نہیں آتی اس صورت میں شوہر کو مارنے کا بھی حق ہے اور نماز نہیں پڑھتی تو طلاق دینی جائز ہے اگر چہ مہر ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔

☆ عورت کو مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہو تو اگر شوہر عالم ہو تو اس سے پوچھ لے اور عالم نہیں تو اس سے کہے وہ پوچھ کر آئے۔ ان صورتوں میں اسے خود عالم کے یہاں جانے کی

اجازت نہیں اور یہ صورتیں نہ ہوں تو جا سکتی ہے۔

☆ عورت کا باپ اپاہج ہو اور اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں تو عورت اس کی خدمت کے لیے جا سکتی ہے اگرچہ شوہر منع کرتا ہو۔

نوٹ: حقوق زوجین اور نکاح کے حوالے سے دیگر تفصیلات کے لیے ادارۂ معارف اسلامی کی شائع کردہ کتاب ''تحفۂ نکاح'' اور بہار شریعت جلد دوم، حصۂ ہفتم کا مطالعہ کریں۔

طلاق کا بیان

نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے، اس پابندی کے اُٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں۔ اس کے لیے کچھ الفاظ مقرر ہیں جن کا بیان آگے آئے گا۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اسی وقت نکاح سے باہر ہو جائے اسے بائن کہتے ہیں۔ دوم یہ کہ عدّت گزرنے پر باہر ہوگی، اسے رجعی کہتے ہیں۔

☆ طلاق دینا جائز ہے مگر کسی شرعی وجہ کے بغیر منع ہے اور کوئی شرعی وجہ ہو تو مباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں مستحب ہے، مثلاً عورت اس کو یا اس کے گھر والوں کو تکلیف دیتی ہے یا نماز نہیں پڑھتی وغیرہ۔

☆ بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کر دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں اور اس کے ازالے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے۔

☆ طلاق کی تین قسمیں ہیں (۱) حسن۔ (۲) اَحسن۔ (۳) بِدعی۔ جس طُہر (پاکی کے دنوں) میں مجامعت نہ کی ہو اُس میں ایک طلاقِ رجعی دے اور چھوڑے رہے یہاں تک کہ عدّت گزر جائے، یہ احسن ہے۔

☆ طلاقِ حسن کی صورتیں یہ ہیں کہ وہ عورت جس سے ابھی تک ایک بار بھی مجامعت نہیں کی ہے اسے طلاق دی اگرچہ حیض کے دنوں میں دی ہو۔ موطؤہ (جس سے مجامعت کر چکا ہے) کو تین طُہر میں تین طلاقیں دیں بشرطے کہ ان طہروں میں وطی نہ کی ہو اور نہ ہی حیض کے دنوں میں۔ جس عورت کو حیض نہیں آتا اسے تین مہینے میں تین طلاقیں

دیں مثلاً نابالغہ یا حمل والی ہے یا اَیاس کی عمر کو پہنچ گئی تو یہ سب صورتیں طلاقِ حسن کی ہیں۔ حمل والی یا سِنِّ اَیاس (جس عمر میں حیض آنا بند ہوجاتا ہے) والی کو مجامعت کے بعد طلاق دینے میں کراہت نہیں، اسی طرح اگر اُس کی عمر نو سال سے کم کی ہو تو کراہت نہیں اور نو برس یا زیادہ کی عمر ہے مگر ابھی حیض نہیں آیا ہے تو افضل یہ ہے کہ وطی اور طلاق میں ایک مہینے کا فاصلہ ہو۔

☆ طلاقِ بِدعی یہ ہے کہ ایک طہر میں دو یا تین طلاق دے دے، تین دفعہ میں یا دو دفعہ یا ایک ہی دفعہ میں خواہ تین بار لفظ کہے یا یوں کہہ دیا کہ تجھے تین طلاقیں یا ایک ہی طلاق دی مگر اُس طہر میں مجامعت کر چکا ہے یا جس سے مجامعت کر چکا ہے اسے حیض کے دنوں میں طلاق دی یا طہر ہی میں طلاق دی مگر اُس سے پہلے جو حیض آیا تھا اُس میں وطی کی تھی یا اُس حیض میں طلاق دی تھی یا یہ سب باتیں نہیں مگر طہر میں طلاقِ بائن دی۔

☆ حیض کے دنوں میں طلاق دی تو رجعت (رجوع کرنا) واجب ہے کہ اس حالت میں طلاق دینا گناہ تھا اگر طلاق دینا ہی ہے تو اس حیض کے بعد طہر گزر جائے پھر حیض آ کر پاک ہو اب دے سکتا ہے۔ یہ اُس وقت ہے کہ جماع سے رجعت کی ہو اور اگر بوسہ لینے یا چُھونے سے رجعت کی ہو تو اس حیض کے بعد جو طہر ہے اس میں بھی طلاق دے سکتا ہے، اس کے بعد دوسرے طہر کے انتظار کی حاجت نہیں۔

☆ طلاق کے لیے شرط یہ ہے کہ شوہر عاقل بالغ ہو، نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے، نہ اُس کی طرف سے اُس کا ولی۔

☆ نشے والے نے طلاق دی تو واقع ہوجائے گی کہ یہ عاقل کے حکم میں ہے۔ نشہ خواہ شراب پینے سے ہو یا بھنگ وغیرہ کسی اور چیز سے۔ افیون کی پینک میں طلاق دے دی

جب بھی واقع ہو جائے گی۔

☆ طلاق میں عورت کی جانب سے کوئی شرط نہیں، یعنی عورت چاہے نابالغہ ہو یا مجنونہ، بہر حال طلاق واقع ہوگی۔

☆ کسی نے مجبور کر کے اسے نشہ پلا دیا کہ نہیں پیے گا تو جان سے مار دے گا یا کوئی عضو کاٹ دے گا یا سخت ضرورت کے وقت پی لیا مثلاً پیاس سے مر رہا تھا اور پانی نہ تھا، اب اس نشے میں طلاق دے دی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

☆ طلاق کے الفاظ مذاق کے طور پر کہے یعنی اُن سے دوسرا معنٰی لینے کا ارادہ کیا جو نہیں بن سکتا تب بھی طلاق ہوگئی۔ اسی طرح کم عقل شخص کی طلاق بھی واقع ہے۔

☆ گونگے نے اشارے سے طلاق دی ہوگئی جب کہ لکھنا نہ جانتا ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر لکھنا جانتا ہو تو اشارے سے نہیں ہوگی بلکہ لکھنے سے ہوگی۔

☆ کوئی اور لفظ کہنا چاہتا ہے، زبان سے لفظ طلاق نکل گیا یا لفظ طلاق بولا مگر اس کا معنٰی نہیں جانتا یا بھول کر یا غفلت میں کہا ان سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگئی۔

☆ سَرسام، بَرسام یا ان کے جیسی کسی بیماری کی وجہ سے عقل چلی گئی یا غشی کی حالت میں یا سوتے میں طلاق دے دی تو واقع نہیں ہوگی۔

☆ اگر غصہ اس حد کا ہو کہ عقل بالکل ختم ہو جائے اور اس حالت میں طلاق دے دی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ آج کل بہت سے لوگ طلاق دے بیٹھتے ہیں بعد میں افسوس کرتے ہیں اور طرح طرح کے بہانے سے یہ فتویٰ لینا چاہتے ہیں کہ طلاق واقع نہ ہو۔ ایک عذر اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ غصہ میں طلاق دی تھی۔ مفتی کو چاہیے یہ بات ملحوظ رکھے کہ مطلقاً غصے کا اعتبار نہیں۔ معمولی غصے میں طلاق ہو جاتی ہے۔ غصے میں عقل

جانے والی صورت بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے، جب تک اس کا ثبوت نہ ہو محض پوچھنے والے کے کہہ دینے پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

لکھ کر طلاق دینے کا بیان

☆ زبان سے طلاق کے الفاظ نہ کہے مگر کسی ایسی چیز پر لکھے کہ حروف صاف ظاہر نہ ہوتے ہوں مثلاً پانی یا ہوا پر لکھا تو طلاق نہیں ہوگی۔

☆ اگر ایسی چیز پر لکھا کہ حروف صاف ظاہر ہوتے ہوں مثلاً کاغذ یا تختے وغیرہ پر اور طلاق کی نیت سے لکھے تو ہو جائے گی۔

☆ اگر لکھ کر عورت کے پاس بھیج دیا تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر نہیں بھیجا بلکہ صرف لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا تب بھی واقع ہوگئی۔

☆ جیسے ہی لکھ دیا فوراً طلاق واقع ہو جائے گی چاہے اس کے علاوہ کسی اور کو پتہ ہو یا نہ ہو اور اُسی وقت سے عدّت شمار ہوگی۔

☆ اگر اس طرح لکھا کہ میرا یہ خط جب تجھے پہنچے تجھے طلاق ہے تو عورت کو جب خط پہنچے گا اُس وقت طلاق ہوگی، چاہے عورت اس خط کو پڑھے یا نہ پڑھے۔ اس صورت میں اگر وہ خط عورت کے پاس پہنچا ہی نہیں مثلاً اُس نے کسی وجہ سے اس کے پاس بھیجا ہی نہیں یا بھیجا مگر راستے میں کسی طور پر گُم ہوگیا تو طلاق نہیں ہوگی۔

☆ کسی پرچے پر طلاق لکھی اور کہتا ہے کہ میں نے مشق کے طور پر لکھی ہے تو اس کا قول معتبر نہیں۔

☆ دو پرچوں پر یہ لکھا کہ جب میرا یہ خط تجھے پہنچے تجھے طلاق ہے اور عورت کو دونوں

پرچے پہنچے تو دو طلاق کا حکم دیا جائے گا۔

☆ دوسرے سے طلاق لکھوا کر بھیجی تو طلاق ہو جائے گی اس لیے کہ لکھنے والے سے یہ کہنا کہ میری عورت کو طلاق لکھ دے یہ طلاق کا اقرار ہے۔

☆ طلاق کی دو قسمیں ہیں (۱) صریح (۲) کنایہ۔

طلاقِ صریح کا بیان

☆ صریح وہ ہے جس سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو اور وہ اکثر طلاق کے معنے میں ہی استعمال ہوتا ہو اگر چہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو۔

☆ صریح کے چند الفاظ یہ ہیں:

(۱) میں نے تجھے طلاق دی (۲) تجھے طلاق ہے (۳) تو مطلّقہ ہے (۴) تو طالق ہے (۵) میں تجھے طلاق دیتا ہوں (۶) اے مطلقہ۔

☆ ان سب الفاظ کا حکم یہ ہے کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر چہ کچھ نیت نہ کی ہو یا بائن کی نیت کی یا ایک سے زیادہ کی نیت ہو۔ (۷) طلاغ (۸) تلاغ (۹) طلاک (۱۰) تلاک (۱۱) تلاکھ (۱۲) تلّا کھ (۱۳) تلاخ (۱۴) تلاح (۱۵) تلاق (۱۶) طِلاق بلکہ توتلے کی زبان سے (۱۷) تلات۔ یہ سب صریح کے الفاظ ہیں، ان سب سے ایک طلاق رجعی ہوگی اگر چہ نیت نہ ہو یا نیت کچھ اور ہو۔

☆ (۱۸) ط ل ا ق (۱۹) طا لام الف قاف کہا اور نیت طلاق ہو تو ایک رجعی ہوگی۔

☆ اردو میں یہ لفظ کہ (۲۰) میں نے تجھے چھوڑا، صریح ہے اس سے ایک رجعی ہوگی، کچھ نیت ہو یا نہ ہو۔

☆ لفظِ طلاق کو غلط طور پر ادا کرنے میں عالم اور جاہل برابر ہیں، بہر حال طلاق ہو جائے گی اگرچہ وہ کہے کہ میں نے دھمکانے کے لیے غلط طور پر ادا کیا، اس سے طلاق مقصود نہیں تھی ورنہ صحیح طور پر بولتا۔ ہاں اگر لوگوں سے پہلے کہہ دیا تھا کہ میں دھمکانے کے لیے غلط لفظ بولوں گا طلاق مقصود نہیں ہوگی تو اب اس کی بات مان لی جائے گی۔

نوٹ: طلاق صریح کے تفصیلی احکام بہار شریعت جلد دوم حصۂ ہشتم میں ملاحظہ فرمائیں۔

طلاق میں اِضافت کا بیان

☆ طلاق میں اضافت کا مطلب یہ ہے کہ جسے طلاق دی جارہی ہے اس کی طرف طلاق کی نسبت کی جائے۔

☆ طلاق میں اِضافت ضروری ہے، اضافت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوگی خواہ حاضر کے صیغے سے بیان کرے مثلاً تجھے طلاق ہے یا اشارے کے ساتھ مثلاً اِسے یا اُسے یا نام لے کر کہے کہ فلانی کو طلاق ہے یا اُس کے جسم، بدن یا روح کی طرف نسبت کرے یا اُس کے کسی ایسے عضو کی طرف نسبت کرے جو کُل کے قائم مقام تصور کیا جاتا ہو مثلاً گردن یا سر یا شرمگاہ کی طرف نسبت کرے یا نصف یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ یہاں تک کہ اگر کہا تیرے ہزار حصوں میں سے ایک حصے کو طلاق ہے تو طلاق ہو جائے گی۔

☆ اگر سر یا گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا تیرے اس سر یا اس گردن کو طلاق تو واقع نہیں ہوگی اور اگر ہاتھ نہ رکھا اور یوں کہا اِس سر کو طلاق اور عورت کے سر کی طرف اشارہ کیا تو واقع ہو جائے گی۔

☆ ہاتھ یا اُنگلی یا ناخن یا پاؤں یا بال یا ناک یا پنڈلی یا ران یا پیٹھ یا پیٹ یا زبان یا کان یا منہ یا ٹھوڑی یا دانت یا سینے یا پستان کو کہا کہ اسے طلاق تو واقع نہیں ہوگی۔

☆ جز وِطلاق بھی پوری طلاق ہے اگر چہ ایک طلاق کا ہزارواں حصہ ہو مثلاً کہا تجھے آدھی یا چوتھائی طلاق ہے تو پوری ایک طلاق پڑے گی کہ طلاق کے حصے نہیں ہو سکتے۔

نوٹ: اضافت کے تفصیلی احکام بہارِ شریعت جلد دوم حصۂ ہشتم سے حاصل فرمائیں۔

غیر مدخولہ کی طلاق کا بیان

☆ غیر مدخولہ (یعنی وہ عورت جس سے شوہر نے نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی مجامعت نہیں کی ہے) سے کہا کہ تجھے تین طلاقیں تو تین ہوں گی اور اگر کہا کہ تجھے طلاق تجھے طلاق تجھے طلاق یا کہا کہ تجھے طلاق طلاق طلاق یا کہا کہ تجھے طلاق ہے ایک اور ایک اور ایک تو ان صورتوں میں ایک بائن واقع ہوگی باقی لغو اور بے کار ہیں۔ یعنی چند لفظوں سے واقع کرنے میں صرف پہلے لفظ سے واقع ہوگی اور باقی کے لیے محل نہیں۔ موطوءہ یعنی وہ عورت جس سے مجامعت کر چکا ہے اس سے کہا تو بہر حال تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔

☆ غیر مدخولہ سے کہا کہ تجھے تین طلاقیں الگ الگ تو ایک ہوگی۔ اسی طرح اگر کہا کہ تجھے دو طلاقیں اُس طلاق کے ساتھ جو میں تجھے دوں پھر ایک طلاق دی تو ایک ہی ہوگی۔

☆ اگر کہا کہ تجھے ڈیڑھ طلاق تو دو ہوں گی اور اگر کہا کہ تجھے آدھی اور ایک تو ایک۔ اسی طرح ڈھائی کہا تو تین اور دو اور آدھی کہا تو دو۔

نوٹ: غیر مدخولہ کی طلاق کے تفصیلی احکام بہار شریعت جلد دوم حصہ ہشتم سے حاصل فرمائیں۔

طلاقِ کنایہ کا بیان

☆ کنایہ وہ الفاظ ہیں جن سے طلاق مراد ہونا ظاہر نہ ہو بلکہ وہ طلاق کے علاوہ اور معنوں میں بھی استعمال ہوتے ہوں۔

☆ کنایہ کے الفاظ سے طلاق واقع ہونے میں یہ شرط ہے کہ طلاق کی نیت ہو یا حالت بتاتی ہو کہ طلاق مراد ہے یعنی اس سے پہلے طلاق کا ذکر تھا یا اس نے غصے میں کہا۔ کنایہ کے الفاظ تین طرح کے ہیں۔ بعض میں سَوال رد کرنے کا احتمال ہے، بعض میں گالی کا احتمال ہے اور بعض میں نہ یہ ہے نہ وہ، بلکہ جواب کے لیے متعین ہیں۔ اگر رَد کا احتمال ہے تو مطلقاً ہر حال میں نیت کی حاجت ہے طلاق کی نیت کے بغیر طلاق نہیں، جن میں گالی کا احتمال ہے اُن سے طلاق ہونا خوشی اور غصے میں نیت پر موقوف ہے اور طلاق کا ذکر تھا تو نیت کی ضرورت نہیں اور تیسری صورت یعنی جو فقط جواب ہو تو خوشی میں نیت ضروری ہے اور غضب اور طلاق کے ذکر کے وقت نیت کے بغیر بھی طلاق واقع ہے۔

☆ کنایہ کے بعض الفاظ یہ ہیں:

(۱) جا (۲) نکل (۳) چل (۴) روانہ ہو (۵) اُٹھ (٦) کھڑی ہو (۷) پردہ کر (۸) دوپٹہ اوڑھ (۹) نقاب ڈال (۱۰) ہٹ سرک (۱۱) جگہ چھوڑ (۱۲) گھر خالی کر (۱۳) دُور ہو (۱۴) چل دُور (۱۵) اے خالی (١٦) اے بَری (۱۷) اے جُدا (۱۸) تو جُدا ہے (۱۹) تو مجھ سے جُدا ہے (۲۰) میں نے تجھے بے قید کیا (۲۱) میں نے تجھ سے مفارقت (علاحدگی) کی (۲۲) رستہ ناپ (۲۳) اپنی راہ لے (۲۴) کالا منہ کر (۲۵) چال دکھا (٢٦) چلتی بن (۲۷) چلتی نظر آ (۲۸) دفع ہو (۲۹) دال فے عین ہو (۳۰) رفو چکر ہو (۳۱) پنجرا خالی کر

(۳۲)ہٹ کے سڑ (۳۳)اپنی صورت گھما (۳۴)بستر اُٹھا (۳۵)اپنا سوجھتا دیکھ (۳٦)اپنی گٹھری باندھ (۳۷)اپنی نجاست الگ پھیلا (۳۸)تشریف لے جایئے (۳۹)تشریف کا ٹوکرا لے جایئے (۴۰)جہاں سینگ سمائے جا (۴۱)اپنا مانگ کھا (۴۲)بہت ہوچکی اب مہربانی فرمایئے (۴۳)اے بے علاقہ (۴۴)منہ چھپا (۴۵)جہنم میں جا (۴٦)چولھے میں جا (۴۷)بھاڑ میں پڑ (۴۸)میرے پاس سے چل (۴۹)اپنی مُراد پر فتح مند ہو (۵۰)میں نے نکاح فسخ کیا (۵۱)تو مجھ پر مُردار کی طرح ہے (۵۲)تو مجھ پر سوَر کی طرح ہے (۵۳)تو مجھ پر شراب کی طرح ہے۔(اگر یہ کہا کہ تو مجھ پر بھنگ یا افیون یا فلاں کے مال یا فلاں کی بیوی کی طرح ہے تو اس کا شمار طلاقِ کنایہ میں نہیں ہوگا چاہے اس کی جو بھی نیت ہو۔) (۵۴)تو میری ماں یا بہن یا بیٹی کی طرح ہے (اور اگر اس طرح کہا کہ تو ماں بہن بیٹی ہے تو گناہ ہے لیکن یہ طلاقِ کنایہ نہیں۔) (۵۵)تو خلاص ہے (۵٦) تیری گلو خلاصی ہوئی (۵۷)تو خالص ہوئی (۵۸)تو حلالِ خدا (۵۹)تو حلالِ مسلمانان (٦۰)ہر حلال مجھ پر حرام (٦۱)تو میرے ساتھ حرام میں ہے (٦۲)میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا (اگرچہ کسی عوض کا ذکر نہ آئے، اگرچہ عورت نے یہ نہ کہا کہ میں نے خریدا۔) (٦۳)میں تجھ سے باز آیا (٦۴)میں تجھ سے درگزرا (٦۵)تو میرے کام کی نہیں (٦٦)میرے مطلب کی نہیں (٦۷)میرے مصرف کی نہیں (٦۸)مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں (٦۹) کچھ قابو نہیں (۷۰)مِلک نہیں (۷۱)میں نے تیری راہ خالی کردی (۷۲)تو میری مِلک سے نکل گئی (۷۳)میں نے تجھ سے خلع کیا (۷۴)اپنے میکے بیٹھ (۷۵)تیری باگ ڈھیلی کی (۷٦)تیری رسّی چھوڑ دی (۷۷)تیری لگام اُتار لی (۷۸)اپنے رفیقوں سے جامل (۷۹)مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں (۸۰)میں تجھ سے لادعویٰ ہوتا ہوں (۸۱)میرا تجھ پر کچھ

دعویٰ نہیں (۸۲) خاوند تلاش کر (۸۳) میں تجھ سے جُدا ہوں یا ہوا (فقط میں جُدا ہوں یا ہوا کافی نہیں اگرچہ طلاق کی نیت سے کہا۔) (۸۴) میں نے تجھے جُدا کر دیا (۸۵) میں نے تجھ سے جُدائی کی (۸۶) تو خود مختار ہے (۸۷) تو آزاد ہے (۸۸) مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں (۸۹) مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا (۹۰) میں نے تجھے تیرے گھر والوں کو دیا (۹۱) میں نے تجھے تیرے باپ کو دیا (۹۲) میں نے تجھے تیری ماں کو دیا (۹۳) میں نے تجھے تیرے خاوندوں کو دیا (۹۴) میں نے تجھے خود تجھ کو دیا (اگر یہ کہا کہ میں نے تجھے تیرے بھائی یا ماموں یا چچا یا کسی اجنبی کا نام ذکر کر کے کہا کہ اسے دیا تو کچھ نہیں۔) (۹۵) مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا یا نہیں (۹۶) میں تیرے نکاح سے بیزار ہوں (۹۷) بَری ہوں (۹۸) مجھ سے دُور ہو (۹۹) مجھے صورت نہ دکھا (۱۰۰) کنارے ہو (۱۰۱) تو نے مجھ سے نجات پائی (۱۰۲) الگ ہو (۱۰۳) میں نے تیرا پاؤں کھول دیا (۱۰۴) میں نے تجھے آزاد کیا (۱۰۵) آزاد ہو جا (۱۰۶) تیری بندکٹی (۱۰۷) تو بے قید ہے (۱۰۸) میں تجھ سے بَری ہوں (۱۰۹) اپنا نکاح کر (۱۱۰) جس سے چاہے نکاح کر لے (۱۱۱) میں تجھ سے بیزار ہوا (۱۱۲) میرے لیے تجھ پر نکاح نہیں (۱۱۳) میں نے تیرا نکاح فسخ کیا (۱۱۴) چاروں راہیں تجھ پر کھول دیں (اور اگر یوں کہا کہ چاروں راہیں تجھ پر کُھلی ہیں تو کچھ نہیں جب تک یہ نہ کہے کہ (۱۱۵) جو راستہ چاہے اختیار کر (۱۱۶) میں تجھ سے دست بردار ہوا (۱۱۷) میں نے تجھے تیرے گھر والوں یا باپ یا ماں کو واپس دیا (۱۱۸) تو میری عصمت سے نکل گئی (۱۱۹) میں نے تیری مِلک سے شرعی طور پر اپنا نام اُتار دیا (۱۲۰) تو قیامت تک یا عمر بھر میرے لائق نہیں (۱۲۱) تو مجھ سے ایسی دور ہے جیسے مکۂ معظّمہ مدینۂ طیّبہ سے یا دلّی لکھنؤ سے۔

☆ کنایہ کے یہ الفاظ اگر طلاق کی نیت سے بولے گئے تو اِن سے ایک بائن طلاق واقع

ہوگی اگر چہ بائن کی نیت نہ ہو اور دو کی نیت کی جب بھی وہی ایک واقع ہوگی اور تین کی نیت کی تو تین واقع ہوں گی۔

☆ اِن الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگر چہ نیت کرے: مجھے تیری حاجت نہیں، مجھے تجھ سے سروکار نہیں، تجھ سے مجھے کام نہیں، غرض نہیں، مطلب نہیں، تو مجھے درکار نہیں، تجھ سے مجھے رغبت نہیں، میں تجھے نہیں چاہتا۔

نوٹ: طلاقِ کنایہ کے تفصیلی احکام بہارِ شریعت جلد دوم حصہ ہشتم سے حاصل فرمائیں۔

طلاق سپرد کرنے کا بیان

عورت سے کہا تجھے اختیار ہے یا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ ہے اور اس سے مقصود طلاق کا اختیار دینا ہے تو عورت اُس مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے اگرچہ وہ مجلس کتنی ہی طویل ہو اور مجلس بدلنے کے بعد کچھ نہیں کرسکتی۔ اگر عورت وہاں موجود نہ تھی یا موجود تھی مگر سُنا نہیں اور اُسے اختیار اُنھیں لفظوں سے دیا تو جس مجلس میں اُسے اس کا علم ہوا اُس کا اعتبار ہے۔ ہاں اگر شوہر نے کوئی وقت مقرر کردیا تھا مثلاً آج اُسے اختیار ہے اور وقت گزرنے کے بعد اُسے علم ہوا تو اب کچھ نہیں کرسکتی اور اگر ان لفظوں سے شوہر نے طلاق کی نیت ہی نہ کی تو کچھ نہیں کہ یہ کنایہ ہیں اور کنایہ میں طلاق کی نیت کے بغیر طلاق نہیں ہاں اگر غصے کی حالت میں کہا یا اُس وقت طلاق کی بات چیت تھی تو اب نیت نہیں دیکھی جائے گی۔

اگر عورت نے ابھی کچھ نہ کہا تھا کہ شوہر نے اپنے کلام کو لوٹا لیا تو جب تک مجلس نہ بدل جائے شوہر کے لوٹانے کا اعتبار نہیں یعنی جب تک اسی مجلس میں ہے عورت اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے اور شوہر اُسے منع بھی نہیں کرسکتا۔

اگر شوہر نے یہ لفظ کہے کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے دے یا تجھے اپنی طلاق کا اختیار ہے تب بھی یہی سب احکام ہیں مگر اِس صورت میں عورت نے طلاق دے دی تو رجعی پڑے گی ہاں اس صورت میں عورت نے تین طلاقیں دیں اور مرد نے تین کی نیت بھی کر لی ہے تو تین ہوں گی۔

اِن مذکورہ الفاظ کے ساتھ یہ بھی کہا کہ ''تو جب چاہے یا جس وقت چاہے'' تو اب مجلس بدلنے سے اختیار باطل نہیں ہوگا اور شوہر کو اپنی بات واپس لینے کا اختیار بھی نہیں ہوگا۔

مجلس بدلنے کی صورتیں

☆ بیٹھی تھی کھڑی ہوگئی یا ایک کام کررہی تھی اُسے چھوڑ کر دوسرا کام کرنے لگی مثلاً کھانا منگوایا یا سوگئی یا غسل کرنے لگی یا مہندی لگانے لگی یا کسی سے خرید وفروخت کی بات کی یا کھڑی تھی جانور پر سوار ہوگئی یا سوار تھی اتر گئی یا ایک سواری سے اتر کر دوسری پر سوار ہوئی یا سوار تھی مگر جانور کھڑا تھا اب چلنے لگا تو اِن سب صورتوں میں مجلس بدل گئی اور اب طلاق کا اختیار نہیں رہا۔

☆ اگر کھڑی تھی بیٹھ گئی یا کھڑی تھی اور گھر میں ٹہلنے لگی یا بیٹھی ہوئی تھی اب تکیہ لگالیا یا تکیہ لگائے ہوئے تھی اب سیدھی ہوکر بیٹھ گئی یا اپنے باپ وغیرہ کسی کو مشورے کے لیے بُلایا یا گواہوں کو بُلانے گئی کہ اُن کے سامنے طلاق دے بشرطے کہ وہاں کوئی ایسا نہیں جو بُلا دے یا سواری پر جارہی تھی اُسے روک دیا یا پانی پیا یا کھانا وہاں موجود تھا تھوڑا سا کھالیا، ان سب صورتوں میں مجلس نہیں بدلی۔

☆ کشتی گھر کے حکم میں ہے کہ کشتی کے چلنے سے مجلس نہیں بدلے گی اور جانور پر سوار ہے اور جانور چل رہا ہے تو مجلس بدل رہی ہے، ہاں اگر شوہر کے خاموش ہوتے ہی فوراً اُسی قدم میں جواب دیا تو طلاق ہوگئی اور اگر کجاوے میں دونوں سوار ہیں جسے کوئی کھینچے لیے جارہا ہے تو مجلس نہیں بدلی کہ یہ کشتی کے حکم میں ہے۔ گاڑی، ڈولی وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

تعلیق کا بیان

☆ تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ کسی کام کے ہونے کو کسی کام کے ہونے پر موقوف کر دیا جائے ،جس کام کے ہونے پر موقوف کیا گیا ہے اسے شرط کہتے ہیں۔

☆ تعلیق صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ ''شرط'' فی الحال موجود نہ ہو مگر عادۃً ہو سکتی ہو لہٰذا اگر شرط معدوم نہ ہو مثلاً یہ کہے کہ اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو تجھ کو طلاق ہے یہ تعلیق نہیں بلکہ ایسا کہنے سے فوراً اطلاق واقع ہو جائے گی۔

☆ اگر شرط عادۃً محال ہو مثلاً یہ کہ اگر سوئی کے ناکے میں اونٹ چلا جائے تو تجھ کو طلاق ہے یہ کلام لغو ہے،اس سے کچھ نہیں ہوگا۔

☆ یہ بھی شرط ہے کہ جس پر تعلیق کی جا رہی ہے اس کو اس بات سے ملا کر بولا جائے جس کے لیے اسے شرط بنایا جا رہا ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ عورت کو سزا دینا مقصود نہ ہو مثلاً عورت نے شوہر کو کمینہ کہا تو شوہر نے کہا اگر میں کمینہ ہوں تو تجھ پر طلاق ہے تو طلاق ہو گئی اگر چہ کمینہ نہ ہو کہ ایسے کلام سے تعلیق مقصود نہیں ہوتی بلکہ عورت کو تکلیف دینا مقصود ہوتا ہے۔

☆ یہ بھی ضروری ہے کہ جس کام کو شرط ٹھہرایا ہے اس کو ذکر کرے،لہٰذا اگر اس طرح کہا کہ ''تجھے طلاق ہے اگر'' اور اس کے بعد کچھ نہیں کہا تو یہ کلام لغو ہے،اس سے طلاق نہیں واقع ہوئی اور نہ ہی واقع ہو گی۔

☆ تعلیق کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ عورت تعلیق کے وقت اُس کے نکاح میں ہو مثلاً اپنی بیوی سے یا جو عورت اُس کی عدّت میں ہے اس سے کہا کہ اگر تو فلاں کام کرے یا

فلاں کے گھر جائے تو تجھ پر طلاق ہے اور عورت نے وہ کام کرلیا تو اسے طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر نکاح کی طرف نسبت ہو مثلاً اس نے کہا کہ اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں تو اُس پر طلاق ہے یا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ پر طلاق ہے یا جس عورت سے نکاح کروں اُسے طلاق ہے پھر اس سے نکاح کیا تو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔

☆ کسی اجنبی عورت سے کہا کہ اگر تو فلاں کے گھر گئی تو تجھ پر طلاق، پھر اُس سے نکاح کیا اور وہ عورت اُس کے یہاں گئی تو طلاق نہیں ہوئی یا کہا کہ جو عورت میرے ساتھ سوئے اُسے طلاق ہے پھر نکاح کیا اور وہ ساتھ سوئی تو طلاق نہیں ہوئی۔

☆ اگر والدین سے کہا کہ اگر تم میرا نکاح کروگے تو اُسے طلاق پھر والدین نے اس کے کہے بغیر اس کا نکاح کر دیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

☆ طلاق کسی شرط پر معلق کی تھی اور شرط پائی جانے سے پہلے تین طلاقیں دے دیں تو تعلیق باطل ہوگئی یعنی وہ عورت پھر اس کے نکاح میں آئے اور اب شرط پائی جائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر تعلیق کے بعد تین سے کم طلاقیں دیں تو تعلیق باطل نہیں ہوئی لہٰذا اب اگر وہ عورت اس کے نکاح میں آئی اور شرط پائی گئی تو جتنی طلاقیں معلّق کی تھیں سب واقع ہو جائیں گی۔ یہ اُس صورت میں ہے کہ دوسرے شوہر کے بعد اس کے نکاح میں آئی۔ اگر دو یا ایک طلاق دے دی پھر اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے نہیں ہوا اور اس نے خود اس سے نکاح کرلیا تو اب تین میں سے جو باقی ہے وہ واقع ہوگی اگرچہ بائن طلاق دی ہو یا رجعی کی عدّت ختم ہوگئی ہو کہ عدّت ختم ہونے کے بعد رجعی میں بھی عورت نکاح سے نکل جاتی ہے۔

☆ شرط کا محل ختم ہو گیا تو تعلیق باطل ہوگئی مثلاً کہا کہ اگر فلاں سے بات کرے تو تجھ پر طلاق، اب وہ شخص مر گیا تو تعلیق باطل ہوگئی۔ یا کہا کہ اگر تو اس گھر میں گئی تو تجھ پر طلاق اور وہ مکان گرا دیا گیا پھر اسے کھیت یا باغ بنا دیا گیا تو تعلیق ختم ہوگئی اگر چہ پھر دوبارہ اُس جگہ گھر بنایا گیا ہو۔

☆ حروف شرط اُردو زبان میں یہ ہیں: اگر، جب، جس وقت، ہر وقت، جو، ہر، جس، جب کبھی، ہر بار۔

☆ ایک مرتبہ شرط پائی جانے سے تعلیق ختم ہو جاتی ہے یعنی دوبارہ شرط پائی جانے سے طلاق نہ ہوگی مثلاً عورت سے کہا اگر تو فلاں کے گھر میں گئی یا تو نے فلاں سے بات کی تو تجھ کو طلاق ہے عورت اُس کے گھر گئی تو طلاق ہوگئی دوبارہ پھر گئی تو اب واقع نہ ہوگی کہ اب تعلیق کا حکم باقی نہیں مگر جب کبھی یا جب جب یا ہر بار کے لفظ سے تعلیق کی ہے تو ایک دوبار پر تعلیق ختم نہیں ہوگی بلکہ تین بار میں تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ مثلاً عورت سے کہا کہ جب کبھی تو فلاں کے گھر جائے یا فلاں سے بات کرے تو تجھ کو طلاق ہے تو اگر اُس کے گھر تین بار گئی تو تین طلاقیں ہوگئیں اب تعلیق کا حکم ختم ہو گیا یعنی اگر وہ عورت حلالہ کے بعد پھر اُس کے نکاح میں آئی، اب پھر اُس کے گھر گئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

☆ اگر اس طرح کہا ہے کہ جب کبھی میں اُس سے نکاح کروں تو اُسے طلاق ہے تو تین پر بس نہیں بلکہ سو بار بھی نکاح کرے تو ہر بار طلاق واقع ہوگی۔

☆ اگر یہ کہا کہ جس عورت سے بھی میں نکاح کروں اسے طلاق ہے یا جس جس وقت تو یہ کام کرے تجھ پر طلاق ہے تو چوں کہ یہ الفاظ عموم کے لیے ہیں، لہٰذا ایک بار میں تعلیق ختم نہیں ہوگی۔

مریض کی طلاق کا بیان

☆ مریض سے مراد وہ شخص ہے جو ایسا بیمار ہو کہ اس کے بارے میں غالب گمان یہ ہو کہ اس مرض سے ہلاک ہو جائے گا۔ یعنی بیماری نے اسے اس قدر کمزور کر دیا ہے کہ گھر سے باہر کے کام کے لیے نہیں جا سکتا مثلاً نماز کے لیے مسجد نہیں جا سکتا ہو یا تاجر اپنی دکان تک نہیں جا سکتا ہو۔ یہ حکم اکثر کے لحاظ سے ہے، ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ اُس مرض میں غالب گمان موت ہو اگرچہ وہ بیماری ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے اور بہت سختی نہ پکڑی ہو مثلاً ہیضہ وغیرہ مُہلِک بیماریوں میں بعض لوگ گھر سے باہر کے بھی کام کر لیتے ہیں مگر ایسے امراض میں غالب گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ نہیں بچیں گے۔

☆ اس صورت میں مریض کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ اس نے بالکل بستر پکڑ لیا ہو۔

☆ جو بیماریاں دن بدن بڑھتی رہتی ہیں مثلاً سِل، فالج وغیرہ تو یہ بھی مرض الموت ہیں۔ ہاں اگر سِل اور فالج میں ایک ہی حالت پر قائم ہو گئے اور ایک سال کا زمانہ گزر گیا تو اب اُس شخص کے تصرفات تندرست کی مثل نافذ ہوں گے۔

☆ مریض نے عورت کو طلاق دی تو اُسے ''فارِ بالطّلاق'' کہتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے ترکے سے محروم کرنا چاہتا ہے۔

☆ مریض نے تبرع کیا مثلاً اپنی جائداد وقف کر دی یا کسی اجنبی کو ہبہ کر دیا یا کسی عورت سے مہرِ مثل سے زیادہ پر نکاح کیا تو صرف تہائی مال میں اُس کا تصرف (کیا ہوا معاملہ) نافذ ہو گا اس لیے کہ یہ کام وصیت کے حکم میں ہیں۔

☆ عورت کو طلاقِ رجعی دی اور عدّت کے اندر مر گیا تو مطلقاً عورت وارث ہے صحت میں

طلاق دی ہو یا مرض میں، عورت کی رضا مندی سے دی ہو یا اس کی رضا کے بغیر۔

☆ اگر اس طرح کی بیماری میں عورت کو بائن طلاق دی، خواہ ایک دی ہو یا اس سے زیادہ اور اُسی مرض میں عدّت کے اندر مر گیا چاہے اُسی مرض کی وجہ سے مرا یا کسی اور سبب سے مثلاً اس کا قتل ہو گیا یا ایکسیڈنٹ ہو گیا تو عورت وارث ہے جب کہ عورت کی رضا مندی کے بغیر طلاق دیا ہو۔ اگر عدّت گزرنے کے بعد مرا یا اُس مرض سے اچھا ہو گیا پھر مر گیا خواہ اُسی مرض میں پھر مُبتلا ہو کر مرا یا کسی اور سبب سے یا طلاق دینے پر مجبور کیا گیا یعنی مار ڈالنے یا عضو کاٹنے کی صحیح دھمکی دی گئی ہو یا عورت کی رضا سے طلاق دی تو وارث نہیں ہو گی۔

رجعت کا بیان

☆ جس عورت کو رجعی طلاق دی ہو، عدّت کے اندر اُسے اُسی پہلے نکاح پر باقی رکھنے کو رجعت کہتے ہیں۔

☆ رجعت اُسی عورت سے ہوسکتی ہے جس سے مجامعت کی ہو، اگر خلوتِ صحیحہ ہوئی مگر مجامعت نہیں ہوئی تو رجعت نہیں ہوسکتی اگرچہ اُسے شہوت کے ساتھ چُھوا یا شہوت کے ساتھ اس کی شرمگاہ کے اندرونی حصے کو دیکھا ہو۔

☆ کسی اور نے رجعت کے الفاظ کہے اور شوہر نے جائز کردیا تو ہوگئی۔

☆ رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے، رجعت پر دو عادل لوگوں کو گواہ بنائے اور عورت کو بھی اس کی خبر کردے تاکہ عدّت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرلے۔

☆ اگر کوئی لفظ بول کر رجعت کی مگر گواہ نہیں بنایا یا گواہ بھی بنایا مگر عورت کو اس کے بارے میں خبر نہیں کی تو مکروہ خلافِ سنت ہے مگر پھر بھی رجعت ہوجائے گی۔

☆ اگر کسی عمل سے رجعت کی مثلاً اُس عورت سے مجامعت کی یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لیا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کی تو رجعت ہوگئی مگر مکروہ ہے۔ اُسے چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے رجعت کے الفاظ کہے۔

☆ شوہر نے رجعت کرلی مگر عورت کو خبر نہ کی اُس نے عدّت پوری کرکے کسی سے نکاح کرلیا اور رجعت ثابت ہوجائے تو اسے اس سے الگ کرلیا جائے گا اگرچہ دوسرا شخص مجامعت کرچکا ہو۔

☆ رجعت کے الفاظ یہ ہیں: میں نے تجھ سے رجعت کی، میں نے اپنی زوجہ سے رجعت کی، میں نے تجھ کو واپس لیا، میں نے تجھ کو روک لیا۔ یہ سب صریح الفاظ ہیں کہ اِن میں نیت کے بغیر بھی رجعت ہو جائے گی۔ اگر اس نے یہ کہا کہ تو میرے نزدیک ویسی ہی ہے جیسی تھی یا تو میری عورت ہے تو اگر رجعت کی نیت سے یہ الفاظ کہے تو رجعت ہوگئی ورنہ نہیں۔ نکاح کے الفاظ سے بھی رجعت ہو جاتی ہے۔

☆ جس کام سے حرمتِ مصاہرت ہوتی ہے اُس سے رجعت ہو جائے گی، مثلاً وطی کرنا یا شہوت کے ساتھ چہرے یا گال یا ٹھوڑی یا پیشانی یا سر کا بوسہ لینا یا کسی کپڑے وغیرہ کے بغیر بدن کو شہوت کے ساتھ چھونا یا ایسے کپڑے کے ساتھ جس کے ہوتے ہوئے بدن کی گرمی محسوس ہو یا شرمگاہ کے اندرونی حصے کی طرف شہوت کے ساتھ نظر کرنا۔

☆ اگر یہ افعال شہوت کے ساتھ نہ ہوں تو رجعت نہیں ہوگی اور شہوت کے ساتھ ہوں تو اگرچہ رجعت کے ارادے کے بغیر ہوں تب بھی رجعت ہو جائے گی۔

☆ جس عورت کو طلاقِ رجعی دے چکا ہے اسے شہوت کے بغیر بوسہ لینا یا چھونا مکروہ ہے جب کہ رجعت کا ارادہ نہ ہو اسی طرح کپڑوں کے بغیر اسے دیکھنا بھی مکروہ ہے۔

☆ عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی تو یہ رجعت نہ ہوئی۔

☆ عدّت میں اُس سے نکاح کر لیا تب بھی رجعت ہو جائے گی۔

☆ رجعت میں عورت کی رضامندی کی ضرورت نہیں بلکہ اگر وہ انکار بھی کرے تب بھی ہو جائے گی۔

☆ اگر شوہر نے طلاق دینے کے بعد کہہ دیا ہو کہ میں نے رجعت باطل کر دی یا مجھے رجعت کا اختیار نہیں تب بھی رجعت کر سکتا ہے۔

☆ طلاقِ رجعی دینے کے بعد تیسرے حیض سے پاک ہونے تک رجعت کا اختیار ہے۔ اگر تیسرا حیض پورے دس دن پر ختم ہوا ہے تو دس دن رات پورے ہوتے ہی رجعت کا اختیار بھی ختم ہو جائے گا اگر چہ ابھی اس نے غسل نہ کیا ہو اور دس دن رات سے کم میں پاک ہوئی تو جب تک نہا نہ لے یا نماز کا ایک وقت گزر نہ جائے رجعت کا اختیار باقی ہے۔

☆ کسی عورت کو کبھی پانچ دن حیض آتا ہے اور کبھی چھ دن، اس بار استحاضہ ہو گیا یعنی دس دن سے زیادہ آیا تو رجعت کے حق میں پانچ دن کا اعتبار ہے کہ پانچ دن پورے ہونے پر رجعت نہیں ہوگی اور دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس حیض کے چھ دن پورے ہونے پر کر سکتی ہے۔

☆ طلاقِ رجعی کی عدت میں عورت بناؤ سنگار کرے جب کہ شوہر موجود ہو اور عورت کو رجعت کی امید ہو اور اگر شوہر موجود نہ ہو یا عورت کو معلوم ہو کہ رجعت نہیں کرے گا تو سنگار نہ کرے۔ طلاقِ بائن اور وفات کی عدت میں زینت حرام ہے۔

☆ جسے رجعی طلاق دی ہے اسے سفر میں نہیں لے جا سکتا بلکہ تھوڑی مسافت ہو تب بھی نہیں لے جا سکتا جب تک کہ رجعت پر گواہ نہ بنا لے۔ یہ اُس وقت ہے کہ شوہر نے صاف الفاظ میں رجعت کرنے سے منع کر دیا ہو ورنہ سفر میں لے جانا ہی رجعت ہے۔

☆ شوہر کو چاہیے کہ جس مکان میں عورت ہے جب وہاں جائے تو اُسے خبر کر دے یا کھنکار کر جائے یا اس طرح چلے کہ جوتے کی آواز عورت سُنے یہ اُس صورت میں ہے کہ رجعت کا ارادہ نہ ہو۔

☆ جب رجعت کا ارادہ نہ ہو تو خلوت بھی مکروہ ہے اور رجعت کا ارادہ ہے تو مکروہ نہیں اور

رجعت کا ارادہ ہو تو اس کی باری بھی ہے ورنہ نہیں۔

☆ جس عورت کو تین سے کم طلاقِ بائن دی ہے اُس سے عدت میں بھی نکاح کر سکتا ہے اور عدت کے بعد بھی اور تین طلاقیں دی ہوں تو حلالہ کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا اگرچہ اس سے مجامعت نہ کی ہو۔

☆ عورت عدّت کے اندر کسی دوسرے شخص سے کسی صورت میں نکاح نہیں کر سکتی چاہے شوہر نے اسے تین طلاقیں دی ہوں یا تین سے کم۔

حلالہ کے مسائل

☆ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت مدخولہ ہے یعنی جس شوہر نے اسے طلاق دی ہے وہ اس سے پہلے مجامعت کر چکا ہے تو طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد عورت کسی اور سے نکاح کرے اور یہ دوسرا شوہر اُس عورت سے مجامعت بھی کر لے، اب اِس دوسرے شوہر کے طلاق دینے یا مر جانے کے بعد عدّت پوری ہونے پر پہلے شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے۔ اگر اِس عورت سے پہلے شوہر نے مجامعت نہیں کی ہے تو پہلے شوہر کے طلاق دینے کے بعد فوراً دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اس لیے کہ اس کے لیے عدت نہیں۔

☆ پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے میں نکاحِ صحیح نافذ ہونا شرط ہے۔ اگر نکاحِ فاسد ہوا یا موقوف تو اگر چہ مجامعت کرلے حلالہ نہیں ہوا۔ زنا یا شبہے کی وجہ سے مجامعت کی گئی تب بھی حلالہ نہیں ہوا۔

☆ حلالہ میں مجامعت کی شرط ہونے سے مراد وہ وطی ہے جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے یعنی عضو تناسل کا کم از کم اوپری حصہ جو سُپاری نما ہوتا ہے وہ عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو جائے۔ اس کے لیے انزال ہونا شرط نہیں ہے۔

☆ پہلے شوہر نے تین طلاقیں دیں، عورت نے دوسرے سے نکاح کیا، اس نے مجامعت کے بغیر تین طلاقیں دے دیں پھر عورت نے تیسرے سے نکاح کیا اور اس نے مجامعت کر کے طلاق دی تو پہلے اور دوسرے دونوں کے لیے حلال ہو گئی یعنی اب پہلے یا دوسرے جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

☆ حلالہ کی شرط لگا کر نکاح کرنے کے بارے میں حدیث میں لعنت آئی ہے، جب کہ عقدِ

نکاح یعنی ایجاب وقبول میں حلالہ کی شرط لگائی گئی ہو۔ یہ نکاح مکروہِ تحریمی ہے، ایسا کرنے سے طلاق دینے والا، حلالہ کرنے والا اور عورت تینوں گنہ گار ہوں گے مگر حلالہ کی شرطیں پائی گئیں تو اس نکاح سے بھی وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی اور شرط باطل ہے یعنی دوسرا شوہر طلاق دینے پر مجبور نہیں۔ اگر عقد میں شرط نہ ہوا گرچہ نیت حلال ہی کی ہو تو کوئی کراہت نہیں بلکہ اگر بھلائی کی نیت سے کرے تو اجر کا بھی مستحق ہے۔

☆ اگر نکاح اس نیت سے کیا جا رہا ہے کہ شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے اور عورت یا پہلے شوہر کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نکاح کر کے طلاق نہ دے تو دقّت ہو گی تو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ اُس سے یہ کہلوا لیں کہ اگر میں اس عورت سے نکاح کر کے جماع کروں یا نکاح کر کے ایک رات سے زیادہ رکھوں تو اس پر بائن طلاق ہے۔ اب عورت سے جماع کرتے ہی یا رات گزرنے پر طلاق پڑ جائے گی یا یوں کرے کہ عورت یا اُس کا وکیل یہ کہے کہ میں نے یا میری مؤکلہ نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ مجھے یا اُسے اپنے نفس کا اختیار ہے کہ جب چاہے اپنے کو طلاق دے لے وہ کہے میں نے قبول کیا تو اب عورت کو طلاق دینے کا خود اختیار ہے۔

☆ عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کیا اور اُس نے اس کے ساتھ مجامعت بھی کی، پھر اس کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد پہلے شوہر سے اس کا نکاح ہوا تو اب پہلا شوہر تین طلاقوں کا مالک ہو گیا، پہلے جتنی طلاق دے چکا تھا اُس کا اعتبار اب نہیں ہو گا۔

☆ اگر دوسرے شوہر نے مجامعت نہیں کی اور پہلے شوہر نے تین طلاق دی تھی تو حلالہ ہوا ہی نہیں اور اس پہلے شوہر سے اس کا نکاح ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر تین سے کم طلاق دی تھی تو جو باقی رہ گئی ہے اُسی کا مالک ہے تین کا مالک نہیں۔

ایلا کا بیان

☆ ایلا کا مطلب یہ ہے کہ شوہر نے یہ قسم کھائی کہ عورت سے مجامعت نہیں کرے گا یا اتنے دنوں تک مجامعت نہیں کرے گا۔

☆ قسم کی دو صورت ہے، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ یا اُس کے اُن صفات کی قسم کھائی جن کی قسم کھائی جاتی ہے مثلاً اُس کی عظمت وجلال کی قسم، اُس کی کبریائی کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم۔ دوسری صورت تعلیق ہے مثلاً یہ کہا کہ اگر اِس سے وطی کروں تو میرا غلام آزاد ہے یا میری عورت کو طلاق ہے یا مُجھ پر اتنے دنوں کا روزہ ہے یا حج ہے۔

☆ ایلا کی دو قسمیں ہیں: ایک مؤقّت یعنی چار مہینے کا، دوسرا مؤبّد یعنی چار مہینے کی قید اُس میں نہ ہو۔

☆ ایلا کرنے کے بعد اگر عورت سے چار ماہ کے اندر جماع کیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اس پر کفارہ لازم ہے جب کہ اللہ تعالیٰ یا اُس کے اُن صفات کی قسم کھائی ہو۔ اگر جماع سے پہلے کفارہ دے چکا ہے تو اُس کا اعتبار نہیں بلکہ پھر کفارہ دے۔

☆ اگر تعلیق تھی تو جس بات پر تھی وہ ہو جائے گی مثلاً یہ کہا کہ اگر اس سے صحبت کروں تو غلام آزاد ہے اور چار مہینے کے اندر جماع کیا تو غلام آزاد ہو گیا۔ اگر مجامعت نہیں کی یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو طلاق بائن ہو گئی۔

☆ اگر ایلا مؤقّت تھا یعنی چار ماہ کا تو اگر مجامعت کر کے کفارہ ادا کر دیا تو اب قسم ساقط ہو گئی یعنی اگر اُس عورت سے پھر نکاح کیا تو اُسکا کچھ اثر نہیں اور اگر مؤبّد تھا یعنی اس میں ہمیشہ کی قید تھی مثلاً یہ کہا تھا کہ خدا کی قسم تجھ سے کبھی قربت نہیں کروں گا یا اس میں کچھ

قید نہیں تھی مثلاً یہ کہا تھا کہ خدا کی قسم تجھ سے قربت نہیں کروں گا تو اِن صورتوں میں ایک بائن طلاق پڑ گئی پھر بھی قسم اسی طرح باقی ہے یعنی اگر اُس عورت سے پھر نکاح کیا تو پھر ایلا لوٹ آیا۔

☆ ایلا صرف اس سے ہوسکتا ہے جو اس وقت اس کے نکاح میں ہے یا جسے طلاقِ رجعی دی ہے اس لیے کہ وہ بھی منکوحہ ہی کے حکم میں ہے۔ کسی اجنبی عورت سے اور جسے طلاقِ بائن دے چکا ہے اس سے ایلا نہیں کرسکتا۔

☆ ایلا کے لیے شوہر کا طلاق دینے کا اہل ہونا بھی شرط ہے لہٰذا مجنون اور نابالغ کا ایلا صحیح نہیں اس لیے کہ یہ طلاق کے اہل نہیں۔

☆ یہ بھی شرط ہے کہ چار مہینے سے کم کی مدت نہ ہو اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

☆ یہ بھی شرط ہے کہ جگہ معین نہ کرے، اگر جگہ معین کی مثلاً یہ کہا کہ اللہ کی قسم میں فلاں جگہ تجھ سے مجامعت نہیں کروں گا تو ایلا نہیں۔

☆ یہ بھی شرط ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی عورت کو نہ ملائے۔ اگر یہ کہا کہ تجھ سے اور فلاں عورت سے مجامعت نہیں کروں گا تو ایلا نہیں ہوگا۔

☆ یہ بھی شرط ہے کہ بعضِ مدت کا استثنا نہ ہو مثلاً یہ کہا کہ تجھ سے چار مہینے مجامعت نہیں کروں گا مگر ایک دن، تو ایلا نہیں ہوا۔

☆ یہ بھی شرط ہے کہ مجامعت کے ساتھ کسی اور چیز کو نہ ملائے مثلاً اگر یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں یا تجھے اپنے بچھونے پر بُلاؤں تو تجھ کو طلاق ہے تو یہ ایلا نہیں۔

☆ ایلا کے بعض الفاظ صریح ہیں اور بعض کنایہ ہیں۔ صریح وہ الفاظ ہیں جن سے ذہن مجامعت کے معنے کی طرف جاتا ہو اور وہ اس معنے میں زیادہ تر استعمال ہوتا ہو۔ اس

طرح کے الفاظ میں نیت کی کچھ ضرورت نہیں، نیت کے بغیر بھی ایلا ہے۔ کنایہ وہ الفاظ ہیں جن سے مجامعت کے معنے کی طرف ذہن فوراً نہ جاتا ہو بلکہ اس میں دوسرے معنوں کا بھی احتمال ہو۔ اس میں نیت کے بغیر ایلا نہیں۔ ایسے الفاظ بولنے کے بعد اگر شوہر یہ کہتا ہو کہ میں نے یہ معنی مراد لیا تھا تو اس کی بات مانی جائے گی۔

☆ صریح کے بعض الفاظ یہ ہیں: واللہ میں تجھ سے جماع نہ کروں گا، قربت نہ کروں گا، صحبت نہ کروں گا، وطی نہ کروں گا۔ اُردو میں بعض اور الفاظ بھی ہیں جو خاص جماع ہی کے لیے بولے جاتے ہیں اُن کے ذکر کی حاجت نہیں ہر اردو جاننے والا ان الفاظ کو جانتا ہے۔

☆ کنایہ کے بعض الفاظ یہ ہیں: تیرے بچھونے کے قریب نہیں جاؤں گا، تیرے ساتھ نہیں لیٹوں گا، تیرے بدن سے میرا بدن نہیں ملے گا، تیرے پاس نہیں رہوں گا، وغیرہا۔

خُلَع کا بیان

☆ مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو خُلَع کہتے ہیں۔اس میں عورت کا قبول کرنا شرط ہے،اس کے قبول کیے بغیر خُلَع نہیں ہوسکتا۔اس کے الفاظ بھی متعین ہیں ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ سے نہیں ہوسکتا۔

☆ اگر میاں بیوی میں نا اِتفاقی رہتی ہو اور یہ خوف ہو کہ شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کرسکیں گے تو خلع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

☆ خلع کرنے سے طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی اور خلع میں جو مال مقرر کیا گیا ہے عورت پر اُس کا دینا لازم ہے۔

☆ اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو شوہر کو خلع کرنے کے لیے مال لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو جتنا مہر میں دیا ہے اُس سے زیادہ لینا مکروہ ہے پھر بھی اگر زیادہ لے لے گا تو جائز ہے۔

☆ جو چیز مہر ہوسکتی ہے وہ خلع کے لیے عوض بھی ہوسکتی ہے اور جو چیز مہر نہیں ہوسکتی وہ بھی خلع کے لیے عوض ہوسکتی ہے مثلاً دس درہم سے کم کو خلع کے لیے عوض بنا سکتے ہیں مگر مہر نہیں بنا سکتے۔

☆ خلع شوہر کے حق میں طلاق کو عورت کے قبول کرنے پر معلق کرنا ہے کہ عورت نے اگر مال دینا قبول کرلیا تو طلاقِ بائن ہوجائے گی لہٰذا اگر شوہر نے خلع کے الفاظ کہے اور عورت نے ابھی قبول نہیں کیا تو شوہر کو رجوع کرنے کا اختیار نہیں اور نہ ہی شوہر کی مجلس بدلنے سے خلع باطل ہوگا۔

☆ خلع عورت کے حق میں اپنے آپ کو مال کے بدلے میں چھڑانا ہے تو اگر عورت کی جانب سے ابتدا ہوئی مگر ابھی شوہر نے قبول نہیں کیا تو عورت رجوع کر سکتی ہے اور اپنے لیے اختیار بھی لے سکتی ہے، یہاں تک کہ خلع کے لیے تین دن سے زیادہ کا بھی اختیار لے سکتی ہے۔ البتہ دونوں میں سے کسی ایک کی مجلس بدلنے سے عورت کا کلام باطل ہو جائے گا۔

☆ خلع چوں کہ معاوضہ ہے لہٰذا یہ شرط ہے کہ عورت کا قبول اُس لفظ کا معنیٰ سمجھ کر ہو، معنیٰ سمجھے بغیر اگر محض لفظ بول دے گی تو خلع نہیں ہوگا۔

☆ چونکہ شوہر کی جانب سے خلع طلاق ہے لہٰذا شوہر کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے نا بالغ یا مجنون خلع نہیں کر سکتے اس لیے کہ وہ طلاق کے اہل نہیں۔

☆ خلع کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ عورت شوہر کے لیے اس مقام پر ہو کہ اسے طلاق دے سکتا ہو لہٰذا اگر عورت کو طلاقِ بائن دے دی ہے تو اگر چہ عدّت میں ہو اُس سے خلع نہیں ہوسکتا، اگر رجعی کی عدت میں ہے تو خلع ہوسکتا ہے۔

☆ شوہر نے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا اور مال کا ذکر نہ کیا تو خلع نہیں بلکہ طلاق ہے اور عورت کے قبول کرنے پر موقوف نہیں۔

☆ نکاح کی وجہ سے جتنے حقوق ایک کے دوسرے پر تھے وہ خلع سے ساقط ہو جاتے ہیں اور جو حقوق نکاح سے علاوہ ہیں وہ ساقط نہیں ہوں گے۔ عدت کا نفقہ اگر چہ نکاح کے حقوق سے ہے مگر یہ ساقط نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اس کے ساقط ہونے کی شرط کر دی گئی تو یہ بھی ساقط ہو جائے گا۔

☆ عورت کو بچہ ہو تو اُس کا خرچہ اور دودھ پلانے کے اخراجات ساقط نہیں ہوں گے اور اگر

ان کے ساقط ہونے کی بھی شرط ہے اور اس کے لیے کوئی وقت معین کر دیا گیا ہے تو ساقط ہو جائیں گے ورنہ نہیں۔

☆ اگر خلع میں یہ مقرر ہوا کہ عورت اپنے مال سے دس سال تک بچے کی پرورش کرے گی تو بچے کے کپڑے کا عورت مطالبہ کر سکتی ہے اور اگر بچے کا کھانا اور کپڑا دونوں مقرر کیا گیا ہے تو کپڑے کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتی اگر چہ یہ معین نہ کیا ہو کہ کس قسم کا کپڑا پہنائے گی۔

☆ خلع کے بعد عورت بچے کو چھوڑ کر بھاگ گئی تو باقی اخراجات شوہر اس سے وصول کر سکتا ہے۔

☆ اگر خلع میں یہ مقرر ہوا کہ بالغ ہونے تک بچے کو عورت اپنے پاس رکھے گی تو لڑکی میں ایسی شرط ہو سکتی ہے لڑکے میں نہیں۔

☆ باپ نے لڑکی کا اُس کے شوہر سے خلع کرایا تو اگر لڑکی بالغہ ہے اور باپ خلع کا عوض دینے کی ذمے داری لے تو خلع صحیح ہے۔

ظِہار کا بیان

☆ ظہار کا یہ معنٰی ہے کہ اپنی بیوی یا اُس کے کسی جزوِ شائع (مثلاً نصف یا چوتھائی) یا ایسے جز کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو مثلاً کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔

☆ ظہار کے لیے مسلمان، عاقل اور بالغ ہونا شرط ہے۔

☆ ہنسی مذاق میں یا نشے میں یا مجبور کیے جانے پر یا غلطی سے زبان سے ظہار کا لفظ نکل گیا تو ظہار ہے۔

☆ جس عورت سے تشبیہ دی اگر اُس کی حرمت عارضی ہے یعنی ہمیشہ کے لیے نہیں تو ظہار نہیں مثلاً بیوی کی بہن یا جس کو تین طلاقیں دی ہیں یا مجوسی یا بُت پرست عورت۔

☆ عورت مرد سے ظہار کے الفاظ کہے تو ظہار نہیں بلکہ لغو ہیں۔

☆ عورت کے سر یا چہرے یا گردن یا شرم گاہ کو محارِم سے تشبیہ دی تو ظہار ہے اور اگر عورت کی پیٹھ یا پیٹ یا ہاتھ یا پاؤں یا ران کو تشبیہ دی تو نہیں۔

☆ اگر محارم کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جس کی طرف نظر کرنا حرام نہ ہو مثلاً سر یا چہرہ یا ہاتھ یا پاؤں یا بال تو ظہار نہیں اور گھٹنے سے تشبیہ دی تو ہے۔

☆ محارم سے مراد عام ہے نسبی ہوں یا رضاعی یا سُسرالی رشتہ سے لٰہذا ماں بہن پھوپھی لڑکی اور رضاعی ماں اور بہن وغیرہما اور بیوی کی ماں اور لڑکی جب کہ بیوی سے مجامعت کر چکا ہو ورنہ اُس کی لڑکی سے تشبیہ دینے میں ظہار نہیں کہ وہ محارم میں نہیں۔

☆ محارم کی پیٹھ یا پیٹ یا ران سے تشبیہ دی یا کہا میں نے تجھ سے ظہار کیا تو یہ الفاظ صریح ہیں ان میں نیت کی کچھ حاجت نہیں کچھ بھی نیت نہ ہو یا طلاق کی نیت ہو یا تعظیم کی نیت ہو، ہر حالت میں ظہار ہی ہے۔

☆ عورت کو ماں یا بیٹی یا بہن کہا تو ظہار نہیں، مگر ایسا کہنا مکروہ ہے۔

☆ ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دے دے اُس وقت تک اُس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا یا اُس کو چھونا یا اُس کی شرم گاہ کی طرف دیکھنا حرام ہے اور بغیر شہوت چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں مگر ہونٹوں کا بوسہ شہوت کے بغیر بھی جائز نہیں۔

☆ کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرے اور اُس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہیں ہوا مگر خبر دار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو مجامعت کرنے دے۔

☆ ایک عورت سے چند بار ظہار کیا تو اُتنے ہی کفارے دے اگر چہ ایک ہی مجلس میں متعدد بار ظہار کے الفاظ کہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ بار بار لفظ بولنے سے متعدد ظہار مقصود نہ تھے بلکہ تاکید مقصود تھی تو اگر ایک ہی مجلس میں ایسا ہوا تو مان لیں گے ورنہ نہیں۔

ظہار کا کفارہ

☆ ظہار کرنے والا جماع کا ارادہ کرے تو کفارہ واجب ہے اور اگر یہ چاہے کہ مجامعت نہ کرے اور عورت اُس پر حرام ہی رہے تو کفارہ واجب نہیں۔

☆ اگر مجامعت کا ارادہ تھا مگر بیوی کا انتقال ہو گیا تو کفارہ واجب نہیں۔

☆ ظہار کا کفارہ غلام یا کنیز آزاد کرنا ہے چاہے وہ غلام یا کنیز مسلمان ہو یا کافر، بالغ ہو یا نابالغ یہاں تک کہ اگر دودھ پیتے بچہ کو آزاد کردیا تب بھی کفارہ ادا ہوگیا۔

☆ جب غلام پر قدرت ہے اگرچہ وہ خدمت کا غلام ہو تو کفارہ آزاد کرنے ہی سے ہوگا اور اگر غلام کی اِستطاعت نہ ہو خواہ ملتا نہیں یا اس کے پاس اس کے خریدنے کے لیے پیسے نہیں کفارے میں مسلسل دو مہینے کے روزے رکھے۔

☆ روزے سے کفارہ ادا کرنے میں یہ شرط ہے کہ نہ اِس مدت کے اندر ماہ رمضان ہو، نہ عید الفطر، نہ عید الاضحیٰ نہ ایام تشریق۔ ہاں اگر مسافر ہے تو ماہ رمضان میں کفارے کی نیت سے روزہ رکھ سکتا ہے، مگر جن پانچ دنوں میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے ان میں اسے بھی روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔

☆ روزے اگر پہلی تاریخ سے رکھے تو دوسرے مہینے کے ختم پر کفارہ ادا ہوگیا اگرچہ دونوں مہینے ۲۹ دنوں کے ہوں اور اگر پہلی تاریخ سے نہ رکھے ہوں تو ساٹھ پورے رکھنے ہوں گے۔

☆ اگر پندرہ روزے رکھنے کے بعد چاند ہوا پھر اس مہینے کے روزے رکھ لیے اور یہ ۲۹ دن کا مہینہ ہو اس کے بعد پندرہ دن اور رکھ لیے کہ ۵۹ دن ہوئے جب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

☆ کفارے کا روزہ توڑ دیا خواہ سفر وغیرہ کسی عذر سے توڑا یا بغیر عذر یا ظہار کرنے والے نے جس عورت سے ظہار کیا ان دو مہینوں کے اندر دن یا رات میں اُس سے مجامعت کر لی چاہے جان بوجھ کر کی ہو یا بھول کر تو نئے سرے سے روزے رکھے کہ شرط یہ ہے کہ جماع سے پہلے دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور ان صورتوں میں یہ شرط نہیں

پائی گئی۔

☆ روزے رکھنے پر بھی اگر قدرت نہ ہو کہ بیمار ہے اور اچھے ہونے کی امید نہیں یا بہت بوڑھا ہے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ کھانا کھلانے میں یہ اختیار ہے کہ ایک ساتھ ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے یا الگ الگ، مگر شرط یہ ہے کہ اس اثنا میں روزے پر قدرت حاصل نہ ہو ورنہ کھلانا صدقۂ نفل ہوگا اور کفارے میں روزے رکھنے ہوں گے۔

☆ اگر ایک وقت ساٹھ مسکینوں کو کھلایا اور دوسرے وقت ان کے علاوہ دوسرے ساٹھ کو کھلایا تو کفارہ ادا نہیں ہوا بلکہ یہ ضروری ہے کہ پہلے والوں کو یا بعد والوں کو ایک وقت کا کھانا پھر سے کھلائے۔

☆ شرط یہ ہے کہ جن مسکینوں کو کھانا کھلایا ہو اُن میں کوئی نابالغ نہ ہو۔ ہاں اگر ایک جوان کی پوری خوراک کا اُسے مالک کر دیا تو کافی ہے۔

☆ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر مسکین کو صدقۂ فطر کے برابر یعنی آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جَو یا ان کی قیمت دے دے۔ یہ بھی انھی لوگوں کو دے سکتے ہیں جنھیں صدقۂ فطر دینا جائز ہے۔

☆ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک وقت کا کھانا کھلائے اور ایک وقت کے لیے صدقۂ فطر کی مقدار میں گیہوں یا جَو یا ان کی قیمت دے دے۔

☆ کھلانے میں پیٹ بھر کر کھلانا شرط ہے اگرچہ تھوڑے ہی کھانے میں آسودہ ہو جائیں اور اگر پہلے ہی سے کوئی آسودہ تھا تو اُس کا کھانا کافی نہیں۔

☆ بہتر یہ ہے کہ گیہوں کی روٹی اور سالن کھلائے اور اس سے اچھا کھانا ہو تو اور بہتر ہے۔

اگر جَو کی روٹی ہو تو سالن ضروری ہے۔

☆ ایک سو بیس مسکینوں کو ایک وقت کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ ضروری ہے کہ ان میں سے ساٹھ کو پھر ایک وقت کھلائے خواہ اُسی دن یا کسی دوسرے دن۔ اگر وہ نہ ملیں تو دوسرے ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھلانا پڑے گا۔

☆ ظہار میں یہ ضروری ہے کہ مجامعت سے پہلے ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے۔ اگر ابھی پورے ساٹھ مسکینوں کو کھلا نہیں پایا ہے اور درمیان میں مجامعت کر لی تو اگر چہ یہ حرام ہے مگر جتنوں کو کھلا چکا ہے وہ باطل نہیں ہوا، باقیوں کو کھلا دے، نئے سرے سے پھر ساٹھ کو کھلانا ضروری نہیں۔

عِدّت کا بیان

☆ طلاق یا خلع کے ذریعے نکاح کے زائل ہونے یا شبہہٗ نکاح کے بعد عورت کا اپنے آپ کو دوسرے نکاح سے روک کر ایک خاص مدّت تک انتظار کرنا عدّت ہے۔

☆ نکاح زائل ہونے کے بعد دو صورتوں میں عدّت ہے پہلی صورت یہ ہے کہ شوہر کا انتقال ہوا ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ خلوتِ صحیحہ ہوئی ہو۔

☆ زانیہ کے لیے عدت نہیں اگر چہ حاملہ ہو اور یہ نکاح کر سکتی ہے مگر جس کے زنا سے حمل ہے اُس کے سوا دوسرے سے نکاح کرے تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو مجامعت جائز نہیں۔

☆ نکاحِ فاسد میں مجامعت سے پہلے تفریق ہوئی تو عدّت نہیں ہے اور مجامعت کے بعد ہوئی تو ہے۔

☆ جس عورت کا مقام خاص بند ہے اُس سے خلوت ہوئی تو طلاق کے بعد عدّت نہیں۔

☆ عورت کو طلاق دی، بائن یا رجعی یا کسی طرح نکاح فسخ ہو گیا، اگر چہ اس طرح ہوا کہ عورت نے شوہر کے بیٹے کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا اور اس عورت سے اس کا شوہر مجامعت کر چکا ہے یا خلوت ہوئی ہو اور اس وقت حمل نہ ہو اور عورت کو حیض آتا ہے تو عدت پورے تین حیض ہے۔

☆ ان صورتوں میں اگر عورت کو حیض نہیں آتا ہے کہ ابھی اس عمر کو نہیں پہنچی یا سِنِ اَیاس کو پہنچ چکی ہے یا عمر کے حساب سے بالغہ ہو چکی ہے مگر ابھی حیض نہیں آیا ہے تو عدت تین مہینے ہے۔

☆ اگر طلاق یا فسخ پہلی تاریخ کو ہوا اگر چہ عصر کے وقت تو چاند کے حساب سے تین مہینے

ورنہ ہر مہینے تیس دن کا قرار دیا جائے یعنی عدت کے کل دن نوے ہوں گے۔

☆ حیض کی حالت میں طلاق دی تو یہ حیض عدت میں شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے بعد پورے تین حیض ختم ہونے پر عدت پوری ہوگی۔

☆ جس عورت سے نکاحِ فاسد ہوا اور مجامعت ہو چکی ہو یا جس عورت سے شبہے کی وجہ سے مجامعت کر لی اُس کی عدّت شوہر سے علاحدگی اور شوہر کے انتقال میں حیض سے ہے اور حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے۔

☆ طلاق کی عدت طلاق کے وقت سے ہے اگر چہ عورت کو اس کی اطلاع نہ ہو کہ شوہر نے اُسے طلاق دی ہے اور تین حیض آنے کے بعد معلوم ہوا تو عدت ختم ہو چکی اور اگر شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو اتنے زمانے سے طلاق دی ہے تو چاہے عورت اُس کی بات کو سچ مانے یا جھوٹ، جس وقت اس نے اقرار کیا ہے اسی وقت سے عدّت ہے۔

☆ تیسرا حیض اگر پورے دس دن پر ختم ہوا ہے تو ختم ہوتے ہی عدت ختم ہو گئی اگر چہ ابھی غسل نہیں کیا بلکہ اگر چہ اتنا وقت بھی ابھی نہیں گزرا ہے کہ اُس میں غسل کر سکتی اور طلاق رجعی تھی تو شوہر اب رجعت نہیں کر سکتا۔ اب یہ عورت کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دس دن سے کم میں ختم ہوا ہے تو جب تک غسل نہ کر لے یا ایک نماز کا پورا وقت نہ گزر جائے عدّت ختم نہیں ہوگی۔

☆ موت کی عدت چار مہینے دس دن ہے یعنی دسویں رات بھی گزر جائے، بشرطے کہ نکاحِ صحیح ہو، چاہے مجامعت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو دونوں کا ایک حکم ہے اگر چہ شوہر نابالغ ہو یا بیوی نابالغہ ہو۔

☆ عورت حاملہ ہے تو عدّت وضعِ حمل ہے، چاہے طلاق کی عدّت ہو یا وفات کی۔ وضعِ

حمل سے مراد کسی بھی طرح اس کے پیٹ سے حمل کا ختم ہونا ہے چاہے بچے کی ولادت ہوجائے یا کسی وجہ سے حمل ساقط ہوجائے۔

☆ وضعِ حمل سے عدّت پوری ہونے کے لیے کوئی خاص مدت مقرر نہیں موت یا طلاق کے بعد جس وقت بھی وضعِ حمل ہوا ہو عدّت ختم ہوجائے گی اگرچہ ایک منٹ بعد ہی حمل ساقط ہوگیا اور اعضا بن چکے ہیں تو عدت پوری ہوگئی ورنہ نہیں اور اگر دو یا تین بچے ایک حمل سے ہوئے تو آخری کے پیدا ہونے سے عدت پوری ہوگی۔

☆ بچے کا اکثر حصہ باہر آچکا تو رجعت نہیں کرسکتا مگر دوسرے سے نکاح اُس وقت حلال ہوگا جب پورا بچہ پیدا ہوجائے۔

☆ موت کے بعد اگر حمل ٹھہرا تو عدّت وضعِ حمل سے نہیں ہوگی بلکہ دنوں سے۔

☆ عورت کو طلاقِ رجعی دی تھی اور عدت میں مرگیا تو عورت موت کی عدت پوری کرے، طلاق کی عدت ساقط ہوگئی، چاہے طلاق دینے کے وقت وہ صحیح سلامت تھا یا بیمار تھا۔

☆ اگر بائن طلاق دی تھی یا تین تو طلاق کی عدت پوری کرے جب کہ طلاق دینے کے وقت صحیح سلامت تھا اور اگر بیمار تھا تو دونوں عدتیں پوری کرے یعنی اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض پورے ہوگئے تو عدت پوری ہوگئی اور اگر تین حیض پورے ہوئے ہیں مگر چار مہینے دس دن پورے نہیں ہوئے تو ان کو پورا کرے اور اگر یہ دن پورے ہوگئے مگر ابھی تین حیض پورے نہیں ہوئے تو ان کے پورے ہونے کا انتظار کرے۔

سوگ کا بیان

☆ سوگ کا مطلب یہ ہے کہ عورت زینت اور سنگار چھوڑ دے یعنی کسی بھی طرح کے زیور نہ استعمال کرے، ریشمی کپڑے نہ پہنے اگر چہ کالے رنگ کے ہوں، کپڑے یا بدن پر خوشبو نہ استعمال کرے، بالوں میں تیل نہ لگائے اگر چہ اُس میں خوشبو نہ ہو، بالوں میں کنگھا نہ کرے، کاجل اور سرمہ نہ لگائے، مہندی نہ لگائے، زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سُرخ رنگ کا کپڑا نہ پہنے۔ یہ سب چیزیں ترک کر دینا واجب ہے۔

☆ جس کپڑے کا رنگ پُرانا ہو گیا کہ اب اُس کا پہننا زینت نہیں اُسے پہن سکتی ہے۔ اسی طرح سیاہ رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں جب کہ ریشم کے نہ ہوں۔

☆ عذر کی وجہ سے اِن چیزوں کا استعمال کرسکتی ہے مگر اس حال میں اُس کا استعمال زینت کے لیے نہ ہو۔ مثلاً سر میں درد ہو تو اس کی وجہ سے تیل لگا سکتی ہے یا تیل لگانے کی عادت ہے اور نہیں لگائے گی تو سر میں درد ہو گا تو لگانا جائز ہے۔ آنکھوں میں درد ہے تو سُرمہ لگا سکتی ہے۔ اگر اُس کے پاس دوسرا کپڑا نہیں ہے تو یہی ریشمی یا رنگا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے۔

☆ ان چیزوں کی بس ضرورت بھر اجازت ہے ضرورت اگر کسی اور چیز سے پوری ہو جائے تو منع ہے۔ مثلاً آنکھ کی بیماری میں سرمہ لگانے کی ضرورت ہو تو یہ لحاظ ضروری ہے کہ سیاہ سرمہ اُس وقت لگا سکتی ہے جب سفید سرمے سے کام نہ چلے اور اگر صرف رات میں لگانا کافی ہے تو دن میں لگانے کی اجازت نہیں۔

☆ سوگ اُس پر ہے جو عاقلہ بالغہ مسلمان ہو اور موت یا طلاق بائن کی عدت ہو۔

☆ کسی قریبی کے مرجانے پر عورت کو تین دن تک سوگ کرنے کی اجازت ہے اس سے زائد کی نہیں اور عورت شوہر والی ہو تو شوہر اس سے بھی منع کر سکتا ہے۔

☆ کسی کے مرنے کے غم میں سیاہ کپڑے پہننا جائز نہیں مگر عورت کو تین دن تک شوہر کے مرنے پر غم کی وجہ سے سیاہ کپڑے پہننا جائز ہے اور سیاہ کپڑے غم ظاہر کرنے کے لیے نہ ہوں تو مطلقاً جائز ہیں۔

☆ عدت کے اندر چارپائی پر سو سکتی ہے کہ یہ زینت میں داخل نہیں۔

☆ جو عورت عدت میں ہو اُس کے پاس صاف الفاظ میں نکاح کا پیغام بھیجنا حرام ہے۔ موت کی عدت ہو تو اشارے سے کہہ سکتے ہیں اور طلاق رجعی یا بائن یا فسخ کی عدت میں اشارے سے بھی نہیں کہہ سکتے۔

☆ چند مکان کا ایک صحن ہو اور وہ سب مکان شوہر کے ہوں تو صحن میں آ سکتی ہے دوسروں کے ہوں تو نہیں۔

☆ اگر کرائے کے مکان میں رہتی تھی تب بھی مکان بدلنے کی اجازت نہیں شوہر کے ذمے عدّت کے زمانے کا کرایہ ہے اور اگر شوہر غائب ہے اور عورت خود کرایہ دے سکتی ہے تب بھی اُسی میں رہے۔

☆ موت کی عدت میں اگر باہر جانے کی حاجت ہو کہ عورت کے پاس اتنا مال نہیں جس سے وہ اپنا گزر بسر کر سکے گی اور باہر جا کر محنت مزدوری کر کے لائے گی تو کام چلے گا تو اسے اجازت ہے کہ دن میں اور رات کے کچھ حصے میں باہر جائے اور رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں گزارے مگر حاجت سے زیادہ باہر ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔

☆ اگر اس کے پاس اتنا مال ہے کہ اس سے اس کا خرچ چل سکے گا تو اسے بھی گھر سے نکلنا

منع ہے۔

☆ اگر خرچ بھر مال ہے لیکن باہر نہ جانے میں کسی طرح کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے مثلاً کھیتی کا کوئی دیکھنے بھالنے والا نہیں اور کوئی ایسا نہیں جسے اس کام پر مقرر کرے تو اس کے لیے بھی جاسکتی ہے مگر رات کو اُسی گھر میں رہنا ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی بازار سے سامان لاکر دینے والا نہیں ہے تب بھی جاسکتی ہے۔

☆ موت یا جدائیگی کے وقت جس گھر میں عورت رہتی تھی اُسی گھر میں عدت پوری کرے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ گھر سے باہر نہیں جاسکتی اس سے مراد یہی گھر ہے اور اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں بھی نہیں رہ سکتی مگر شرعی ضرورت کی وجہ سے۔ آج کل معمولی باتوں کو جس کی کچھ حاجت نہ ہو محض طبیعت کی خواہش کو ضرورت بولا کرتے ہیں وہ یہاں مراد نہیں بلکہ ضرورت وہ ہے کہ اُس کے بغیر چارہ نہ ہو۔

☆ عورت اپنے میکے گئی تھی یا کسی کام کے لیے کہیں اور گئی تھی اُس وقت شوہر نے طلاق دی یا مر گیا تو وہاں نہ رُکے بلکہ فوراً وہاں سے واپس آجائے۔

☆ جس گھر میں عدت گزارنا واجب ہے اُس کو چھوڑ نہیں سکتی مگر اُس وقت کہ اسے کوئی نکال دے مثلاً طلاق کی عدت میں شوہر نے گھر میں سے اس کو نکال دیا یا کرائے کا مکان ہے اور وفات کی عدّت ہے اور مالک مکان کہتا ہے کہ کرایہ دے یا مکان خالی کر اور اس کے پاس کرایہ نہیں یا وہ مکان شوہر کا ہے مگر اس کے حصے میں جتنا آیا وہ رہنے کے قابل نہیں اور دوسرے وارثین اپنے حصے میں اسے رہنے نہیں دیتے یا کرایہ مانگتے ہیں اور اس کے پاس کرایہ نہیں یا مکان گرنے کے قریب ہے یا گرنے کا خوف ہے یا چوروں کا خوف ہے یا آبادی کے کنارے مکان ہے اور مال وغیرہ چوری ہوجانے کا

اندیشہ ہے تو ان صورتوں میں مکان بدل سکتی ہے۔

☆ اگر کرائے کا مکان ہو اور کرایہ دے سکتی ہے یا ورثہ کو کرایہ دے کر رہ سکتی ہے تو اُسی میں رہنا لازم ہے۔

☆ اگر اتنا حصہ ملا کہ اس کے رہنے کے لیے کافی ہے تو اُسی میں رہے اور اس کے شوہر کے دوسرے ورثہ جن سے پردہ فرض ہے اُن سے پردہ کرے۔

☆ اگر اُس مکان میں نہ چور کا خوف ہے نہ پڑوسیوں کا مگر اُس میں کوئی اور نہیں ہے اور تنہا رہنے میں ڈر محسوس ہوتا ہے، اگر خوف زیادہ ہو تو مکان بدلنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں۔

☆ طلاقِ بائن کی عدت ہے اور شوہر فاسق ہے اور کوئی وہاں ایسا نہیں کہ اگر اُس کی بُری نیت ہو تو روک سکے ایسی حالت میں مکان بدل دے۔

☆ وفات کی عدت میں اگر مکان بدلنا پڑے تو اُس مکان سے جہاں تک قریب کامل سکے اُسے لے اور عدت طلاق کی ہو تو جس مکان میں شوہر اُسے رکھنا چاہے اور اگر شوہر غائب ہے تو عورت کو اختیار ہے۔

☆ جب مکان بدلا تو دوسرے مکان کا وہی حکم ہے جو پہلے کا تھا یعنی اب اس مکان سے باہر جانے کی اجازت نہیں مگر وفات کی عدت میں حاجت کے وقت حاجت بھر جا سکتی ہے جس کا ذکر پہلے ہوا۔

☆ طلاقِ بائن کی عدت میں یہ ضروری ہے کہ شوہر اور عورت میں پردہ ہو یعنی کسی چیز سے آڑ کر دی جائے کہ ایک طرف شوہر رہے اور دوسری طرف عورت۔ عورت کا اُس کے سامنے اپنا بدن چھپانا کافی نہیں اس لیے کہ عورت اب اس کے لیے اجنبی ہے اور اجنبی عورت سے خلوت جائز نہیں بلکہ یہاں فتنے کا زیادہ اندیشہ ہے۔

☆ اگر مکان میں تنگی ہو تو شوہر اُتنے دنوں تک مکان چھوڑ دے، یہ نہ کرے کہ عورت کو دوسرے مکان میں بھیج دے اور خود اس میں رہے کہ عورت کو مکان بدلنے کی بلا ضرورت اجازت نہیں۔

☆ اگر شوہر فاسق ہو تو اُسے اس مکان سے الگ کرنا ضروری ہے۔ اگر نہ نکلے تو اُس مکان میں کوئی بھروسے مند عورت رکھ دی جائے جو فتنے کے روکنے پر قادر ہو۔

☆ اگر رجعی کی عدت ہو تو پردے کی کچھ حاجت نہیں اگر چہ شوہر فاسق ہو کہ یہ نکاح سے باہر نہیں ہوئی۔

☆ تین طلاق کی عدت کا بھی وہی حکم ہے جو طلاقِ بائن کی عدت کا ہے۔

☆ میاں بیوی اگر بوڑھے ہوں اور طلاق وغیرہ کے ذریعے دونوں میں جدائیگی واقع ہوئی اور اُن کی اولادیں ہوں جن سے جدا رہنا انھیں گوارا نہ ہو تو دونوں ایک مکان میں رہ سکتے ہیں جب کہ میاں بیوی کی طرح نہ رہیں۔

☆ سفر میں شوہر نے طلاقِ بائن دی یا اُس کا انتقال ہوا، اب یا تو وہ جگہ شہر ہے یا نہیں اور وہاں سے جہاں جانا ہے وہ جگہ مدتِ سفر ہے یا نہیں، ان دونوں صورتوں کے ساتھ اس کا مکان مدتِ سفر ہے یا نہیں۔ اگر کسی طرف مسافتِ سفر نہ ہو تو عورت کو اختیار ہے کہ جہاں جا رہی تھی وہاں جائے یا گھر واپس آ جائے، چاہے اُس کے ساتھ محرم ہو یا نہ ہو مگر بہتر یہ ہے کہ گھر واپس آ جائے۔ اگر ایک طرف مسافتِ سفر ہے اور دوسری طرف نہیں تو جدھر مسافتِ سفر نہ ہو اُس کو اختیار کرے اور اگر دونوں طرف مسافتِ سفر ہے اور وہاں آبادی نہ ہو تو اختیار ہے جائے یا واپس آئے، ساتھ میں محرم ہو یا نہ ہو اور بہتر گھر واپس آنا ہے۔ اگر اس وقت شہر میں ہے تو وہیں عدت پوری کرے، چاہے وہاں

محرم ہو یا نہ ہو، نہ اِدھر آ سکتی ہے نہ اُدھر جا سکتی ہے۔ اگر اس وقت جنگل میں ہے مگر راستے میں گاؤں یا شہر ملے گا اور وہاں ٹھہر سکتی ہے کہ ٹھہرنے میں مال یا آبرو کا اندیشہ نہیں اور ضرورت کی چیزیں وہاں ملتی ہوں تو وہیں عدت پوری کرے پھر محرم کے ساتھ وہاں سے سفر کرے۔

☆ عورت کو عدت میں شوہر سفر میں نہیں لے جا سکتا، اگرچہ وہ رجعی کی عدت ہو۔

☆ رَجعی کی عدت کے وہی احکام ہیں جو بائن کے ہیں مگر اس کے لیے سوگ نہیں اور سفر میں رجعی طلاق دی تو شوہر ہی کے ساتھ رہے اور کسی طرف مسافتِ سفر ہے تو اُدھر نہیں جا سکتی۔

نسب کے ثبوت کا بیان

☆ حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔

☆ جس عورت کو بائن طلاق دی اور طلاق کے بعد سے دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہوا تو نہیں مگر جب کہ شوہر اُس بچے کے بارے میں کہے کہ یہ میرا ہے۔

☆ ایک بچہ دو برس کے اندر پیدا ہوا اور دوسرا بعد میں تو دونوں کا نسب ثابت ہوگا۔

☆ نکاح کے بعد چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں اور چھ مہینے یا زیادہ پر ہوا تو ثابت ہے جب کہ شوہر اقرار کرے یا خاموش رہے اور اگر کہتا ہے کہ بچہ پیدا ہی نہ ہوا تو ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہو جائے گی۔

☆ اگر دو بچے پیدا ہوئے، ایک چھ مہینے کے اندر اور دوسرا چھ مہینے پر یا چھ مہینے کے بعد تو دونوں میں کسی کا نسب ثابت نہیں۔

☆ شوہر کے مرنے کے وقت سے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوگا تو نسب ثابت ہے، ورنہ نہیں ہوگا۔

بچے کی پرورش کا بیان

☆ بچے کی پرورش کا حق ماں کے لیے ہے خواہ وہ نکاح میں ہو یا نکاح سے باہر ہوگئی ہو۔

☆ اگر وہ مرتدہ ہوگئی تو پرورش نہیں کرسکتی یا کسی ایسے فِسق اور گناہ میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے بچے کی تربیت میں فرق آئے مثلاً زانیہ یا چور یا نوحہ کرنے والی ہے تو اُس کی پرورش میں نہ دیا جائے۔

☆ بعض فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر عورت نماز کی پابند نہیں تو اُس کی پرورش میں بھی نہ دیا جائے مگر صحیح یہ ہے کہ اُس کی پرورش میں اُس وقت تک رہے گا جب تک ناسمجھ ہو، جب کچھ سمجھنے لگے تو الگ کرلیں۔ اس لیے کہ بچہ ماں کو دیکھ کر وہی عادت اختیار کرے گا جو اُس کی ہے۔

☆ اگر ماں بچے کو چھوڑ کر اکثر اِدھر اُدھر چلی جاتی ہے تب بھی اس کی تربیت میں نہیں دیا جائے گا اگرچہ اُس کا جانا کسی گناہ کے لیے نہ ہو مثلاً وہ عورت مُردے نہلاتی ہے یا کوئی ایسا کام کرتی ہے جس کی وجہ سے اُسے اکثر گھر سے باہر جانا پڑتا ہے۔

☆ جس کے لیے پرورش کا حق ہے اگر وہ انکار کرے اور کوئی دوسری نہ ہو جو پرورش کرے تو پرورش کرنے پر مجبور کی جائے گی۔

☆ اگر بچے کی ماں دودھ پلانے سے انکار کرے اور بچہ دوسری عورت کا دودھ نہ لیتا ہو یا کوئی عورت مفت میں دودھ نہیں پلاتی اور بچہ یا اُس کے باپ کے پاس مال نہیں تو ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔

☆ ماں کی پرورش میں بچہ ہو اور وہ اس کے باپ کے نکاح یا عدت میں ہو تو پرورش کا

معاوضہ نہیں پائے گی ورنہ اس کا بھی حق لے سکتی ہے اور دودھ پلانے کی اُجرت اور بچے کا خرچ بھی۔ اس صورت میں اگر اُس کے پاس رہنے کا مکان نہ ہو تو مکان کا بھی مطالبہ کر سکتی ہے اور بچے کو خادم کی ضرورت ہو تو اس کا بھی مطالبہ کر سکتی ہے۔ ان چیزوں کے اخراجات اس کے ذمے ہے جس پر بچے کے نفقے کی ذمے داری ہے۔

☆ بچہ نانی یا دادی کے پاس ہے اور وہ اس کی پرورش میں خیانت کرتی ہے تو پھوپی کو اختیار ہے کہ اُس سے لے لے۔

☆ جس عورت کے لیے پرورش کا حق ہے اُس کے پاس لڑکے کو اُس وقت تک رہنے دیں جب تک اسے اس کی حاجت ہے۔ جب اپنے آپ کھانے پینے، کپڑے پہننے اور استنجا کرنے لگے تو اس سے علاحدہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی مقدار سات سال کی عمر ہے۔

☆ علاحدہ کرنے کے بعد اگر باپ لینے سے انکار کرے تو اسے لینے پر مجبور کیا جائے گا۔

☆ لڑکی اُس وقت تک عورت کی پرورش میں رہے گی جب تک کہ شہوت کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ اس کی مقدار نو برس کی عمر ہے۔ اگر اس عمر سے کم میں لڑکی کا نکاح کر دیا گیا تب بھی اُسی کی پرورش میں رہے گی جس کی پرورش میں ہے۔ نکاح کر دینے سے پرورش کا حق باطل نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ مرد کے قابل نہ ہو جائے۔

☆ سات سال کی عمر سے بالغ ہونے تک لڑکا اپنے باپ یا دادا یا کسی اور ولی کے پاس رہے گا پھر جب بالغ ہو گیا اور سمجھ دار ہے کہ فتنے یا بدنامی کا اندیشہ نہ ہو اور اسے ادب دینے کی ضرورت نہ ہو تو جہاں چاہے وہاں رہے۔ اگر اِن باتوں کا اندیشہ ہو اور ادب سکھانے کی ضرورت ہو تو باپ دادا وغیرہ کے پاس رہے گا۔

☆ بچہ بالغ ہو گیا تو باپ پر اس کا خرچ واجب نہیں، اس کے باوجود اگر اس کے اخراجات

برداشت کرتا ہے تو اس کے لیے نیکی کا باعث ہے۔

☆ جب تک بچے کا چال چلن اچھا نہ ہو جائے اور اس بات کا پورا اعتماد نہ ہو جائے کہ اب اس کی وجہ سے فتنہ اور عار نہیں ہوگا اس وقت تک باپ دادا بچے کی خصوصی نگرانی رکھیں اس لیے کہ آج کل اکثر صحبتیں اخلاق کو خراب کرنے والی ہوتی ہیں اور نئی عمر کے بچوں میں بری صحبت کا اثر بہت جلدی ہوتا ہے۔

☆ لڑکا بالغ نہیں ہوا مگر کام کرنے کے قابل ہو گیا ہے تو باپ اُسے کسی کام میں لگا دے اور اسے جو کام سکھانا چاہتا ہے اُس کے جاننے والوں کے پاس بھیج دے کہ اُن سے کام سیکھے۔ وہ بچہ جو کمائے باپ اُس پر خرچ کرے اور بچ جائے تو اُس کے لیے جمع کرتا رہے۔ اگر باپ جانتا ہے کہ اس کے پاس سے خرچ ہو جائے گا تو کسی اور کے پاس امانت رکھ دے۔

☆ سب سے پہلے بچوں کو قرآن مجید پڑھایا جائے اور دین کی ضروری باتیں سکھائی جائیں تا کہ روزہ، نماز، طہارت، خرید و فروخت اور دیگر معاملات کے مسائل اسے معلوم ہو جائیں، جن کی ہمیشہ حاجت پڑتی ہے اور ان کے نہ جاننے کی صورت میں خلافِ شرع کام کا مرتکب ہوگا۔

☆ اگر دیکھیں کہ بچے کو علم حاصل کرنے کا شوق ہے اور وہ سمجھ دار ہے تو علمِ دِین کی خدمت سے بڑھ کر کیا کام ہے۔

☆ اگر دین کی اعلیٰ تعلیم دلانے کی استطاعت نہیں ہے تو کم از کم اتنی تعلیم دلانا ضروری ہے جس سے وہ اپنا عقیدہ درست کرلے اور شرعی مسائل کی معلومات حاصل کرلے، اس کے بعد جس کام میں لگانا چاہتا ہے اسے اختیار ہے۔

☆ لڑکی کو بھی عقائد اور ضروری مسائل سکھانے کے بعد کسی عورت سے سلائی، نقش و نگار وغیرہ ایسے کام سکھائیں جن کی عورتوں کو اکثر ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح اسے کھانا پکانا اور گھر سنبھالنے کا سلیقہ بھی سکھائیں اس لیے کہ سلیقے والی عورت اپنی زندگی اچھی طرح بسر کر لیتی ہے اور بے سلیقہ عورت کی زندگی اَجیرن بن جاتی ہے۔

☆ پرورش کے زمانے میں باپ یہ چاہتا ہے کہ عورت سے بچہ لے کر کہیں دوسری جگہ چلا جائے تو اُس کو یہ اختیار حاصل نہیں۔ اگر عورت چاہتی ہے کہ بچے کو لے کر دوسرے شہر چلی جائے اور دونوں شہروں میں اتنا فاصلہ ہے کہ باپ اگر بچے کو دیکھنا چاہے تو دیکھ کر رات آنے سے پہلے واپس آ سکتا ہے تو لے جا سکتی ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ ہے تو خود بھی نہیں جا سکتی۔

☆ جب پرورش کا زمانہ پورا ہو گیا اور بچہ باپ کے پاس آ گیا تو باپ پر یہ واجب نہیں کہ بچے کو اُس کی ماں کے پاس بھیجے نہ پرورش کے زمانے میں ماں پر باپ کے پاس بھیجنا لازم تھا ہاں اگر ایک کے پاس ہے اور دوسرا اُسے دیکھنا چاہتا ہے تو دیکھنے سے منع نہیں کیا جا سکتا۔

نفقے کا بیان

☆ نفقے سے مراد کھانا، کپڑا اور رہنے کا مکان ہے۔

☆ نفقہ واجب ہونے کے دو سبب ہیں (۱) زوجیت یعنی نکاح میں ہونا (۲) نَسب۔

☆ جس عورت سے نکاحِ صحیح ہوا اُس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے، عورت محتاج ہو یا مالدار، اس کے ساتھ مجامعت ہوئی ہو یا نہیں، بالغہ ہو یا نابالغہ مگر نابالغہ میں شرط یہ ہے کہ مجامعت کی طاقت رکھتی ہو یا مُشتہاۃ ہو۔ شوہر کے لیے کوئی شرط نہیں بلکہ کتنا ہی چھوٹا ہو اُس پر نفقہ واجب ہے، اُس کے مال سے دیا جائے گا۔

☆ بالغہ عورت جب اپنے نفقے کا مطالبہ کرے اور ابھی رخصت نہیں ہوئی ہے تو اُس کا مطالبہ درست ہے جب کہ شوہر نے ابھی تک اسے اپنے گھر لے جانے کے لیے نہیں کہا ہے اور اگر شوہر نے کہا ہے کہ تُو میرے گھر چل کر رہ اور عورت نے انکار نہیں کیا تب بھی نفقے کی مستحق ہے۔ اگر عورت نے انکار کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں، اگر کہتی ہے کہ جب تک مہرِ معجّل نہیں دو گے نہیں جاؤں گی تب بھی نفقہ پائے گی کہ اُس کا انکار ناحق نہیں اور اگر انکار ناحق ہے مثلاً مہرِ معجّل ادا کر چکا ہے یا مہرِ معجّل تھا ہی نہیں یا عورت معاف کر چکی ہے تو اب نفقے کی مستحق نہیں، جب تک شوہر کے مکان پر نہ آئے۔

☆ عورت سے مجامعت کر چکا ہے اور وہ شوہر کے یہاں آنے سے انکار کرتی ہے تو اگر مہرِ معجّل کا مطالبہ کرتی ہے کہ دے دو تو چلوں تو نفقے کی مستحق ہے، ورنہ نہیں۔

☆ شوہر کے مکان میں رہتی ہے مگر اُس کے قابو میں نہیں آتی تو نفقہ ساقط نہیں اور اگر جس مکان میں رہتی ہے وہ عورت کا اپنا ہے اور شوہر کا آنا وہاں بند کر دیا تو نفقہ نہیں پائے گی

ہاں اگر اُس نے شوہر سے کہا کہ مجھے اپنے مکان میں لے چلو یا میرے لیے کرایہ پر کوئی مکان لے کر دو اور شوہر نہیں لے گیا تو قصور شوہر کا ہے لہٰذا عورت نفقے کی مستحق ہے۔

☆ شوہر عورت کو سفر میں لے جانا چاہتا ہے اور عورت انکار کرتی ہے یا عورت سفر کی مسافت پر ہے، شوہر نے کسی اجنبی شخص کو بھیجا کہ اُسے یہاں اپنے ساتھ لے آ، عورت اُس کے ساتھ جانے سے انکار کرتی ہے تو نفقہ ساقط نہیں ہوگا اور اگر عورت کے محرم کو بھیجا اور آنے سے انکار کرے تو نفقہ ساقط ہے۔

☆ عورت شوہر کے گھر بیمار ہوئی یا بیمار ہو کر اُس کے یہاں گئی یا اپنے ہی گھر رہی مگر شوہر کے یہاں جانے سے انکار نہیں کیا تو نفقہ واجب ہے اور اگر شوہر کے یہاں بیمار ہوئی اور اپنے باپ کے یہاں چلی گئی تو اگر اتنی بیمار ہے کہ ڈولی وغیرہ پر بھی نہیں آ سکتی تو نفقے کی مستحق ہے اور اگر آ سکتی ہے مگر نہیں آئی تو نہیں۔

☆ عورت شوہر کے یہاں سے ناحق چلی گئی تو نفقہ نہیں پائے گی جب تک واپس نہ آئے اور اگر اُس وقت واپس آئی کہ شوہر گھر پر نہیں بلکہ پردیس چلا گیا ہے تب بھی نفقے کی مستحق ہے۔

☆ اگر عورت یہ کہتی ہے کہ میں شوہر کی اجازت سے گئی تھی اور شوہر انکار کرتا ہے یا یہ ثابت ہوگیا کہ اجازت کے بغیر چلی گئی تھی مگر عورت کہتی ہے کہ گئی تو تھی بغیر اجازت مگر کچھ دنوں شوہر نے وہاں رہنے کی اجازت دے دی تھی تو بظاہر عورت کا قول معتبر نہیں ہوگا۔

☆ چند مہینے کا نفقہ شوہر پر باقی تھا، عورت اُس کے مکان سے بغیر اجازت چلی گئی تو یہ نفقہ بھی ساقط ہوگیا اور لوٹ کر آئے تب بھی اُس کی مستحق نہیں ہوگی اور اگر شوہر کی اجازت سے اس نے قرض لے کر نفقے میں صرف کیا تھا اور اب چلی گئی تو نفقہ ساقط

نہیں ہوگا۔

☆ جس عورت کو طلاق دی گئی ہے بہر حال عدت کے اندر نفقہ پائے گی، طلاقِ رجعی ہو یا بائن یا تین طلاقیں، عورت کو حمل ہو یا نہیں۔

☆ جو عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے چلی جایا کرتی ہے اس بنا پر اُسے طلاق دے دی تو عدت کا نفقہ نہیں پائے گی۔ ہاں اگر طلاق کے بعد عدّت گزارنے کے لیے شوہر کے گھر میں رہی اور باہر جانا چھوڑ دیا تو پائے گی۔

☆ عدت اگر مہینوں سے ہو تو کسی مقدارِ معین پر صلح ہوسکتی ہے اور حیض یا وضعِ حمل سے ہو تو نہیں ہوسکتی اس لیے کہ یہ معلوم نہیں کہ کتنے دنوں میں عدت پوری ہوگی۔

☆ وفات کی عدت میں نفقہ واجب نہیں، خواہ عورت کو حمل ہو یا نہیں۔

☆ خلع میں نفقہ ہے، ہاں اگر خلع اس شرط پر ہوا کہ عورت نفقہ اور سُکنٰی (رہنے کا گھر) کرے تو اب نفقہ نہیں پائے گی مگر سُکنٰی سے شوہر اب بھی بَری نہیں کہ عورت اس کو معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔

☆ عورت سے ایلا یا ظہار کیا تو نفقہ پائے گی۔

☆ اگر مرد اور عورت دونوں مال دار ہوں تو نفقہ مال داروں کی طرح ہوگا اور دونوں محتاج ہوں تو محتاجوں کی طرح اور ایک مال دار ہے، دوسرا محتاج تو متوسط درجے کا یعنی محتاج جیسا کھاتے ہوں اُس سے عمدہ اور اغنیا جیسا کھاتے ہوں اُس سے کم اور شوہر مالدار ہو اور عورت محتاج تو بہتر یہ ہے کہ جیسا خود کھاتا ہو عورت کو بھی کھلائے، مگر یہ واجب نہیں، واجب متوسط ہے۔

☆ نفقے کا تعین روپیوں سے نہیں کیا جاسکتا کہ ہمیشہ اُتنے ہی روپے دیے جائیں اس لیے

کہ چیزوں کی قیمت بدلتی رہتی ہے، مہنگائی اور سستائی دونوں کے اخراجات ایک جیسے نہیں ہوتے بلکہ مہنگائی کے زمانے میں اُس کے لحاظ سے تعداد بڑھائی جائے گی اور سستائی کے زمانے میں کم کی جائے گی۔

☆ عورت آٹا پیسنے اور روٹی پکانے سے انکار کرتی ہے تو اگر وہ ایسے گھرانے کی ہے کہ اُن کے یہاں کی عورتیں خود یہ کام نہیں کرتیں یا بیمار یا کمزور ہے کہ کرنہیں سکتی تو پکا ہوا کھانا دینا ہوگا یا کوئی ایسا آدمی دے جو کھانا پکا دے، پکانے پر مجبور نہیں کی جا سکتی اور اگر نہ ایسے گھرانے کی ہے نہ کوئی ایسا سبب ہے کہ کھانا نہیں پکا سکے تو شوہر پر یہ واجب نہیں کہ پکا ہوا اُسے دے۔ اگر عورت خود پکاتی ہے مگر پکانے کی اُجرت مانگتی ہے تو اُجرت نہیں دی جائے گی۔

☆ کھانا پکانے کے تمام برتن اور سامان شوہر پر واجب ہے، مثلاً چکی، ہانڈی، توا، چمٹا، رکابی، پیالہ، چمچہ وغیرہا جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے، اپنی حیثیت کے مطابق اعلیٰ یا ادنیٰ یا متوسط دے۔

☆ گھر میں استعمال کی ضروری چیزیں بھی اپنی حیثیت کے مطابق دینا واجب ہے، مثلاً چٹائی، دری، قالین، چارپائی، لحاف، گدّا، تکیہ، چادر وغیرہا۔

☆ کنگھا، تیل، صابن دینا ہوگا۔ کاجل، سُرمہ، مہندی وغیرہ دینا شوہر پر واجب نہیں۔ اگر لا کر دے دیا تو عورت کو استعمال ضروری ہے۔ عطر وغیرہ خوشبو کی اتنی ضرورت ہے جس سے بغل اور پسینہ کی بُو کو دفع کر سکے۔

☆ غسل اور وضو کا پانی شوہر کے ذمے ہے، عورت غنی ہو یا فقیر۔

☆ عورت اگر چائے یا حقہ پیتی ہے یا پان یا تمباکو کھاتی ہے تو ان کے اخراجات شوہر پر

واجب نہیں اگر چہ نہ پینے سے اُسے نقصان پہنچے۔

☆ عورت بیمار ہو تو اُس کی دوا کی قیمت اور طبیب کی فیس شوہر پر واجب نہیں۔ فصد یا پچھنے کی ضرورت ہو تو یہ بھی شوہر پر نہیں۔

☆ بچہ پیدا ہو تو اس کی پیدائش میں جو خرچ ہو گا وہ شوہر پر ہے۔

☆ سال میں دو جوڑے کپڑے دینا واجب ہے، یعنی ہر چھ مہینے میں ایک جوڑا۔ ایک جوڑا دے دیا تو چھ مہینے سے پہلے کپڑا دینا واجب نہیں۔

☆ اگر مدت کے اندر کپڑے پھٹ گئے اور عام طور پر جس طرح پہنے جاتے ہیں اگر اس طرح پہنتی تو نہیں پھٹتے تو جب تک چھ مہینے پورے نہ ہو جائیں دوسرے کپڑے دینا واجب نہیں، ورنہ واجب ہے۔

☆ اگر مدت پوری ہونے بعد بھی وہ کپڑا استعمال کے لائق ہے تو اگر چہ عورت نے اسے ایک مرتبہ بھی استعمال نہیں کیا ہے بلکہ دوسرے کپڑے پہنتی رہی ہے پھر بھی شوہر پر دوسرا کپڑا دینا واجب ہے۔ اگر کپڑا بہت مضبوط تھا اس وجہ سے نہیں پھٹا تو دوسرا جوڑا دینا واجب نہیں۔

☆ سردی کے موسم میں جاڑے کے مناسب اور گرمی کے موسم میں گرمی کے مناسب کپڑے دے مگر بہر حال اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر دونوں مالدار ہوں تو مالداروں کی طرح کپڑے ہوں اور محتاج ہوں تو غریبوں کی طرح اور ایک مالدار ہو اور ایک محتاج تو متوسط درجے کا، جیسے کھانے میں تینوں باتوں کا لحاظ ہے۔

☆ لباس میں اُس شہر کے رواج کا اعتبار ہے، یعنی سردی اور گرمی کے موسم میں جیسے کپڑے وہاں پہنے جاتے ہیں ویسے کپڑے دے۔

☆ عورت جب رخصت ہوکر آئی تو اسی وقت سے شوہر کے ذمے اُس کا لباس ہے، اس کا انتظار نہ کرے کہ چھ مہینے گزر جائیں تو کپڑے بنائے، اگر چہ عورت کے پاس کتنے ہی جوڑے ہوں۔ نہ ہی عورت پر یہ واجب ہے کہ میکے سے جو کپڑے لائی ہے وہ پہنے بلکہ اب سب شوہر کے ذمے ہے۔

☆ شوہر کو خود ہی چاہیے کہ عورت کے اخراجات اپنے ذمے لے یعنی جس چیز کی ضرورت ہو لا کر یا منگا کر دے۔

☆ اگر اپنے اوپر تکلیف اُٹھا کر عورت اس میں سے کچھ بچا لے تو وہ عورت کا ہے واپس نہیں کرے گی اور نہ ہی اگلے خرچے میں اسے شمار کرے گی۔

☆ اگر شوہر عورت کو اتنا نہیں دیتا جو اس کے اخراجات کے لیے کافی ہے تو شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے لے کر خرچ کر سکتی ہے۔

☆ نفقے کی مقدار معین کی جائے تو اس میں جو آسان طریقہ ہو وہ اپنایا جائے، مثلاً مزدوری کرنے والے کے لیے یہ حکم دیا جائے گا کہ وہ عورت کو روزانہ شام کو اتنا دے دیا کرے کہ دوسرے دن کے لیے کافی ہو، اس لیے کہ مزدور ایک مہینے کے تمام اخراجات ایک ساتھ نہیں دے سکتا اور تاجر اور نوکری کرنے والے جو ہر مہینے تنخواہ پاتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ پورے مہینے کا خرچ تنخواہ ملتے ہی ایک ساتھ دے دیا کریں۔ جو لوگ کھیتی کرتے ہیں انھیں اس میں سہولت ہوگی کہ جب فصل کٹتی ہے تب اگلی فصل کے کٹنے تک کے اخراجات دے دیا کریں۔

☆ اگر شوہر باہر چلا جاتا ہو اور عورت کو خرچ کی ضرورت پڑتی ہو تو اُسے یہ حق ہے کہ شوہر سے کہے کہ کسی کو ضامن بنا دو کہ مہینے پر اُس سے خرچ لے لوں پھر اگر عورت کو معلوم

ہے کہ شوہر ایک مہینے تک باہر رہے گا تو ایک مہینے کے لیے ضامن طلب کرے اور یہ معلوم ہے کہ زیادہ دنوں سفر میں رہے گا مثلاً حج کے لیے جا رہا ہے تو جتنے دنوں کے لیے جا رہا ہے، اتنے دنوں کے لیے ضامن مانگے۔

☆ شوہر عورت کو جتنے روپے کھانے کے لیے دیتا ہے اپنے اوپر تکلیف اُٹھا کر اُن میں سے کچھ بچا لیتی ہے اور خوف ہے کہ کمزور ہو جائے گی تو شوہر کو حق ہے کہ اُسے تنگی کرنے سے روک دے۔

☆ عورت کو مثلاً مہینے بھر کا نفقہ دے دیا، اُس نے فضول خرچی سے مہینہ پورا ہونے سے پہلے خرچ کر ڈالا یا وہ چوری ہو گیا یا کسی اور وجہ سے ہلاک ہو گیا تو اس مہینے کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں۔

☆ نفقے کا تیسرا جز سُکنٰی ہے یعنی رہنے کا مکان۔

☆ شوہر جو مکان عورت کو رہنے کے لیے دے، وہ خالی ہو یعنی شوہر کے متعلقین وہاں نہ رہیں۔ ہاں اگر شوہر کا اتنا چھوٹا بچہ ہو کہ جماع سے آگاہ نہیں تو وہ مانع نہیں۔

☆ عورت کا دوسرے شوہر سے بچہ ہے تو اگر شوہر چاہے تو اسے اپنے ساتھ رکھنے سے منع کر سکتا ہے، اس صورت میں عورت کو وہاں رکھنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

☆ عورت اگر تنہا مکان چاہتی ہے یعنی اپنی سَوت یا شوہر کے متعلقین کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو اگر مکان میں کوئی ایسا دالان اُس کو دے دے جس میں دروازہ ہو اور بند کر سکتی ہو تو وہ دے سکتا ہے دوسرا مکان طلب کرنے کا اُس کو اختیار نہیں بشرطے کہ شوہر کے رشتے دار عورت کو تکلیف نہ پہنچاتے ہوں۔

☆ پاخانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ علاحدہ ہونا چاہیے یا نہیں اس میں تفصیل ہے۔ اگر شوہر

مالدار ہو تو ایسا مکان دے جس میں یہ ضرورت کی یہ چیزیں موجود ہوں۔ اگر غریب ہو تو ایک کمرہ دے دینا کافی ہے، اگر چہ غسل خانہ وغیرہ کئی بیویوں کے یا خاندان والوں کے استعمال کے لیے ایک ہی ہو۔

☆ یہ بات ضروری ہے کہ عورت کو ایسے مکان میں رکھے جس کے پڑوسی نیک ہوں اس لیے کہ فاسقوں میں خود بھی رہنا اچھا نہیں اور نہ ہی ایسے مقام پر عورت کا ہونا اچھا ہے۔

☆ اگر مکان بہت بڑا ہو کہ عورت وہاں تنہا رہنے سے گھبراتی اور ڈرتی ہے تو وہاں کوئی ایسی نیک عورت رکھے جس سے اس کا دل بہلے یا کوئی دوسرا مکان دے جو اتنا بڑا نہ ہو۔

☆ عورت کے والدین ہر ہفتے میں ایک بار اپنی لڑکی کے یہاں آ سکتے ہیں، شوہر منع نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر رات میں وہاں رہنا چاہتے ہیں تو شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہے۔

☆ والدین کے علاوہ دوسرے محارم (یعنی وہ رشتے دار جن سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے، مثلاً چچا، ماموں وغیرہ) سال بھر میں ایک بار آ سکتے ہیں۔

☆ عورت اپنے والدین کے یہاں ہر ہفتے میں ایک بار اور دوسرے محارم کے یہاں سال میں ایک بار جا سکتی ہے، مگر شوہر کی اجازت کے بغیر رات میں وہاں نہیں رُک سکتی، دن ہی دن میں واپس آ ئے۔

☆ والدین یا محارم اگر فقط دیکھنے کے لیے آنا چاہیں تو اس سے کسی وقت منع نہیں کر سکتا۔

☆ غیروں کے یہاں جانے یا اُن کی عیادت کرنے یا شادی وغیرہ تقریبوں کی شرکت سے منع کرے، اجازت کے بغیر جائے گی تو گنہگار ہوگی اور اجازت سے گئی تو دونوں گنہگار ہوں گے۔

☆ عورت اگر کوئی ایسا کام کرتی ہے جس سے شوہر کا حق فوت ہوتا ہے یا اُس میں نقصان

آتا ہے یا اُس کام کے لیے باہر جانا پڑتا ہے تو شوہر کو منع کر دینے کا اختیار ہے بلکہ اس زمانے کے حالات کے اعتبار سے ایسے کام سے تو منع ہی کرنا چاہیے جس کے لیے باہر جانا پڑے۔

☆ جس کام میں شوہر کی حق تلفی اور نقصان نہ ہوتا ہو اگر عورت گھر میں وہ کام کر لیا کرے جیسے کپڑا سینا تو ایسے کام سے منع کرنے کی کچھ حاجت نہیں خصوصًا جب کہ شوہر گھر نہ ہو کہ ان کاموں سے جی بہلتا رہے گا اور بے کار بیٹھے گی تو وسوسے اور خطرے پیدا ہوتے رہیں گے اور لایعنی باتوں میں مشغول ہوگی۔

☆ نابالغ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہے جب کہ اولاد فقیر ہو یعنی خود اس کی مِلکیت میں مال نہ ہو۔ بالغ بیٹا اگر اپاہج یا مجنون یا نابینا ہو کہ کمانے سے عاجز ہو اور اُس کے پاس مال نہ ہو تو اُس کا نفقہ بھی باپ پر ہے۔

☆ لڑکی جس کے پاس مال نہ ہو اُس کا نفقہ بہر حال باپ پر ہے اگر چہ اُس کے اعضا سلامت ہوں۔

☆ نابالغ کا باپ تنگ دست ہے اور ماں مالدار جب بھی نفقہ باپ ہی پر ہے مگر ماں کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے پاس سے خرچ کرے اور جب شوہر کے پاس ہو تو وصول کر لے۔

☆ اگر باپ تنگ دست ہے تو کمائے اور بچوں کو کھلائے، کمانے سے بھی عاجز ہے مثلاً اپاہج ہے تو دادا کے ذمے نفقہ ہے کہ خود باپ کا نفقہ بھی اس صورت میں اُسی کے ذمے ہے۔

☆ طالبِ علم جو دین کا علم حاصل کر رہا ہو اور نیک ہو اُس کا نفقہ بھی اُس کے والد کے ذمے ہے۔ جو طلبہ فضول علم مثلاً فلسفہ وغیرہ سیکھنے میں مشغول ہوں ان کا نفقہ باپ پر نہیں۔ جو طلبہ بظاہر علم دین پڑھتے ہیں لیکن حقیقت میں دین ڈھانا چاہتے ہیں مثلاً

وہابیوں سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں یا ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا کرتے ہیں، ان کا خرچ بھی ان کے باپ پر نہیں۔ ایسوں کو نفقہ دینا تو دور کی بات ہے، اپنے پاس بھی نہیں آنے دینا چاہیے۔

☆ بچے کی ملکیت میں کوئی جائداد ہو چاہے باپ دادا کی طرف سے ملی ہو یا کسی اور صورت سے اگر اس کے نفقے کے لیے اسے بیچنے کی ضرورت ہو تو بیچ کر اس کا خرچ چلایا جائے۔

☆ لڑکی جب جوان ہوگئی اور اُس کی شادی کردی تو اب اس کے شوہر پر نفقہ ہے، باپ پر اس کا نفقہ نہیں۔

☆ بچے کی ماں نکاح میں ہو یا طلاقِ رجعی کی عدت میں اگر دودھ پلائے تو اس کی اُجرت نہیں لے سکتی اور طلاقِ بائن کی عدت میں لے سکتی ہے۔

☆ عدت گزرنے کے بعد مطلقاً اُجرت لے سکتی ہے اور اگر شوہر نے دوسری عورت کو مقرر کیا اور ماں مفت پلانے کو کہتی ہے یا اُتنی ہی اُجرت مانگتی ہے جتنی دوسری عورت مانگتی ہے تو ماں کو زیادہ حق ہے۔

☆ باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی اگر تنگ دست ہوں تو انھیں نفقہ دینا واجب ہے، اگرچہ وہ کمانے پر قادر ہوں جب کہ یہ مال دار ہو یعنی مالکِ نصاب ہو۔ اگر یہ بھی محتاج ہے تو باپ کا نفقہ اس پر واجب نہیں، البتہ اگر باپ اپاہج یا فالج کا مریض ہے کہ کما نہیں سکتا تو بیٹے کے ساتھ نفقے میں شریک ہے اگرچہ بیٹا فقیر ہو۔

☆ ماں کا نفقہ بھی بیٹے پر ہے، اگرچہ اپاہج نہ ہو، اگرچہ بیٹا فقیر ہو، جب کہ بیوہ ہو۔ اگر کسی دوسرے سے نکاح کرلیا ہے تو اب اس کا نفقہ شوہر پر ہے۔ اگر اس کے باپ کے نکاح میں ہے اور باپ اور ماں دونوں محتاج ہوں تو دونوں کا نفقہ بیٹے پر ہے اور باپ محتاج نہ

ہوتو باپ پر ہے اور باپ محتاج ہے اور ماں مال دار تو ماں کا نفقہ اب بھی بیٹے پر نہیں بلکہ اپنے پاس سے خرچ کرے اور شوہر سے وصول کرسکتی ہے۔

☆ باپ وغیرہ کا نفقہ جیسے بیٹے پر واجب ہے، اسی طرح بیٹی پر بھی ہے، اگر بیٹا بیٹی دونوں ہوں تو دونوں پر برابر برابر واجب ہے۔ اگر دو بیٹے ہوں اور ان میں سے صرف ایک مالکِ نصاب ہے اور دوسرا بہت مال دار ہے تو باپ کا نفقہ دونوں پر برابر برابر ہے۔

☆ باپ اگر تنگ دست ہو اور اُس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں اور یہ بچے محتاج ہوں، صرف بڑا بیٹا مال دار ہے تو باپ اور اُس کی سب اولاد کا نفقہ اس پر واجب ہے۔

☆ بیٹا اگر ماں باپ دونوں کا نفقہ نہیں دے سکتا مگر ایک کا دے سکتا ہے تو ماں اس کی زیادہ مستحق ہے۔

☆ جو رشتے دار محارم ہوں اُن کا بھی نفقہ واجب ہے جب کہ محتاج ہوں اور نابالغ یا عورت ہو۔ اور رشتہ دار بالغ مرد ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ کمانے سے عاجز ہو مثلاً دیوانہ ہے یا اُس پر فالج گرا ہے یا اپاہج ہے یا اندھا۔ اگر عاجز نہ ہو تو واجب نہیں اگرچہ محتاج ہو اور عورت میں بالغہ نابالغہ کی قید نہیں۔

☆ محارم کے نفقے میراث کی مقدار میں واجب ہیں یعنی اس کے انتقال کے بعد اس کے ترکے سے جتنے حصے کے وہ وارث ہیں اسی کے موافق اِس پر ان کا نفقہ واجب ہے۔

☆ علمِ دین حاصل کرنے والا اگرچہ تندرست ہے، کام کرنے پر قادر ہے، مگر اپنے آپ کو علم حاصل کرنے میں مشغول رکھتا ہے تو اُس کا نفقہ بھی رشتے داروں پر فرض ہے۔

☆ عورت کا شوہر تنگ دست ہے اور بھائی مال دار ہے تو بھائی کو خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا، پھر جب شوہر کے پاس مال ہو جائے تو واپس لے سکتا ہے۔

☆ باپ کے پاس رہنے کا مکان اور سواری کا جانور ہے تو اُسے یہ حکم نہیں دیا جائے گا کہ ان چیزوں کو بیچ کر نفقے میں خرچ کرے بلکہ اس کا نفقہ اس کے بیٹے پر فرض ہے۔ ہاں اگر مکان حاجت سے زائد ہے کہ تھوڑے سے حصے میں رہتا ہے تو جتنا حاجت سے زائد ہے اُسے بیچ کر نفقے میں صرف کرے۔ جب وہی حصہ باقی رہ گیا جس میں رہتا ہے تو اب نفقہ اُس کے بیٹے پر ہے۔

☆ اگر اُس کے پاس اعلیٰ درجے کی سواری ہے تو یہ حکم دیا جائے گا کہ بیچ کر کم درجے کی سواری خریدے اور جو بچے نفقے میں خرچ کرے پھر اس کے بعد دوسرے پر نفقہ واجب ہوگا۔ یہی احکام اولاد اور دیگر محارم کے بھی ہیں۔

آٹھواں باب

ذبح اور قربانی کا بیان

جو مسلمان کسی جانور کو ذبح کرنا چاہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ذبح کے مسائل سیکھ لے تاکہ حلال وحرام جانور کی تمیز کر سکے اور جانور کو صحیح طور پر ذبح کر کے مُردار ہونے سے بچا سکے۔

اسی طرح جو مسلمان صاحبِ نصاب ہو، جب قربانی کے دن آ جائیں تو اُس پر قربانی کے مسائل کا سیکھنا واجب ہے۔

اس باب کے مسائل کا سیکھنا اگرچہ فرضِ عین نہیں لیکن قربانی کا ارادہ کرنے والے مسلمانوں پر اُن کا سیکھنا واجب ہے۔ اسی لیے ہم نے اس باب کو شاملِ کتاب کیا ہے۔

اس باب میں پیش کردہ سارے مسائل ''بہارِ شریعت'' جلد سوم، حصۂ پانزدہم سے تلخیص و تسہیل کے ساتھ ماخوذ ہیں۔

ہم نے اس باب میں کئی ایسے مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے کہ فرضِ عین علوم سے تو ان کا تعلق نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض کی تحصیل واجب اور بعض کی مندوب و مستحب ہے۔

ذبح کے مسائل

☆ گلے میں چند رگیں ہیں، انھیں کاٹ دینے کو ذَبح کہتے ہیں۔ جس جانور کی وہ رگیں کاٹ دی جائیں وہ ذبیحہ یا مذبوح یا ذِبح (ذال کے زیر کے ساتھ) کہلاتا ہے۔

☆ بعض جانور ذبح کیے جاسکتے ہیں بعض نہیں۔ جو شرعاً ذبح نہیں کیے جاسکتے ہیں ان میں سے مچھلی اور ٹِڈّی ذبح کیے بغیر حلال ہیں اور جو ذبح کیے جاسکتے ہیں وہ ذکاۃِ شرعی یعنی شرعی طور پر ذبح یا نَحر کیے بغیر حلال نہیں۔

☆ ذَکاۃِ شرعی کی دو قسمیں ہیں، ایک اختیاری اور دوسری اضطراری۔

☆ ذَکاۃ اختیاری کی دو قسمیں ہیں، ذبح اور نحر۔

☆ ذَکاۃِ اضطراری یہ ہے کہ جانور کے بدن میں کسی جگہ نیزہ وغیرہ بھونک کر خون نکال دیا جائے، اس سے مخصوص صورتوں میں جانور حلال ہوتا ہے۔

☆ حلق کے آخری حصے میں نیزہ وغیرہ بھونک کر رگیں کاٹ دینے کو نحر کہتے ہیں۔

☆ ذبح کی جگہ حلق اور لَبّہ (یعنی سینے کا اوپری حصہ) کے درمیان ہے۔

☆ اونٹ کو نحر کرنا اور گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا سنت ہے۔ اگر اس کا اُلٹا کیا گیا یعنی اونٹ کو ذبح کیا گیا اور گائے وغیرہ کو نحر کیا تو جانور اس صورت میں بھی حلال ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کہ سنت کے خلاف ہے۔

☆ عوام میں یہ مشہور ہے کہ اونٹ کو تین جگہ ذبح کیا جاتا ہے، یہ غلط ہے۔ اس طرح کرنا مکروہ ہے کہ بے فائدہ تکلیف دینا ہے۔

☆ جو رگیں ذبح میں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں (۱) حُلقُوم، یہ وہ ہے جس میں سانس آتی

جاتی ہے۔(۲) مَرِیّ، اس سے کھانا پانی اترتا ہے۔(۳-۴) اِن دونوں کے اَغل بغل اور دو رگیں ہیں جن میں خون کی روانی ہے ان کو وَدَجَین (بصیغۂ تثنیہ) کہتے ہیں۔

☆ پورا حلقوم ذبح کی جگہ ہے یعنی اس کے اوپری، درمیانی یا نچلے حصے میں کہیں بھی ذبح کیا جائے جانور حلال ہو جائے گا۔

☆ آج کل چونکہ چمڑے کی قیمت زیادہ ہے اور چمڑہ وزن یا ناپ سے فروخت ہوتا ہے اس لیے کسائی اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح چمڑے کی مقدار بڑھ جائے اور اس کے لیے یہ ترکیب کرتے ہیں کہ بہت اوپر سے ذبح کرتے ہیں، ایسا کرنے میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ذبح گلے کی اُبھری ہوئی ہڈی جسے گھُنڈی کہتے ہیں اس کے اوپر سے ہو جائے۔ اس صورت میں اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہے ورنہ نہیں۔ پھر بھی ایسے مقام پر احتیاط کے طور پر ایسے جانور کا گوشت نہ کھانا بہتر ہے۔

☆ ذبح کی چار رگوں میں سے تین کا کٹ جانا کافی ہے یعنی اس صورت میں بھی جانور حلال ہو جائے گا کہ اکثر کے لیے وہی حکم ہے جو کل کے لیے ہے۔ اگر چاروں میں سے ہر ایک کا اکثر حصہ کٹ جائے گا جب بھی حلال ہو جائے گا۔ اگر آدھی آدھی ہر رگ کٹ گئی اور آدھی باقی ہے تو حلال نہیں۔

☆ ذبح سے جانور حلال ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں:

(۱) ذبح کرنے والا عاقل ہو۔ مجنوں یا اتنا چھوٹا بچہ جو بے عقل ہو ان کا ذبیحہ جائز نہیں اور اگر چھوٹا بچہ ذبح کے بارے میں سمجھتا ہو اور اس پر قدرت رکھتا ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔

(۲) ذبح کرنے والا مسلم ہو۔ مشرک اور مرتد کا ذبیحہ حرام اور مردار ہے، اسی طرح وہابی دیوبندی اور دیگر فرقہ ہائے باطلہ کے ماننے والوں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور بھی

حرام ہے۔

(۳) اللہ عزوجل کے نام کے ساتھ ذبح کرنا۔ ذبح کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام ذکر کرے تو جانور حلال ہو جائے۔

☆ تنہا نام ہی ذکر کرے یا نام کے ساتھ صفت بھی ذکر کرے دونوں صورتوں میں جانور حلال ہو جاتا ہے۔ مثلاً اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَعْظَمُ، اَللّٰہُ اَجَلُّ، اَللّٰہُ الرَّحْمٰنُ، اَللّٰہُ الرَّحِیْمُ وغیرہ۔

☆ صرف اَللّٰہُ یا اَلرَّحْمٰنُ یا اَلرَّحِیْمُ کہے تب بھی درست ہے۔

☆ سُبْحٰنَ اللّٰہِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے سے بھی حلال ہو جائے گا۔

☆ اللہ عزوجل کا نام عربی کے سوا دوسری زبان میں لیا جب بھی حلال ہو جائے گا۔

(۴) خود ذبح کرنے والا اللہ تعالیٰ کا نام اپنی زبان سے کہے۔ اگر یہ خود خاموش رہا، دوسروں نے نام لیا اور اسے یاد بھی تھا بھولا نہیں تھا تو جانور حرام ہے۔

(۵) اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لینے سے ذبح پر نام لینا مقصود ہو۔ اگر کسی دوسرے مقصد کے لیے بسم اللہ پڑھی اور ساتھ ہی ذبح کر دیا تو جانور حلال نہیں ہوا۔ مثلاً چھینک آئی اور اس پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا اور جانور ذبح کر دیا تو جانور حلال نہ ہوا۔

(۶) ذبح کے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام نہ لے۔

(۷) جس جانور کو ذبح کیا جائے وہ ذبح کے وقت زندہ ہو اگرچہ اُس کی زندگی کا تھوڑا ہی حصہ باقی رہ گیا ہو۔ ذبح کے بعد خون نکلنا یا جانور میں اس طرح حرکت پیدا ہونا ضروری ہے کہ اُس سے اُس کا زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

☆ بکری ذبح کی اور خون نکلا مگر اُس میں حرکت پیدا نہیں ہوئی تو اگر وہ ایسا خون ہے جیسے

زندہ جانور میں ہوتا ہے تو حلال ہے۔

☆ بیمار بکری ذبح کی اور صرف اُس کے منہ کو حرکت ہوئی تو اگر وہ حرکت یہ ہے کہ بکری نے منہ کھول دیا تو حرام ہے، اگر بند کر لیا تو حلال ہے۔ آنکھیں کھول دیں تو حرام ہے اور بند کر لیں تو حلال ہے۔ پاؤں پھیلا دیے تو حرام ہے اور سمیٹ لیے تو حلال ہے۔ بال کھڑے نہیں ہوئے تو حرام ہے اور کھڑے ہو گئے تو حلال ہے۔ اگر اس کے زندہ ہونے کا صحیح طور پر علم نہیں ہو تو ان علامتوں سے کام لیا جائے اور اگر زندہ ہونا یقیناً معلوم ہے تو ان چیزوں کا خیال نہیں کیا جائے گا بہر حال جانور حلال سمجھا جائے گا۔

☆ ذبح ہر اس چیز سے کر سکتے ہیں جو رگیں کاٹ دے اور خون بہا دے۔ یہ ضروری نہیں کہ چھری ہی سے ذبح کریں۔

☆ کلہاڑی اور دھاردار پتھر سے بھی ذبح ہو سکتا ہے، اسی طرح بانس کا چھیلا ہوا کڑک چھِلکا جس سے گردن کٹ جائے اس سے بھی ذبح کر سکتے ہیں۔

☆ ناخن اور دانت سے ذبح نہیں کر سکتے اگرچہ ان سے ذبح ہونا ممکن ہو۔

☆ بے دھار چھری سے بھی ذبح کرنا مکروہ ہے۔

☆ مستحب یہ ہے کہ جانور کو لٹانے سے پہلے چھری تیز کریں۔ لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔

☆ جانور کا پیر پکڑ کر اسے گھسیٹتے ہوئے اس جگہ لے جانا مکروہ ہے جہاں اسے ذبح کرنا ہے۔

☆ اس طرح ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جائے یا سر پورا کٹ کر جدا ہو جائے مکروہ ہے مگر وہ ذبیحہ کھایا جائے گا یعنی کراہت اُس کام میں ہے، اس سے گوشت میں کچھ فرق نہیں پڑے گا۔

☆ عام لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ذبح کرنے میں اگر سر جدا ہو جائے تو اس سر کا کھانا مکروہ ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔

☆ سنت یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت جانور کا منہ قبلے کی طرف کیا جائے۔ ایسا نہ کرنا مکروہ ہے۔

☆ ذبح میں عورت کا وہی حکم ہے جو مرد کا ہے یعنی مسلمان عورت کا ذبیحہ حلال ہے اور مشرکہ اور مرتدہ کا ذبیحہ حرام ہے۔

☆ ذبح کرنے میں جان بوجھ کر بِسْمِ اللّٰہِ نہیں کہا تو جانور حرام ہے۔ اگر بھول کر ایسا ہوا جیسا کہ بعض مرتبہ شکار کے ذبح میں جلدی ہوتی ہے اور جلدی میں ذبح کرنے والا بھول جاتا ہے تو اس صورت میں جانور حلال ہے۔

☆ مستحب یہ ہے کہ ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے یعنی بِسْمِ اللّٰہِ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے درمیان واو نہ لائے۔ اگر بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ واو کے ساتھ کہا تب بھی جانور حلال ہو جائے گا مگر بعض علما نے اس طرح کہنے کو مکروہ کہا ہے۔

☆ خود ذبح کرنے والے کو بسم اللہ کہنا ضرور ہے، دوسرے کا کہنا اس کے کہنے کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ یعنی دوسرے کے بسم اللہ پڑھنے سے جانور حلال نہیں ہوگا جب کہ ذبح کرنے والے نے جان بوجھ کر نہ چھوڑا ہو۔

☆ اگر دو لوگوں نے مل کر ذبح کیا تو دونوں کا پڑھنا ضروری ہے۔ ایک نے جان بوجھ کر ترک کر دیا تو جانور حرام ہو گیا۔

☆ بسم اللہ کہنے اور ذبح کرنے کے درمیان لمبا فاصلہ نہ ہو اور مجلس بدلنے نہ پائے۔ اگر مجلس بدل گئی اور عملِ کثیر بیچ میں پایا گیا تو جانور حلال نہیں ہوا۔

☆ اگر ایک لقمہ کھایا یا ذرا سا پانی پیا یا چھری تیز کر لی تو یہ عمل قلیل ہے، اس صورت میں جانور حلال ہے۔

☆ گائے یا بکری ذبح کی اور اس کے پیٹ میں بچہ نکلا تو اگر وہ زندہ ہے تو اسے بھی ذبح کر دیا جائے، وہ بھی حلال ہو جائے گا اور مرا ہوا ہے تو حرام ہے۔ اُس کی ماں کا ذبح کرنا اُس کے حلال ہونے کے لیے کافی نہیں۔

☆ بِلّی نے مرغی کا سر کاٹ لیا اور وہ ابھی زندہ ہے، پھڑک رہی ہے تو اسے ذبح نہیں کیا جا سکتا بلکہ اب وہ حرام ہو گئی۔

☆ جانور کو دن میں ذبح کرنا بہتر ہے لیکن رات میں ذبح کرنا بھی جائز ہے۔

☆ مستحب یہ ہے کہ ذبح سے پہلے چھری تیز کر لے، بے دھار چھری یا ایسی چیزوں سے ذبح کرنے سے بچے جس سے جانور کو تکلیف ہو۔

حلال اور حرام جانور

گوشت یا جو کچھ غذا کھائی جاتی ہے وہ بدن کا حصہ ہو جاتی ہے، اُس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ چوں کہ بعض جانوروں میں بُری صفتیں پائی جاتی ہے اس لیے ان جانوروں کے کھانے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ کھانے والے میں بھی اس کی وہ صفتیں پائی جانے لگیں، لہٰذا شریعت نے اُن کے کھانے سے منع کیا ہے۔ حلال اور حرام جانوروں کی تفصیل دشوار ہے اور لیے یہاں چند ایسی باتیں ذکر کی جا رہی ہیں جن سے ان جانوروں کی پہچان ہو سکتی ہے۔

☆ نوکیلے دانتوں والا جانور جو اپنے نوکیلے دانتوں سے شکار کرتا ہو وہ حرام ہے۔ جیسے شیر، گیدڑ، لومڑی، بجّو، کتا وغیرہا۔

☆ اونٹ کے نوکیلے دانت ہوتے ہیں مگر وہ شکار نہیں کرتا اس لیے وہ اُن کے حکم میں داخل نہیں، یعنی اس کا گوشت حلال ہے۔

☆ پنجے والا پرندہ جو پنجے سے شکار کرتا ہے وہ حرام ہے۔ جیسے شِکرا، باز، بَہری، چیل۔

☆ زمین کے کیڑے مکوڑے اور زمین پر رینگنے والے جانور حرام ہیں۔ جیسے چوہا، چھپکلی، گرگٹ، گھونس، سانپ، بچھو، مچھر، پِسّو، کھٹمل، مکھی، مینڈک وغیرہ۔

☆ گھریلو گدھا اور خچر حرام ہے۔ جنگلی گدھا جسے گورخر کہتے ہیں وہ حلال ہے۔

☆ گھوڑا ابھی نہیں کھایا جا سکتا۔

☆ کچھوا چاہے خشکی کا ہو یا پانی کا حرام ہے۔ وہ کوّا جو مُردار کھاتا ہے حرام ہے۔

☆ مَہو کا اگرچہ کوّے سے ملتا جلتا ہے مگر وہ حلال ہے۔

☆ پانی کے جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے۔ جو مچھلی پانی میں مرکر تیر گئی یعنی مارے بغیر اپنے آپ مرکر پانی کی سطح پر اُلٹ گئی وہ حرام ہے۔

☆ مچھلی کو مارا اور وہ مرکر اُلٹی تیرنے لگی تو حرام نہیں۔

☆ ٹِڈّی بھی حلال ہے۔ مچھلی اور ٹڈی دونوں ذبح کے بغیر حلال ہیں۔

☆ پانی کی گرمی یا سردی سے مچھلی مرگئی یا مچھلی کو ڈورے میں باندھ کر پانی میں ڈال دیا اور مرگئی یا جال میں پھنس کر مرگئی یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال دی جس سے مچھلیاں مرگئیں اور یہ معلوم ہے کہ اُس چیز کے ڈالنے سے مریں یا گھڑے یا گڑھے میں مچھلی پکڑ کر ڈال دی اور اُس میں پانی تھوڑا تھا اس وجہ سے یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے مرگئی ان سب صورتوں میں وہ مری ہوئی مچھلی حلال ہے۔

☆ جھینگے کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ مچھلی ہے یا نہیں اسی بنا پر اس کے حلال اور حرام ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ ظاہری طور پر اس کی صورت مچھلی کی طرح نہیں لگتی بلکہ وہ ایک قسم کا کیڑا لگتا ہے اس لیے اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔

☆ چھوٹی مچھلیوں کا پیٹ چیر کر اس کے اندر کی چیزیں نکالے بغیر انھیں بھون لیا گیا تو ان کا کھانا حلال ہے۔

☆ بعض گائیں اور بکریاں گندگی کھانے لگتی ہیں ان کو جَلّالہ کہتے ہیں، ان کے بدن اور گوشت وغیرہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے، اگر انھیں کھانا ہے تو کئی دن تک باندھ رکھیں تا کہ نجاست نہ کھانے پائیں، جب ان کی بدبو ختم ہو جائے تو انھیں ذبح کر کے کھائیں۔

☆ جس مرغی کو غلاظت کھانے کی عادت ہو اُسے چند دن تک بند کر کے رکھیں، جب غلاظت کا اثر ختم ہو جائے تو اسے ذبح کر کے کھائیں۔

☆ جو مرغیاں چھوٹی پھرتی ہیں ان کو بند کرنا ضروری نہیں جب کہ انھیں غلیظ کھانے کی عادت نہ ہو اور ان میں بدبو نہ ہو لیکن انھیں بھی ذبح کرنے سے پہلے بند رکھنا بہتر ہے۔

☆ بکرا جو خصی نہیں ہوتا اسے اکثر پیشاب پینے کی عادت ہوتی ہے اور اُس میں ایسی سخت بدبو پیدا ہو جاتی ہے کہ جس راستہ سے گزرتا ہے وہ راستہ کچھ دیر کے لیے بدبودار ہو جاتا ہے اس کا بھی حکم وہی ہے جو جلالہ کا ہے کہ اگر اس کے گوشت سے بدبو دفع ہوگئی تو کھا سکتے ہیں ورنہ مکروہ اور منع ہے۔

☆ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا شرعی طور پر انھیں ذبح کرنے سے ان کا بھی گوشت، چربی اور چمڑا پاک ہو جاتا ہے، انھیں کھانے کے علاوہ کسی اور کام میں استعمال کیا جا سکتا ہے، سوائے خنزیر کے کہ اس کا ہر حصہ نجس ہے۔

☆ انسان اگر چہ پاک ہے لیکن اس کا گوشت کھانا حرام ہے۔

قربانی کا بیان

☆ مخصوص جانور کو مخصوص دن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے ذبح کرنا قربانی ہے۔جس جانور کو ذبح کیا جارہا ہے کبھی اسے اُضحیہ بھی کہتے ہیں۔

☆ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اس امت کے لیے باقی رکھی گئی۔

☆ قربانی کئی قسم کی ہے:

(۱) غنی اور فقیر دونوں پر واجب۔اس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کی منت مانی اور یہ کہا کہ اللہ (عزوجل) کے لیے مجھ پر بکری یا گائے کی قربانی کرنا ہے یا اس بکری یا اس گائے کی قربانی کرنا ہے۔

(۲) فقیر پر واجب ہو غنی پر واجب نہ ہو۔اس کی صورت یہ ہے کہ فقیر نے قربانی کے لیے جانور خریدا، اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہے اور غنی اگر خریدتا تو اس خریدنے سے اُس پر قربانی واجب نہ ہوتی۔

(۳) غنی پر واجب ہو فقیر پر واجب نہ ہو۔ اِس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کا وجوب نہ خریدنے سے ہو نہ منت ماننے سے بلکہ خدا نے جو اسے زندہ رکھا ہے اس کے شکریے میں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی ادائیگی کے لیے جو قربانی واجب ہے وہ صرف غنی پر ہے۔

☆ مسافر پر قربانی واجب نہیں اگر مسافر نے قربانی کی تو یہ نفل ہے۔

☆ فقیر نے اگر نہ منت مانی ہو نہ قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہو تو اُس کا قربانی کرنا بھی نفل ہے۔

☆ قربانی واجب ہونے کے شرائط یہ ہیں۔(۱)مسلمان ہونا۔ (۲)مقیم ہونا۔ (۳)مالکِ نصاب ہونا، اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جس سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے، زکوٰۃ کے نصاب کا مالک ہونا ضروری نہیں۔

☆ قربانی کے لیے مرد ہونا شرط نہیں، عورتوں میں بھی شرطیں پائی گئیں تو ان پر بھی قربانی واجب ہے۔

☆ نابالغ پر قربانی واجب نہیں، نہ خود اس پر واجب ہے اور نہ ہی اس کی طرف سے اس کے باپ پر واجب ہے۔

☆ مسافر پر اگرچہ واجب نہیں مگر نفل کے طور پر کرے تو کرسکتا ہے ثواب پائے گا۔

☆ حج کرنے والے جو مسافر ہوں اُن پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے حج کریں تو چوں کہ یہ مسافر نہیں اس لیے ان پر واجب ہوگی۔

☆ شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں بلکہ قربانی کے لیے جو وقت مقرر ہے اُس کے کسی حصے میں شرائط کا پایا جانا قربانی واجب ہونے کے لیے کافی ہے۔

☆ قربانی کا وقت جب شروع ہوا تو کوئی شخص کافر تھا، پھر مسلمان ہو گیا تو اگر ابھی قربانی کا وقت باقی ہے اور اس کے اندر دوسری شرطیں بھی پائی جارہی ہیں تو اس پر قربانی واجب ہے۔

☆ جو اوّلِ وقت میں مسافر تھا اور وقت ختم ہونے سے پہلے مقیم ہو گیا تو اس پر بھی قربانی واجب ہوگئی۔اسی طرح جو شروع وقت میں فقیر تھا اور وقت کے اندر مال دار ہو گیا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

☆ قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے، جب قربانی کا وقت آ گیا اور دوسری شرطیں پائی گئیں تو قربانی واجب ہوگئی۔

☆ قربانی کا رُکن مخصوص جانوروں میں سے کسی کو قربانی کی نیت سے ذبح کرنا ہے۔ قربانی کی نیت سے دوسرے جانور مثلاً مرغ کو ذبح کرنا نا جائز ہے۔

☆ جو شخص دوسو درہم یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دوسو درہم ہو وہ غنی ہے اور اُس پر قربانی واجب ہے۔ حاجت سے مراد رہنے کا مکان، خانہ داری کے سامان جن کی حاجت ہو، سواری کا جانور، خادم اور پہننے کے کپڑے ہیں۔ ان کے سوا جو چیزیں ہوں وہ حاجت سے زائد ہیں۔

☆ مالکِ نصاب نے قربانی کے لیے بکری خریدی تھی، وہ گم ہوگئی اور اس شخص کا مال نصاب سے کم ہوگیا، اب قربانی کا دن آیا تو اس پر یہ ضروری نہیں کہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے۔ اگر وہ بکری قربانی ہی کے دنوں میں مل گئی اور یہ شخص اب بھی مالکِ نصاب نہیں ہے تو اُس پر اس بکری کی قربانی واجب نہیں۔

☆ یہ ضروری نہیں کہ دسویں ہی کو قربانی کر ڈالے، اس کے لیے گنجائش ہے کہ پورے وقت میں جب چاہے کرے۔

☆ جب قربانی کا وقت شروع ہوا تو کوئی شخص قربانی کا اہل نہیں تھا یعنی اس میں قربانی واجب ہونے کی شرطیں نہیں پائی جا رہی تھیں اور وقت ختم ہونے سے پہلے اہل ہوگیا تو اس پر قربانی واجب ہوگئی۔

☆ جب وقت شروع ہوا اس وقت واجب تھی لیکن ابھی نہیں کی اور وقت ختم ہوتے ہوتے شرطیں ختم ہوگئیں تو قربانی واجب نہیں رہی۔

☆ قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے، کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ مثلاً اگر کسی نے قربانی کرنے کے بدلے میں بکری یا اس کی قیمت صدقہ کر دی

تو یہ نا کافی ہے۔

☆ قربانی میں نیابت ہوسکتی ہے یعنی خود کرنا کوئی ضروری نہیں بلکہ یہ ہوسکتا ہے کہ دوسرے کو اجازت دے دے اور وہ اس کی جانب سے قربانی کر دے۔

☆ جب قربانی کی شرطیں پائی گئیں تو بکری کا ذبح کرنا یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے۔ ساتویں حصے سے کم نہیں ہوسکتا۔

☆ اونٹ یا گائے کے شرکا میں اگر کسی شریک کا ساتویں حصے سے کم ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی یعنی جس کا ساتواں حصہ یا اس سے زیادہ ہے اس کی بھی قربانی نہیں ہوئی۔

☆ گائے یا اونٹ میں ساتویں حصے سے زیادہ کی قربانی ہوسکتی ہے۔ مثلاً یہ ہوسکتا ہے کہ گائے کو چھ یا پانچ یا چار شخصوں کی طرف سے قربانی کریں۔

☆ سب شُرکا کے حصوں کا برابر برابر ہونا بھی ضروری نہیں ہے، کم یا زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کسی نے اپنے نام سے دو حصے لیے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

☆ گائے میں کئی لوگوں نے حصہ لے کر قربانی کی تو ضروری ہے کہ گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے، اندازے سے تقسیم نہ ہو۔ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو زیادہ یا کم ملے اور یہ نا جائز ہے۔ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ کم یا زیادہ ہوگا تو ہر ایک اس کو دوسرے کے لیے جائز کر دے گا اور کہہ دے گا کہ اگر کسی کو زائد پہنچ گیا ہے تو معاف کیا۔ اس لیے کہ یہاں جائز نہ ہونا حقِ شرع ہے اور ان کو اس کے معاف کرنے کا حق نہیں۔

☆ قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہونے سے بارہویں کے سورج ڈوبنے تک ہے، یعنی تین دن، دوراتیں۔

☆ ان تین دنوں کو ایامِ نحر کہتے ہیں اور گیارہ سے تیرہ تک تین دنوں کو ایامِ تشریق کہتے

ہیں۔ بیچ کے دو دن یعنی گیارہ اور بارہ ذی الحجہ ایامِ نحر اور ایامِ تشریق دونوں ہیں اور پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ صرف یوم النحر ہے اور آخری دن یعنی تیرہویں ذی الحجہ صرف یوم التشریق ہے۔

☆ دسویں کے بعد کی دونوں راتیں ایامِ نحر میں داخل ہیں، ان میں بھی قربانی ہو سکتی ہے مگر رات میں ذبح کرنا مکروہ ہے۔

☆ پہلا دن یعنی دسویں تاریخ سب میں افضل ہے، پھر گیارہویں ذی الحجہ اور آخری دن یعنی بارہویں ذی الحجہ سب سے کم درجے کا ہے۔

☆ ایامِ نحر میں قربانی کرنا اُتنی قیمت کے صدقہ کرنے سے افضل ہے اس لیے کہ قربانی واجب ہے یا سنت اور صدقہ کرنا محض نفل ہے لہٰذا قربانی افضل ہوئی۔ وجوب کی صورت میں قربانی کے بغیر بریٔ الذمہ نہیں ہو سکتا۔

☆ شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نمازِ عید کے بعد کی جائے، نمازِ عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہو سکتی۔

☆ دیہات میں چوں کہ نمازِ عید واجب نہیں ہے اس لیے دیہات میں طلوعِ فجر کے بعد سے ہی قربانی ہو سکتی ہے۔

☆ دیہات میں بہتر یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد قربانی کی جائے اور شہر میں بہتر یہ ہے کہ عید کا خطبہ ختم ہونے کے بعد کی جائے، یعنی نماز تو ہو گئی ہے لیکن ابھی خطبہ نہیں ہوا ہے اور کسی نے قربانی کر دی تو قربانی تو ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

☆ اگر شہر میں کئی جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو پہلی جگہ نماز ختم ہونے کے بعد قربانی جائز ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ عیدگاہ میں نماز ہو جائے تبھی قربانی کی جائے بلکہ کسی مسجد میں

ہوگئی اور عیدگاہ میں ابھی نہیں ہوئی ہے تب بھی قربانی ہوسکتی ہے۔

☆ ایامِ نحر گزر گئے اور جس پر قربانی واجب تھی اُس نے نہیں کی ہے تو قربانی فوت ہوگئی، اب نہیں ہوسکتی پھر اگر اس نے قربانی کا جانور معین کر رکھا ہے مثلاً کسی خاص جانور کی قربانی کی منت مان لی ہے تو وہ شخص غنی ہو یا فقیر بہر صورت اُسی معین جانور کو زندہ صدقہ کرے، اگر ذبح کر ڈالا ہے تو سارا گوشت صدقہ کرے اُس میں سے کچھ نہ کھائے، اگر کچھ کھا لیا ہے تو جتنا کھایا ہے اُس کی قیمت صدقہ کرے اور اگر ذبح کیے ہوئے جانور کی قیمت زندہ جانور سے کچھ کم ہے تو جتنی کمی ہے اُسے بھی صدقہ کرے۔

☆ فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہے اور قربانی کے دن نکل گئے تو چوں کہ اس پر بھی اسی معین جانور کی قربانی واجب ہے لہٰذا اس جانور کو زندہ صدقہ کر دے، اگر ذبح کر ڈالا تو وہی حکم ہے جو منت میں مذکور ہوا۔

☆ یہ حکم اُسی صورت میں ہے کہ قربانی ہی کے لیے خریدا ہو، اگر اُس کے پاس پہلے سے کوئی جانور تھا اور اُس نے اُس کی قربانی کرنے کی نیت کر لی یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی تو اُس پر قربانی واجب نہیں ہوئی۔

☆ غنی نے قربانی کے لیے جانور خرید لیا ہے تو وہی جانور صدقہ کر دے، ذبح کر ڈالا تو وہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور خریدا نہ ہو تو بکری کی قیمت صدقہ کرے۔

☆ قربانی کے دن گزر گئے اور اُس نے قربانی نہیں کی اور جانور یا اُس کی قیمت کو صدقہ بھی نہیں کیا یہاں تک کہ دوسری بقر عید آ گئی اور اب یہ چاہتا ہے کہ گزشتہ سال کی قربانی کی قضا اس سال کر لے تو یہ نہیں ہوسکتا بلکہ اب بھی وہی حکم ہے کہ جانور یا اُس کی قیمت صدقہ کرے۔

قربانی کے جانور کا بیان

☆ قربانی کے جانور کی تین قسمیں ہیں (۱) اونٹ (۲) گائے (۳) بکری۔

☆ ہر قسم میں اُس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں یعنی نر اور مادہ، خصی اور غیر خصی سب کا ایک حکم ہے یعنی سب کی قربانی ہوسکتی ہے۔

☆ بھینس کا شمار گائے میں ہے، اس کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ بھیڑ اور دُنبہ بکری کے حکم میں ہیں، اُن کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔

☆ جنگلی جانور جیسے نیل گائے، ہرن وغیرہ کی قربانی نہیں ہوسکتی۔

☆ جنگلی اور پالتو جانور سے مل کر بچہ پیدا ہوا تو اس میں ماں کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً ہرن اور بکری سے کے ملنے سے جو بچہ ہوا اس کی قربانی ہوسکتی ہے اور اگر بکرے اور ہرنی سے پیدا ہوا ہے تو نہیں ہوسکتی۔

☆ قربانی کے لیے اونٹ کی عمر پانچ سال، گائے کی عمر دو سال اور بکری کی عمر ایک سال ہونی چاہیے، اس سے کم عمر کے جانور کی قربانی جائز نہیں اور زیادہ ہو تو جائز ہے بلکہ جتنی زیادہ عمر ہو اتنا افضل ہے۔

☆ دُنبہ یا بھیڑ کا چھ مہینے کا بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اُس کی قربانی جائز ہے۔

☆ بکری کی قیمت اور گوشت اگر گائے کے ساتویں حصے کے برابر ہو تو بکری افضل ہے اور گائے کے ساتویں حصہ میں بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے افضل ہے، جب کہ دونوں کی ایک ہی قیمت ہو، گوشت کی مقدار بھی ایک ہی ہو تو جس کا گوشت اچھا ہو وہ

افضل ہے، اگر گوشت کی مقدار میں فرق ہو تو جس میں گوشت زیادہ ہو وہ افضل ہے۔

☆ مینڈھا بھیڑ سے اور دُنبہ دُنبی سے افضل ہے جب کہ دونوں کی ایک قیمت ہو اور دونوں میں گوشت برابر ہو۔

☆ بکری بکرے سے افضل ہے مگر خصی بکرا بکری سے افضل ہے۔

☆ اونٹنی اونٹ سے اور گائے بیل سے افضل ہے جب کہ گوشت اور قیمت میں برابر ہوں۔

جانور میں عیب کا بیان

☆ قربانی کے جانور میں عیب نہیں ہونا چاہیے۔ اگر تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی تو ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور زیادہ عیب ہو تو ہوگی ہی نہیں۔

☆ جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ تھے مگر جڑ تک ٹوٹ گئے تو ناجائز ہے، اس سے کم ٹوٹے ہیں تو جائز ہے۔

☆ خصی یعنی جس کے خصیے نکال لیے گئے ہیں یا مجبوب یعنی جس کے خصیے اور عضوِ تناسل سب کاٹ لیے گئے ہوں ان کی قربانی جائز ہے۔

☆ اتنا بوڑھا کہ بچے کے قابل نہیں رہا یا داغا ہوا جانور یا جس کو دودھ نہیں اُترتا ہو ان سب کی قربانی جائز ہے۔

☆ خارشتی جانور (جسے کھجلی ہوئی ہو) کی قربانی جائز ہے جب کہ موٹا تازہ ہو، اگر اتنا کمزور ہو کہ اس کی ہڈی میں مغز نہ رہا تو قربانی جائز نہیں۔

☆ بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے، اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں اور کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو اس کی بھی قربانی ناجائز ہے۔

☆ اِتنا کمزور جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو، لنگڑا جو قربان گاہ تک اپنے پیر سے نہ جا سکے، اتنا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو، جس کے کان یا دم کے تہائی حصے سے زیادہ کٹا ہو اُن سب کی قربانی ناجائز ہے۔ اگر تہائی یا اُس سے کم کٹی ہو تو جائز ہے۔

☆ جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو اُس کی ناجائز ہے اور جس کے کان چھوٹے ہوں اُس کی جائز ہے۔

☆ جس جانور کی تہائی سے زیادہ بینائی ختم ہوگئی اُس کی بھی قربانی ناجائز ہے۔

☆ جس کے دانت نہ ہوں یا جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہوں اُس کی قربانی ناجائز ہے۔ بکری میں ایک کا خشک ہونا ناجائز ہونے کے لیے کافی ہے اور گائے بھینس میں دو خشک ہوں تو ناجائز ہے۔

☆ جس کی ناک کٹی ہو یا دوا سے اُس کا دودھ خشک کر دیا ہو اس کی قربانی ناجائز ہے۔

☆ خُنثٰی جانور یعنی جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اور جَلّالہ جو صرف غلیظ کھاتا ہو اور گھاس نہیں کھاتا ہو اس کی قربانی ناجائز ہے۔

☆ بھیڑ یا دُنبے کی اُون کاٹ لی گئی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

☆ جس جانور کا ایک پاؤں کاٹ لیا گیا ہو اُس کی قربانی ناجائز ہے۔

☆ جانور کو جس وقت خریدا تھا اُس وقت اس میں ایسا عیب نہ تھا جس کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی ہے، بعد میں وہ عیب پیدا ہو گیا تو اگر وہ شخص مالکِ نصاب ہے تو دوسرے جانور کی قربانی کرے اور مالکِ نصاب نہیں ہے تو اُسی کی قربانی کر لے۔ یہ اُس وقت ہے کہ اس فقیر نے پہلے سے اپنے ذمے قربانی واجب نہ کی ہو اور اگر اس نے منت مانی ہے کہ بکری کی قربانی کروں گا اور منت پوری کرنے کے لیے بکری خریدی، اس وقت

بکری میں ایسا عیب نہ تھا پھر پیدا ہوگیا تو فقیر کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے۔

☆ قربانی کرتے وقت جانور اُچھلا کودا جس کی وجہ سے عیب پیدا ہوگیا تو اس سے کوئی فرق نہیں ہے یعنی قربانی ہو جائے گی۔ اگر اُچھلنے کودنے سے عیب پیدا ہوگیا اور وہ چھوٹ کر بھاگ گیا، پھر فوراً پکڑ لایا گیا اور ذبح کر دیا گیا تب بھی قربانی ہو جائے گی۔

☆ قربانی کا جانور مر گیا تو غنی پر لازم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے اور فقیر کے ذمے دوسرا جانور واجب نہیں۔

☆ اگر قربانی کا جانور گُم ہوگیا یا چوری ہوگیا اور اُس کی جگہ دوسرا جانور خریدلیا، اب وہ مل گیا تو غنی کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کی چاہے قربانی کرے اور فقیر پر واجب ہے کہ دونوں کی قربانیاں کرے۔ غنی نے اگر پہلے جانور کی قربانی کی تو اگر چہ اس کی قیمت دوسرے سے کم ہو کوئی حرج نہیں اور فقیر نے اگر دوسرے کی قربانی کی اور اس کی قیمت پہلے سے کم ہے تو جتنی کمی ہے اوتنی رقم صدقہ کرے، ہاں اگر پہلے کو بھی قربان کر دیا تو اب صدقہ کرنا واجب نہیں۔

قربانی کے جانور میں شرکت

☆ سات شخصوں نے قربانی کے لیے گائے خریدی تھی، ان میں سے ایک کا انتقال ہوگیا، اس کے ورثہ نے شرکا سے یہ کہہ دیا کہ تم اس گائے کو اپنی طرف سے اور اس کی طرف سے قربانی کرو اور انھوں نے کر لی تو سب کی قربانیاں جائز ہیں۔ اگر ورثہ کی اجازت کے بغیر اُن شرکا نے کی تو کسی کی نہیں ہوئی۔

☆ گائے کے شرکا میں سے ایک کافر ہے یا ان میں سے ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی۔

☆ قربانی کے سب شرکا کی نیت تَقَرُّب یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ قرب حاصل کرنا ہو۔ یعنی کسی کا ارادہ گوشت حاصل کرنا نہ ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ تقرب ایک ہی قسم کا ہو یعنی یہ ضروری نہیں کہ سب قربانی ہی کرنا چاہتے ہیں بلکہ مختلف قسم کے تقرب ہوں تب بھی قربانی ہو جائے گی، اسی طرح اس تقرب کا سب پر واجب ہونا بھی ضروری نہیں ہے، اگر بعض پر واجب ہے اور بعض نفل کے طور پر کر رہے ہیں تب بھی قربانی ہو جائے گی۔

☆ قربانی اور عقیقے کی بھی شرکت ہو سکتی ہے کہ عقیقہ بھی تقرب کی ایک صورت ہے۔

قربانی کی کچھ مستحب باتیں

☆ مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب موٹا تازہ، خوبصورت اور بڑا ہو۔

☆ بکری کی قسم میں سے قربانی کرنی ہو تو سینگ والا چتکبرا مینڈھا جس کے خصیے کوٹ کر اسے خصی بنا دیا گیا ہو وہ بہتر ہے۔

☆ ذبح کرنے سے پہلے چھُری کو تیز کر لیا جائے۔

☆ ذبح کے بعد جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے اور اُس کے تمام اعضا سے روح نکل نہ جائے اس وقت تک ہاتھ پاؤں نہ کاٹیں اور نہ ہی چمڑا اُتاریں۔

☆ بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے اگر اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر اچھی طرح نہ جانتا ہو تو دوسرے کو حکم دے کہ وہ ذبح کرے مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ وہ قربانی کے وقت حاضر ہو۔

قربانی کا گوشت اور کھال کیا کریں؟

☆ قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے، دوسرے غنی یا فقیر شخص کو بھی دے سکتا ہے بلکہ جس نے قربانی کی ہے اسے اس میں سے کچھ حصہ کھانا مستحب ہے۔

☆ بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے، ایک حصہ فقرا کے لیے، ایک حصہ دوست و احباب کے لیے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے۔

☆ قربانی کا ایک تہائی سے کم گوشت صدقہ نہ کرے، اگر پورا گوشت صدقہ کر دے تب بھی جائز ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پورا گوشت خود ہی استعمال کر لے۔

☆ قربانی کا گوشت اپنے گھر والوں کے کھانے کے لیے رکھ لینا بھی جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

☆ اگر قربانی کرنے والے شخص کے اہل وعیال بہت ہوں اور وہ وسعت والا نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں ہی کے لیے رکھ چھوڑے۔

☆ قربانی کا گوشت کافر کو نہ دے اس لیے کہ ہندوستان کے کفار حَر بی ہیں۔

☆ قربانی اگر منت کی ہے تو اُس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے اور نہ ہی کسی غنی کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کر دینا واجب ہے، چاہے وہ منت ماننے والا فقیر ہو یا غنی دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ خود بھی نہیں کھا سکتا ہے اور کسی غنی کو بھی نہیں کھلا سکتا ہے۔

☆ میت کی طرف سے قربانی کی تو اُس کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے کہ خود کھائے، دوست واحباب کو دے فقیروں کو دے۔ یہ ضروری نہیں کہ سارا گوشت فقیروں ہی کو دے اس لیے کہ گوشت کا وہ مالک ہے، یہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

☆ اگر مرنے والے نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے قربانی کر دینا تو اس میں سے نہ کھائے بلکہ کل گوشت صدقہ کر دے۔

☆ قربانی کا چمڑا، اُس کی جھول (جو کپڑا اس کے اوپر اُڑھایا ہے)، رسّی اور اُس کے گلے میں ہار ڈالا ہے تو وہ سب چیزیں صدقہ کر دے۔

☆ قربانی کے چمڑے کو اپنے استعمال میں بھی لے سکتا ہے لیکن اس سے بنائی ہوئی کوئی چیز کرائے پر نہیں دے سکتا، اگر دیا تو اس سے ملنے والا پیسہ صدقہ کر دے۔

☆ قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بدل سکتا ہے جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے خود فائدہ اُٹھائے جیسے کسی کو چمڑا دے کر اس سے کتاب لے لی۔ ایسی چیز سے نہیں بدل سکتا جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہو جیسے روٹی، گوشت، سرکہ، روپیہ، پیسہ وغیرہ۔ اگر چمڑے کے بدلے میں یہ چیزیں حاصل کر لی ہے تو انھیں صدقہ کر دے۔

☆ اگر قربانی کی کھال کو روپے کے عوض میں بیچا مگر اس لیے نہیں کہ اس کو اپنی ذات پر یا بال بچوں پر صرف کرے گا بلکہ اس لیے کہ اسے صدقہ کر دے گا تو جائز ہے۔

☆ قربانی کی چربی اور اُس کی سری، پائے، اون، دودھ جو ذبح کے بعد دوہا ہے ان سب کا وہی حکم ہے کہ اگر ایسی چیز اس کے عوض میں لی جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کرے گا تو اُس کو صدقہ کر دے۔

☆ قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں کی کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اُجرت میں نہیں دے سکتا کہ اس کو اُجرت میں دینا بھی بیچنے ہی کے معنے میں ہے۔

ذبح سے پہلے قربانی کے جانور فائدہ حاصل کرنا

☆ ذبح کرنے سے پہلے قربانی کے جانور کے بال اپنے کسی کام کے لیے کاٹ لینا یا اس کا دودھ دوہنا مکروہ اور ممنوع ہے۔

☆ قربانی کے جانور پر سوار ہونا یا اُس پر کوئی چیز لادنا یا اُس کو اُجرت پر دینا یعنی اس سے کسی بھی طرح کا فائدہ حاصل کرنا منع ہے۔

☆ اگر اُس نے اُون کاٹ لی یا دودھ دوہ لیا تو اُسے صدقہ کر دے اور اُجرت پر جانور کو دیا ہے تو اُجرت کو صدقہ کرے۔

☆ اگر خود سوار ہوا یا اُس پر کوئی چیز لادی تو اس کی وجہ سے جانور میں جو کچھ کمی آئی اُتنی مقدار میں صدقہ کرے۔

☆ جانور دودھ والا ہے تو اُس کے تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑکے کہ دودھ خشک ہو جائے اور اگر اس سے کام نہ چلے تو جانور کو دوہ کر دودھ صدقہ کرے۔

☆ قربانی کے لیے جانور خریدا تھا اور قربانی کرنے سے پہلے اسے بچہ پیدا ہوا تو بچے کو بھی ذبح کر ڈالے اور اگر بچے کو بیچ دیا تو اُس کی قیمت صدقہ کر دے۔ اگر اسے ذبح بھی نہیں کیا اور بیچا بھی نہیں تو زندہ صدقہ کر دے۔

☆ قربانی کی اور اُس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہے تو اسے بھی ذبح کر دے، اس کا گوشت بھی استعمال میں لا سکتا ہے۔ اگر مرا ہوا بچہ ہو تو اسے پھینک دے، وہ مردار ہے۔

متفرق مسائل

☆ قربانی کا جانور ان شرائط کے موافق ہو جو مذکور ہوئیں یعنی جو اس کی عمر بتائی گئی اُس سے کم نہ ہو، جن عیوب کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی ہے ان سے پاک ہو اور بہتر یہ کہ عمدہ اور موٹا تازہ۔

☆ قربانی سے پہلے اُسے چارہ پانی دے دیں یعنی بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں۔

☆ ایک جانور کے سامنے دوسرے کو نہ ذبح کریں اور پہلے سے چھُری تیز کرلیں، ایسا نہ ہو کہ جانور گرانے کے بعد اُس کے سامنے چھری تیز کی جائے۔

☆ قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ بقرعید کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے، اس سے پہلے کوئی دوسری چیز نہ کھائے۔ اگر اس کے خلاف کیا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ احادیث سے ثابت ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کی طرف سے قربانی کی ہے۔ یہ ہم پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص لطف و کرم ہے لہٰذا جو مسلمان صاحبِ استطاعت ہیں انھیں چاہیے کہ قربانی کے دنوں میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے بھی قربانی کرائیں۔ بڑے جانوروں کی قربانی کرنے والے عام طور پر سات میں سے ایک حصہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے قربانی کراتے ہیں یہ بھی اچھا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ چتکبرا مینڈھا قربان کیا جائے جس رنگ کے مینڈھے کی خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی فرمائی تھی۔

قربانی کا طریقہ

☆ جانور کو بائیں پہلو پر اِس طرح لٹائیں کہ قبلے کی طرف اُس کا منہ ہو۔ اپنا داہنا پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیا جائے اور ذبح سے پہلے یہ دُعا پڑھی جائے:

اِنِّیۡ وَجَّھۡتُ وَجۡھِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ، اِنَّ صَلٰوتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَ اَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ، اَللّٰھُمَّ لَکَ وَمِنۡکَ بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکۡبَر.

یہ پڑھ کر ذبح کر دیں۔

☆ قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دُعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلۡ مِنِّیۡ کَمَا تَقَبَّلۡتَ مِنۡ خَلِیۡلِکَ اِبۡرَاھِیۡمَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ وَحَبِیۡبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ.

☆ اگر دوسرے کی طرف سے قربانی کریں تو ذبح کرنے کے بعد یہ کہیں:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلۡ مِنۡ "فُلَانِ بۡنِ فُلَانٍ" کَمَا تَقَبَّلۡتَ مِنۡ خَلِیۡلِکَ اِبۡرَاھِیۡمَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ وَحَبِیۡبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ.

فلاں بن فلاں کی جگہ اس کا اور اس کے والد کا نام ذکر کریں۔

☆ اس طرح ذبح کریں کہ چاروں رگیں کٹ جائیں یا کم سے کم تین رگیں کٹ جائیں۔ اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے آخری حصے تک پہنچ جائے اس لیے کہ یہ بے

وجہ تکلیف دینا ہے۔ ذبح کرنے کے بعد جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے یعنی جب تک اُس کی روح بالکل نہ نکل جائے اُس کے پاؤں وغیرہ نہ کاٹیں اور نہ ہی اس کی کھال اُتاریں۔

عقیقے کا بیان

☆ بچہ پیدا ہونے کے شکریے میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اس کو عقیقہ کہتے ہیں۔ احناف کے نزدیک عقیقہ مباح اور مستحب ہے۔

☆ جب بچہ پیدا ہو تو مستحب یہ ہے کہ اس کے کان میں اذان اور اقامت کہی جائے، اذان کہنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ بلائیں دور ہو جائیں گی۔

☆ بہتر یہ ہے کہ داہنے کان میں چار مرتبہ اذان کہی جائے اور بائیں کان میں تین مرتبہ اقامت کہی جائے۔

☆ بہت سے لوگوں میں یہ رواج ہے کہ لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اذان کہی جاتی ہے اور لڑکی پیدا ہوتی ہے تو نہیں کہتے، ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ لڑکی پیدا ہو تب بھی اذان اور اقامت کہی جائے۔

☆ پیدائش کے ساتویں دن اُس کا نام رکھا جائے، اُس کا سر مونڈا جائے اور سر مونڈنے کے وقت عقیقہ کیا جائے اور بالوں کو وزن کر کے اتنی چاندی یا سونا صدقہ کیا جائے۔

☆ ہندوستان میں عموماً بچہ پیدا ہونے پر چھٹی کی جاتی ہے، بعض جگہوں پر اس موقع پر ناجائز رسم ورواج جاری ہیں مثلاً عورتوں کا گانا بجانا وغیرہ، ان باتوں سے بچنا اور ان کو چھوڑنا ضروری اور لازم ہے۔

☆ بہت سی جگہوں پر یہ رواج ہے کہ عقیقے میں جتنی رقم خرچ ہوگی اس سے زیادہ رسم ورواج کی ادائیگی میں خرچ کر دیتے ہیں لیکن عقیقہ نہیں کرتے جب کہ عقیقہ کریں تو سنت بھی ادا ہو جائے گی اور مہمانوں کے کھلانے کے لیے گوشت بھی ہو جائے گا۔

☆ بچے کا اچھا نام رکھا جائے، یہی سنت ہے۔

☆ ہندوستان میں بہت سے لوگوں کے ایسے نام ہیں جن کا کچھ مطلب نہیں یا اُن کا بُرا مطلب نکلتا ہے، ایسے ناموں سے بچنا چاہیے۔

☆ انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسماے طیبہ اور صحابہ وتابعین و بزرگان دِین کے ناموں پر نام رکھنا بہتر ہے، ایسا کرنے سے امید ہے کہ ان کی برکت بچے کو پہنچے۔

☆ عبداللہ، عبدالرحمٰن بہت اچھے نام ہیں مگر اس زمانے میں یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جس کا نام عبدالرحمٰن ہوا سے عبدالرحمٰن کہنے کے بجائے لوگ ''رحمٰن''، اسی طرح عبدالرحیم کے بجائے ''رحیم''، عبدالخالق کے بجائے ''خالق'' کہنے لگتے ہیں۔ ایسا کہنا حرام اور سخت گناہ ہے۔

☆ بہت ساری جگہوں پر نام بگاڑ کر بولنے کا رواج ہے، جس سے حقارت نکلتی ہے۔ جہاں اس طرح کی حقارت کا گمان ہو وہاں ایسے نام نہ رکھے جائیں۔

☆ محمد بہت پیارا نام ہے، احادیث مبارکہ میں اس نام کی بڑی فضیلت ہے۔ اگر تصغیر کا اندیشہ نہ ہو تو یہ نام رکھا جائے۔

☆ ایک صورت یہ ہے کہ عقیقے کا یہ نام ہو اور پکارنے کے لیے کوئی دوسرا نام تجویز کر لیا جائے۔ ہندوستان میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک شخص کے کئی نام ہوتے ہیں اس صورت میں نام کی برکت بھی ہوگی اور تصغیر سے بھی بچ جائیں گے۔

☆ مردہ بچہ پیدا ہوا تو اُس کا نام رکھنے کی ضرورت نہیں، بغیر نام کے اس کو دفن کر دیں۔ زندہ پیدا ہو تو اس کا نام رکھا جائے، اگرچہ پیدا ہو کر مر جائے۔

☆ عقیقے کے لیے ساتواں دن بہتر ہے اور ساتویں دن نہ کر سکیں تو جب چاہیں کر سکتے

ہیں، سنت ادا ہو جائے گی۔ بعض نے یہ کہا کہ ساتویں یا چودہویں یا اکیسویں دن یعنی سات دن کا لحاظ رکھا جائے یہ بہتر ہے۔

☆ لڑکے کے عقیقے میں دو بکرے اور لڑکی کے عقیقے میں ایک بکری ذبح کی جائے یعنی لڑکے میں نر جانور اور لڑکی میں مادہ مناسب ہے۔ لڑکے کے عقیقہ میں بکریاں اور لڑکی میں بکرا کیا تب بھی حرج نہیں۔

☆ لڑکے کے عقیقے میں دو بکریوں کی جگہ ایک ہی بکری کسی نے کی تو یہ بھی جائز ہے۔

☆ عقیقے میں گائے ذبح کی جائے تو لڑکے کے لیے دو حصے اور لڑکی کے لیے ایک حصہ کافی ہے یعنی سات حصوں میں دو حصے یا ایک حصہ۔ کسی ایک کے لیے اگر پوری گائے ذبح کر دی تب بھی عقیقہ ہو جائے گی۔

☆ گائے کی قربانی ہوئی تو اس میں عقیقے کی بھی شرکت ہو سکتی ہے جس کا ذکر قربانی کے بیان میں گزرا۔

☆ بچے کا سر مونڈنے کے بعد سر پر زعفران پیس کر لگا دینا بہتر ہے۔

☆ عقیقے کا جانور انھی شرائط کے ساتھ ہونا چاہیے جیسا قربانی کے لیے ہوتا ہے۔ اس کا گوشت فقرا، عزیز و اقارب اور دوست واحباب کو کچا تقسیم کر دیا جائے یا پکا کر دیا جائے یا اُن کو دعوت دے کر کھلایا جائے سب صورتیں جائز ہیں۔

☆ بہتر یہ ہے کہ اُس کی ہڈی نہ توڑی جائے بلکہ ہڈیوں پر سے گوشت اُتار لیا جائے، یہ بچے کی سلامتی کی نیک فال ہے۔ ہڈی توڑ کر گوشت بنایا جائے تو اس میں بھی حرج نہیں۔

☆ گوشت کو جس طرح چاہیں پکا سکتے ہیں مگر میٹھا پکایا جائے تو بچے کے اخلاق اچھے ہونے کی فال ہے۔

☆ بعض کا یہ قول ہے کہ سری پائے حجام کو اور ایک ران دائی کو دیں، باقی گوشت کے تین حصے کریں، ایک حصہ فقرا کا ایک احباب کا اور ایک حصہ گھر والے کھائیں۔

☆ عوام میں یہ بہت مشہور ہے کہ عقیقے کا گوشت بچے کے ماں باپ، دادا دادی اور نانا نانی نہ کھائیں یہ محض غلط ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

☆ عقیقہ اگر لڑکے کے لیے ہو تو جانور ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ دَمُهَا بِدَمِهٖ وَ لَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ وَ عَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ وَ جِلْدُهَا بِجِلْدِهٖ وَ شَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَآءً لَّهٗ مِنَ النَّارِ. بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ.

دعا میں فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ کی جگہ بچے اور اس کے باپ کا نام لیں۔

☆ اگر عقیقہ لڑکی کی طرف سے ہو تو دعا اس طرح پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ فُلَانَةِ بِنْتِ فُلَانٍ دَمُهَا بِدَمِهَا وَ لَحْمُهَا بِلَحْمِهَا وَ عَظْمُهَا بِعَظْمِهَا وَ جِلْدُهَا بِجِلْدِهَا وَ شَعْرُهَا بِشَعْرِهَا. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَاءً لَهَا مِنَ النَّارِ. بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ.

دعا میں فُلَانَۃ بِنْتِ فُلَانٍ کی جگہ لڑکی اور اس کے باپ کا نام لیں۔

حلال جانوروں کے حرام اعضا

حلال جانور کے سب اجزا حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا ممنوع یا مکروہ ہیں:

(۱) رگوں کا خون (۲) پتا

(۳) پُھکنا (۴-۵) علاماتِ مادہ ونر

(۶) بیضے (۷) غدود

(۸) حرام مغز (۹) جگر کا خون

(۱۰) گردن کے دو پٹھے کہ شانوں تک کھنچے ہوتے ہیں

(۱۱) تِلّی کا خون (۱۲) دل کا خون

(۱۳) گوشت کا خون کہ بعدِ ذبح گوشت میں سے نکلتا ہے

(۱۴) پِت یعنی وہ زرد پانی کہ پتے میں ہوتا ہے

(۱۵) ناک کی رطوبت کہ بھیڑ میں اکثر ہوتی ہے

(۱۶) پاخانے کا مقام (۱۷) اوجھڑی

(۱۸) آنتیں (۱۹) نُطفہ

(۲۰) وہ نطفہ کہ خون ہو گیا (۲۱) وہ نطفہ کہ گوشت کا لوتھڑا ہو گیا

(۲۲) وہ نطفہ کہ پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا یا بے ذبح مر گیا

نواں باب

مسائل حلال وحرام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

''اور انہیں (علوم میں سے کہ جن کا سیکھنا فرضِ عین ہے) میں سے ہیں مسائل حلال وحرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ)

حجۃ الاسلام امامِ غزالی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

مال دو حال سے خالی نہیں، یا اپنی ذات سے حرام ہوگا یا اس وجہ سے کہ اس کے حاصل کرنے میں کوئی خلل ہوگا۔ جس کی ذات میں کوئی صفتِ حرمت کی ہے، وہ ایسی چیزیں ہیں جیسے شراب اور سور وغیرہ۔

جو چیزیں روے زمین پر کھانے میں آتی ہیں وہ تین طرح ہیں۔ (۱) معدنیات جیسے نمک اور روٹی وغیرہ (۲) نباتات (۳) حیوانات۔

معدنیات وہ ہیں جو زمین کے اجزا اور کانوں سے نکلتی ہیں اسی وجہ سے حرام ہیں کہ کھانے میں مضر ہیں اور بعض بمنزلۂ زہر ہیں، اگر بالفرض روٹی کا کھانا

مضر ہوتا تو وہ بھی حرام ہوتی اور جسے مٹی کے کھانے کی عادت پڑ گئی ہو وہ بھی ضرر ہی کی وجہ سے حرام ہوتی ہے۔

نباتات سے وہ چیزیں حرام ہیں جو عقل یا زندگی یا تندرستی کو زائل کریں، عقل کو زائل کرنے والی جیسے بھنگ اور شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں اور زندگی کو زائل کرنے والی جیسے زہر اور تندرستی کی دور کرنے والی وہ دوائیں ہیں جن کا بے وقت استعمال کیا جائے۔ غرضے کہ شراب اور نشے کی چیزوں کے سوا سب میں حرمت کی علت ضرر ہے اور مُسکِرات (نشہ میں مبتلا کرنے والی چیزوں) میں یہ بات نہیں، ان میں سے تھوڑی بھی حرام ہے، اگرچہ نشہ نہ کریں ان میں علت تیزی ہے جو سرور پیدا کرتی ہے۔ حیوانات دو نوع ہیں۔(۱) ماکول (حلال جانور)(۲) غیر ماکول (حرام جانور)۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں" **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ** "یعنی علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اسے ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔ اس فرض کا سمجھنا عقلوں پر دوسرے فرضوں کی بہ نسبت مشکل اور اس کا کرنا اعضا پر نہایت گراں ہے۔ اسی وجہ سے اس کا علم اور عمل معدوم ہو گیا کیوں کہ جاہلوں نے یہ گمان کر لیا کہ حلال دنیا سے مفقود ہے اور اس تک پہنچنے کی راہ مسدود اور مالِ پاک میں بجز نہروں کے پانی اور غیر مملوک نباتات کے اور کوئی چیز نہیں رہی اور ان دونوں کے سوا جتنے مال ہیں ان میں معاملات کی خرابی سے خباثت آ گئی ہے اور چوں کہ صرف پانی اور گھاس پر قناعت دشوار ہے تو بجز اس کے اور

کیا کیا جائے کہ محرمات میں خوب پاؤں پھیلائے جائیں اس خیال سے انھوں نے اس فرضِ دین کو پسِ پشت ڈال دیا اور مالوں میں کوئی فرق دریافت نہیں کیا، حالاں کہ یہ بات نہیں۔ حلال صاف اور واضح ہے اور حرام بھی ظاہر وباہر ہے۔

(احیاء العلوم مترجم، جلد دوم، باب چہارم، ص: ١٦٥-١٧١)

مذکورہ بالا اقتباسات سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

☆ عموماً جن چیزوں اور جن معاملات سے ہمارا سامنا ہوتا ہے ان میں سے کیا حلال ہے اور کیا حرام؟ اس حوالے سے معلومات حاصل کرنا ہر مسلمان مُکلّف کی ذمے داری ہے۔

☆ کھانے میں آنے والی چیزوں کی تین قسمیں ہیں: (١) معدنیات (٢) نباتات (٣) حیوانات، جن میں سے کچھ حلال ہیں اور کچھ حرام۔ حلال وحرام جانوروں اور پرندوں کی تفصیل ''ذبح'' کے بیان میں پیش کر دی گئی ہے اور بعض کا تذکرہ مسائلِ طہارت کے تحت کیا ہے، وہیں مراجعہ کریں۔

☆ شراب اور نشہ آور چیزیں بھی مطلقاً حرام ہیں۔

☆ آج کچھ لوگ یہ بہانہ کر کے کہ دو چند قدرتی چیزوں کے علاوہ اب کوئی چیز شک وشبہ سے بری نہیں ہے کہتے ہیں کہ اگر حرام وناجائز کا خیال کر کے احتیاطیں برتی جائیں تو زندگی دشوارتر ہو جائے گی، یہ حقیقت میں بے دینی اور دین کے حوالے سے جرأت کا مظاہرہ کرنا ہے۔ دین پر عمل کرنے والے دین دار آج بھی احتیاطوں کے ساتھ اچھی اور پرسکون زندگی گزارتے ہیں۔ سارے مسلمانوں کو چاہیے کہ روزمرہ کی زندگی میں استعمال ہونے والی چیزوں کی حلت وحرمت کا علم حاصل کریں اور جن کے بارے میں

از خود کتابوں سے معلومات حاصل نہ کر سکیں علاقائی مبلغین، علما و مفتیانِ کرام سے ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی نا معلوم اور نئی چیزوں کا استعمال کریں۔ اسی طرح جن چیزوں کا استعمال روزمرہ تو نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھار ہوتا ہے، ان کی حلت وحرمت کا علم حاصل کرنا بھی فرضِ عین ہے۔

کھانے پینے کی چیزوں کے حوالے سے تفصیلی معلومات کے لیے بہارِ شریعت جلد سوم، سولہویں حصے کا مطالعہ فرمائیں۔ اسی طرح روزمرہ کی عام استعمالی چیزوں، ملبوسات، زیورات، ذاتی زندگی کے معاملات و معمولات کے حوالے سے بھی حلال وحرام کا علم ضروری ہے، ان کی معلومات کے لیے بہارِ شریعت کے سولہویں حصے کا خصوصی مطالعہ فرمائیں۔ ہم چند عام حرام معاملات کا ذکر کر رہے ہیں:

☆ انسانی قتل
☆ جادوگری
☆ نماز نہ پڑھنا
☆ کسی عذر کے بغیر باجماعت نماز کو چھوڑنا
☆ زکوٰۃ ادا نہ کرنا
☆ بلا عذر رمضان المبارک کا روزہ نہ رکھنا
☆ طاقت کے باوجود حج نہ کرنا
☆ والدین کی نافرمانی
☆ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا
☆ زنا کاری
☆ بدفعلی
☆ سودخوری
☆ یتیم کا مال کھانا اور اس پر ظلم کرنا
☆ تکبر کرنا
☆ جھوٹی گواہی
☆ شراب نوشی
☆ جوابازی
☆ پاک دامن پر الزام لگانا

☆ چوری کرنا ☆ ڈاکہ زنی

☆ جھوٹی قسم ☆ ظلم کرنا

☆ حرام خوری ☆ خودکشی

☆ جھوٹ بولنا ☆ مسلمانوں کی جاسوسی کرنا

☆ مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کا انداز اختیار کرنا

☆ دیوث اور فتنہ پرور ہونا ☆ ریا کاری

☆ خیانت کرنا ☆ لوگوں کی پوشیدہ باتیں سننا

☆ چغلی کھانا ☆ لعنت بھیجنا

☆ دھوکہ دینا اور وعدہ پورا نہ کرنا ☆ نجومیوں اور کاہنوں سے تصدیق کرنا

☆ عورت کا اپنے خاوند کی نافرمانی کرنا ☆ ماتم کرنا

☆ پڑوسی کو اذیت پہنچانا ☆ مسلمانوں کو اذیت دینا اور ان پر ظلم کرنا

☆ مردوں کا ریشم اور سونا پہننا

☆ جان بوجھ کر اپنے آپ کو باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کرنا

☆ ناپ تول میں کمی کرنا ☆ مکر وفریب اور دھوکہ دہی

☆☆☆☆☆

دسواں باب

مسائلِ حالت موجودہ

امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:
تاجر ہو تو مسائلِ بیع وشراء، مُزارِع پر مسائلِ زراعت، مُوجِر ومُستاجِر پر مسائلِ اِجارہ، وعلیٰ ہذا القیاس ہر اس شخص پر اس کی **حالتِ موجودہ کے مسئلے** سیکھنا فرضِ عین ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۳، علم وتعلیم، ص: ۶۲۴)

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:
اگر کوئی آدمی پیشہ کرتا ہے تو اس پیشے کا علم بھی اس پر فرض ہو جاتا ہے۔ اگر سوداگر ہے تو سودے کے مسائل اور بیع کی شرطیں معلوم کرنا فرض ہے تا کہ بیعِ باطل سے بچے۔ اسی لیے تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دکانداروں کو درّے مار کر علم سیکھنے کے لیے بھیجتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو کوئی بیع کے احکام نہ جانے اسے تجارت نہ کرنا چاہیے کہ لاعلمی میں سود کھائے گا اور خبر بھی نہ ہوگی۔ اسی طرح ہر پیشے کا ایک علم ہے، حتّٰی کہ اگر حجام (علاج کرنے والا) ہے تو اس کو یہ جاننا چاہیے کہ آدمی کے بدن سے کیا چیز کاٹنے کے لائق ہے

اور تکلیف کے وقت کون سا دانت اکھاڑنے کے قابل ہے اور کتنی دوا زخموں میں کام کرتی ہے، وعلیٰ ہذا القیاس۔

کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس پر طلبِ علم فرض نہ ہو یعنی جس شخص کو جس علم کی ضرورت ہے اس پر اس کا سیکھنا فرض ہے۔

لیکن بیعِ سلم اور اِجارہ اور رِہن اور اس قسم کے معاملات کا علم جو فقہ میں مذکور ہے فرضِ کفایہ ہے، فرضِ عین نہیں۔ یہ اُسی پر فرض ہے جو ایسے معاملات کرنا چاہتا ہو اور اکثر مخلوق ان معاملات سے خالی نہیں رہ سکتی۔

(کیمیائے سعادت مترجم، اصلِ دوم، ص: ۱۲۸-۱۲۹)

مذکورہ بالا اقتباسات سے مندرجہ ذیل باتیں سمجھ میں آتی ہیں:

☆ زندگی کا کوئی عمل چاہے دنیوی ہو یا اُخروی، ایسا نہیں ہے کہ بندہ اس کے حوالے سے مکمل آزاد ہے کہ جو چاہے کرے، بلکہ ہر مسلمان کی یہ دینی ذمے داری اور فرضِ عین ہے کہ وہ جس کسی مشغلے اور مصروفیت میں ہو اس کے تحت اسے جن کاموں کی انجام دہی کرنی ہوتی ہے ان میں کون سے کام شرعاً جائز و مباح ہیں اور کون سے مکروہ و حرام، ان کی معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی کسی مشغلے اور مصروفیت کا آغاز کرے۔

☆ دینی معاملات تو اپنی جگہ ہیں دنیوی مشغلوں اور کاروبار سے متعلق بھی ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جو مسلمان جس پیشے، کاروبار اور ملازمت سے جڑا ہو اس کے بارے میں اتنا علم حاصل کرلے کہ جو کام اسے کرنے ہوتے ہیں وہ شرعاً جائز ہیں یا ناجائز و حرام، اس کی آمدنی کا جو ذریعہ ہے وہ شریعت کے نزدیک حلال ہے یا حرام، اسے اپنے پیشے کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جن جن حالات سے گزرنا پڑتا ہے وہ شرعاً درست ہیں

یا نہیں؟ ملازمت سرکاری ہو یا غیر سرکاری، اس کی ذمہ داریوں کی تکمیل کے لیے جن معاملات سے سامنا ہوتا ہے ان کی شریعت میں کیا حیثیت ہے، آیا شریعت ان کے کرنے کی اجازت دیتی ہے یا پھر ان سے روکتی ہے؟

☆ مسلمان چاہے تعلیم یافتہ ہو یا غیر تعلیم یافتہ، ذاتی کاروبار کرتا ہو یا پھر دوسرے کے کاروبار میں تعاون کرتا ہو، محنت و مزدوری کر کے زندگی گزارتا ہو یا ٹھیکے داری کر کے روزی کماتا ہو، کاشت کاری کرتا ہو یا لوہار اور سنار کے کام انجام دیتا ہو، تعلیم گاہ چلا کر کسبِ معاش کرتا ہو یا ہاسپیٹل وغیرہ کوئی اور ادارہ اس کا ذریعۂ معاش ہو، تدریس و تربیت کی ذمے داری سنبھالتا ہو یا صدر یا ناظم کی، غرض یہ کہ ہر ذریعۂ آمدنی سے متعلق معاملات کے حلال اور حرام ہونے، جائز و ناجائز ہونے کی معلومات سے واقف رہنا فرضِ عین ہے۔

☆ ہر مکلّف مسلمان پر صرف اس کے اپنے متعلقہ پیشے یا کاروبار یا ملازمت سے متعلق حلال و حرام، جائز و ناجائز کا علم حاصل کرنا فرضِ عین ہے۔

☆ ''قانونِ شریعت''، ''بہارِ شریعت'' اور ''فتاویٰ رضویہ'' کے مختلف حصوں سے مذکورہ معاملات سے متعلق مسائل دریافت کیے جا سکتے ہیں۔ جن نئے مسائل سے متعلق معلومات بہارِ شریعت وغیرہ کتب میں نہ مل سکیں، انھیں مفتیانِ کرام سے دریافت کر کے اپنے ذریعۂ آمدنی کو حلال وطیب بنانا ضروری ہے۔

گیارہواں باب

فرائضِ قلبیہ

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

آدمی کے لیے یہ جاننا فرض ہے کہ کینہ، حسد، تکبر، گمانِ بد اور ایسے امور حرام ہیں اور اس کا جاننا سب پر فرضِ عین ہے اس لیے کہ کوئی شخص ان عادتوں سے خالی نہیں، تو اس کا علم اور اس کے علاج کا علم فرض ہے، کیوں کہ اس قسم کی بیماری عالمگیر ہے اور بغیر علم کے اس کا علاج نہ ہوگا۔

(کیمیائے سعادت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

مسائلِ علمِ قلب یعنی فرائضِ قلبیہ مثل تواضع واخلاص وتوکل وغیرہا اور ان کے طرقِ تحصیل اور محرماتِ باطنیہ، تکبر وریا وعُجب وحسد وغیرہا اور اُن کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے، جس طرح بے نمازی فاسق وفاجر ومرتکب کبائر ہے یوں ہی بعینہٖ ریا سے نماز پڑھنے والا انھی مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ نَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ. (ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔)

(فتاوی رضویہ)

ان دونوں عبارتوں سے پتہ چلا کہ علمِ قلب کے مسائل یعنی فرائضِ قلبیہ اورمُحرّ ماتِ باطنیہ کا سیکھنا بھی ہر مسلمان پر فرضِ عین کی حیثیت رکھتا ہے، وجہ یہ ہے کہ جب ان سے آگاہ ہوگا تو فرائضِ قلبیہ کے حصول اور محرّ ماتِ باطنیہ سے اجتناب کی کوشش کرے گا۔ اس لیے **آئندہ صفحات پر فرائضِ قلبیہ سے متعلق چند عناوین ''کیمیاے سعادت'' اور ''احیاء العلوم'' سے بطورِ خلاصہ اخذ کر کے ذکر کیے جارہے ہیں۔**

توبہ کا بیان

توبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرنے کا نام ہے۔یہی سالکوں یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت کے راستے میں قدم رکھنے والوں کے راستے کی ابتدا ہے یعنی جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے سب سے پہلے اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کرکے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمّم کرنا ہوتا ہے۔

انسانوں سے گناہ ہونے کا امکان ہے اس لیے کہ انسان خطا اور نسیان سے مرکّب ہے لیکن بہتر انسان وہ ہے جس سے اگر گناہ ہو جائے تو ندامت کے چند آنسو اپنے معبود کی بارگاہ میں بہالے تاکہ اس کے وہ آنسو اس کے دامن پر لگے گناہوں کے دھبّے کو مٹا دے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (سورۂ مائدہ، آیت: ۳۹)

ترجمہ: تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو اللہ اپنی مہر (رحمت) سے اس پر رجوع فرمائے گا، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

توبہ کی تعریف

توبہ تین چیزوں کا نام ہے (۱) علم (۲) حال (۳) فعل۔ان تینوں کی تفصیل یہ ہے کہ علم کا مقصد یہ ہے کہ بندہ معلوم کرے کہ گناہوں کا عذاب کیا ہے اور گناہوں میں کتنا بڑا نقصان ہے۔جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ اس نے یہ جو گناہ کا کام کیا ہے یہ کام اس کے اور اس کے معبودِ حقیقی کے درمیان حجاب حائل کرنے والا ہے تو اسے اپنے اس کام پر شرمندگی ہوگی

اور دل کی حالت تبدیل ہو جائے گی پھر وہ بندہ آئندہ اس گناہ سے بچنے کا قصد کرے گا اور اگر کوئی ایسی شے فوت ہوئی ہے جو قضا اور تلافی کے قابل ہے تو اس کی تلافی کرے گا۔ اسی کا نام توبہ ہے۔

کبھی کبھی صرف گناہوں پر ندامت کو بھی توبہ کا نام دیا جاتا ہے اور علم کو اس کا مقدمہ اور ترک گناہ کو اس کا ثمرہ قرار دیا جاتا ہے۔

توبہ کا وجوب اور فضیلت

قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر کسی سے گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر توبہ کرنا واجب ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝

(سورۂ نور، آیت: ٣١)

ترجمہ: اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

اس سے پتہ چلا کہ جو شخص کامیابی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اگر اس سے کسی بھی قسم کا گناہ یا کوئی کوتاہی ہو گئی ہے تو مولا عز وجل کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے اور ندامت کے چند آنسو بہائے، یہ عمل اسے دُنیا اور آخرت میں کامیاب کرے گا۔

ایک مقام پر فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۝

(سورۂ تحریم، آیت: ٨)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو سچی توبہ کی ترغیب دلائی کہ توبہ ایسی کرو کہ اس کا اثر تمھارے اعمال میں ظاہر ہو اور توبہ کرنے کے بعد پھر زندگی اطاعتوں اور عبادتوں سے معمور ہو جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: توبۂ نصوح وہ ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے جیسے کہ نکلا ہوا دودھ پھر سے تھن میں واپس نہیں ہوتا۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۝

(سورۂ ہود، آیت:٣)

ترجمہ: اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو تمھیں بہت اچھا برتنا دے گا ایک ٹھہرائے وعدے تک۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ توبہ واستغفار کرنے والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ متاع حسن سے فائدہ اُٹھانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ متاعِ حسن کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد درازیِ عمر اور رزق میں برکت ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ اخلاص کے ساتھ توبہ و استِغفار کرنا درازیِ عمر اور روزی میں کشادگی اور برکت کے لیے بہترین عمل ہے۔

ان آیتوں سے توبہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی سے گناہ سرزد ہوا تو اسے توبہ کرنا واجب ہے۔

احادیث مبارکہ میں بھی توبہ کی بہت سی فضیلتیں مروی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مرَّةً.

(رواہ البخاری)

ترجمہ: خدا کی قسم! میں دن بھر میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کہ سید المعصومین ہیں، آپ سے کبھی بھی کسی بھی طرح کا کوئی گناہ ہو جائے یہ بات محال ہے اس کے باوجود آپ کا حال یہ ہے کہ آپ دن بھر میں ستر سے زائد مرتبہ توبہ فرماتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنی اُمت کو توبہ و استغفار کی جانب رغبت دلانا چاہتے ہیں تاکہ اگر کوئی شخص اپنے گناہ اور برے اعمال کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے دور ہو جائے اور گناہوں کی وجہ سے اس کے اور اس کے معبود کے درمیان حجاب قائم ہو جائے تو توبہ کر کے وہ اپنے معبود سے دوبارہ قریب ہو جائے اور درمیان میں حائل یہ حجاب دوبارہ اُٹھ جائے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ یَدَهٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّهَارِ وَ یَبْسُطُ یَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا.

(رواہ مسلم)

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ رات میں اپنا دستِ رحمت کشادہ فرماتا ہے تاکہ دن میں

گناہ کرنے والے توبہ کریں اور دن میں اپنا دستِ رحمت کشادہ فرماتا ہے تا کہ رات میں گناہ کرنے والے توبہ کریں، یہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ سورج اپنے غروب ہونے کی جگہ (پچھم) سے نہ نکل جائے۔

اس روایت سے پتہ چلا کہ بندہ اگر چہ گناہ کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دور بھاگتا ہے لیکن اس کی رحمتیں دن ورات اس کی جانب لوٹنے والوں کا استقبال کرنے کے لیے تیار رہتی ہیں، بس انسان کو یہ چاہیے کہ اگر اس سے گناہ سرزد ہو جائے تو دل میں شرمندہ ہو اور مولا کی بارگاہ میں عاجزی کرے اور گناہوں سے بچنے کا عزم کرے۔

توبہ کی حقیقت

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ معرفتِ الٰہی کا نور ہے اور نورِ ایمانی ہے جو انسان کے دل میں ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ یہ بات جان لیتا ہے کہ گناہ زہرِ قاتل ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ کسی نے زہر کھالیا پھر جب اسے اپنی موت کا یقین ہوتا ہے تو وہ اپنے اس کام پر بہت شرمندہ ہوتا ہے اور اپنے حلق میں اُنگلی ڈال کر قے کر دیتا ہے، پھر اس سے بچنے کے اسباب وعلاج ڈھونڈتا ہے۔

اسی طرح جو انسان فسق و فجور اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے پھر اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوتا ہے اور اسے اس بات کا خوف لاحق ہوتا ہے کہ وہ تو تباہی کے راستے پر پہنچ گیا ہے، اب وہ دل میں پختہ ارادہ کرتا ہے کہ گناہوں کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا گا اور اپنے دل میں گناہوں کا خیال بھی نہیں پیدا ہونے دے گا۔ اسی شرمندگی اور پشیمانی کا نام توبہ ہے کہ جس طرح وہ زہر پینے والا اگر مناسب وقت پر صحیح علاج کرے تو وہ ہلاکت سے بچ سکتا ہے اسی طرح فسق و فجور میں مبتلا ہونے والا اگر مناسب وقت پر صحیح توبہ

کرے تو وہ ہلاکت سے بچ سکتا ہے۔

توبہ کی ضرورت

انسان کا دل ایک پاک گوہر ہے، انسان جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل کے آئینے پر گناہ کے وقت ایک کالا نکتہ پڑتا ہے۔ جیسے جیسے وہ گناہ کرتا ہے وہ کالا نکتہ دل پر پھیلتا چلا جاتا ہے لیکن جب انسان توبہ کر لیتا ہے تو اس کا نور اس تاریکی کو دور کر دیتا ہے اور دل پہلے جیسا صاف اور پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے تاکہ اس کا دل پاکیزہ ہو۔

توبہ پر مداومت

جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوا سے چاہیے کہ فوراً اس گناہ سے باز آ جائے اور اس کا کفارہ ادا کرے۔

اگر کسی سے گناہ سرزد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ فوراً توبہ کرے اور آئندہ اس گناہ کی طرف قدم نہ بڑھانے کا پختہ عزم کرے۔ اپنے دل میں اس بات کا خوف پیدا کرے کہ اگر وہ گناہ میں مبتلا ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کا مستحق ہو جائے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے معافی کی امید رکھے۔

اگر کوئی شخص زبان سے استغفار کرے مگر دل میں توبہ کی نیت نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ زبان سے استغفار کرتے وقت دل میں عاجزی اور خشوع وخضوع پیدا کرنا ضروری ہے، یہ بھی ضروری ہے کہ دل ہیبت اور ندامت سے خالی نہ ہو۔ توبہ کرنے والا اس عزم کے ساتھ توبہ کرے کہ اس بار شیطان کے فریب میں پھنس گیا آئندہ اس کے مکر وفریب سے بچنے اور اپنے دامن کو گناہوں کی آلودگی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

توبہ کے حصول کا طریقہ

بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ سات چیزیں ایسی ہیں کہ اگر گناہ کرنے والے کو حاصل ہو جائیں تو اس کے گناہوں کا کفارہ بن سکتی ہیں۔ ان میں سے چار چیزیں دل سے تعلق رکھتی ہیں اور تین چیزیں جسم کے اعضا سے۔

(١) اپنے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا یا توبہ کرنے کا ارادہ کرنا۔

(٢) صدق دل سے اس بات کا پابند ہونا کہ آئندہ وہ کوئی گناہ نہیں کرے گا۔

(٣) اس بات سے ڈرنا کہ اگر وہ کوئی گناہ کرے گا تو عذابِ الٰہی میں مبتلا ہو جائے گا۔

(٤) اللہ تبارک وتعالیٰ سے عفوودرگزر کی امید رکھنا۔

(٥) دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد ستر مرتبہ استغفار کرنا اور سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَ بِحَمْدِہٖ پڑھنا۔

(٦) جس قدر ممکن ہو صدقہ وخیرات کرنا اور ایک دن کا روزہ رکھنا۔

(٧) اچھی طرح طہارت کر کے مسجد میں دو رکعت نماز نفل ادا کرنا۔

توبہ کی علامتیں اور نشانیاں

توبہ دراصل اپنے گناہوں پر شرمندگی کو کہتے ہیں اور شرمندگی اس بات کی علامت ہے کہ انسان ہمیشہ حسرت اور گریہ وزاری میں مبتلا رہے۔ اگر وہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا رہے گا اور خوف خدا سے لرزتا رہے گا تو اس کا یہ رونا اور عاجزی کرنا اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ جو زنگ اس کے دل پر لگا ہے جس کے سبب اس کا دل سیاہ ہو گیا ہے اسے ندامت اور افسوس کی آگ ہی ختم کر سکتی ہے۔

جو شخص اپنی توبہ پر قائم رہنا چاہتا ہے اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کو نباہنا اور اس پر

قائم رہنا ایک مشکل کام ہے لہٰذا اسے چاہیے کہ حتّی الامکان خاموش رہے، جہاں تک ہو سکے حلال روزی کھائے کیوں کہ انسان جب تک اپنے آپ کو شبہ والی روزی سے نہیں بچاتا اس وقت تک اس کی توبہ کامل نہیں ہوتی۔ شبہات کو چھوڑنا اس وقت ممکن ہے جب وہ اپنی خواہشیں ترک کر دے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ انسان پر جب کسی چیز کی خواہش غالب آجائے تو اسے چاہیے کہ اپنی کوشش سے اسے سات مرتبہ ترک کرے، ایسا کرنے سے اس کے اندر خواہشات کے ترک کرنے کی قوت پیدا ہوگی اور پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ خواہشات کا ترک کرنا اس کے لیے آسان ہو جائے گا۔

توبہ نہ کرنے کے نقصانات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ العَبْدَ اِذَا اَخْطَأَ خَطِیْئَةً نُکِتَتْ فِی قَلْبِهٖ نُکْتَةٌ سَوْدَاءُ فَاِذَا هُوَ نَزَعَ وَ اسْتَغْفَرَ وَ تَابَ سُقِلَ قَلْبُهٗ وَ اِنْ عَادَ زِیْدَ فِیْهَا حَتّٰی تَعْلُوَ قَلْبَهٗ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ چڑھ جاتا ہے، اگر اس نے اس گناہ کو ترک کر دیا اور اس سے توبہ کر لی تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر پھر سے وہی گناہ کیا تو وہ نقطہ پھیل جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے پورے دل کو گھیر لیتا ہے۔

یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ انسان سے گناہ ہونے کا امکان ہے لہٰذا اگر کسی سے گناہ سرزد ہو جائے تو اسے اس گناہ پر ندامت اور شرمندگی کا احساس کرنا چاہیے اور اس سے فوراً توبہ کرنی چاہیے اس لیے کہ گناہ پر اصرار کرنے سے دل سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے اور جب دل سیاہ ہو جاتا ہے تو اُس پر کسی کی کوئی بات اثر نہیں کرتی۔

www.sunnidawateislami.net

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ.

(ترجمہ: جس طرح لوہے پر پانی لگ جائے تو اسے زنگ پکڑ لیتا ہے اسی طرح (گناہوں کی وجہ سے) دل کو زنگ پکڑ لیتا ہے۔)

صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ و الرضوان نے عرض کی: دلوں کی صفائی کس طرح ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ.

(ترجمہ: موت کو کثرت سے یاد کرنا اور کثرت سے قرآن مقدس کی تلاوت کرنا۔)

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

اس حدیث میں موت کے ذکر کو دلوں کی صفائی کا ذریعہ بتایا گیا ہے، اس لیے کہ جب کوئی شخص اپنی موت کو یاد کرتا ہے اور یہ تصور اپنے ذہن میں پیدا کرتا ہے کہ ایک دن موت آنی ہے اور مولا کی بارگاہ میں حاضر ہو کر حساب دینا ہے تو اسے اپنے گناہوں پر ندامت ہوتی ہے اور دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

توبہ نہ کرنے کے اسباب

جو لوگ اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرتے ان کے اندر ان اسباب میں سے کوئی نہ کوئی سبب پایا جاتا ہے، انھیں چاہیے کہ ان اسباب کو زائل کر کے اپنے دل کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کے لیے آمادہ کریں:

(۱) جو شخص خواہشات کا غلام ہو جاتا ہے اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی

خواہشات کو ترک نہیں کر پاتا، ایسا شخص دنیوی لذتوں میں اس قدر مست ہو جاتا ہے کہ آخرت کو بھول جاتا ہے۔ یہی نفسانی خواہشات انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ سے دور کر دیتی ہیں۔

(۲) بہت سے لوگ آخرت کو اُدھار کی طرح سمجھتے ہیں اور دُنیا کو نقد کی طرح یعنی دنیوی لذتیں فوراً حاصل ہو جاتی ہیں اور آخرت کی لذتوں کے حصول کے لیے برسوں تک انتظار کرنا ہوگا۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اُدھار پر نقد کو ترجیح دیتا ہے۔

(۳) بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ دن بھر توبہ کرنے کے بارے میں سوچتے ہیں پھر آنے والے کل پر ٹال دیتے ہیں کہ آج آخری بار گناہ کر لیتا ہوں پھر کل سے گناہ نہیں کروں گا۔

(۴) کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بات کوئی ضروری نہیں ہے کہ انسان اپنے گناہوں کے سبب دوزخ میں ڈالا ہی جائے گا بلکہ یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے معاف فرما دے۔

عموماً توبہ میں ٹال مٹول کی یہی چار وجہیں ہوتی ہیں جن کی بنیاد پر بہت سے لوگ چاہ کر بھی توبہ کی توفیق سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جس کے اندر ان میں سے کوئی سبب پایا جائے اسے چاہیے کہ پہلے ان اسباب کے ازالے کی کوشش کرے اسے خود توبہ کی توفیق ملے گی۔

ان اسباب سے اجتناب کی صورتیں

(۱) جو شخص اپنی نفسانی خواہشات ترک نہیں کرسکتا اسے یہ بات جان لینی چاہیے کہ جب وہ ایک لمحہ بھی اپنی خواہش یا شہوت پر صبر نہیں کرسکتا تو جہنم کی آگ کو کیسے برداشت کرے گا اور جنت کی نعمتوں کی محرومی کا صدمہ کس طرح اٹھا سکتا ہے۔

(۲) جو شخص دُنیا کو نقد اور آخرت کو اُدھار سمجھتا ہے اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو یقیناً آنے والی ہے اس کے بارے میں یہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ آ چکی ہے۔ زندگی کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ مرنے کے بعد وہ صرف ایک خواب وخیال ہو جائے گی یعنی آنکھ بند ہوئی اور زندگی ختم۔ انسان مر گیا تو آخرت اُدھار نہیں ہے بلکہ نقد ہو گئی۔ ہوسکتا ہے کہ یہ گھڑی اس اُدھار سمجھنے والے کے لیے آج ہی آ جائے بلکہ ابھی آ جائے تو وہ اُدھار نقد ہو جائے گا۔

(۳) جو شخص توبہ میں ٹال مٹول کر رہا ہے اسے سوچنا چاہیے کہ وہ کس وجہ سے توبہ میں تاخیر کر رہا ہے؟ کیا آنے والا کل اس کے اختیار میں ہے؟ کیا اسے اس بات کا علم ہے کہ وہ کل زندہ رہے گا؟ ہوسکتا ہے کل آئے ہی نہ اور آج ہی اس کی زندگی کا آخری دن ہو جائے۔ اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ آج گناہوں سے توبہ کرنا دشوار ہے لیکن آئندہ کل آسان ہوگا تو یہ نادانی اور بے وقوفی ہے اس لیے کہ جس طرح شہوت اور معصیت کا حصول ہر دن ممکن ہے اسی طرح انھیں چھوڑ کر ان سے توبہ کرنا بھی ہر دن ممکن ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوئی دن ایسا نہیں بنایا ہے جس میں شہوت و معصیت کو ترک کر کے اللہ کی بارگاہ میں رجوع کرنا آسان نہ ہو۔ ایسے شخص کو یہ بات ذہن نشیں کرنی چاہیے کہ ہوسکتا ہے کہ کل کے دن توبہ کرنا اس کے لیے ناممکن ہی ہو جائے، کیوں کہ آنکھیں بند ہوئیں تو توبہ کا امکان ختم ہو گیا۔

(۴) جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں مومن ہوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ مومنوں کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے ایسے شخص سے ہم کہیں گے کہ ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تیرے گناہوں کو معاف نہ کرے، یہ بھی ممکن ہے کہ جب تو خدا کی بندگی

نہیں کرتا ہے تو تیرے ایمان کی جڑیں کمزور ہو جائیں اور موت کے وقت سکراتِ موت کے تھپیڑوں سے ایمان کا درخت اُکھڑ جائے۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

تَصِلُ الذُّنُوْبَ اِلَی الذُّنُوْبِ وَ تَرْتَجِیْ
دَرْکَ الْجِنَانِ بِهَا وَ فَوْزَ الْعَابِدِ
وَ نَسِیْتَ اَنَّ اللّٰهَ اَخْرَجَ اٰدَمًا
مِّنْهَا اِلَی الدُّنْیَا بِذَنْبٍ وَّاحِدٍ

ترجمہ: تو گناہ پر گناہ کیے جا رہا ہے اور اس کے باوجود جنت پانے اور عابد کی طرح کامیابی پانی کی امید کرتا ہے۔ تو بھول گیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک خطاے اجتہادی (جو کہ اصلاً گناہ نہیں ہے اس) کی وجہ سے جنت سے دنیا کی طرف نکال دیا۔

صبر کا بیان

صبر کا معنی ہے نفس کو اس کام پر روکے رکھنا جسے وہ ناپسند کرتا ہے، دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ نفس جس کام کو ناپسند کرتا ہے اس اس کے کرنے پر مجبور کرنا صبر ہے۔ اس تعریف کے اعتبار سے عبادتوں کی پابندی اور گناہوں سے دوری دونوں صبر میں داخل ہیں۔ مصائب و آلام کو بھی نفس ناپسند کرتا ہے اس لیے اگر کوئی شخص مصیبت میں مبتلا ہونے کے باوجود ثابت قدم رہتا ہے تو اس کے اس عمل کو بھی صبر کہتے ہیں۔ کسی پر ظلم کیا جائے تو اس کا نفس بدلہ لینا چاہتا ہے لیکن اگر کوئی مظلوم اپنے نفس کو بدلہ لینے سے روکے رکھے تو اسے بھی صبر کہتے ہیں۔

صبر کی فضیلت

قرآن و حدیث میں صبر کی بہت سی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، صبر کی فضیلت اسی بات سے واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن مقدس میں ستر سے زیادہ مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا ہے۔

ایک مقام پر فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ٥ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۵۳)

ترجمہ: بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

ایک مقام پر فرمایا:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ٥ (سورۂ زُمر، آیت: ۱۰)

ترجمہ: صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ٥ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ

اِنَّـآ اِلَیْـهِ رٰجِعُوْنَ o اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ، وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ o (سورۂ بقرہ، آیت:١٥٥)

ترجمہ: اور خوش خبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا، یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی دُرودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی صاحب زادی کے بیٹے کا انتقال ہوا، آپ نے انھیں یہ نصیحت فرمائی:

اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَ لَهٗ مَا اَعْطٰی وَ کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَ اللّٰهِ بِاَجَلٍ مُسَمًّی، فَلْتَصْبِرْ وَ لْتَحْتَسِبْ. (رواہ النسائی)

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے اور جو کچھ بندوں سے لے لیا ہے سب اسی کا ہے۔ تو تمھیں چاہیے کہ صبر کرو اور اللہ سے اجر کی امید رکھو۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کچھ لوگ تھے ان کے پاس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے ان سے دریافت فرمایا: کیا تم مومن ہو؟ سب لوگ خاموش رہے، یہی سوال آپ نے تین مرتبہ دہرایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ہاں، آپ ہمارے پاس جو لے کر آئے ہیں ہم اس پر یقین رکھتے ہیں، نعمتوں پر اللہ کا شکر کرتے ہیں، تنگی میں صبر کرتے ہیں اور تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ سن کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! تم مومن ہو۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صبر کا ایمان کے ساتھ ایسا تعلق ہے جیسا

سر کا جسم کے ساتھ ہے۔ جس کا سر نہ ہو اس کا جسم بھی باقی نہیں رہے گا اسی طرح جس میں صبر نہیں اس کا ایمان کمزور ہے۔

صبر کے احکام

صبر کی فضیلت اس وقت حاصل ہوگی جب ان مقامات پر صبر کیا جائے جن میں شریعت نے صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔ مقامات کے مختلف ہونے سے صبر کے شرعی احکام بھی مختلف ہوتے ہیں یعنی بعض صورتوں میں صبر کرنا فرض ہے مثلاً جن کاموں سے شریعت نے منع کیا ہے ان سے اپنے آپ کو روکنے کے لیے صبر کرنا۔ بعض صورتوں میں صبر نفل اور مستحب ہوتا ہے مثلاً جو باتیں شریعت کی نظر میں مکروہ ہیں ان کا ترک کرنا صبرِ مستحب ہے۔ بعض صورتوں میں صبر حرام ہوتا ہے مثلاً کسی کے سامنے کوئی ایسا حرام معاملہ کیا جا رہا ہے جسے روکنے پر اسے قدرت ہے اس وقت اس کا صبر کرنا حرام ہے۔ بعض صورتوں میں صبر کرنا مکروہ ہے مثلاً اس کے سامنے کوئی ایسا کام کیا جا رہا ہے جو شرعاً مکروہ ہے اور وہ اسے روکنے کی قدرت رکھنے کے باوجود صبر کرے تو یہ مکروہ ہے۔

صبر کی حقیقت

جس طرح انسان میں شہوت رانی اور دل کی خواہشات کو پوری کرنے کی ضروری قوت موجود ہے اسی طرح ایک دوسری قوت بھی اس کو دی گئی ہے جو نفسانی خواہشات کی مخالفت کرتی ہے تا کہ اسے نقصان پہنچنے سے بچائے۔ مخالفت کی یہ قوت فرشتوں کی صفات سے تعلق رکھتی ہے اور شہوت رانی کی قوت شیطان کی صفات سے تعلق رکھتی ہے۔ ان دونوں قوتوں میں ہمیشہ لڑائی رہتی ہے اس لیے کہ ان میں سے ایک یہ کہتی ہے کہ گناہ نہ کر کہ اس میں اس اس طرح کے نقصانات ہیں اور دوسری یہ کہتی ہے کہ گناہ کر اس لیے کہ اس میں اس اس

طرح کے فوائد ہیں اور انسان حیران رہ جاتا ہے کہ کروں یا نہ کروں۔ اس حال میں اگر اس کی ایمانی طاقت اسے شیطانی قوت سے مقابلہ کرنے پر ثابت قدم رکھے تو اسی کو صبر کہتے ہیں۔ لہٰذا صبر کا معنیٰ یہ ہوا کہ انسان نفسانی خواہشات کی طرف اُبھارنے والی طاقت کے مقابلے میں دین کی جانب اُبھارنے والی طاقت کو قائم رکھے۔

صبر کی ضرورت

انسان کی زندگی میں بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو اس کی خواہش کے مطابق ہوتی ہیں جیسے مال، نعمت، مرتبہ، زن وفرزند وغیرہ اور بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو اس کی خواہش کے مطابق نہیں ہوتیں جیسے تنگ دستی، مصیبت وغیرہ۔ انسانوں کو ان دونوں حالتوں میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔

پہلی صورت میں اس لیے کہ اگر اس حال میں صبر نہیں کرے گا تو حد سے گزر جائے گا، دل کو ان چیزوں میں لگا لے گا اور تواضع اختیار نہیں کرے گا جس کے نتیجے میں اس کے اندر غرور اور سرکشی پیدا ہو جائے گی۔ مال ونعمت میں صبر کرنے سے مراد یہ ہے کہ دل کو مال و دولت سے نہ لگائے، نعمتوں کے ملنے پر بہت خوش نہ ہو بلکہ یہ سمجھے کہ یہ مال اُدھار کے طور پر اسے ملا ہے اور جلد ہی اس سے یہ چھین لیا جائے گا بلکہ یہ چاہیے کہ مال و دولت کو نعمت ہی نہ سمجھے اس لیے کہ ممکن ہے کہ وہ مال و دولت قیامت کے دن اس کے لیے مصیبت بن جائے۔

جو احوال انسان کی خواہش کے مطابق نہیں ہوتے وہ تین طرح کے ہیں۔ (۱) جن کا صدور انسان کے اختیار میں ہو جیسے اپنے آپ کو عبادت میں مصروف رکھنا اور اپنے دامن کو گناہوں سے بچانا۔ (۲) جن کا صدور انسان کے اختیار میں نہ ہو جیسے بلا، مصیبت، حادثے۔ (۳) جو دراصل اس کے اختیار میں نہ ہوں لیکن اس کا بدلہ لینا اس کے اختیار میں

ہو، جیسے کہ اگر کسی شخص نے اسے تکلیف پہنچائی یا اس کا کچھ نقصان کر دیا۔

ان تینوں احوال میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ پہلی صورت میں اس طرح کہ بار ہا ایسا ہوتا ہے کہ عبادت دشوار ہوتی ہے اور نفس پر گراں گزرتی ہے، ایسی حالت میں عبادت کرنا نفس کی خواہش کے خلاف ہوتا ہے، اسی طرح گناہوں میں نفس کو لذّت ملتی ہے اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا نفس کی خواہش کے خلاف ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے آپ کو عبادتوں میں مصروف رکھنا اور گناہوں سے بچانا صبر کہلائے گا۔

دوسری صورت میں اس طور پر صبر کیا جائے گا کہ جب لوگ اسے ستائیں گے تو بدلہ لینے کا اسے اختیار ہوگا لیکن بدلہ لینے میں اسے بہت صبر سے کام لینا ہوگا یعنی یا تو اس سے بدلہ نہ لے کہ اعلیٰ قسم کا صبر ہے یا اگر لیتا ہے تو قرآن کے فرمان کے مطابق اسی کے مثل بدلہ لیا جائے جتنا اس نے ستایا ہے، اس میں بھی صبر کی ضرورت ہے۔

تیسری صورت یعنی بلا اور مصیبت کے وقت بھی صبر ناگزیر ہے۔ مثلاً کسی کا بچہ مر گیا، مال ضائع ہوگیا یا کوئی عضو بے کار ہوگیا یا وہ کسی بیماری میں مبتلا ہوگیا تو یہ سب صورتیں صبر سے خالی نہیں ہیں۔

صبر کے اقسام

صبر کی دو قسمیں ہیں (۱) بدن پر کوئی مشقت برداشت کرنا۔ (۲) نفس کو اس کے تقاضوں اور خواہشات سے باز رکھنا۔ پہلی قسم کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ خود کوئی ایسا کام کرنا جو گراں معلوم ہوتا ہو جیسے کوئی مشکل کام یا عبادت بجالانا، دوسری یہ کہ اگر کسی نے کوئی تکلیف پہنچائی تو اسے برداشت کرنا جیسے کسی نے طمانچہ مارا تو اسے کچھ نہ کہنا یا کوئی بڑا مرض یا زخم برداشت کرنا۔ صبر کی دوسری قسم عمدہ ہے۔

صبر کے درجات

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: قرآن مقدس میں تین طرح کے صبر بیان کیے گئے ہیں، پہلا وہ صبر جو طاعت میں ہے، اس کے ثواب کے تین سو درجے ہیں، دوسرا وہ صبر ہے جو حرام چیزوں پر کیا جائے اس کے ثواب کے چھ سو درجے ہیں اور تیسرا وہ صبر ہے جو مصیبت کے وقت کیا جاتا ہے اس کے ثواب کے نو سو درجے ہیں۔ حدیث پاک کے مطابق جس شخص پر پہلی مرتبہ مصیبت آئی اس کا صبر اعلیٰ درجے کا صبر ہے۔

مختلف حالات میں صبر کے مختلف نام

اگر صبر پیٹ اور شرمگاہ کی خواہشات سے ہے تو اس کا نام غضب ہے۔ اگر کسی بُری بات سے ہے تو اس کے اعتبار سے اس کے الگ الگ نام ہیں مثلاً اگر کسی مصیبت پر صبر ہے تو اسے صرف صبر کہتے ہیں، اس کے مقابلے میں جزع وفزع آتا ہے یعنی مصیبت کے وقت خوب چیخنا، چلانا، گریبان پھاڑنا۔ اگر دولت مندی میں اپنے آپ کو تکبر اور حد سے بڑھنے سے بچا رہا ہے تو اس کا نام ضبطِ نفس ہے، اس کے مقابل میں اِترانا ہوتا ہے۔ اگر جنگ کے میدان میں صبر ہے تو اسے شُجاعت اور بہادری کہتے ہیں، اس کے مقابل میں نامردی اور بزدلی ہے۔ اگر غصہ پینے میں ہے تو اس کا نام حِلم ہے، اس کی ضد غضب ناکی ہے۔ اگر زمانے کی کسی مصیبت پر ہے تو اس کا نام حوصلہ ہے، اس کی ضد کم حوصلگی ہے۔ حاصل یہ ہے ایمان کے اکثر حصے صبر میں داخل ہیں۔

صبر کی تدبیر

یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ انسان کے اندر نیکی اور برائی دونوں پر اُبھارنے والی قوتیں ہیں اور یہ دونوں قوتیں آپس میں جنگ کرتی رہتی ہیں۔ جو شخص یہ چاہے کہ ان

دونوں میں سے ایک غالب آئے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ جس کا غلبہ چاہتا ہے اس کو تقویت پہنچائے، اس کی مدد کرے اس دوسری کو کمزور کرے اور اس کی کسی بھی طرح کی مدد نہ کرے۔ مثلاً کسی شخص پر جماع کی خواہش کا اتنا غلبہ ہے کہ وہ اپنی شرم گاہ کو اس سے محفوظ نہیں رکھ سکتا تو آنکھ کو دیکھنے سے اور دل کو اس خیال سے باز رکھے۔ اگر نہیں رکھ سکتا اور صبر کرنا دشوار ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے اس قوت کو ضعیف کرے جو شہوت چاہ رہی ہے۔

یہ کام تین طریقے سے ہوسکتا ہے۔(۱) اچھی غذائیں اور مزے دار کھانا کھانے سے شہوت پیدا ہوتی ہے لہٰذا روزہ رکھنا اور معتدل غذا سے افطار کرنا شہوت کم کرنے کے لیے مفید ہے۔ اسی طرح گوشت اور وہ غذائیں جن سے مردانی قوت میں اضافہ ہوتا ہے ان کا استعمال کم یا ترک کردے۔ (۲) ان اسباب کے پیدا ہونے کا راستہ بند کردے۔ مثلاً خوبصورت عورتوں یا اَمردوں کو دیکھنے سے شہوت پیدا ہوتی ہے تو اسے چاہیے کہ ایسی جگہوں پر نہ جائے جہاں اس کی نظر عورتوں یا اَمردوں پر پڑے۔ (۳) مباح کام سے اس قوت کو تسکین پہنچائے تا کہ زنا اور حرام شہوت سے محفوظ رہے۔ یہ فائدہ نکاح کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔

بے صبری کے نقصانات

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ وَ مِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَ مِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سُخْطُهٗ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: انسان کی سعادت مندی اللہ کے فیصلے پر راضی ہونے میں ہے، اس کی شقاوت اللہ سے بھلائی کا سوال نہ کرنے میں ہے اور اس کی محرومی اللہ کے فیصلے پر ناراضی کے اظہار میں ہے۔

شکر کا بیان

شکر کا مطلب یہ ہے کہ بندے کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے جو نعمتیں حاصل ہوئی ہیں ان پر وہ زبان سے یا اعضاے بدن سے یا دل سے اس کی تعریف کرے۔ زبان سے تعریف کی مثال یہ ہے کہ نعمت کے حصول پر اس نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا کھانا کھانے کے بعد کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ۔

اعضاے بدن سے شکر کا معنٰی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نعمت عطا فرمائی تو اس کے شکرانے میں کسی نے نماز ادا کی یا اپنے ہاتھوں سے صدقہ کیا۔ دل سے شکر کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کو دیکھ کر بندے کے دل میں اللہ کی عظمت راسخ ہو جائے۔

شکر کی فضیلت

شکر کی سب سے اہم فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ذکر کے ساتھ شامل کر کے ارشاد فرمایا ہے:

فَاذْکُرُوْنِیْۤ اَذْکُرْکُمْ وَ اشْکُرُوْا لِیْ وَ لَا تَکْفُرُوْنِ۝

(سورۂ بقرہ، آیت: ۱۵۲)

ترجمہ: تو میری یاد کرو میں تمھارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

اگر کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو کوئی فائدہ پہنچا رہا ہے بلکہ اس کا فائدہ خود اسے پہنچتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہِ وَ مَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ وَ مَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۝ (سورۂ لقمان، آیت: ۱۲)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر کر اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بے شک اللہ بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شکر کی فضیلت ان الفاظ میں بیان کی ہے کہ جس شخص نے کھانا کھایا اور شکر کیا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے روزہ رکھا اور صبر کیا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: شکر آدھا ایمان ہے۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے اور اتنی دیر تک پڑھتے رہے کہ آپ کے قدمان مبارک میں ورم آ گیا (سوج گئے)، آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ یہ کیوں کر رہے ہیں جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو ہر گناہ سے محفوظ فرمایا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (رواہ ابوداؤد الطیالسی)

شکر کی حقیقت

شکر کا مقام بہت بلند ہے اور اس کا درجہ اس قدر اعلیٰ ہے کہ ہر شخص اس بلند درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ خود اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ○ (سورۂ سبا، آیت:۱۳)

ترجمہ: اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

دین کے تمام مدارج دراصل تین ہیں (۱) علم (۲) حال (۳) عمل لیکن ان تینوں کی اصل علم ہے، اُس سے حال پیدا ہوتا ہے اور حال سے عمل پیدا ہوتا ہے۔ شکر کا علم یہ ہے کہ

بندہ یہ جانے اور پہچانے کہ جو نعمت اس کو ملی ہے اس حقیقی انعام کرنے والے خدا کی جانب سے ملی ہے کسی اور کا اس میں بالکل عمل دخل نہیں ہے، اس لیے کہ جب تک اس کی نظر وسیلے اور اسباب پر رہے گی اس کا شکر ناقص ہے۔

حال دل کی اس خوشی کا نام ہے جو نعمت پا کر حاصل ہوتی ہے اور عمل یہ ہے کہ نعمت پانے کے بعد اسے ایسے کام میں صرف کیا جائے جس میں خدائے تعالیٰ کی رضا مندی ہے۔

شکر کی ضرورت

جو شخص نعمتوں میں اضافہ چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ نعمتیں ملنے پر شکر ادا کرے۔ خود اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِيْدٌ ۝

(سورۂ ابراہیم، آیت: ۷)

ترجمہ: اگر احسان مانو گے تو میں تمھیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔

شکر کے اقسام

شکر کا عمل دل سے بھی ہوتا ہے، زبان سے بھی اور جسم کے اعضا سے بھی۔ دل سے شکر گزاری یہ ہے کہ ہر ایک کی بھلائی چاہے اور کسی کی نعمت اور دولت سے حسد نہ کرے۔ زبان کا شکر یہ ہے کہ ہر حال میں زبان سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ کر شکر بجالائے اور نعمت عطا کرنے والے سے اپنی خوشی کا اظہار کرے۔ بدن کے اعضا کا شکر یہ ہے کہ انھیں ان کاموں میں مصروف رکھے جن کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں بنایا ہے۔ ظاہر ہے کہ بدن کے اعضا کو دنیا سے بے جا لذتیں حاصل کرنے کے لیے نہیں بنایا بلکہ آخرت کی تیاری میں

معاونت کے لیے بنایا ہے۔

شکر کے حصول کا طریقہ

چوں کہ شکر کا تعلق نعمتوں سے ہوتا ہے اور شکر نعمت پر کیا جاتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ پہلے نعمتوں کے بارے میں آپ کو معلوم ہو۔ جاننا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں وہ انسانوں کے حق میں چار طرح کی ہیں۔

(۱) وہ چیزیں جو دنیا اور آخرت میں کام آنے والی ہیں جیسے علم، نیک اخلاق۔

(۲) وہ چیزیں جو دونوں جہاں میں اس کے لیے نقصان دہ ہیں جیسے جہالت۔

(۳) وہ چیزیں جن سے دنیا میں آرام حاصل ہو لیکن آخرت میں رنج ہو جیسے دنیوی نعمتوں کی کثرت اور انسان کا ان نعمتوں میں مشغول ہو جانا۔

(۴) جو چیزیں دنیا میں رنج کا باعث ہوں لیکن آخرت میں ان کے ذریعے آرام ملتا ہو جیسے عبادتیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں دو طرح کی چیزیں ہیں، کچھ وہ ہیں جو دنیا یا آخرت میں فائدہ دینے والی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو دنیا یا آخرت میں نقصان دینے والی ہیں۔ وہ چیزیں جن کا فائدہ ان کے نقصان سے زیادہ ہو وہ نعمت ہیں اور وہ حاصل ہو جائیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

ناشکری کے نقصانات

کسی بھی نعمت کی ناشکری یہ ہے کہ جس کام اور جس مقصد کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے اس سے اسے روکا جائے یا اسے اس میں استعمال نہ کرتے ہوئے کسی دوسرے مقصد میں استعمال کیا جائے۔ ہر انسان کو یہ ذہن نشیں کر لینا چاہیے کہ اسے دنیا کی خاطر نہیں بلکہ آخرت

کی خاطر پیدا کیا گیا ہے، دنیا میں جو چیزیں اسے میسر ہیں وہ اسی واسطے ہیں کہ وہ اس کے لیے آخرت کا توشہ ہوں۔ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی ساری چیزیں ان کے لیے بنائی گئی ہیں یہ ان کی نادانی ہے کیوں کہ اگر وہ کسی چیز میں اپنا فائدہ نہیں دیکھتے تو سوچے سمجھے بغیر یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ مثلاً مکھی، چیونٹی، سانپ وغیرہ کس لیے پیدا کیے گئے ہیں اور ان سے ناشکری کا صدور ہو جاتا ہے۔ پھر ناشکری کر کے وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوتے ہیں۔ خود اس نے فرمایا:

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَ لَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ٥

(سورۂ ابراہیم، آیت: ۷)

ترجمہ: اگر احسان مانو گے تو میں تمھیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔

ناشکری کے اسباب

دو اسباب کی بنیاد پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی واقع ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ بندے کو اس بات کی خبر ہی نہیں کہ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتیں کس حد تک ہیں اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتیں بہت زیادہ ہیں۔ خود ارشاد فرماتا ہے:

وَ اٰتٰىكُمۡ مِّنۡ كُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡهُ وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا.

(سورۂ ابراہیم، آیت: ۳۴)

ترجمہ: اور تمھیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ جو نعمتیں عام ہیں انسان انھیں نعمت سمجھتا ہی نہیں ہے اور اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر ہوا جسے انسان سانس کے طور پر اپنے

اندر کھینچتا ہے جس کے ذریعے اس کی زندگی باقی ہے۔اس سے پتہ چلا کہ ہوا انسان کے لیے ایک عظیم نعمت ہے کہ اس سے اس کی زندگی باقی ہے۔

ناشکری سے بچنے کی صورتیں

جو شخص عام نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا جیسے ہوا، سورج وغیرہ کہ آنکھیں انھیں دیکھتی ہیں، انسان انھیں محسوس کرتا ہے لیکن وہ سمجھتا ہے کہ مال ودولت ہی بس نعمت ہے، اس کو سمجھنا چاہیے کہ اس طرح خیال کرنا محض نادانی ہے۔نعمت اگر عام ہی ہو پھر بھی وہ نعمت ہے اس لیے اس پر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

جن خاص نعمتوں سے انسانوں کو نوازا گیا ہے مثلاً عقل، اخلاق وغیرہ ان میں بھی عام طور پر ہر کسی کا یہ دستور ہے کہ وہ اپنی عقل کو اور اپنے اخلاق کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہے اسی وجہ سے وہ دوسروں کو بے وقوف اور بد اخلاق تصور کرتا ہے۔اسے جاننا چاہیے کہ ہر انسان میں ایسے ہزاروں عیوب ہیں جن کو اس کا دل جانتا ہے اور کوئی دوسرا نہیں جانتا اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو ستّار العیوب ہے اس نے ان عیبوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔صرف یہی نہیں بلکہ انسان کے ذہن ودل میں جو باتیں گزرتی ہیں اگر وہ لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو وہ بڑی پریشانی میں مبتلا ہو جائے۔یہی بات ہر کسی کے حق میں بہت بڑی نعمت ہے اور ہر کسی کو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

ناشکری سے بچنے کا ایک خاص طریقہ یہ ہے کہ ان نعمتوں میں غور کرنا چاہیے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے عطا کی ہیں اور جو چیزیں اسے نہیں ملی ہیں ان کی فکر نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ دوسروں کو ملی ہوئی نعمتوں پر نظر رکھنے والے عموماً حسد، جلن اور ناشکری کے شکار ہو جاتے ہیں۔

خوفِ خدا

یہ ایک ضابطہ ہے کہ بھلائی کے کام دو ہی سبب سے ہوتے ہیں، ایک شوق سے، دوسرا خوف سے۔ اپنے دامن کو گناہوں سے بچانا اور اپنے دل کو نیکیوں کی طرف مائل کرنا بھی عموماً ان دو اسباب میں سے کسی سبب کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ خوف خدا بہت عظیم صفت ہے، جسے یہ صفت حاصل ہو جائے وہ بہترین انسان بن سکتا ہے۔

خوفِ خدا کی فضیلت

خوف خدا کی فضیلت میں آیات و احادیث بہت ہیں۔ خصوصاً جسے خوفِ الٰہی حاصل ہو جائے اسے چار چیزیں میسر آتی ہیں (۱) ہدایت (۲) رحمت (۳) علم (۴) رضائے الٰہی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین آیتوں میں ان کا تذکرہ فرمایا ہے:

(۱) هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ۝ (سورۂ اعراف، آیت: ۱۵۴)

ترجمہ: ہدایت اور رحمت ہے ان کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

(۲) اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (سورۂ فاطر، آیت: ۲۸)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

(۳) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ۝ (سورۂ بیّنہ، آیت: ۸)

ترجمہ: اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی، یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

جنت میں چھوٹی سی جگہ حاصل کرنے کے لیے ہر کوئی فکر مند ہوتا ہے لیکن جسے خوفِ خدا حاصل ہو جائے اس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (سورۂ رحمٰن، آیت:۴۶)

ترجمہ: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنّتیں ہیں۔

ایسا اس لیے ہے کہ جنت گناہوں سے بچنے والے اور نیکیوں کی طرف رغبت رکھنے والے کو ملے گی اور جسے خوفِ خدا حاصل ہو جائے، خصوصًا قیامت کے دن بارگاہِ خدا میں کھڑے ہو کر حساب دینے کا خوف تو وہ حد درجہ نیکیوں کی طرف مائل اور گناہوں سے دور بھاگے گا، اس کے اس عمل پر دو جنتوں کا وعدہ ہے۔

حدیثِ قُدسی میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَ عِزَّتِي لَا اَجْمَعُ عَلٰى عَبْدِىْ خَوْفَيْنِ وَ اَمْنَيْنِ اِذَا خَافَنِىْ فِى الدُّنْيَا اَمَّنْتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ اِذَا اَمِنَنِىْ فِى الدُّنْيَا اَخَفْتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: مجھے میری عزت وجلال کی قسم! میں اپنے بندے میں دو خوف اور دو اَمن ایک ساتھ جمع نہیں کروں گا۔ اگر وہ دنیا میں میرا خوف رکھے گا تو قیامت کے دن میں اسے بےخوف کر دوں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے بےخوف ہوگا تو قیامت کے دن اسے خوف زدہ کر دوں گا۔

پتہ چلا کہ دنیا کی چند روزہ زندگی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے خوف کے سائے میں گزارنا قیامت کے ہولناک ماحول میں خوف سے نجات دلاتا ہے اور وہ لوگ جو دنیا میں اللہ کے خوف سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں قیامت کے دن انھیں خوف کا سامنا کرنا ہوگا۔

خوف خدا کے نتیجے میں انسان کو تقوٰی حاصل ہوتا ہے، اس کی فضیلت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ. (سورۂ حجرات، آیت:۱۳)

ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

خوف خدا کی حقیقت

خوفِ خدا دل کی ایک ایسی کیفیت کا نام ہے کہ جسے وہ حاصل ہو جائے وہ اس کی برکت سے دونوں جہاں میں کامیابیوں سے ہمکنار ہوسکتا ہے۔ یہ کیفیت انسان کے دل میں علم اور معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور جس کا علم اور معرفت جس قدر زیادہ ہوتی ہے اسے یہ کیفیت اسی قدر حاصل ہوتی چلی جاتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا. (سورۂ فاطر، آیت:۲۸)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

لفظِ اِنّما اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ علم والے خوف وخشیت کا حق ادا کرتے ہیں۔ پھر جس کا علم جس قدر زیادہ ہو، اس کا خوف اور خشیت اسی قدر زیادہ ہوگی۔

خوف کے انواع

جب کسی کو خطرہ محسوس ہوتا ہے تو اس کے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے۔ چوں کہ خطرات مختلف ہیں اس لیے خوف بھی مختلف ہیں۔ بہت سے لوگوں کو جہنم کی آگ کا خوف ہوتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو دوزخ میں لے جانے والی چیزوں کا خوف ہوتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ کہیں توبہ سے پہلے انتقال نہ کر جائیں۔ بہت سے لوگوں کو اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ کہیں توبہ کرنے کے بعد پھر سے گناہوں میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔

بہت سے لوگوں کو اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ اپنے عیبوں کے ظاہر ہونے کی وجہ سے مخلوقِ خدا کے سامنے ذلیل و رُسوا ہو جاؤں گا۔ بہت سے لوگوں کو اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ مالداری ہاتھ آئے گی تو اس کے سبب سے دل میں غرور پیدا ہوگا۔

جس بات کی بنیاد پر دل میں خوف پیدا ہو رہا ہے اس سے باز رہنا چاہیے۔ مثلاً کسی کے دل میں اس بات کا خوف ہے کہ کہیں توبہ سے پہلے اس کا انتقال نہ ہو جائے تو اسے چاہیے کہ فوراً توبہ کرلے۔ اسی پر دوسری باتوں کو قیاس کرنا چاہیے۔

خوف خدا کے درجات

خوفِ خدا کے مختلف درجات ہوتے ہیں۔ اگر خود کو شہوت سے روکے تو اسے عِفّت اور روکنے والے کو عَفیف کہتے ہیں۔ اپنے آپ کو حرام سے بچائے تو اسے وَرَع اور بچانے والے کو وَرِع کہتے ہیں۔ اگر شبہات سے بچے یعنی وہ حلال چیزیں جن کے حرام ہونے کا شبہہ ہو ان سے بھی بچے تو اسے تقوٰی اور بچنے والے کو مُتّقی کہتے ہیں۔ زندگی گزارنے کے لیے جتنی چیزیں از حد ضروری ہیں ان کے علاوہ سے اپنے آپ کو بچائے تو اسے صِدق اور اس صفت کے مالک کو صِدِّیق کہتے ہیں۔ صدق سب سے اعلیٰ صفت ہے۔

خوف خدا کیسے حاصل ہوتا ہے

خوفِ خدا انسان کو دو باتوں سے حاصل ہوتا ہے (ا) جو انسان اپنی ذات میں موجود عیبوں، اپنے گناہوں، عبادت میں کوتاہیوں اور اپنی اخلاقی برائیوں پر نظر رکھتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ ان کوتاہیوں کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتنی عنایتیں اس پر ہو رہی ہیں۔ ایسے شخص کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ خدا جو اس کی اس قدر کوتاہیوں کے باوجود اسے نعمتوں سے محروم نہیں کر رہا ہے، جہاں اس کی صفت ستّار العیوب (عیبوں کو چھپانے والا) غفّار

الذُّنوب (گناہوں کو معاف فرمانے والا) وغیرہما ہے وہی وہ قہّار (قہر فرمانے والا) جبّار (زبردست) بھی ہے۔ اس نے ڈھیل دی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ساری حدیں پار کرلی جائیں اس لیے کہ جب وہ محاسبہ اور گرفت فرمائے گا تو اس کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بزرگی اور عظمت بٹھائی جائے، اس سے بھی دل میں خوفِ خدا پیدا ہوگا۔ بلکہ اس بنیاد پر جو خوف پیدا ہوگا وہ خوف افضل کہلائے گا۔

فقر وزُہد

دین داری چار چیزوں پر موقوف ہے۔(۱) معرفتِ نفس یعنی اپنے آپ کو پہچاننا۔ (۲) معرفتِ حق یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کو پہچاننا۔ (۳) معرفتِ دُنیا یعنی دنیا کو پہچاننا۔ (۴) معرفتِ آخرت یعنی آخرت کو پہچاننا۔

ان چار چیزوں میں سے دو چیزوں کا ترک کر دینا اور دو چیزوں کو اختیار کر لینا بہتر ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی طلب کے لیے اپنے نفس کو چھوڑ دے اور آخرت کے حصول کے لیے دنیائے فانی سے ہاتھ اُٹھالے۔ اسی دنیائے فانی کو چھوڑنے اور اس سے دست بردار ہونے کا نام فَقر اور زُہد کہتے ہیں اور اس صفت سے متصف ہونے والے کو فقیر اور زاہد کہتے ہیں۔

فقر وزُہد کی فضیلت

فقیر اور زاہد دونوں کے فضائل احادیث مبارکہ میں کثرت سے موجود ہیں۔ مختصرًا چند ذکر کیے جاتے ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر ارشاد فرمائے ہیں:

☆ حق تعالیٰ تنگ دست پارسا کو دوست رکھتا ہے۔

☆ اے بلال! کوشش کرو کہ جب تم اس دنیا سے جاؤ تو درویشی کی حالت ہو، تونگری کی حالت نہ ہو۔

☆ میری اُمت کے درویش بہشت میں تونگروں سے پانچ سو سال (اور ایک روایت میں چالیس سال) پہلے جائیں گے۔

☆ جو لوگ چستی کے ساتھ جنت کی سیر کریں گے وہ امت کے ضعیف لوگوں میں سے ہیں۔

☆ جس نے درویشی اور جہاد کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آئے، اس وقت آپ کے پاس ضیافت کے لیے کچھ بھی نہیں تھا، آپ نے مجھے بھیجا کہ میں کہیں سے کھانے کی کوئی چیز لے کر آؤں، میں تلاش کرتے ہوئے ایک یہودی کے پاس پہنچ گیا، میں نے اس سے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آئے ہیں، انھوں نے مجھے کھانے کی کوئی چیز لانے کے لیے بھیجا ہے، تو یا تو اُدھار دے دے یا بیچ دے، رجب کا چاند دکھنے تک اسے لوٹا دیا جائے گا۔ اس نے قسم کھائی کہ میں کوئی چیز گروی رکھے بغیر نہیں دوں گا۔ میں نے آ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بتایا تو آپ نے فرمایا: میں آسمان و زمین میں امین ہوں، اگر وہ دیتا تو میں اس کا قرض ضرور ادا کرتا۔ میری یہ زرہ لے جاؤ اور اس کے پاس گروی رکھ کر اس سے لے آؤ۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی:

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ○

ترجمہ: اور اے سننے والے! اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لیے دی ہے جیتی دنیا کی تازگی کہ ہم انھیں اس کے سبب فتنے میں ڈالیں اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیر پا ہے۔ (رواہ البزار فی مسندہ)

یہاں تک فقر کی فضیلت تھی اب زُہد کی فضیلت ملاحظہ کریں۔

حضرت زُبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے حارث! تم نے صبح کس

طرح کی؟ انھوں نے عرض کی: میں نے حقیقی مسلمان ہوکر صبح کی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کی دلیل تمھارے پاس کیا ہے؟ آپ نے عرض کی: میں نے اس حال میں صبح کی کہ میرا دل دنیا سے بیزار ہے، میں نے شب بیداری کی ہے اور دن میں روزہ رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بندے کے دل میں ایمان کا نور ہے۔ (رواہ ابن ابی شیبۃ فی مسندہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اگر آپ حکم دیں تو آپ کے واسطے ہم ایک عبادت خانہ بنا دیں۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، پانی پر گھر بنا دو۔ لوگوں نے پوچھا: پانی پر گھر کس طرح تعمیر کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: دنیا کی دوستی اور عبادت دونوں کس طرح جمع ہوسکتی ہیں؟

فقیر اور زاہد کا صدقہ وخیرات کرنا اور اپنی ضرورت کو موقوف کر کے دوسروں کی ضرورتیں پوری کرنا بڑا اونچا مقام رکھتا ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کبھی ایک درہم ایک لاکھ درہم پر سبقت لے جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: ایسا کب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس شخص کے پاس صرف دو درہم ہوں اور وہ ایک درہم کسی کو خیرات دے دے تو یہ کسی تونگر کے ایک لاکھ درہم دینے سے افضل ہے۔

فقر و زُہد کی حقیقت

فقیر وہ ہے جو اپنی ضرورت کی چیز کا محتاج ہو۔ انسان کو سب سے پہلے تو اپنی ہستی اور اپنی ذات کی ضرورت ہے، اس کے بعد اپنے آپ کو باقی رکھنے کے لیے اسے غذا، مال اور بہت سی چیزوں کی ضرورت ہے۔ اگر ان تمام چیزوں میں سے اس کے پاس کچھ بھی موجود نہیں ہے تو وہ محتاج ہے۔

صوفیاے کرام کی نظر میں فقیر وہ ہے جو اپنے آپ کو محتاجی اور بے چارگی کی صفت سے دیکھے، وہ اس بات کو اپنے ذہن میں رکھے کہ وہ خود سراپا محتاج ہے، دنیا اور آخرت میں کسی چیز کی ہستی اور بقا اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ بہت سے جاہلوں کا یہ نظریہ ہے کہ کسی کو فقیر اس وقت کہیں گے جب وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت اور بندگی کرنا چھوڑ دے اس لیے کہ اطاعت کرنے والا ثواب کی امید رکھتا ہے لہٰذا اس کے پاس ایک چیز موجود ہوئی اس لیے اب اسے فقیر نہیں کہہ سکتے۔ یہ سراسر جہالت اور بے دینی کی بات ہے اور یہ بات ان کے دلوں میں شیطان پیدا کرتا ہے۔

یہاں پر مال کی فقیری اور محتاجی کا بیان کیا جائے گا اس لیے کہ انسانوں کو سب سے زیادہ مال کی حاجت ہوتی ہے۔ اگر کسی کے پاس مال نہیں ہے تو وہ دو وجہ سے ہوسکتا ہے، ایک یہ کہ وہ شخص جان بوجھ کر اس سے دست بردار ہو گیا ہے، دوسری یہ کہ اسے مال حاصل ہی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر مال کا حصول یا حاصل شدہ مال ترک کر دے تو اسے زاہد کہتے ہیں اور اگر خود اس کے پاس مال موجود نہیں ہے تو اسے فقیر کہتے ہیں۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زاہد کی یہ تعریف کی ہے:

لَيْسَ الزَّاهِدُ مَنْ اَلْقٰى هُمُوْمَ الدُّنْيَا وَ اسْتَرَاحَ مِنْهَا اِنَّمَا ذٰلِكَ رَاحَةٌ، اِنَّمَا الزَّاهِدُ مَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا وَ تَعِبَ فِيْهَا لِلْاٰخِرَةِ.

ترجمہ: زاہد وہ نہیں ہے جو دنیا کے غم کو پسِ پُشت ڈال کر اس سے کنارہ کشی اختیار کر لے، ایسا کرنے والا تو راحت حاصل کرنے والا ہے۔ زاہد وہ ہے جو دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے لیے محنت و مشقت کرے۔ (رواہ الخولانی فی تاریخ الاولیاء)

یہ تو زاہد کی لغوی تعریف ہے، صوفیا کے نزدیک آخرت کے لیے دنیا کو ترک کر دینا

زُہدِ کامل نہیں ہے بلکہ زاہدِ کامل وہ ہے جو دنیا کو ترک کرنے میں آخرت سے بھی کوئی غرض نہ رکھے جیسے کہ اسے دنیا سے بھی غرض نہیں ہے اس لیے کہ آخرت کا طلب کرنے والا جنت کا طالب ہوتا ہے اور جنت میں بھی آنکھ، شرمگاہ اور پیٹ کی مطلوبہ چیزیں زینت، حور اور انواع واقسام کے کھانے اور شرابوں کی شکل میں موجود ہیں۔ زاہدِ کامل تو وہ ہے کہ جس کا ترکِ دنیا سے مقصود محض ذاتِ خدا اور حق تعالیٰ کی معرفت ہو، اس کے سوا کچھ اور نہ ہو۔

فقیر کے حالات

فقیر تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) کچھ وہ ہوتے ہیں جو درویشی میں شکر گزار اور خوش رہتے ہیں اس لیے کہ وہ جانتے ہیں درویشی حق تعالیٰ کی خاص عنایت ہے جو وہ اپنے دوستوں پر کرتا ہے۔ (۲) کچھ وہ ہوتے ہیں جن میں درویشی میں خوش رہنے کا حوصلہ نہیں ہے لیکن اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھیں فقیر بنا دیا ہے تو اسے ناپسند نہیں جانتے ہیں۔ (۳) کچھ وہ ہوتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انھیں درویش بنا دیا ہے تو اسے ناپسند کرتے ہیں اور اللہ کی بڑی ناشکری کرتے ہیں۔ جب کہ یہ ناپسندیدگی کا اظہار اور ناشکری حرام ہے۔ اس کی وجہ سے ان کا اجر باطل ہو جاتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں تنگ دست بنایا ہے تو ضرور اس میں اس بندے ہی کی بھلائی کا کوئی راز پوشیدہ ہے۔

زُہد کی صورتیں

زہد کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی شخص یہ خیال کرے کہ دنیا فانی اور ناپائیدار ہے، ایک نہ ایک دن اسے چھوڑ کر آخرت کی طرف کوچ کرنا ہی ہے، اس وجہ سے دنیا اس کی

نظر میں حقیر ہو جائے اور وہ آخرت کی خاطر دنیا کو چھوڑ دے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دنیا حاصل کرنے کی قدرت اس کے اندر موجود ہے لیکن اس کے باوجود وہ اس سے بے رغبت ہے اور اسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا یا اس کے اندر یہ قوت اور قدرت نہیں ہے اور کوئی شخص اسے کچھ دے رہا ہے پھر بھی یہ اسے قبول نہیں کر رہا ہے تو یہ بھی زُہد کہلائے گا۔

واضح ہونا چاہیے کہ جن چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے انھیں چھوڑنا تو فرض ہے، زُہد ان چیزوں کے چھوڑنے کو کہتے ہیں جنھیں شریعت نے جائز اور مباح کہا ہے۔

فقیر و زاہد کے درجات

حضرت بِشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: درویش کے تین درجے ہیں۔ پہلے درجے والے مانگتے نہیں اور اگر ان کو دیا جاتا ہے تو قبول نہیں کرتے، یہ لوگ اعلیٰ عِلّیین میں روحانیوں کے ساتھ رہیں گے۔ دوسرے درجے والے وہ ہیں جو مانگتے نہیں لیکن ان کو اگر دیا جائے تو قبول کر لیتے ہیں، یہ لوگ مقربین کے ساتھ فردوس میں ہوں گے۔ تیسرے درجے والے وہ لوگ ہیں جو مانگتے ہیں لیکن بغیر ضرورت کے نہیں مانگتے۔ یہ لوگ اصحاب الیمین ہیں۔ ان تینوں حالتوں کے علاوہ فقرا کی دوسری حالتیں انھیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمتوں سے دور کرنے والی ہے۔

زاہد کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان بظاہر دنیا سے دست بردار ہو جائے لیکن اس کا دل اس سے لگا ہو پھر بھی وہ مجاہدہ اور صبر کرتا ہے۔ ایسے شخص کو مُتزہِّد کہتے ہیں، زاہدوں کی کیفیت ابتدائی مرحلے میں یہی ہوتی ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان کا دل دنیا کی طرف متوجہ تو نہیں لیکن وہ اپنے زُہد پر ناز کرتا ہے اور اس پر اِتراتا ہے۔ ایسا شخص زاہد تو

کہلائے گا لیکن اس کا یہ زُہد اس کے لیے کسی فائدے کا نہیں بلکہ نقصان دہ ہے کہ اس نے دنیا سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا اور اسے ترک کر کے اسے آخرت میں بھی کچھ فائدہ نہیں ملنے والا ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ انسان میں زُہد بھی کامل ہے اور اسے اپنے زُہد پر ناز بھی نہیں یعنی وہ اسے بڑا کام اور اپنا ذاتی کمال نہیں سمجھتا ہے۔ وہ زاہدِ کامل کہلاتا ہے۔

فقر وزُہد کے آداب

فقر وزُہد کے مختلف آداب ہیں:

☆ اللہ کی رضا پر راضی رہے اور زبان پر کبھی شکایت کا لفظ نہ لائے۔

☆ مال داروں کے ساتھ ملنا جلنا ناپسند جانے۔

☆ مال داروں کے سامنے عاجزی اور انکساری نہ کرے۔

☆ حق بات کہنے میں مال داروں کا کوئی پاس ولحاظ نہ رکھے۔

☆ اگر اسے کوئی کچھ دے تو جس چیز میں شبہ ہو اسے قبول نہ کرے۔

☆ اپنی حاجت سے زیادہ نہ قبول کرے۔

طلبِ دُنیا کے نقصانات

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دنیا اپنی ذات کے اعتبار سے بُری نہیں بلکہ اس سے تعلق اور محبت کرنا بُرا ہے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی بنیاد ہے، دنیا جی لگانے کے قابل نہیں کہ کبھی وہ انسان کو اعلیٰ ترین مقامات پر پہنچا دیتی ہے اور کبھی ادنیٰ ترین جگہوں پر پھینک دیتی ہے۔ ہاں! جو شخص دنیا کو دین کا آلہ بناتا ہے وہ بظاہر دنیا میں ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ملأِ اعلیٰ میں رہتا ہے۔

دُنیا سراسر دھوکہ ہے اور بندے کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے پہلے ہی آگاہی

دے دی گئی ہے کہ دنیا کے دھوکے میں نہ آنا۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا وَ لَا يَغُرَّنَّكُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ.

ترجمہ: بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو ہرگز تمھیں دھوکہ نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمھیں اللہ کے علم پر دھوکا نہ دے وہ بڑا فریبی۔ (سورۂ لقمان، آیت:۳۳)

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ وَّ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى.

ترجمہ: تم فرمادو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے اور ڈر والوں کے لیے آخرت اچھی۔

(سورۂ نساء، آیت:۷۷)

دنیا کی زندگی آخرت کی دائمی زندگی کے مقابلے میں بہت مختصر ہے اور اس زندگی میں کیے ہوئے اعمال کی سزا یا جزا وہاں ہمیں پانا ہے۔اسی لیے قرآن مقدس وہاں کی بھلائی کے لیے یہیں محنت کرنے کی تاکید فرما رہا ہے اور وہ بھلائی اُسی کو میسر آئے گی جو دنیا میں اللہ سے ڈرتا ہوگا۔

دنیا کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر فرمایا:

وَ مَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهۡوٌ وَ لَلدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ.

ترجمہ: اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود اور بے شک پچھلا گھر بھلا ان کے لیے جو ڈرتے ہیں۔ (سورۂ انعام، آیت:۳۲)

دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے ایک مقام پر فرمایا:

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا لَعِبٌ وَّ لَهۡوٌ وَّ زِيۡنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيۡنَكُمۡ وَ تَكَاثُرٌ فِى الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ.

ترجمہ: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمھارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا۔

پھر آگے اس کی ایک مثال پیش فرمائی:

كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا.

ترجمہ: اس مینہ (بارش) کی طرح جس کا اُگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر روندن (پامال کیا ہوا) ہوگیا۔ (سورۂ حدید، آیت: ۲۰)

حضرتِ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

جو لوگ دنیا میں مشغول ہو جاتے ہیں ان کے تعلق سے سلطان المشائخ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

موت کے وقت آدمی کے دل میں یہ تین حسرتیں رہتی ہیں۔ (۱) یہ کہ جو جمع کیا تھا اس سے آسودہ نہیں ہوا۔ (۲) دل کی جو آرزو تھی وہ حاصل نہیں ہوئی۔ (۳) آخرت کا کام جیسا کرنا چاہیے تھا ویسا نہیں کیا۔

اخلاص کا بیان

اِخلاص اسلامی عبادتوں اور اطاعتوں کی بنیاد ہے کیوں کہ اس کے بغیر ایمان وعمل کا وہ اجر نہیں ملتا جو حقیقی معنوں میں ملنا چاہیے۔ اِخلاص کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ.

ترجمہ: اوران لوگوں کوتو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے (خالص) اسی پر عقیدہ لاتے۔ (سورۂ بیّنہ، آیت:۵)

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ.

ترجمہ: اوراس کی عبادت کرو نرے (خاص) اس کے بندے ہوکر۔

(سورۂ اعراف، آیت:۲۹)

ایک مقام پر فرمایا:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ.

ترجمہ: ہاں! خالص اللہ ہی کی بندگی ہے۔ (سورۂ زُمر، آیت:۳)

اخلاص کی فضیلت

اخلاص کی فضیلت میں بہت سے احادیث مروی ہیں، ان میں سے چند یہاں ذکر کی جارہی ہیں:

رسول خدا محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ وَ لَا اِلٰى صُوَرِكُمْ وَ لٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نہ تمھارے جسموں کو دیکھتا ہے نہ تمھاری صورتوں کو بلکہ تمھارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

نیت اعمال کی روح ہے، اسی پر عذاب وثواب کا دارومدار ہوتا ہے اور خداوندِ قدوس ہر عمل میں نیت ہی کو دیکھتا ہے۔ چوں کہ طاعت کا تعلق جسم یا تن سے ہے اور نیت کا تعلق دل سے ہے اس لیے حدیث شریف میں دل کا ذکر کیا گیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس کسی نے غیر اللہ کے لیے خوشبو لگائی قیامت کے دن اس کی خوشبو مردار سے زیادہ بدبودار ہوگی اور جس نے خدا کے لیے لگائی قیامت کے دن مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔

اخلاص کا تعلق چوں کہ نیت سے ہے اس لیے یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اخلاصِ نیت کے تعلق سے اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے افادات میں سے ایک اہم افادہ نقل کیا جائے جس سے اخلاص کی فضیلت اجاگر ہوتی ہے۔

بے شک جو شخص نیت کی خوبیوں کو جانتا ہے وہ ایک ایک فعل سے اپنے لیے کئی کئی نیکیاں کرسکتا ہے۔ مثلاً جب نماز کے لیے مسجد کو جائے اور صرف یہی مقصود ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بے شک یہ چلنا محمود، ہر ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جائے گی اور ہر ہر قدم پر ایک ایک گناہ مِٹا دیا جائے گا مگر جسے نیت کے بارے میں جانکاری ہوگی وہ اس ایک کام میں کئی کئی نیتیں کر کے اس سے کئی کئی فائدے اٹھا سکتا ہے اور بے شمار نیکیاں اکٹھا کرسکتا ہے۔ مثلاً کوئی نمازی مسجد کی طرف مندرجہ ذیل ارادے کر کے چلا تو یقیناً اسے وہی ملے گا جو اس نے ارادہ کیا:

(۱) اصل مقصود یعنی نماز کو جاتا ہوں۔

(۲) خانۂ خدا کی زیارت کروں گا۔

(۳) شعارِ اسلام ظاہر کرتا ہوں۔

(۴) تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد پڑھنے جاتا ہوں۔

(۵) اللہ تعالیٰ کی طرف بُلانے والے (مؤذن) کی دعوت قبول کرتا ہوں۔

(۶) مسجد سے خس و خاشاک (کوڑا کرکٹ) دور کروں گا۔

(۷) مسجد میں اعتکاف کرنے کے لیے جاتا ہوں۔ (ایک لمحہ ہی کیوں نہ ہو)

(۸) امرِ الٰہی "خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ" (اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ) کے مطابق خوب سنوروں گا۔ یعنی صاف ستھرے لباس کا اہتمام کروں گا۔

(۹) وہاں جو علم والا ملے گا اس سے مسائل پوچھوں گا، دین کی باتیں سیکھوں گا۔

(۱۰) جاہلوں (لاعلموں) کو مسئلہ بتاؤں گا۔ یعنی علمی مسائل بتاؤں گا۔

(۱۱) جو علم میں میرے برابر ہوگا اس سے علم کی تکرار کروں گا۔

(۱۲) علما کی زیارت کروں گا۔

(۱۳) نیک مسلمان کا دیدار کروں گا۔

(۱۴) مسلمانوں سے میل (ملاقات) کروں گا۔

(۱۵) جو رشتے دار ملے اس سے کشادہ پیشانی سے مل کر صلہ رحمی کا برتاؤ کروں گا۔

(۱۶) اہلِ اسلام (مسلمان) کو سلام کروں گا۔

(۱۷) مسلمانوں سے مصافحہ کروں گا۔

(۱۸) ان کے سلام کا جواب دوں گا۔

(۱۹) نمازِ باجماعت میں مسلمانوں (اسلام) کی برکتیں حاصل کروں گا۔

(۲۰) مسجد میں داخلے کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا۔

(۲۱) مسجد سے نکلنے کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا۔

(۲۲) مسجد میں دخول (داخل ہونے) کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ازواجِ مطہرات (بیویوں) پر درود بھیجوں گا۔

(۲۳) مسجد سے خروج (نکلنے) کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ازواجِ مطہرات (بیویوں) پر درود بھیجوں گا۔

(۲۴) بیمار کی مزاج پُرسی کروں گا۔

(۲۵) جس مسلمان کو چھینک آئے اور اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے) کہا اسے یَرْحَمُکَ اللّٰہُ (اللہ تم پر رحم فرمائے) کہوں گا۔

(۲۶) اگر کوئی غمزَدہ ملے تو تعزیت کروں گا۔

(۲۷) نیکیوں کی دعوت دوں گا۔

(۲۸) برائیوں سے روکوں گا۔

(۲۹) نمازیوں کو وضو کے لیے پانی دوں گا۔

(۳۰) اگر موقع ملے تو مسجد میں اذان دوں گا۔

(۳۱) اگر موقع ملے تو اقامت بھی کہوں گا۔

(۳۲) کوئی راستہ بھولا ہوگا تو اسے راستہ بتاؤں گا۔

(۳۳) اندھے کی دستگیری کروں گا۔

(۳۴) جنازہ ملا تو نمازِ جنازہ پڑھوں گا۔

(۳۵) موقع پایا تو میت کو دفن کرنے کے لیے قبرستان جاؤں گا۔

(۳۶) دو مسلمانوں میں نزاع (جھگڑا) ہو جائے تو جہاں تک ہو سکے صُلح کراؤں گا۔

(۳۷) مسجد میں داخل ہوتے وقت کی دعا ''اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ'' پڑھوں گا۔

ترجمہ: یارسول اللہ! آپ پر درود وسلام ہو، اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

(۳۸) مسجد سے باہر نکلتے کی دعا ''اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَ رَحْمَتِکَ'' پڑھوں گا۔

ترجمہ: یارسول اللہ! آپ پر درود وسلام ہو، اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل اور رحمت مانگتا ہوں۔

(۳۹) مسجد میں جاتے وقت پہلے داہنا پاؤں داخل کروں گا اور مسجد سے باہر نکلتے وقت پہلے بایاں پیر باہر نکالنے کی سُنت پر عمل کروں گا۔

(۴۰) راہ میں پایا ہوا کاغذ (جس پر عربی وغیرہ میں کچھ لکھا ہوا سے) اٹھا کر ادب سے رکھ دوں گا۔

اب کوئی چالیس حسنات کے لیے جاتا ہے تو گویا چالیس نیکیوں والے اعمال کی طرف چلتا ہے، لہٰذا پہلے ہر قدم پر ایک نیکی تھی اب چالیس نیکیاں ہوں گی۔

(ملخصًا از اذانِ قبر)

اخلاص کی حقیقت

نیت کسی عمل کے مُحرِّک اور متقاضی کو کہتے ہیں، یہ باعث اور مُحرّک اگر ایک ہے تو اس نیت کو خالص کہتے ہیں اور جب دو یا دو سے زیادہ چیزیں اس عمل کا محرک یا باعث ہوں تو

چوں کہ شرکت ہوئی اس لیے وہ خالص نہیں رہی۔

اس کو اس طرح سے سمجھیں کہ ایک شخص نے خدا کے واسطے روزہ رکھا لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ کھانا ترک کرنے سے تندرستی حاصل ہو، ساتھ ہی اخراجات میں کمی واقع ہو یا کھانا پکانے کی محنت سے نجات حاصل ہو یا کہ حج کے لیے گیا تاکہ سفر اور راستے کی ہوا سے قوت وتندرستی حاصل ہو اور دوسرے ملکوں کی سیر وتفریح ہو جائے اور وہاں کا لطف اٹھائے یا وضو اس لیے کیا تاکہ تازگی اور فرحت حاصل ہو۔ ایسے تمام خیالات اخلاص کو باطل کرنے والے ہیں خواہ وہ تھوڑے ہوں یا زیادہ۔ عملِ خالص وہ ہے جس میں بظاہر اپنا کچھ فائدہ نہ ہو بلکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔

اخلاص کے تعلق سے بزرگان دین کے چند اقوال درج کیے جا رہے ہیں جن سے اخلاص کی حقیقت مزید اُجاگر ہو جائے گی۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اخلاص میرے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جسے میں نے اپنے اس بندے کے دل میں رکھ دیا ہے جو میرا دوست ہے۔ پس اے معاذ! اخلاص کے ساتھ عمل کرو تاکہ تھوڑا عمل بھی تمھارے لیے کافی ہو۔

☆ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے آپ کو کوڑے سے مارتے اور فرماتے: اے نفس! اخلاص کیا کرتا کہ تجھے خلاصی ہو۔

☆ حضرت شیخ ابوسلیمان درانی نے فرمایا: وہ شخص نیک بخت ہے جو تمام عمر میں ایک بار بھی اخلاص کے ساتھ چلا ہو اور اس کام میں اس نے رضائے الٰہی کے سوا اور کچھ نہ چاہا۔

☆ حضرت ابوایوب سجستانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نیت میں اخلاص پیدا کرنا اصلِ نیت

سے دشوار ہے۔

اخلاص کے حصول کا طریقہ

جو شخص اخلاص حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ دنیا سے دل نہ لگائے تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت اس کے دل پر غالب آجائے اور یہ شخص اس عاشق کی طرح ہوجائے جو ہر کام صرف اپنے معشوق کے لیے کرتا ہے۔ جس کی کیفیت یہ ہوجائے گی وہ کھانا کھانے اور دوسرے معمولی کاموں میں بھی اخلاصِ نیت رکھنے لگے گا اور جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہوتی ہے وہ نماز اور روزے میں بھی اخلاص نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ انسان کے اعمال اس کے دل کی صفت کو قبول کرتے ہیں اور جس طرف دل مائل ہوتا ہے اس کے اعمال بھی اسی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔

ریا کاری کی مذمت

ریا کا معنٰی دکھاوا ہے۔ احادیث کریمہ میں اس کے ساتھ سُمعَہ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے، اس کا معنٰی ہے کسی کو سنانے کے لیے کچھ کام کرنا۔ ریا یعنی کوئی کام دکھاوے کے لیے کرنا جیسے نماز اس نیت سے پڑھنا کہ لوگ متقی یا نمازی کہیں یا صدقہ دینا تاکہ لوگ دولت مند اور سخی سمجھیں یا کوئی کام کرنا مثلاً قراءت اور خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنا تاکہ لوگ قاری کہیں یا بیان ونعت سے سامعین کو متاثر کرنے کی کوشش کرنا تاکہ لوگ بڑا عالم ونعت خواں سمجھیں۔ مسلمان کا ہر کام صرف اللہ عزوجل کے لیے ہونا چاہیے لہٰذا جس مسلمان نے ریا اور سُمعہ کے لیے کوئی عمل کیا اس کا وہ عمل ضائع اور بے کار ہوگیا اور اس پر اسے کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا۔

شیرِ خُدا مشکل کُشا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وادیِ حُزن یعنی حُزن کی گھاٹی سے پناہ مانگو، عرض کیا گیا: حضور! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جہنم کی ایک وادی ہے جس سے ہر روز جہنم بھی ستر مرتبہ پناہ مانگتا ہے، یہ وادی اللہ تعالیٰ نے ریاکاروں کے لیے تیار کر رکھی ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس عمل میں ذرے برابر بھی ریا شامل ہوگی خدائے قدیر و جبار اسے قبول نہیں فرمائے گا۔

رِیاکار کی پہچان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ریاکار (دکھاوا کرنے والے) کی تین علامتیں ہیں، جن کے ذریعہ وہ پہچانا جاسکتا ہے۔

(۱) خلوت (تنہائی) میں تو کاہل رہتا ہے، عمل نہیں کرتا اور لوگوں کے سامنے چست اور چالاک ہو جاتا ہے۔

(۲) جب اس کی تعریف کی جاتی ہے تو بڑھ چڑھ کر عبادت کرتا ہے۔

(۳) جب اس کی ملامت اور سرزنش کی جائے تو اپنے عمل کو کم کر دیتا ہے۔

ریاکاری کے اسباب

ریاکاری کا عمومًا سبب یہ بنتا ہے کہ جو شخص بچپن سے لوگوں کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے دِکھاوا کرتے ہیں اور اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے بنا سنوار کر پیش کرتے ہیں۔ اس سے ریا کی خاصیت بچے کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور پھر وہ خاصیت بڑھتی چلی جاتی ہے پھر جب تک وہ اس بات کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے کہ ریا میں اس کا نقصان ہے خود اس کے اندر ریا کی عادت غالب آجاتی ہے اور اب اس کے اندر سے اس کا نکالنا نہایت ہی دشوار ہو جاتا ہے۔ جسے یہ بیماری لاحق ہو جائے اسے اپنے اندر سے اس بیماری کو

نکال پھینکنا فرضِ عین ہے۔

ریا کاری کا علاج

جس کے اندر ریا کاری پیدا ہو جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ اس سے اپنے آپ کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ اس سے بچنے کے دو راستے ہیں۔

پہلا یہ کہ اپنے باطن سے اس بیماری کو بالکل نکال پھینکے، اسے تنقیح کہتے ہیں۔ یہ دو طرح سے ممکن ہے ایک علم کے ذریعے اور دوسرا عمل کے ذریعے۔ علم کے ذریعے اس طرح کہ انسان اس کے نقصانات کو پہچانے۔ اس لیے کہ انسان کوئی بھی کام اس کی لذت اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے اور جب اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ریا کاری کی آمیزش سے اس کام کی لذت اور فائدہ بالکل ختم ہو جائے گا تو اسے اپنے آپ کو اس سے بچانا کچھ حد تک آسان ہو جائے گا۔

عمل کے ذریعے علاج اس طرح ممکن ہے کہ انسان اپنی نیکیوں اور عبادتوں کو اس طرح چھپائے جیسے کوئی شخص اپنی برائیوں اور عیوب چھپاتا ہے۔ اس طرح کرنے سے اس کے دل میں یہ تصور بیٹھ جائے گا کہ میرے لیے بس اتنا کافی ہے کہ میرا مولا مجھے دیکھ رہا ہے، کسی اور کو دکھانے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ شروع شروع میں ایسا کرنا اگرچہ دشوار ہے لیکن کوشش کرنے سے آسانی پیدا ہوتی ہے۔ پھر جب وہ مناجات اور اخلاص کی لذت محسوس کرنے لگے گا اس وقت اس کی کیفیت خود بخود بدل جائے گی۔

دوسرا یہ کہ جب دل میں ریا کاری کا تصور گزرے تو اسے اُبھرنے نہ دے بلکہ دل میں ہی دَبا دے۔ اسے تعدیل کہتے ہیں۔

مُحاسبہ اور مُراقبہ

اس بات سے ہر مسلمان آگاہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ انصاف کا ترازو رکھے گا، اس میں بندوں کے اعمال تولے جائیں گے اور جس نے جیسا عمل کیا ہے اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، نیکوں کو ان کی نیکی کا اور بدوں کو ان کی بدی کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِیْنَ○ (سورۂ انبیا، آیت:۴۷)

ترجمہ: اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو۔

محاسبہ اور مراقبہ کا معنٰی

مُحاسَبہ کا معنٰی ہے حساب کرنا اور مُراقَبہ کا معنٰی ہے کہ نگرانی اور نگہبانی کرنا۔ چوں کہ علمِ قلب میں اِن کا تعلق نفس سے ہوتا ہے اِن کا معنٰی ہوگا نفس سے حساب لینا یا نفس کا حساب کرنا اور اس کی نگرانی اور نگہبانی کرنا۔

محاسبے اور مراقبے کی فضیلت

اس کے تعلق سے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ. (سورۂ حشر، آیت:۱۸)

ترجمہ: اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا۔

یعنی ہر شخص کو چاہیے کہ اس بات پر نظر کرے کہ اس نے دنیا میں رہ کر آخرت کے لیے کیا اعمال کیے ہیں، کیا اس کے اعمال ایسے ہیں جن کی بنیاد پر وہ آخرت میں جہنم سے نجات، جنت کے حصول سے سرفراز اور سعادتِ ابدی سے ہمکنار ہوگا۔

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا. (تفسیر روح البیان)

ترجمہ: تم اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے۔

صاحبِ روح البیان حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

آج اپنے اعمال کا دفتر اپنے سامنے رکھ اور دیکھ کہ تو نے کیا نیکی اور بُرائی کی ہے اور تجھے جب فرصت ہو تو اپنے احوال کے بارے میں غور وفکر کر اس لیے کہ کل تلافی کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ (تفسیر روح البیان)

محاسبے اور مراقبے کی ضرورت

انسان کا سب سے بڑا دشمن وہ نفس ہے جو دو پہلوؤں کے درمیان ہے اس لیے کہ یہ اَمّارہ بِالسُّوء (بُرائیوں کا حکم دینے والا) اور نیکی کے کاموں سے دور بھاگنے والا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ. (سورۂ یوسف، آیت:۵۳)

ترجمہ: بے شک نفس تو بُرائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔

انسانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اسے زبردستی اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت واطاعت اور اس کی بندگی پر لگائے، بندگی کے ذریعے اس کا تزکیہ کرے اور جس شہوت کا وہ تقاضا کرتا ہے اسے ترک کردے۔ اگر نفس کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو وہ سرکش بن جاتا ہے اور انسان اس

کے سامنے مغلوب ہو جاتا ہے، پھر وہ اس کی ایک نہیں مانتا۔ اگر اس کے ساتھ معاتبہ اور ملامت کا معاملہ جاری رکھا جائے تو اس کے قابو میں رہنے کا امکان زیادہ رہتا ہے اور نفسِ لوّامہ کے درجے میں آ جاتا ہے، پھر مسلسل مراقبہ اور معاقبہ جاری رکھا جائے تو وہ مُطمئنہ بن جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ٥ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ٥ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ٥ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ٥ (سورۂ فجر، آیت: ۲۷-۳۰)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنّت میں آ۔

لیکن نفس کو اس مقام تک پہنچانے کے لیے اس کے ساتھ مسلسل محاسبت اور مراقبہ کا معاملہ جاری رکھنا اشد ضروری ہے۔

محاسبے اور مراقبے کی حقیقت

جاننا چاہیے کہ انسان دنیا میں تجارت کے لیے آیا ہے اور اس کا معاملہ نفس سے ہے، اس تجارت کا نفع ونقصان جنت اور دوزخ بلکہ ابدی سعادت وشقاوت ہے۔ اللہ کے نیک بندے نفس کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں جیسے بیعِ مضاربت کرنے والا اپنے شریکِ تجارت کے ساتھ کرتا ہے یعنی اس کے ساتھ پہلے شرط کرتے ہیں، پھر اس کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں، پھر حساب لیتے ہیں، پھر اگر حساب وکتاب دیکھتے ہیں اور اگر تجارت میں شریک نے چوری کی ہے تو اس کو سزا دیتے ہیں۔ یہ کل چھ مقامات ہیں (۱) مُشارَطت (۲) مُراقبت (۳) مُحاسَبت (۴) مُعاقَبت (۵) مُجاہَدت (۶) مُعاتبَت۔ یہ اس لیے کرتے ہیں تاکہ آئندہ تجارت میں نفس صحیح روش اختیار کرے اور ان کی تجارت نفع بخش ثابت ہو۔

ان میں سے ہر ایک کی تفصیل ہے۔

پہلا مقام: مُشارَطت

آخرت کے راستے میں عقل تاجر ہے اور نفس اس کا شریکِ تجارت ہے اس لیے کہ اسی کی مدد سے عقل مقصد تک پہنچتی ہے لیکن اگر اس شریک کو اپنی رائے پر چھوڑ دیا جائے تو یہ امانت دار نہیں ہے بس شرم کی وجہ سے یا دکھاوے کے لیے خود سے کچھ کام کر لیتا ہے لہٰذا عقل کو سب سے پہلے اس کے ساتھ مشارطہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے یعنی اس کے ساتھ کچھ شرطیں مقرر کر لے، اسے صحیح راستے پر چلنے کی تاکید کرے اور کچھ معاملات اس پر ضروری ٹھہرا لے تاکہ وہ اپنی مَن مانی نہ کرے۔

دوسرا مقام: مُراقَبت

دوسرا مقام مراقبہ ہے اس کا مطلب ہے نگرانی کرنا۔ چوں کہ نفس خیانت کرنے والا ہے لہٰذا اسے ایک لمحے کے لیے بھی نگرانی کے بغیر نہیں چھوڑا جا سکتا ہے کیوں کہ اگر اسے ایک لمحے کا موقع بھی ملے گا تو خیانت کر کے پورا سرمایہ برباد کر دے گا پھر اس تجارت سے نفع نہیں بلکہ نقصان ہی نقصان ہوگا۔ اس لیے ہر حال میں ہمہ وقت نفس پر مراقبہ اور نگرانی بہت ضروری ہے۔ اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔

تیسرا مقام: مُحاسَبت

تیسرا مقام عمل کے بعد نفس کا مُحاسبہ کرنا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات میں اپنے پیروں پر دُرّے لگاتے اور کہتے: اے نفس! آج تو نے کیا کیا؟

ہر شخص کو چاہیے کہ روزانہ رات میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ دن بھر اس نے کیا کام کیا، اپنی تجارت کو آگے بڑھانے اور نفع کے راستے پر چلانے کے لیے کتنی کوشش اور محنت

کی تاکہ اگر اس نے کوتاہی کی ہے یا کرنے کا ارادہ کیا ہے تو وہیں سنبھل جائے۔

چوتھا مقام: مُعاقَبت

چوتھا مقام معاقبہ ہے یعنی اگر نفس نے کوتاہی اور خیانت کی ہے تو اسے سزا دینا۔ یہ مقام محاسبے کے بعد حاصل ہوگا کہ اگر ظاہر ہو جائے کہ اس نے خیانت کی ہے تو اسے سزا کے بغیر چھوڑا نہ جائے اس لیے کہ اگر اسے سزا نہیں دی جائے گی تو وہ دوبارہ گناہوں کا ارتکاب اور اطاعت کو ترک کرے گا اور تجارت میں خیانت واقع ہوگی۔ معاقبے کی صورت یہ ہے کہ اگر پتہ چلے کہ اس نے ایک بھی لُقمہ شبہ والا کھا لیا ہے تو اسے بھوک کی سزا دی جائے، اگر غیر محرم کو دیکھا ہے تو اسے نگاہ کو روکنے اور جاگ کر عبادت کرنے کی سزا دی جائے، اسی طرح ہر عضو کو مناسب سزا دینی چاہیے۔

پانچواں مقام: مُجاہَدت

پانچواں مقام مجاہدہ ہے یعنی سخت محنت۔ اس کی صورت یہ ہے کہ نفس کی خیانت ظاہر ہو تو اسے سزا دے لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ سزا برداشت نہ کر سکے یا اطاعت نہ کرے تو محنت و مشقت اور مجاہدے کرے، مثلاً اگر جماعت چھوڑ دے یا نوافل نہ پڑھے تو ساری رات سونے نہ دے، اگر دل اس سے بھی بھاگے تو ایسی آیتیں اور حدیثیں پڑھنی چاہیے جو مجاہدے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

چھٹا مقام: مُعاتَبت

چھٹا مقام مُعاتَبہ ہے یعنی اپنے نفس کو برے فعل سے باز رکھنا۔ یہ کبھی سختی سے ہوگا، کبھی نرمی سے، کبھی کسی عمل کے ذریعے ہوگا تو کبھی کسی قول کے ذریعے۔ معاتبہ کا یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہونا چاہیے ورنہ اس سے حاصل ہونے والے فوائد منقطع ہو جائیں گے۔

تفکّر

تفکر کا معنٰی ہے غور وخوض کرنا، اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ اسلام نے اس کی تاکید بھی کی ہے اور اس کے فضائل بھی مروی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالٰی نے انسانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائی ہے اور انھیں نطقِ باطنی یعنی غور وفکر کرنے کی صلاحیت بخشی ہے۔ جو شخص اپنی عقل اور اپنی اس صلاحیت کو جس قدر استعمال میں لاتا ہے وہ اسی قدر بلند مقامات پر فائز ہوتا چلا جاتا ہے۔ قرآن مقدس نے جگہ جگہ انسانوں کو اللہ تبارک وتعالٰی کی صفات، کائنات کی تخلیق، چاند وسورج اور ستاروں میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی۔ کائنات کی مختلف اشیا کے بارے میں غور وخوض کرنے پر اُبھارا اور انسانوں کو خود اپنی ذات کے اندر غور کرنے کی بھی تلقین کی۔ اس کے فوائد کیا ہیں؟ قرآن نے اس قدر اس عمل پر کیوں اُبھارا ہے؟ یہ باتیں جاننی ضروری ہیں۔

تفکر کی فضیلت

تفکر کی فضیلت اسی سے واضح ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے قرآن مقدس میں جگہ جگہ مختلف انداز میں انسانوں کو اس کی دعوت دی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ایک گھڑی تفکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے، اس سے بھی اس کی فضیلت اُجاگر ہوتی ہے۔ پہلے آیتیں ذکر کی جارہی ہیں:

☆ اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۝ (سورۂ آل عمران، آیت: ۱۹۰)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں

نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔

☆ یہ عقل مند لوگ کون ہیں؟ ان کے بارے میں فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (ایضًا:۱۹۱)

ترجمہ: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

☆ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۝ (سورۂ یونس، آیت:۲۴)

ترجمہ: ہم یوں ہی آیتیں مفصّل بیان کرتے ہیں غور کرنے والوں کے لیے۔

☆ وَ هُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْهٰرًا وَ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۝ (سورۂ رعد، آیت:۳)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں لنگر (مضبوط پہاڑ) اور نہریں بنائیں اور زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے، رات سے دن کو چھپا لیتا ہے، بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو۔

☆ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّکُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ۝ یُنْبِتُ لَکُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ النَّخِیْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۝

ترجمہ: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا، اس سے تمھارا پینا ہے اور اس سے درخت ہیں جن سے چَراتے ہو، اس پانی سے تمھارے لیے کھیتی اُگاتا ہے اور زیتون

اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل، بے شک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو۔

☆ وَ اَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ o ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ o

ترجمہ: اور تمھارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل کہ تیرے لیے نرم و آسان ہیں۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے۔ بے شک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو۔

☆ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ o

ترجمہ: یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمھاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقل مند نصیحت مانیں۔

ان کے علاوہ درجنوں آیتیں ہیں جن میں انسانوں کی عقل اور فکر کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ تم غور کیوں نہیں کرتے؟ تم سوچتے کیوں نہیں؟ تم نشانیاں کیوں نہیں تلاش کرتے؟

اس سے پتہ چلا کہ تفکر کا مقام بہت بلند ہے جس کے لیے قرآن و حدیث میں اس قدر تاکیدیں آئی ہیں۔ چند احادیث مبارکہ ملاحظہ کرلیں:

☆ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک گھڑی کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (تفسیر رازی)

☆ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عقل مند کے لیے یہ ضروری ہے

کہ اس کا وقت چند کاموں میں بٹا ہوا ہو، کچھ گھڑی اس لیے خاص ہو کہ اس میں وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہو، کچھ گھڑی اس لیے خاص ہو کہ اس میں وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہو، کچھ گھڑی اس لیے خاص ہو کہ اس میں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تخلیق میں غور وفکر کرے اور کچھ گھڑی اس لیے خاص ہو کہ اس میں وہ اپنی ضروریات یعنی کھانے پینے وغیرہ کے لیے فارغ ہو۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ)

تفکر کی حقیقت

تفکر کا مطلب ہے کسی چیز سے صحیح طور پر آگاہ ہونے کے لیے اس سے متعلق دوسری چیزوں میں غور وخوض کرنا۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کی صحیح آگہی اور علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے دوسری دو معرفتیں حاصل کرنی ضروری ہوں گی۔ مثلاً اگر کوئی شخص آخرت کے بارے میں یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ دنیا سے بہتر ہے یا نہیں تو اسے دو باتوں کا جاننا ضروری ہوگا، ایک یہ کہ جو چیز باقی ہو وہ فانی سے بہتر ہے اور دوسری یہ کہ دنیا فانی اور آخرت باقی ہے، جب ان دونوں باتوں کو یکجا کرے گا تو اس سے اسے یہ نتیجہ ملے گا کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے اس لیے کہ آخرت باقی ہے اور دنیا فانی اور جو باقی ہو وہ فانی سے بہتر ہے۔

تفکر کی ضرورت

انسان کی پیدائش تاریکی اور جہالت میں ہوئی ہے اس لیے اسے ایسے نور کی ضرورت ہے جو اسے تاریکی سے نکالے اور اس نور کے ذریعے اسے اس بات کی آگاہی ہو کہ وہ کیا کام کرے اور کس راہ پر چلے؟ دنیا کی راہ پر یا آخرت کی راہ ہے؟ وہ اپنی ذات میں مشغول ہو یا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف؟

یہ باتیں معرفت کے نور کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتی ہیں اور معرفت کا نور تفکر اور غور و

خوض کے بغیر نہیں حاصل ہوسکتا ہے۔حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان سے اسی جانب اشارہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْھِمْ مِّنْ نُّوْرِہٖ.

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا فرمایا، پھر ان کے اوپر اپنے نور کا پرتو ڈالا۔

تفکر کے اقسام

تفکر کے متعدد اقسام ہیں اور ہر قسم کے الگ الگ فوائد ہیں۔پہلی قسم یہ ہے کہ بندہ اپنے بارے میں تفکر کرے تاکہ معلوم کر سکے کہ اس کے اندر بڑی صفتیں اور مذموم عادتیں کون کون سی ہیں تاکہ اپنے آپ کو ان سے پاک کر لے۔

تفکر کی دوسری قسم یہ ہے کہ بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات یا اس کی پیدا کردہ چیزوں میں غور وخوض کرے۔اس تفکر کا مقام بہت بلند ہے اس لیے کہ اس کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات سے ہے۔عوام کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات میں تفکر کرنے سے منع کیا گیا ہے اس لیے کہ اس کی عظمت اس قدر روشن ہے کہ انسان کی آنکھیں اس کی تاب نہیں لاسکیں گی۔ہاں اس کی صفات اور اس کی پیدا کردہ چیزوں میں ہر کوئی غور وخوض کر سکتا ہے،عوام بھی اور خواص بھی۔

تفکر کی تیسری قسم یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں کے عجائب میں غور وخوض کیا جائے اور ان کی پیدائش کی حکمتیں معلوم کرنے کی کوشش کی جائے۔

آسمان اور اس میں موجود سورج، چاند، ستارے، سیارے، کہکشاں، زمین اور اس میں موجود چیزیں، وہ قیمتی خزانے جو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے نیچے معادن اور کان کی

صورت میں رکھا ہے یعنی سونا، چاندی، پیتل، لوہا، تانبا، فیروزہ، یاقوت، سنگ مرمر، زمین پر بسنے والے حیوانات، سمندر، سمندر میں موجود حیوانات، ہوا وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن میں غور وخوض کرنا انسانوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت شان کو اُجاگر کرتا ہے۔

تفکر کا طریقہ

تفکر کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ فلاں صفت یا فلاں کام اچھا ہے یا بُرا۔ دوسرا یہ کہ اس میں جو بُری صفتیں یا بُری عادتیں موجود ہیں انھیں چھوڑنے کی تدبیر کے بارے میں غور وفکر کرے۔

روزانہ صبح اُٹھنے کے بعد تھوڑی دیر تک اس بارے میں غور کرنا چاہیے کہ آج کے دن مجھے کس کس طرح کی گفتگو کرنی ہے اور میری زبان آج کس کس بُری بات میں مبتلا ہو سکتی ہے، ممکن ہے کہ کوئی ایسا مقام آئے جہاں اس کی زبان سے جھوٹ یا غیبت نکلنے کا اندیشہ ہو تو اس سے بچنے کی تدبیر کیا ہو سکتی ہے اس کے بارے میں غور وخوض کرے۔ اسی طرح اگر یہ اندیشہ ہوا کہ حرام لقمہ کھانے میں مبتلا ہونا پڑے گا تو اس سے بچنے کی تدبیر کے بارے میں سوچے، اسی طرح دیگر باتوں کی فکر کرے۔

تفکر کی صورت یہ بھی ہے کہ اپنے تمام اعضا کا حال دریافت کرے کہ ان کی پیدائش کا مقصد کیا ہے۔ مثلاً زبان اس لیے پیدا کی گئی ہے کہ اس کے ذریعے ذکرِ الٰہی کیا جائے، ہاتھ اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے صدقہ وخیرات کیا جائے پھر انھیں ان کے صحیح مقاصد میں استعمال کرے۔

توکُّل

توکُّل سے مراد ہے اللہ تبارک و تعالیٰ پر بھروسہ کرنا۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقرب بندوں کی خاص صفت ہے اور اس کا مقام بہت بلند ہے لیکن اسے پہچاننا اور اس پر عمل کرنا بہت دشوار ہے۔ اس لیے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ دنیا کے کاموں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی اور کا دخل ہے تو اس کو پُختہ اور کامل موَحِّد (اللہ کی توحید اور اس کے ایک ہونے کا اقرار کرنے والا) نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اگر اس نے سارے اسباب کو ختم کر دیا اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھ گیا تو اس نے شریعت کی خلاف ورزی کی۔ اگر ظاہری اسباب کا پیدا کرنے والا اسے نظر نہ آئے تو اس نے عقل کے خلاف کام کیا اور اگر اس نے ظاہری اسباب کے پیدا کرنے والے پر نظر ڈالی تو ممکن ہے کہ ظاہری اسباب میں سے کسی سبب پر وہ توکل کر بیٹھے، اس صورت میں بھی اسے کامل موَحد نہیں کہہ سکتے۔ پتہ چلا کہ توکل کا راستہ پُر پیچ وادی ہے جس سے گزرنا نہایت ہی مشکل کام ہے لیکن جو اپنی کوشش سے یہ وادی پار کر لے پھر اس کا مقام اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ کے مقرب بندوں میں کافی بلند ہو جاتا ہے۔

توکّل کی فضیلت

توکل کی فضیلت میں بہت سی آیتیں اور احادیث مروی ہیں جن میں مختلف انداز میں توکل کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ چند ملاحظہ فرمائیں:

☆ ایک آیت میں توکل کو ایمان کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۂ مائدہ، آیت: ۲۳)

ترجمہ: اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمھیں ایمان ہے۔

☆ ایک مقام پر توکل کرنے والوں کو تسلی دی کہ جہاں سارے اسباب سے کنارہ کشی کر کے توکل کرنے والا ذاتِ باری تعالیٰ پر بھروسہ کرلیتا ہے تو مولا اسے مایوس نہیں کرتا بلکہ اس کی کفایت فرماتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ. (سورۂ طلاق، آیت:۳)

ترجمہ: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اسے کافی ہے۔

☆ ایک مقام پر فرمایا کہ توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ ارشاد ہوا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ. (سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۵۹)

ترجمہ: بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

☆ ایک مقام پر فرمایا کہ توکل مومنین کی صفات میں سے ہے، ارشاد ہوا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ٥ (سورۂ انفال، آیت:۲)

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔

☆ ایک مقام پر فرمایا کہ جو لوگ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں ان پر شیطان کا کوئی قابو نہیں چل سکتا ہے۔ ارشاد ہوا:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ٥ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ٥ (سورۂ نحل، آیت:۹۸-۹۹)

ترجمہ: تو جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے۔ بے شک اس کا کوئی قابو اُن پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

☆ توکل والوں کو قیامت میں جو انعام ملنے والا ہے اس کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (سورۂ عنکبوت، آیت:۵۹)

ترجمہ: اور بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ضرور ہم انھیں جنّت کے بالا خانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ہمیشہ ان میں رہیں گے، کیا ہی اچھا اجر کام والوں کا، وہ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

یہ وہ ان کے علاوہ کل تیس سے زیادہ آیتیں ہیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے توکل کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس سے توکل کی عظمت اُجاگر ہوتی ہے۔

احادیث مبارکہ میں بھی توکل کی متعدد فضیلتیں مروی ہیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سامنے اس بات کا تذکرہ فرمایا کہ مجھ پر ساری امتیں پیش کی گئیں، جب میری اُمت پیش کی گئی تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ کی اُمت میں سے ستر ہزار لوگ ایسے ہیں جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو سر، داغ اور فال پر عمل نہیں رکھتے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی پر بھی بھروسہ نہیں کرتے۔ (رواہ البخاری)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ تبارک وتعالیٰ پر اس طرح توکل کرو گے جیسا توکل کا حق ہے تو وہ تمھیں ایسی روزی دے گا جیسی پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں شام کو

پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ان دونوں احادیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ ہیں جن میں توکل کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔

توکُّل کی حقیقت

تَوَکُّل دل کی حالتوں میں سے ایک حالت ہے۔اس حال کا مطلب یہ ہے کہ بندہ خدائے کارساز پر بھروسہ کرے، اس سے مطمئن رہے، اس کے دل میں تذبذب پیدا نہ ہو، اپنی روزی کے بارے میں فکرمند نہ ہو، ظاہری اسباب میں خلل پڑنے سے مایوس نہ ہو بلکہ حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھے کہ وہی اس کو روزی پہنچائے گا۔

ایک ضروری وضاحت

بہت سے لوگ توکل کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ توکل کی شرط یہ ہے کہ انسان اپنے تمام کام خدائے تعالیٰ کے سپرد فرمادے اور کسی بات میں اپنا اختیار نہ رکھے، اس صورت میں اسے نہ کسی چیز کے حاصل کرنے کے لیے کوشش کی ضرورت ہے، نہ کل کے لیے کچھ جمع کرنے کی، نہ سانپ، بچھو اور شیر وغیرہ سے بچنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی بیماری وغیرہ میں دوا کے استعمال کی۔ یہ بات ذہن نشیں کر لینی چاہیے کہ یہ تمام باتیں بے جا اور شریعت کے خلاف ہیں اور توکل کی بنیاد مکمل طور پر شریعت پر رکھی گئی ہے۔

دنیوی اسباب جو ضروری اور قطعی ہیں ان کا ترک کرنا توکل نہیں بلکہ دیوانہ پن ہے۔مثلاً کوئی شخص نوالہ اُٹھا کر منہ میں نہ ڈالے اور یہ سوچے کہ یہ نوالہ اس کے منہ میں پہنچ جائے یا اس کا پیٹ بھر جائے تو یہ اس کا پاگل پَن کہلائے گا، توکل نہیں۔اسی طرح اگر کوئی شخص نکاح نہیں کرتا یا نکاح تو کرتا ہے لیکن مباشرت نہیں کرتا اور سوچتا ہے کہ اسے اولاد ہو تو

یہ عقل میں آنے والی بات نہیں ہے۔ ایسے توکل نہیں کہا جائے گا بلکہ یہ بھی پاگل پن ہے۔

توکّل کے اقسام

دنیوی اسباب جن کا استعمال کسی کام کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے ان کے اختلاف سے توکل تین طرح کا ہے۔

کچھ اسباب ضروری اور قطعی ہوتے ہیں، مثلاً کھانا کھانے کے لیے ہاتھ، منہ، دانت وغیرہ۔ ان اسباب کو ترک کرنا توکل کے خلاف ہے، ان میں توکل یہ ہے کہ اس طرح کے اسباب کے استعمال میں نظر خدا کے فضل پر ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ اسباب پیدا فرمائے ہیں اس لیے میں ان سے فائدہ اٹھا رہا ہوں۔

کچھ اسباب بالکل قطعی نہیں ہوتے لیکن اکثر ان کے بغیر انسان کا کام نہیں چل پاتا، البتہ کبھی کبھار ان اسباب کے بغیر بھی کام پورا ہو جاتا ہے، مثلاً سفر کے لیے توشہ اور کھانے پینے کا سامان لے کر جانا۔ ایسے اسباب کو ترک کرنا بھی توکل نہیں ہے۔ ہاں متوکل کو چاہیے کہ توشے پر اعتماد نہ کرے اس لیے کہ ممکن ہے کہ وہ سڑ جائے یا کوئی اسے چرا لے جائے بلکہ اسے چاہیے کہ اپنے پاس توشہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرے۔

کچھ اسباب ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بغیر بھی کام ہو جاتا ہے، متوکل انھیں ترک کرے تو یہ توکل کے خلاف نہیں ہے۔

توکّل کے درجات

حضرت علامہ ابن ابوالدنیا اپنی کتاب ”التوکل علی اللّٰہ“ میں تحریر فرماتے ہیں: توکل کے تین درجات ہیں۔ (۱) ترکِ شکایت (۲) رضا (۳) محبت۔

ترکِ شکایت صبر کا درجہ ہے اور یہ زاہدوں کی صفت ہے۔ رضا سے مراد یہ ہے کہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو عطا فرمایا ہے اس سے دل مطمئن ہو، یہ درجہ پہلے درجے سے اَولیٰ ہے اور یہ صدّیقین کی صفت ہے۔ محبت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے ساتھ جو معاملہ فرمایا ہے اس پر وہ خوش ہو۔ یہ رسولوں کی صفت ہے۔

توکّل کے حصول کا طریقہ

توکل کے حصول کے لیے دو چیزوں کا حاصل کرنا ضروری ہے کہ ان کے بغیر کسی صورت سے توکل نہیں حاصل ہوسکتا ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ توکل کے لیے یہ دو باتیں شرط کی منزل میں ہیں۔

(۱) توحید

اس لیے کہ توکل دل کی اس کیفیت کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں ایمان میسر آتا ہے۔ ویسے تو توحید کا باب بہت تفصیلی ہے لیکن خصوصًا اس میں سے دو باتوں کا ماننا توکل کے لیے ضروری ہے۔ ایک اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور دوسری اس کے لطف و کرم اور اس کی رحمت کے کامل ہونے کا یقین رکھنا۔

(۲) ایمان

ایمان کا باب بھی انتہائی تفصیلی ہے، یہاں بس اتنا جاننا چاہیے کہ توکل کے لیے ایمان شرط کی منزل میں ہے اور اس پر توکل کا دار و مدار ہے۔ جسے اجمالاً اور تفصیلاً ایمان حاصل نہیں گویا وہ توکل کے دوسرے زینے تک نہیں پہنچ پایا، پھر مدارج کیا طے کرے گا؟

محبتِ الٰہی

اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت تمام انسانی صفات میں سب سے بلند صفت ہے بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ سالکین جن مراتب ومنازل کو طے کرتے ہیں ان سے ان کا اصلِ مقصود محبتِ الٰہی کا حصول ہوتا ہے اور جن مُہلِکات سے پرہیز کا حکم ہے اس میں بھی مقصد یہی ہے کہ ان سے بچ کر بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت پالے۔

محبتِ الٰہی کی فضیلت

محبتِ الٰہی کے فضائل میں آیات واحادیث کثیر ہیں۔ایک آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی محبت کو ایمان کی نشانی قرار دیا ہے ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ. (سورۂ بقرہ، آیت:۱۶۵)

ترجمہ: ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔

ایک آیت میں تو فرما دیا کہ اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں سب سے زیادہ ہونی چاہیے، کسی کے دل میں اگر اِن کی محبت پر کسی کی محبت غالب آجائے تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے غضب کا اظہار فرمایا ہے۔ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﰳاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ.

(سورۂ توبہ، آیت:۲۴)

ترجمہ: تم فرماؤ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری

عورتیں اور تمھارا کنبہ اور تمھاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمھیں ڈر ہے اور تمھارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔

احادیث مبارکہ میں بھی محبتِ الٰہی کے تعلق سے بہت تاکید اور فضیلتیں مروی ہیں۔ چند حدیثیں ذکر کی جارہی ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ سے محبت کرو اس لیے کہ وہ تمھیں اپنی نعمتیں کھلاتا ہے اور اللہ کے لیے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہلِ بیت سے محبت کرو۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا فرمائی: اے اللہ تو مجھے اپنی محبت عطا فرمادے اور ان لوگوں کی محبت عطا فرمادے جو تجھ سے محبت کرتے ہیں اور اس چیز کی محبت عطا فرمادے جو تیری محبت کا سبب ہو اور اپنی محبت کو میرے لیے ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب کردے۔ (کیمیاے سعادت)

محبتِ الٰہی کی حقیقت

درحقیقت دوستی اور محبت کے لائق اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے۔ جسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی تھوڑی سی بھی معرفت حاصل ہو جائے اس کے دل میں محبتِ الٰہی گھر کر جاتی ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت بھی دراصل اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی محبت ہے اس لیے کہ جب کوئی شخص کسی سے دل سے محبت کرتا ہے تو وہ اس کے محبوب کو بھی دل سے چاہتا ہے لہٰذا محبتِ الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ دعوۂ محبتِ الٰہی رکھنے والا محبت رسول میں اپنے آپ کو مستغرق کر

کے اس بات کا ثبوت پیش کرے۔ خود قرآن مقدس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (سورۂ آل عمران، آیت:۳۱)

ترجمہ: اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ، اللہ تمھیں دوست رکھے گا۔

دوستی اور محبت کے کئی اسباب ہوتے ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اپنے کمال کی وجہ سے دوست رکھتا ہے اور اپنی ذات سے محبت کرتا ہے۔ اس سبب کی بنیاد پر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ ہی محبت کے لائق ہے اس لیے کہ انسان میں کمال اور خوبی کا پیدا کرنے والا بلکہ خود انسان کو بھی پیدا کرنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ انسان ایسے شخص سے محبت کرتا ہے جو اس کے ساتھ بھلائی کرے۔ تو جان لینا چاہیے کہ ساری کائنات پر احسان اللہ تبارک وتعالیٰ سے بڑھ کر اور کس کا ہے؟ اس لیے ساری کائنات کی ہر چیز سے زیادہ محبت اس کی کی ذات سے ہونی چاہیے۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ جس شخص کی احسان کرنے کی عادت ہو لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اگر چہ اس نے اس محبت کرنے والے پر اب تک کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ تو جان لینا چاہیے کہ اس مُحسن کو محسن بنانے والا اور احسان کرنے کے لیے اسے نعمتیں عطا فرمانے والا اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ پھر کیوں نہ اس کی محبت سب پر غالب ہو۔

چوتھا سبب یہ ہے کہ کسی شخص سے اس کے باطنی حسن کی وجہ سے محبت کی جائے۔ باطنی خوبیوں میں عموماً علم، قدرت وغیرہ کا شمار ہے۔ اللہ عزوجل علیم بالذات اور قادرِ مطلق ہے اس لیے وہ محبت کے سب سے زیادہ لائق ہے۔

حاصل یہ کہ محبت کے جس قدر اسباب ہیں وہ سارے اسباب اس بات کے داعی

ہیں کہ دل میں محبتِ خدا ہر مخلوق سے زیادہ ہونی چاہیے۔

محبتِ الٰہی کی شرطیں

یہ بات ذہن نشیں کر لینی چاہیے کہ محبتِ الٰہی کا حصول بہت ہی پُر پیچ ہے، جو شخص اس پُر پیچ وادی میں قدم رکھنا چاہتا ہے اسے سب سے پہلے اپنے اندر چند باتیں پیدا کرنی ہوں گی، یہ باتیں محبتِ الٰہی کے حصول کے لیے شرط کی منزل رکھتی ہیں۔

(۱) دُنیا سے روگردانی کر کے اللہ تبارو تعالیٰ کی دوستی سے دل کو منور کرے اس لیے کہ اگر وہ کسی اور چیز سے دوستی رکھے گا تو وہ اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی دوستی سے باز رکھے گی اور پھر وہ اپنا مقصود حاصل نہیں کر سکے گا۔

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت حاصل کرے اس لیے کہ جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت رکھے گا اسی کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوگی اس لیے کہ معرفت کے بغیر محبت کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔

محبتِ الٰہی کے درجات

محبتِ الٰہی ہر مومن کے دل میں ہے لیکن ہر کسی کے دل میں موجود محبت ایک دوسرے سے متفاوِت اور جداگانہ ہے۔اس کے تین درجات ہیں۔

(۱) عوام کی محبت، اس لیے کہ عوام میں عام طور پر دُنیا کی محبت اور اس سے دوستی کا اشتیاق زیادہ ہوتا ہے یا وہ دنیا میں مشغول ہوتے ہیں اور یہ دوستی اور مشغولیت اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت سے مانع ہے۔

(۲) خواص کی محبت، اس سے مراد ان حضرات کی محبت ہے جنھیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت کا کچھ حصہ حاصل ہو گیا ہو۔

(۳) اخص الخواص کی محبت، اس سے مراد ان حضرات کی محبت ہے جو اپنے آپ کو دنیا سے بے رغبت کر کے ذکرِ الٰہی میں مشغول رکھتے ہیں، اس کی صفات میں غور و خوض کرتے ہیں اور اس کی معرفت حاصل کرنے کی ہمہ تن کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے کہ معرفتِ الٰہی جس قدر حاصل ہوتی چلی جاتی ہے محبتِ الٰہی اس قدر بڑھتی چلی جاتی ہے۔

محبتِ الٰہی کے اسباب

دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت دو اسباب کی بنیاد پر پیدا بھی ہوتی ہے اور جس کے دل میں محبتِ الٰہی ہے ان اسباب کی بنیاد پر اس کے دل میں محبتِ الٰہی زیادہ بھی ہوتی ہے۔ وہ اسباب یہ ہیں:

(۱) دل کا اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کی محبت سے خالی ہونا۔ اس لیے کہ برتن جس قدر خالی ہوتا ہے اس میں کوئی چیز اسی قدر سما سکتی ہے۔

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت۔

جب یہ دو اسباب جمع ہو جائیں تو دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے پھر یہ اسباب جس قدر بڑھتے جائیں گے محبت اسی قدر دو بالا ہوتی چلی جائے گی۔

محبتِ الٰہی کے حصول کا طریقہ

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جس نے قرآن سے محبت کی اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت کی۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبتِ الٰہی کے حصول کا طریقہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جو چیز پسند فرماتا ہے تم اس سے محبت کرو، وہ جو چیز ناپسند فرماتا ہے تم اسے ناپسند کرو، اللہ کے لیے بھلائی کا کام کرو، اللہ سے جو چیزیں غافل کریں وہ

چیزیں چھوڑ دو، اللہ کی محبت میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرو، مومنین کے ساتھ لطف ومہربانی کا معاملہ کرو، کافروں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرو اور دین میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرو۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

محبتِ الٰہی کی علامات ونشانیاں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی محبت کی علامت اللہ کے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بغض کی علامت اللہ کے ذکر سے بغض ہے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبتِ الٰہی کی نشانی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے لیے رکوع اور سجدے میں مشغول رہتا ہے، اگر اس سے عاجز ہوا تو اپنی زبان سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرنے میں مشغول رہتا ہے اور اگر اس سے عاجز ہوا تو دل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرنے اور اس کی صفات میں غور کرنے میں مشغول ہوتا ہے۔ اللہ جس سے محبت کرتا ہے اسے بادل کی طرح سخاوت، آسمان کی طرح شفقت اور زمین کی طرح تواضع عطا فرماتا ہے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: محبتِ الٰہی کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کے سلسلے میں جس چیز کو پسند فرمایا ہے تو اسے پسند کر اور اس نے اپنے بندوں کے سلسلے میں جس چیز کو ناپسند فرمایا ہے تو اسے ناپسند کر۔ (ایضًا)

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ اس کا ذکر کرے۔ اس لیے کہ جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسے

خوب یاد کرتا ہے۔

غرض کہ محبتِ الٰہی کی متعدد علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ جسے محبتِ الٰہی حاصل ہو جاتی ہے اس کے دل میں خلوت اور مناجات کا شوق اور جذبہ زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

یہاں ایک بات اور سمجھ لینی چاہیے کہ اگر کوئی شخص گناہوں میں مبتلا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت نہیں ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ شخص محبت میں ناقص ہے۔

یادِ موت

موت ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب، کوئی قوم اس کا انکار نہیں کرتی، دنیا کا ہر انسان یہ جانتا اور مانتا ہے کہ ایک دن اس کا سلسلۂ حیات منقطع ہونے والا ہے، ایک وقت اُس پر ایسا بھی آئے گا کہ جب اس کی روح قفسِ عُنصری سے پرواز کر جائے گی، دُنیا کا ہر عقلمند اس بات پر متفق ہے کہ موت کا کڑوا گھونٹ ہر انسان کو پینا ہے اور پھر یہ بھی مسلم ہے کہ موت کا ایک وقت متعین ہے، موت اس وقتِ مقررہ سے نہ ایک لمحہ پہلے آسکتی ہے اور نہ ہی ایک لمحہ تاخیر کرسکتی ہے۔ جب انسانی زندگی کی میعاد پوری ہوجاتی ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت موت کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتی اور نہ ہی کوئی سائنسی حربہ اس کے لیے مانع بن سکتا ہے، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ط اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلاَ يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ o

(سورۂ یونس، آیت:۴۹)

ترجمہ: ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے، جب ان کا وعدہ آئے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔

یادِ موت کی فضیلت

احادیث مبارکہ میں موت کو ''ہادِمُ اللّذّ ات'' (لذتوں کو ڈھا دینے والی) کہا گیا ہے اور اسے کثرت سے یاد کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ چناں چہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَادِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِيُ الْمَوْتَ. (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: لذتوں کو ختم کر دینے والی یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

اس تاکید کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو دنیا میں آخرت کے لیے تیاری کرنے کی غرض سے بھیجا گیا ہے۔ اگر وہ دنیا میں مشغول ہو جائے تو سمجھو اس کی آخرت برباد ہو گئی اور موت ایسی چیز ہے جو لذتوں کو ڈھا دیتی ہے اور ختم کر دیتی ہے اس لیے یہ حکم دیا گیا کہ موت کو کثرت سے یاد کیا جائے تا کہ دل دنیا میں مشغول نہ ہو۔

مفسرِ شہیر حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بعض علما سے منقول ہے کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد رکھے اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ تین باتوں کی توفیق مرحمت فرماتا ہے:

(۱) توبہ میں عُجلت:

جو شخص موت کو یاد کرتا ہے اگر اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ جلد از جلد توبہ کر کے گناہ معاف کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ کہیں توبہ کے بغیر موت نہ آ جائے۔

(۲) قناعت پسند دل:

موت کو یاد رکھنے والا طمع اور لالچ میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ بھی اسے میسر ہوتا ہے اسی پر راضی رہتا ہے اور یہ قناعت اسے طبعی سکون اور دلی راحت عطا کرتی ہے کیوں کہ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ مختصر سی زندگی جس طرح بھی گزر جائے گزار لیں گے، زیادہ کی فکر بے سود رہے گی۔

(۳) عبادت میں چُستی:

موت کو ذہن نشیں کر کے جب عبادت کی جاتی ہے تو پوری دل جمعی اور مکمل یکسوئی کے ساتھ عبادت ہوتی ہے، کیوں کہ اس کیفیت کے ساتھ نماز پڑھنے والا ہمیشہ یہ خطرہ محسوس

کرتا ہے کہ پتہ نہیں آئندہ عبادت کا موقع ملے یا نہ ملے، لہٰذا ابھی اسے جتنا اچھا بنا لیں غنیمت ہے۔ اسے عبادت پر ملنے والے عظیم اخروی بدلے کا کامل یقین بھی ہوتا ہے، جس کی بنا پر اسے عبادت میں کیف وسرور نصیب ہوتا ہے۔

یادِ موت کی تدبیر

اکثر لوگ موت سے بے خبر ہیں اور اگر موت کو کبھی یاد بھی کرتے ہیں تو اس کا ان کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ دنیا کی مشغولیات ذہن پر اس طرح چھائی رہتی ہیں کہ کسی دوسری بات کے ذہن پر اثر انداز ہونے کی گنجائش ہی نہیں ہوتی اس لیے وہ لوگ اگر کبھی موت کو یاد بھی کر لیتے ہیں تو اس کی یاد سے انھیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

اگر کوئی شخص موت کو یاد کرنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ موت کی یاد اس کے دل پر اثر انداز ہو تو اسے چاہیے کہ کسی گوشے میں بیٹھ جائے، اپنے دل کو دنیوی خیالات سے الگ کر لے، اپنے دل کو دوسری باتوں سے فارغ کر لے، اب موت کو یاد کرے کہ موت کبھی بھی اچانک آسکتی ہے، پھر اپنا محاسبہ کرے کہ اگر اچانک موت آگئی تو آخرت کے سفر کے لیے میں نے کتنی تیاری کی ہے؟ اگر کوئی شخص اس تدبیر سے موت کو یاد کرے تو ممکن ہے کہ وہ یاد کرنا اس کے دل پر اثر انداز ہو اور اس کے اندر انقلابی کیفیت پیدا کرے۔

یادِ موت کا طریقہ

موت کی یاد تین طرح سے ہوتی ہے:

(۱) اس غافل دنیادار کا یاد کرنا جو موت کے ذکر سے راضی نہیں ہے، اس کو اس بات کا ڈر ہے کہ دنیا کے عیش وآرام اس سے چھوٹ جائیں گے۔ وہ شخص موت کی شکایت کر کے کہتا ہے کہ یہ بُری بلا سامنے کھڑی ہے۔ ایسے شخص کا موت کو یاد کرنا اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی

بارگاہ سے دور کر دیتا ہے۔

(۲) اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والے کا موت کو یاد کرنا اس لیے کہ جس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی ہے وہ موت کے ذکر و نا گوار محسوس نہیں کرتا ہے۔ ہاں یہ سوچ کر وہ موت کو ناپسند کرتا ہے کہ کہیں مجھے آخرت کے توشے کے بغیر دنیا سے جانا نہ پڑ جائے۔ اگر کوئی شخص اس خوف کی وجہ سے موت کی یاد کو ناپسند کرے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۳) جن لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی ہے ان کا موت کو یاد کرنا، وہ موت کو اس لیے یاد کرتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدار کا وعدہ موت کے بعد ہے۔ جس طرح کسی شخص سے اس کا محبوب ملاقات کا وعدہ کرے تو وہ اس وعدے کا وقت کبھی نہیں بھولتا ہے بلکہ اس کا ہمیشہ انتظار کرتا ہے اسی طرح عارفوں کو اپنی موت کا وقت ہمیشہ یاد رہتا ہے بلکہ وہ اس کا انتظار کرتے ہیں کہ اِدھر آنکھ بند ہوئی اور اُدھر جلوۂ الٰہی نظر آ جائے گا۔

یادِ موت سے غفلت کے نقصانات

مفسرِ شہیر حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بعض علما سے منقول ہے کہ جو شخص موت کو یاد نہیں کرتا وہ تین باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے:

(۱) توبہ میں ٹال مٹول:

یعنی اگر اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو توبہ کرنے میں ٹال مٹول کرتا رہتا ہے اور استغفار میں جلدی نہیں کرتا اور بسا اوقات اسی حالت میں اس کی موت آ جاتی ہے۔

(۲) لالچ کا بڑھ جانا:

جب موت کی یاد نہیں رہتی تو آدمی کی ہوس بڑھ جاتی ہے اور وہ ضرورت کے مطابق روزی پر راضی نہیں رہتا بلکہ چاہے جس قدر مال و دولت جمع کر لے اس کا دل مطمئن نہیں ہوتا

اور وہ مزید مال و دولت جمع کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ موت سے غفلت کی بنا پر منصوبوں پر منصوبے بنائے چلا جاتا ہے، جس کا انجام یہ نکلتا ہے کہ آرزوئیں رہ جاتی ہیں اور موت آ کر زندگی کا تسلسل ختم کر دیتی ہے۔

(۳) عبادت میں سستی:

جب آدمی موت سے غافل رہتا ہے تو عبادت کرنے میں قدرتی طور پر سستی ظاہر ہوتی ہے اور نشاط کافور ہو جاتا ہے، اوّل تو عبادت کرتا ہی نہیں اور کرتا بھی ہے تو وہ طبیعت پر نہایت گراں گزرتی ہے۔ یہ گرانی صرف اس بنا پر ہے کہ آدمی کے ذہن میں یہ نہیں رہتا کہ ہم سے مرنے کے بعد ان ذمے داریوں کے بارے میں سوال کیا جانا ہے۔ اگر خدانخواستہ وہاں رضائے خداوندی کے مطابق جواب نہ ہوا تو ایسی رسوائی ہوگی جس کے مقابلے میں دنیا کی ساری رسوائیاں اور بے عزتیاں ہیچ ہیں۔

یادِ موت سے غفلت کے اسباب

موت کی یاد سے انسان دو اسباب کی بنیاد پر غافل ہوتا ہے:

(۱) نادانی۔ نادانی یہ ہے کہ انسان اپنی جوانی پر بھروسہ کرے اور یہ سوچے کہ ابھی تو میری عمر کا ایک لمبا حصہ بچا ہوا ہے، بڑھاپے میں عبادت میں لگ جاؤں گا۔ اسے سمجھ لینا چاہیے کہ جہاں نظر اُٹھاؤ بوڑھے کم نظر آتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑھاپے کی عمر کو بہت کم لوگ پہنچ پاتے ہیں۔

نادانی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ عموماً جو لوگ تندرست ہوتے ہیں وہ یہ سوچتے ہیں کہ مجھے اچانک موت نہیں آسکتی۔ انھیں سمجھ لینا چاہیے کہ اگر تمھاری سوچ کے مطابق تم اچانک مرو گے نہیں تو اتنا اپنے ذہن میں بٹھا کر رکھو کہ اچانک بیمار تو ہو سکتے ہو اس لیے کہ

اکثر بیماریاں اچانک ہی حملہ کرتی ہیں۔

(۲) دنیا کی محبت۔ جب انسان پر دنیا کی محبت غالب آتی ہے تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ موت اس حسین دنیا کو ہم سے چھین لے گی اور یہ احساس کرتے ہی انسان موت سے ناخوش ہو جاتا ہے اور اسے اپنے ذہن وفکر سے مٹانے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ اگر اُسے کبھی موت کی یاد آ بھی گئی تو سوچتا ہے کہ ابھی تو زندگی کا بہت حصہ باقی ہے، آخرت کی تیاری کرنے کے لیے ابھی بہت دن رہ گئے ہیں۔ ابھی یہ کام باقی ہے، وہ کام باقی ہے، ان کاموں کی تکمیل کے بعد اللہ کی عبادت میں لگ جاؤں گا۔

یہ بات ذہن نشیں کر لینی چاہیے کہ دنیا کے کام کبھی ختم نہیں ہوتے، ایک کام ختم ہوا تو دوسرا کام دامن گیر ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ موت کا فرشتہ پیغامِ اجل لے کر پہنچ جاتا ہے اور ساری امیدیں دنیا میں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔

ان اسباب سے اجتناب کی صورتیں

دنیا کی لالچ اور حرص اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے جو اپنے دل میں اسے کوئی مقام دیتا ہے، جو شخص دنیا کی بے ثباتی سے واقف ہے اس کے دل میں دنیا کی محبت جگہ نہیں لے سکتی۔ اس لیے سب سے پہلے اپنے دل سے دنیا کی محبت ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، موت کی یاد اور آخرت کی فکر خود بخود دل میں بیٹھتی چلی جائے گی۔

بارہواں باب

محرمات باطنیہ

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

آدمی کے لیے یہ جاننا فرض ہے کہ کینہ، حسد، تکبر، گمانِ بد اور ایسے امور حرام ہیں اور اس کا جاننا سب پر فرضِ عین ہے اس لیے کہ کوئی شخص ان عادتوں سے خالی نہیں، تو اس کا علم اور اس کے علاج کا علم فرض ہے، کیوں کہ اس قسم کی بیماری عالمگیر ہے اور بغیر علم کے اس کا علاج نہ ہوگا۔

(کیمیائے سعادت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

مسائلِ علمِ قلب یعنی فرائضِ قلبیہ مثل تواضع و اخلاص و توکل و غیرہا اور ان کے طرقِ تحصیل اور محرمات باطنیہ، تکبر و ریا و عُجب و حسد و غیرہا اور اُن کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے، جس طرح بے نمازی فاسق و فاجر و مرتکب کبائر ہے یوں ہی بعینہ ریا سے نماز پڑھنے والا انھی مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ نَسْـئَـلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ. (ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔) (فتاویٰ رضویہ)

ان دونوں عبارتوں سے پتہ چلا کہ علمِ قلب کے مسائل یعنی فرائضِ قلبیہ اور مُحرّ ماتِ باطنیہ کا سیکھنا بھی ہر مسلمان پر فرضِ عین کی حیثیت رکھتا ہے، وجہ یہ ہے کہ جب ان سے آگاہ ہوگا تو فرائضِ قلبیہ کے حصول اور محرّ ماتِ باطنیہ سے اجتناب کی کوشش کرے گا۔ **اس لیے آئندہ صفحات پر محرّ ماتِ باطنیہ سے متعلق چند عناوین ''کیمیاے سعادت'' اور ''احیاء العلوم''** سے بطورِ خلاصہ اخذ کر کے ذکر کیے جا رہے ہیں۔

بداَخلاقی کا بیان

اچھے اخلاق اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمت ہیں، اچھے اخلاق کا مالک جہاں کہیں جاتا ہے معظّم ومکرّم گردانا جاتا ہے اور برے اخلاق والا ہر جگہ ذلیل ورُسوا ہوتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اچھے اخلاق کا اختیار کرنا اس قدر مشکل کام نہیں ہے جس قدر اپنے آپ کو بُرے اخلاق سے بچانا مشکل ہے، خصوصًا اس زمانے میں تو اپنے آپ کو بُرے اخلاق سے بچانا لوہے کے چنے چبانے جیسا ہے اس لیے کہ جگہ جگہ بے حیائیاں اور عریانیت عام ہوگئی ہے، اسلام کے مخالفین اخلاق کو تباہ کرنے والی اشیا کی اشاعت میں ہمہ تن لگے ہوئے ہیں، ٹی۔وی، انٹرنیٹ، موبائل فون وغیرہ جن کی ایجاد انسانوں کی اہم ضروریات کی تکمیل کے لیے ہوئی تھی اب اِنٹرٹینمنٹ (Entertainment) کے نام پر ان میں ایسے مفاسد پھیلائے جا رہے ہیں جن کا ڈائرکٹ اثر نوجوانوں کے اخلاق پر ہو رہا ہے۔ اس لیے یہاں خصوصیت کے ساتھ برے اخلاق کی مذمت اور ان سے بچنے کی تدبیر پر بحث کی جائے گی۔

بداخلاقی کی مذمت

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

سُوْءُ الْخُلُقِ ذَنْبٌ لَا يُغْفَرُ وَ سُوْءُ الظَّنِّ خَطِيْئَةٌ تَفُوْحُ.

(رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر)

ترجمہ: بداخلاقی ایسا گناہ ہے جس کی بخشش نہیں ہوگی اور بدگمانی ایسی خطا ہے کہ اس سے اور گناہ پیدا ہوتے ہیں۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْعَبْدَ لَيَبْلُغُ مِنْ سُوْءِ خُلُقِهٖ اَسْفَلَ دَرْكِ جَهَنَّمَ. (مجمع الزوائد)

ترجمہ: بے شک بندہ اپنے برے اخلاق کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں پہنچ جاتا ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں عورت دن کو روزہ اور رات کو نماز میں بسر کرتی ہے لیکن وہ بداخلاق ہے، اپنی زبان سے پڑوسیوں کو دُکھ پہنچاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: برے اخلاق بندگی اور اطاعت کو اس طرح تباہ کردیتے ہیں جس طرح سرکہ شہد کو تباہ کر دیتا ہے۔

حضرت شیخ فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں اچھے اخلاق والے فاسق کے ساتھ بیٹھنے کو بُرے اخلاق والے عالم کے ساتھ بیٹھنے سے اچھا سمجھتا ہوں۔

حضرت شیخ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: برے اخلاق ایسی معصیت ہیں جن کے ہوتے ہوئے کوئی عبادت فائدہ نہیں دیتی۔

اخلاق کی حقیقت

انسان دو چیزوں سے مرکّب ہے، ایک جسم جسے ہم اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اور ایک روح جسے اہلِ دل اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ان دونوں چیزوں کے ساتھ بُرائی اور بھلائی ملی ہوئی ہے۔ جسم کی بھلائی کو حُسنِ خَلق اور روح کی بھلائی کو حُسنِ خُلُق کہتے ہیں۔ حسن خَلق سے مراد یہ ہے کہ بدن کے اعضا خوبصورت اور مناسب ہوں۔ حسنِ خُلُق اس وقت کہا جائے گا جب اس کے اندر قوتِ علم، قوتِ خشم، قوتِ شہوت اور قوتِ عدل اچھی اور عمدہ حالت میں ہوں۔

قوتِ علم سے مراد ذہانت اور دانائی ہے، اس قوت سے انسان کلام کے جھوٹ اور سچ ہونے میں آسانی سے تمیز کر سکتا ہے اور اچھائی اور برائی کو پہچان سکتا ہے۔

قوتِ خشم سے مراد یہ ہے کہ اسے اپنے غصے پر قابو ہو یعنی جب اسے غصہ آئے تو وہ شریعت کی حدوں سے تجاوز نہ کرے۔

قوتِ شہوت کی خوبی یہ ہے کہ وہ سرکشی نہ کرے اور اپنی شہوت کو شریعت اور عقل کے تابع رکھے تاکہ وہ آسانی سے شریعت اور عقل کی پیروی کر سکے۔

قوتِ عدل کی خوبی یہ ہے کہ اپنے غضب اور شہوت کو اس طرح اپنے قابو میں رکھے جیسا کہ دین اور عقل کا تقاضا ہو۔

جس کے اندر یہ چار خوبیاں پائی جائیں وہ اچھے اخلاق والا کہلائے گا اس لیے کہ جب اس کے اندر یہ قوتیں موجود ہوں گی تو وہ اچھے اخلاق کا پیکر بن جائے گا اور جس میں یہ قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں پھر وہ بداخلاقی سے اپنے آپ کو روک نہیں سکتا۔

اخلاق کے درجات

اخلاق کے چار درجے ہیں:

(۱) پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان سادہ دل ہو، اسے اچھے اور برے کی پہچان نہ ہو اور اس نے اب تک اچھے یا بُرے اخلاق اختیار بھی نہ کیے ہوں۔ ایسے شخص کو اچھے اخلاق کا پیکر بنانا بہت ہی آسان کام ہے۔ اسے بس ایک معلّم کی ضرورت ہے جو اسے اچھے اخلاق کی فضیلت اور برے اخلاق کے نقصانات سے آگاہ کرے۔ اسی درجے میں چھوٹے بچے ہیں جنھیں اچھے یا برے اخلاق کی کوئی تمیز نہیں ہوتی ہے، ایسوں کے لیے ان کے والدین معلم کا مقام رکھتے ہیں لہٰذا والدین کو چاہیے کہ

اپنے چھوٹے بچوں کو اخلاقیات کی تعلیم دیں۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ شخص شہوت اور غضب کی پیروی تو کرتا ہے لیکن دلی طور پر ان سے راضی نہیں ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ کام کرنے کے لائق نہیں ہیں۔ ایسے شخص کو دو چیزوں سے برے اخلاق کے ذریعے بچایا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ بری عادتوں سے اسے نکالنے کی کوشش کی جائے اور دوسری یہ کہ اس کے اندر اچھی عادتوں کی بیج بونے کی کوشش کی جائے۔

(۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ کسی شخص کے اندر بُرے اخلاق پیدا ہو گئے اور اسے یہ بھی نہیں پتہ کہ ایسے کام نہیں کرنے چاہئیں بلکہ وہ ان کاموں کو اچھا سمجھتا ہے۔ ایسے شخص کی اصلاح بہت مشکل کام ہے، اگر ہوگئی تو شاذ کی منزل میں ہوگی۔

(۴) چوتھا درجہ یہ ہے کہ وہ اپنے برے اخلاق پر فخر کرتا ہے اور انھیں اپنا شاندار کام تصور کرتا ہے۔ ایسے شخص کی اصلاح کی کوئی صورت نہیں ہے۔

بداخلاقی کا علاج

اپنی بداخلاقی کا علاج وہی شخص کرسکتا ہے جسے اس بات کا احساس ہو کہ اس کے اندر یہ عادت جو پیدا ہوگئی ہے اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ ایسے شخص کو چاہیے کہ اس کا نفس جب بھی اسے بداخلاقی کی طرف اُبھارے وہ اس کے خلاف کام کرے۔ اس کے علاوہ اس کے علاج کی کوئی صورت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کسی کے اندر بخالت کی عادت پیدا ہوگئی ہے تو اسے چاہیے کہ جب بھی دل بخالت کرنے پر آمادہ کرے وہ خوب سخاوت کرے۔ ایسا کرنے سے اس کی یہ بری عادت دھیرے دھیرے ختم ہو جائے گی اور اسے سخاوت میں ہی لطف آنے لگے گا۔

اچھے اخلاق کی اہمیت

اچھے اخلاق کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگانا چاہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس صفت کو قرآن مقدس میں ان الفاظ میں بیان فرمایا:

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ○ (سورۂ قلم، آیت:۴)

ترجمہ: اور بے شک تمھارے اخلاق بڑی شان کے ہیں۔

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق قرآن ہے۔

سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارمِ اخلاق و محاسنِ افعال کی تکمیل و تتمیم کے لیے مبعوث فرمایا۔

احتیاطیں

جو شخص بداخلاقی کی عادت کو بدلنا چاہتا ہے یا کوئی شخص کسی کی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اسے اعتدال کی منزل تک لائے۔ مثلاً کسی کے اندر بخالت کی عادت ہے، تو جو شخص اس سے بخالت کی عادت کو ختم کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اسے اس قدر خرچ کرنے پر آمادہ کرے کہ خرچ کرنا اس کے لیے آسان ہو جائے، اسے اتنا زیادہ آمادہ نہ کرے کہ وہ فضول خرچی کرنے لگے کیوں کہ ہر معاملے میں افراط اور تفریط نقصان دہ ہیں اور اعتدال کی صورت ہر مقام پر نفع بخش ہے۔

پیٹ اور شرم گاہ کی شہوت

شہوت سے مراد خواہش ہے، انسان کی شہوتوں کا تعلق دو چیزوں سے ہوتا ہے، ایک پیٹ سے، دوسرا شرم گاہ سے۔ پیٹ کی شہوت کھانے پینے کی لذیذ اشیا سے پوری ہوتی ہے اور شرم گاہ کی شہوت عورت سے پوری ہوتی ہے۔ ان دونوں شہوتوں کو پوری کرنے کے لیے شریعت میں حدیں متعین ہیں، ان حدوں کو پار کرنے والے کے اندر اس کی نحوست کی وجہ سے دوسری برائیاں جنم لے لیتی ہیں اس لیے ان شہوات اور ان کے شرعی حدود کے بارے میں معلومات رکھنا اشد ضروری ہے۔

شہوت کی مذمت

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنا پیٹ پُر کرتا ہے اسے فرشتے آسمان کی طرف راستہ نہیں دیتے۔

صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا نیک شخص کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ جو شخص کم کھائے، کم ہنسے اور سترِ عورت پر قناعت کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بھوکا رہنا تمام نیک اعمال کے سردار کا درجہ رکھتا ہے۔

ایک مقام پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جس کی فکر اور بھوک لمبی ہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا دشمن وہ ہے جو کھانا بہت کھائے اور بہت سوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے دلوں کو بہت زیادہ کھانے پینے سے مُردہ نہ بناؤ کہ وہ ایک کھیت کی طرح ہے جو زیادہ پانی دینے سے پژمردہ ہو جاتا ہے۔

ایک مقام پر فرمایا: انسان جن چیزوں کو بھرتا ہے ان میں سب سے بری چیز پیٹ ہے۔ اس کے لیے چند چھوٹے لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھی رکھیں۔ لہٰذا پیٹ کا ایک تہائی حصہ کھانے کے لیے رکھو اور سانس لینے اور ذکر الٰہی کرنے کے لیے ایک تہائی حصہ چھوڑے رکھو۔

شہوت کی حقیقت

معدہ بدن کا حوض ہے اور تمام رگیں جو اس معدے سے ساتوں اعضا میں پہنچی ہیں ان کی مثال نہروں کی طرح ہے جو اس حوض سے نکلتی ہیں۔ تمام شہوتوں کا سرچشمہ معدہ ہے، جس کی خواہشات انسان کے ذہن وفکر پر غالب ہوتی ہیں۔

شرم گاہ کی شہوت کی حقیقت یہ ہے کہ اسے انسان پر مسلّط کیا گیا ہے تاکہ انسانی نسل باقی رہے، قدرتی طور پر اسے جنت کی لذت کا نمونہ بنایا گیا ہے۔ ابلیس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرنا کہ اس صورت میں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں تاکہ اس کو بلا میں ڈالوں۔

شہوت کے اسباب

شرم گاہ کی شہوت میں اعتدال کی صورت تو بہتر ہے، تفریط کی صورت دین و دنیا کے لیے مُضر نہیں لیکن افراط کی صورت دنیا اور آخرت دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس شہوت کے اسباب میں سے یہ ایک سبب عشقِ مجازی ہے، اس کی وجہ سے بہت سے گناہ سرزد ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص شروع ہی سے احتیاط نہ کرے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ہاتھ سے نکل

گیا۔ اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ اپنی نگاہوں کو غیر محارم کے دیکھنے سے بچائے، اگر اتفاق سے کسی پر نظر پڑ جائے تو فوراً نظر پھیر لے اور دوبارہ اسے نہ دیکھے۔

جس شخص کے دل میں اَمردوں (قریب البلوغ بچوں) کو دیکھنے سے شہوت پیدا ہوتی ہے اس کے لیے ان کے دیکھنے کا وہی حکم ہوگا جو عورتوں کو دیکھنے کا ہے یعنی اسے اَمردوں پر نظر ڈالنے سے احتیاط کرنا لازم ہوگا۔

شہوت کے درجات

پیٹ اور شہوت دونوں کی شہوتوں کے تین درجات ہیں۔ (۱) افراط (۲) تفریط (۳) اعتدال۔ پیٹ کی شہوت میں افراط یہ ہے کہ اس قدر پیٹ بھرا جائے جس میں دینی اور دنیوی مضرت ہے اس سے بھی پرہیز ضروری ہے۔ تفریط یہ ہے کہ ہمیشہ محض بھوک میں گزارا جائے اس سے بھی پرہیز ضروری ہے اس لیے کہ یہ موت کا باعث بنے گا۔ اعتدال یہ ہے کہ ایک مناسب مقدار میں کھایا جائے جو نہ نقصان کا باعث بنے اور نہ ہی اس میں تفریط ہو۔

شرم گاہ کی شہوت میں افراط کا درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص محض شہوت میں غرق ہو جائے اور اس میں فسق و فجور کا کوئی لحاظ نہ رکھے اور نہ ہی اس سے گھبرائے بلکہ اس شہوت کو پوری کرنے کے لیے کہیں بھی منہ مارنے لگے۔ ایسی شہوت جس کے اندر ہو اس پر لازم ہے کہ اسے روزے کے ذریعے توڑے۔

تفریط یہ ہے کہ مطلقاً شہوت باقی نہ رہ جائے، یہ بھی نقصان کی صورت ہے کہ اس کی بنیاد پر اس کی نسل منقطع ہو جائے گی اور اگر شادی شدہ ہے تو اپنی زوجہ کا حق ادا نہیں کر سکے گا۔ جس کے اندر یہ کیفیت ہے اسے حکیمانہ علاج کرانا چاہیے۔

اعتدال کی صورت یہ ہے کہ شہوت ہو لیکن اس پر اِس کا کنٹرول رہے اور شہوت اس

کے سامنے مغلوب رہے۔ یہ بہتر صورت ہے۔

شہوت کے آفات و مضرات

پیٹ کی شہوت کو پورا کرنے میں آٹھ نقصانات ہیں:

(۱) اس سے دل دھندلا اور غبی ہو جاتا ہے، معدے سے ایک حرارت دماغ کی طرف جاتی ہے جس سے انسان کا دل پریشان ہوتا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کم کھانے سے اپنے دل کو زندہ کرو اور بھوک سے اس کو پاک صاف بناؤ تا کہ دل کی صفائی اور ستھرائی حاصل ہو۔

(۲) اس سے دل میں سختی پیدا ہوتی ہے پھر جس قدر دل سخت ہوتا چلا جاتا ہے اسی قدر وہ شخص ذکرِ الٰہی کے فوائد سے محروم ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ اس کا دل اس قدر سخت ہو جاتا ہے کہ ذکر اس کی زبان تک ہی رہ جاتا ہے، دل تک پہنچتا ہی نہیں اور اس کے دل پر اس کا کچھ اثر بھی نہیں ہوتا۔

(۳) اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے، اس کے مقابلے میں بھوک عاجزی پیدا کرتی ہے۔

(۴) اس سے دل میں غریبوں کے لیے حقارت پیدا ہو جاتی ہے اس لیے کہ جس کا پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے اسے بھوک کی قدر نہیں پتہ ہوتی۔ پھر وہ شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کے بندوں پر مہربانی نہیں کرتا اور آخرت کے عذاب کو بھول جاتا ہے۔

(۵) سارے گناہ شہوت کی وجہ سے ہوتے ہیں اور شہوت کی وجہ پیٹ کا بھرا ہونا ہے۔

(۶) اس سے نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور نیند عمر ضائع کرتی ہے۔

(۷) احتلام بھی ایک طرح کا نقصان ہے اور یہ بھی پیٹ کے بھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۸) اس کی وجہ سے انسان بیمار ہوتا ہے، اس کے مقابل کم کھانے والا بیماریوں سے کافی حد تک محفوظ رہتا ہے۔

احتیاطیں

احتیاط کی پہلی صورت یہ ہے کہ کھانے کی مقدار کم کی جائے۔ زیادہ کھانے سے کم کھانے کی طرف یک بارگی آنا مشکل کام ہے اس لیے کہ یہ برداشت کے باہر ہوگا بلکہ دھیرے دھیرے خوراک کم کرتے ہوئے ایک مناسب مقدار تک آئے۔ مثلاً کسی کو اپنی خوراک کی ایک روٹی کم کرنی ہے تو اسے چاہیے کہ یک بارگی نہ چھوڑ دے بلکہ پہلے دن ایک لقمہ کم کرے، دوسرے دن دو لقمے، تیسرے دن تین لقمے، اسی طرح دھیرے دھیرے اس مقدار پر پہنچ جائے۔

احتیاط کی دوسری صورت یہ ہے کہ بار بار کھانے کی جس کو عادت ہے وہ اس عادت میں تبدیلی پیدا کرے۔ اس کے تین درجات ہیں لیکن عوام کے لیے یہی ہے کہ تین دن سے زیادہ بھوکے نہ رہیں۔ خواص میں سے بہت سے حضرات نے ایک ہفتہ، کوئی دس دن، کوئی اس سے زیادہ یہاں تک کہ بعض حضرات چالیس چالیس دن تک بھوکے رہا کرتے تھے۔

احتیاط کی تیسری صورت کھانے کے جنس میں احتیاط کرنا ہے۔ غذا جس قدر ثقیل ہوگی وہ دل پر اسی قدر بھاری ہوگی اس لیے سالکین نے گیہوں کے چھنے ہوئے آٹے کو زیادہ پسند فرمایا ہے کیوں کہ وہ سب سے ہلکی غذا ہے، اس کے بعد بغیر چھنے ہوئے آٹے کا مقام ہے، پھر جو کے چھنے ہوئے آٹے کا مقام ہے، پھر جو کے بغیر چھنے ہوئے آٹے گا۔

زبان کی آفت

انسان کے اعضاے بدن میں زبان کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے، اس لیے کہ اس کے ذریعے انسان اپنے دل کی بات بیان کرسکتا ہے۔ چوں کہ اسی زبان کے ذریعے وہ ذکرِ الٰہی اور نیک باتیں کر کے جنت کا راستہ اختیار کرسکتا ہے اور برے الفاظ اسی زبان سے ادا کر کے وہ جہنم کے راستے پر چل سکتا ہے اس لیے زبان کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنا انسان کے لیے ضروری ہے۔

مذمت

انسان کا ہر کام اور اس کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے، اس پر اس کا حساب بھی لیا جائے گا اور اس نے جو الفاظ اپنی زبان سے ادا کیے ہیں ان کے مطابق اسے قیامت کے دن بدلہ بھی دیا جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ○ (سورۂ قٓ، آیت: ۱۸)

ترجمہ: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَتَكَفَّلُ لِى بِمَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَ رِجْلَيْهِ اَتَكَفَّلُ لَهُ الْجَنَّةَ.

(رواہ الترمذی)

ترجمہ: جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) اور دو ٹانگوں کے درمیان کی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے اسے میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

ایک مقام پر آپ نے فرمایا:

مَنْ وُقِیَ شَرَّ قَبْقَبِہٖ وَ نُبْذَ بِہٖ وَ لَقْلَقِہٖ فَقَدْ وُقِیَ الشَّرَّ کُلَّہٗ.

(الفردوس بماثور الخطاب)

ترجمہ: جو شخص اپنے پیٹ، شرم گاہ اور زبان کے شر سے محفوظ ہوا وہ تمام برائی سے بچالیا گیا۔

زبان کی حقیقت

زبان اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا کردہ ایک عجیب چیز ہے، دیکھنے میں تو وہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے لیکن حقیقت میں وہ عقل کی نائب ہے کیوں کہ عقل، وہم اور خیال میں جو کچھ آتا ہے زبان اس کی تعبیر اور بیان کرتی ہے اور انسان کے کسی دوسرے عضو میں یہ صفت نہیں ہے۔ آنکھ، کان اور بدن کے دوسرے اعضا کی حکومت ایک خاص حصے پر ہوتی ہے لیکن زبان کی حکومت اسی طرح ہر چیز پر ہے جس طرح دل کی حکومت ہے۔ جس طرح دل سے صورتیں لے کر زبان بیان کرتی ہے اسی طرح دوسری صورتیں دل تک پہنچاتی ہے۔ زبان جو بات کہتی ہے دل میں اس سے ایک صفت پیدا ہوتی ہے، مثلاً جب انسان روتا ہے اور زبان سے غم کے الفاظ ادا کرتا ہے تو سننے والے کے دل میں ایک تپش پیدا ہوتی ہے اور اس کی حرارت دماغ تک پہنچتی ہے، پھر اس تپش کی وجہ سے آنسو نکلتے ہیں۔ اسی طرح جب خوشی کی باتیں یا اپنے محبوب یا معشوق کی کوئی صفت بیان کرتا ہے تو دل میں خوشی اور نشاط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اس کی شہوت متحرک ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ زبان سے جو الفاظ ادا ہوتے ہیں ان کی صفات کے مطابق ایک کیفیت دل میں رونما ہوتی ہے، یہی زبان جب کوئی بُری بات کہتی ہے تو دل تاریک ہو جاتا ہے اور جب اس سے حق بات نکلتی ہے تو دل روشن ہوتا ہے۔ جب یہ جھوٹی باتیں کرتی ہے تو دل اندھا

ہو کر چیزوں کو ٹھیک ٹھیک نہیں دیکھتا اور بے نور آئینے کی طرح ہو جاتا ہے۔ پتہ چلا کہ دل کا سیدھا اور ٹیڑھا پن زبان کی سیدھائی اور ٹیڑھے پن کے تابع ہے۔

زبان کی آفتیں

زبان کی پندرہ سے زیادہ آفتیں ہیں:

(۱) لایعنی باتیں:

زبان کی آفتوں میں سے ایک آفت یہ ہے کہ ایسی بات نہ کہی جائے جس کے کہنے کی ضرورت نہ ہو اور اس کے نہ کہنے میں کسی قسم کا دینی یا دنیوی نقصان نہ ہو۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ.

ترجمہ: انسان کا حسنِ اسلام یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے۔

لایعنی کلام کی مثال یہ ہے کہ تم دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر اپنے سفر کے احوال، باغ یا سیر و تفریح کی کیفیت یا کسی اور معاملے کی روداد بیان کرو۔ اس لیے کہ اس کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اس کے نہ بیان کرنے سے کوئی دینی یا دنیوی نقصان نہیں ہے۔

(۲) باطل اور گناہ کی باتیں کرنا:

زبان کی ایک آفت باطل اور گناہ کی بات کرنا ہے۔ باطل سے مراد یہ ہے کہ بدعتوں کی بات کی جائے اور معصیت یہ ہے کہ اپنے یا دوسروں کے گناہ یا فسق و فجور کی باتیں یا گناہوں کی محفلوں کی حکایتیں بیان کی جائیں۔

(۳) بحث اور جھگڑا کرنا:

زبان کی ایک آفت بحث اور جھگڑا کرنا ہے۔ خصوصاً ایسے معاملات میں بحث کرنا

جن کا کوئی نتیجہ نہیں نکلنے والا ہے۔

(۴) مال کے لیے جھگڑنا:

زبان کی ایک آفت مال کے سلسلے میں جھگڑا کرنا ہے یہاں تک کہ مال کے جھگڑے کو قاضی یا کسی اور حاکم کے سامنے پیش کرنا بھی آفت ہے۔

(۵) فحش گوئی:

زبان کی آفات میں سے ایک آفت فحش گوئی بھی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسے شخص پر جنت حرام ہے جو فحش گوئی کرے۔

(۶) لعنت کرنا:

زبان کی ایک آفت لعنت کرنا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جانوروں، کیڑوں، مکوڑوں اور لوگوں پر لعنت کرنا بھی برا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن لعنت نہیں کرتا۔

(۷) شعر گوئی:

زبان کی ایک آفت شعر گوئی ہے۔ یہ مطلقاً تو حرام نہیں ہے بلکہ جن اشعار میں فحش یا جھوٹ کی آمیزش ہو ان کی حرمت ہے۔

(۸) مذاق کرنا:

زبان کی ایک آفت مذاق کرنا ہے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذاق کرنے سے مطلقاً منع فرمایا ہے۔ ہاں تھوڑی سی ظرافت جس میں حق بات کے علاوہ کچھ نہ کہی جائے اور اس کو عادت نہ بنائی جائے تو وہ مباح کی منزل میں ہے۔

(۹) کسی کا مذاق اُڑانا:

زبان کی ایک آفت کسی کا مذاق اُڑانا ہے۔اس بیماری میں مسلمانوں کی اکثریت مبتلا ہے جب کہ اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ. (سورۂ حضرات، آیت:۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو نہ مرد مَردوں سے ہنسیں، عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو۔

(۱۰) جھوٹا وعدہ کرنا:

زبان کی ایک آفت جھوٹا وعدہ کرنا ہے۔حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک بھی جس شخص میں پائی جائیں وہ منافق ہے خواہ نماز اور روزے کا پابند ہو۔ایک یہ کہ جھوٹ بولتا ہو، دوسرے یہ کہ وعدہ خلافی کرتا ہو اور تیسرے یہ کہ امانت میں خیانت کرتا ہو۔اس آفت میں بھی کثرت سے مسلمان مبتلا ہیں، انھیں توبہ کرنی چاہیے اور اس سے لازمًا اجتناب کرنا چاہیے۔

(۱۱) جھوٹی بات اور جھوٹی قسم کھانا:

زبان کی ایک آفت جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی قسم کھانا ہے۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے اس لیے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جھوٹ نفاق کا دروازہ ہے۔ جھوٹ اس لیے حرام ہے کہ یہ دل پر اثر کرتا ہے اور دل کو تاریک کر دیتا ہے۔

(۱۲) غیبت کرنا:

زبان کی ایک آفت غیبت ہے۔ یہ بلا عالمگیر ہے، شاید ہی کوئی شخص ہو جو اس سے بچا ہو جب کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں غیبت کو اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ حدیث پاک میں اسے زنا سے بدتر گناہ کہا گیا ہے۔ زنا کرنے والا توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے لیکن غیبت کرنے والے کی محض توبہ سے معافی نہیں ہے جب تک کہ اس شخص سے معافی نہ مانگ لے جس کی اس نے غیبت کی ہے۔

(۱۳) چغل خوری کرنا:

زبان کی ایک آفت چغل خوری بھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کئی مقامات پر اس کی مذمت فرمائی ہے۔ ارشاد ہے:

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ.

(ترجمہ: بہت طعنے دینے والا، اِدھر اُدھر کی لگاتے پھرنے والا۔)

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ.

(ترجمہ: خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے اور پیٹھ پیچھے بدی کرے۔)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چغل خوری کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۱۴) دورُخی:

زبان کی ایک آفت دو دشمنوں کے درمیان لگائی بجھائی کرنا ہے یعنی ہر ایک سے

اس کے مَن کے موافق بات کہنا پھر اس کی بات اس کے دشمن تک پہنچا دینا جس کی وجہ سے دونوں کے درمیان دشمنی بڑھ جائے۔اس کی مذمت میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دورُخی کرتا ہے اس کی قیامت کے دن دو زبانیں ہوں گی۔

(۱۵) لوگوں کی جھوٹی تعریف کرنا:

زبان کی ایک آفت لوگوں کی تعریف میں غُلو کرنا ہے۔اس میں تعریف کرنے والے جس کی تعریف کی جارہی ہے دونوں کا نقصان ہے۔اس کی مذمت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مخلوق کی تعریف میں غُلو کیا قیامت کے دن اس کی زبان اتنی لمبی ہوگی کہ زمین سے لگ جائے گی اور وہ اس کو روندتا ہوا گر پڑے گا۔

خاموشی کے فوائد

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَكَتَ نَجٰی. (ترجمہ: جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ نے دہنِ اطہر سے زبانِ مبارک باہر نکال کر اس پر اُنگلی رکھی ،یعنی خاموشی بہتر عمل ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمھیں بہت ہی آسان عبادت کی خبر دوں؟ وہ زبان کو خاموش رکھنا اور نیک عادت اختیار کرنا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب تم کسی مومن کو خاموش اور سنجیدہ پاؤ تو اس سے تقرب حاصل کرو،اس لیے کہ وہ بغیر حکمت کے نہیں ہوگا۔

غصہ، کینہ اور حسد

یہ تین مذموم صفات ہیں جو عموماً ہر انسان میں پائے جاتے ہیں۔ غصہ فطری کیفیت ہے جو اپنے مزاج کے خلاف کسی بھی کام کے حصول کی صورت میں انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ کینہ غصے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، یہ اس کیفیت کو کہتے ہیں جو دل میں اس شخص کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے جس سے اپنے مزاج کے خلاف کوئی کام صادر ہوا ہے۔ حسد بھی ایک مرضِ مُہلِک ہے جو کسی کی ترقی اور برتری کو دیکھ کر انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

غصے کی حقیقت

غصہ دراصل ایک آگ ہے جس کی ضرب دل پر پڑتی ہے۔ اس کا تعلق شیطان سے ہوتا ہے۔ قرآن مقدس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شیطان کے قول کی حکایت کی ہے جو اس نے اپنے اور حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا:

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ.

ترجمہ: تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔

اس سے پتہ چلا کہ آگ کی صفت بے قراری ہے اور مٹی کی صفت سکون ہے۔ غصے میں بھی بے قراری کی صفت ہوتی ہے لہٰذا اس کا تعلق شیطان سے ہوا اور غصہ پی جانے میں سکون ہے اس لیے اس کا تعلق حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا۔ اس سے پتہ چلا کہ غصے میں بے قابو ہو جانا انسان کو آدمیت کی صفت سے نکال دیتا ہے اور چوں کہ غصہ فطری صفت ہے اس لیے جسے غصہ آئے اگر وہ اسے پی جائے تو یہ اس کے اندر اعلیٰ صفت کہلائے گی۔ خود قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا گیا:

وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَo

(سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۳۴)

ترجمہ: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

غصے کی مذمت

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کا ایک دروازہ ہے اس میں صرف وہی شخص جائے گا جو شریعت کے خلاف غصہ کرے۔

ایک مقام پر آپ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک غصے کو پی جانے سے زیادہ کوئی عمل پسندیدہ نہیں ہے۔ جو شخص غصہ پی جاتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے دل کو ایمان سے بھر دے گا۔

غصہ پی جانے کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو غصے کو پی جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اس سے اٹھا لے گا۔

ایک مقام پر آپ نے فرمایا: جو شخص غصے کو پی جائے گا قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے دل کو اپنی رضامندی سے معمور فرمادے گا۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرعَۃِ وَ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت

اپنے آپ پر قابو رکھ سکے۔

غصہ کی تخلیق کی حکمت

انسان میں غصہ اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اس کا ہتھیار بن جائے جس سے وہ اپنے آپ سے نقصان کو دور کر سکے اور شہوت اس لیے پیدا کی گئی ہے کہ وہ اپنی طرف ان چیزوں کو کھینچے جن میں اس کا فائدہ ہے۔ان دو چیزوں سے بالکلیہ انسان کا بچنا مشکل کام ہے لیکن ان میں افراط کی صورت اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔یہ دونوں باتیں جب تک عقل اور دین کی پابند ہوتی ہیں اس وقت تک انسان کو ان سے فائدہ پہنچتا ہے اور جب یہ پابندی ختم ہوتی ہے تو نقصان پہنچنے لگتا ہے۔

غصے سے بچنے کی تدبیر

اگر کوئی شخص اپنے دل پر توحید کو غالب کر لے اور یہ تصور جما لے کہ جو بھی تکلیف اور مضرت پہنچتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیئت سے پہنچتی ہے تو وہ اپنے دل میں غصے کی آگ کو دَبا سکتا ہے۔اس کی مثال اس طرح سمجھنی چاہیے کہ اگر کسی شخص کو کسی نے پتھر مارا تو وہ پتھر کا دوش نہیں دیتا کہ وہ کیوں کر آ کر اسے لگا، بلکہ وہ پتھر مارنے والے کی طرف سے ہی اسے سمجھتا ہے۔اسی طرح اگر کسی شخص کے پاس اس کے فائدے کی کوئی چیز موجود تھی اور ضائع ہو گئی تو اسے اس چیز پر غضب کا اظہار نہیں کرنا چاہیے کہ وہ کیوں ضائع ہو گئی۔ہاں اس پر اسے رنج ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ایک فطری کیفیت ہے۔

غصے سے بچنے کی ایک تدبیر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَ اِنَّ الشَّیْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَ اِنَّمَا تُطْفَأُ

النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَوَضَّأْ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: بے شک غصہ شیطان سے ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے وضو کرنا چاہیے۔

ایک دن امیر المؤمنین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصے میں آئے تو آپ نے ناک میں پانی چڑھانے کے لیے پانی طلب کیا اور فرمایا: غصہ شیطان کی طرف سے ہے، یہ ناک میں پانی چڑھانے سے رفع ہو جاتا ہے۔

پتہ چلا کہ جسے غصہ آ جائے اسے چاہیے کہ وضو کر لے اور ناک کے بانسے تک پانی چڑھائے تا کہ غصے میں افراط سے بچ جائے اور شرعی حدود کو تجاوز کرنے سے اپنے آپ کی حفاظت کر لے۔

غصے کے اسباب

غصے کے اسباب چار ہیں:

(۱) تکبر۔ جس کے اندر تکبر ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو جس بلند مقام کے لائق سمجھتا ہے اگر اس سے ذرہ برابر بھی کم درجے کا معاملہ اس کے ساتھ کیا گیا تو اسے فوراً غصہ آتا ہے۔

(۲) ہنسی مذاق۔ ہنسی مذاق کی ابتدا تو ٹھٹھے اور قہقہے سے ہوتی ہے لیکن اس کا اختتام غصے پر ہوتا ہے۔

(۳) عیب جوئی۔ یہ سبب عیب جوئی کرنے والے اور جس کی عیب جوئی کی جا رہی ہے دونوں میں غصے کا باعث ہوتا ہے۔

(۴) ملامت۔ یہ سبب بھی ملامت کرنے والے اور جس کی ملامت کی جا رہی ہے دونوں

میں غصہ پیدا کرتا ہے۔

(۵) مال و جاہ کی لالچ۔ جو شخص مال اور مرتبے کا طلب گار ہوتا ہے اگر اسے وہ نہ ملے تو اسے غصہ آتا ہے۔ اسی طرح جو مال و جاہ کا لالچی ہوتا ہے اگر ملنے کے بعد اس سے ذرہ برابر بھی کوئی شخص لے لے تو اسے غصہ آتا ہے۔

غصے کا علاج

یہ بات ذہن نشیں کر لینی چاہیے کہ غصے کا علاج کرنا فرض ہے اس لیے کہ اکثر لوگ غصے ہی کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور اس کی وجہ سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے علاج کے دو طریقے ہیں۔ (۱) جو اس کی جڑ اور اس کے مادّے کو اندر سے باہر نکال پھینکے۔ (۲) جو اس کو جڑ سے تو نہ اُکھاڑے مگر اسے اندر دَبا دے۔

پہلا اس طور پر ممکن ہے کہ انسان اپنے اندر غصے کے اسباب تلاش کرے۔ عام طور پر غصے کے مذکورہ پانچ اسباب ہوتے ہیں۔ ان اسباب میں سے جو سبب اس کے اندر موجود ہو اسے چاہیے کہ اس کو اپنے اندر سے دور کرے، خود بخود اس کے غصے کا علاج ہو جائے گا۔ ان اسباب کے دور کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک علمی یعنی ان اسباب کے نقصانات پر غور کرے اور دوسری عملی یعنی ان اسباب کے خلاف کام کرے، مثلاً اس کے اندر تکبر ہے تو ایسے کام کرے جو اس کے اندر انکساری پیدا کریں۔

دوسرا اس طور پر ممکن ہے کہ غصے کے نقصانات، اس میں افراط پر وارد ہونے والی وعیدوں اور اس کے مضر اثرات پر غور کرے۔ اگر کسی کو غصہ آیا اور اس نے اس کے برے انجام کے بارے میں سوچ لیا تو اس کے غصے کے دب جانے کا امکان زیادہ ہوگا اور وہ اس وقت کے لیے اس سے نجات حاصل کر لے گا۔

حسد کی حقیقت

غصے سے کینہ پیدا ہوتا ہے اور کینے سے حسد۔ یہ بھی انتہائی نقصان دہ عمل ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ.

ترجمہ: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔

حسد یہ ہے کہ کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کی خوبی اور نعمت پسند نہ آئے اور وہ اُس شخص سے اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرے۔ احادیث مبارکہ کے مطابق ایسا ارادہ حرام ہے، اس لیے کہ اس صورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی لکھی ہوئی تقدیر پر ناراضی کا اظہار ہوتا ہے اور جس کے اندر حسد ہوتا ہے وہ اس کے باطن کی خرابی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

حسد کا علاج

حسد دل کی عظیم بیماری ہے اور کا علاج دو طرح سے ہوسکتا ہے۔ (۱) علمی (۲) عملی۔ علمی تدبیر یہ ہے کہ انسان غور کرے کہ حسد دونوں جہاں میں حاسد کے لیے نقصان اور وہ جس سے حسد کررہا ہے اس کے لیے نفع کا باعث ہے۔ اس کا دنیوی نقصان تو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ رنج وغم میں مبتلا رہتا ہے کیوں کہ کوئی وقت بھی ایسا نہیں ہوگا جس میں خداے تعالیٰ کا فضل وکرم کسی بندے کے شاملِ حال نہ ہو اور حاسد جس سے حسد کررہا ہے اس کے بارے میں یہ سوچتا ہے کہ وہ رنج وغم میں مبتلا رہے لیکن اس کے برعکس وہ خود رنج وغم میں مبتلا رہتا ہے۔ عملی تدبیر یہ ہے کہ حسد کے اسباب کو اپنے دل سے نکال دے، حسد کے اسباب میں تکبر، غرور، عداوت اور مال وجاہ کی دوستی ہے، ان اسباب کے علاج کی جو صورتیں ذکر کی گئی ہیں ان کے مطابق اِن کا علاج کرے۔ اس طرح جب یہ اسباب اس کے دل سے ختم ہو

جائیں گے تو خود بخود حسد اس کے دل سے ختم ہو جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حسد جس چیز کی طرف آمادہ کرے اس کے خلاف کرے، مثلاً اگر حسد اس بات کی طرف آمادہ کرے کہ یہ اس کی بُرائی کرے تو برائی نہ کرتے ہوئے اس شخص کو چاہیے کہ اس کی تعریف کرے۔

حُبِّ دنیا کی مذمت

یہ دنیا بے وفا ہے اور اس کی محبت تمام بُرائیوں کی جڑ ہے، اس کی دوستی تمام مصیبتوں کی بنیاد ہے۔ یہ خدا کی بھی دشمن ہے اور اس کے محبوب بندوں کی بھی اس لیے اس پر فریفتہ ہونے والا اور اس سے محبت رکھنے والا سعادت سے محروم کہلائے گا۔

دنیا کی حقیقت اور اس کی مذمت

قرآن مقدس میں بار بار دنیا کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس کی مذمت کی گئی ہے۔ ایک مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ يَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔

(سورۂ بقرہ، آیت:۲۱۲)

ترجمہ: کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی اور مسلمانوں سے ہنستے ہیں۔

اس سے پتہ چلا کہ دنیا کی رونق کو دیکھ کر فریفتہ ہونا اور جو تارکینِ دنیا ہیں ان کا مذاق اُڑانا کافروں کا کام ہے۔

ایک مقام پر فرماتا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ٥ (سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۴)

ترجمہ: لوگوں کے لیے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کیے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ جیتی دنیا کی

پونجی ہے اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا۔

ایک مقام پر فرماتا ہے:

وَ مَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِo　　(سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۰۵)

ترجمہ: اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

ایک مقام پر فرماتا ہے:

وَ مَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَo (سورۂ انعام، آیت:۳۲)

ترجمہ: اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود اور بے شک پچھلا گھر بھلا ان کے لیے جو ڈرتے ہیں تو کیا تمھیں سمجھ نہیں۔

ایک مقام پر دنیوی زندگی کی بڑی عمدہ تمثیل فرمائی، ارشاد ہوا:

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّیَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ.　　(سورۂ یونس، آیت:۲۴)

ترجمہ: دنیا کی زندگی کی کہاوت تو ایسی ہی ہے جیسے وہ پانی کہ ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین سے اُگنے والی چیزیں گھنی ہو کر نکلیں جو کچھ آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگار لے لیا اور خوب آراستہ ہوگئی اور اس کے مالک سمجھے کہ یہ ہمارے بس میں آگئی ہمارا حکم اس پر آیا رات میں یا دن میں تو ہم نے اسے کر دیا کاٹی ہوئی گویا کل تھی ہی نہیں۔

یہ ان لوگوں کے حال کی ایک تمثیل ہے جو دنیا کے شیفتہ ہیں اور آخرت کی انھیں کچھ پرواہ نہیں، اس میں بہت دل پذیر طریقے پر خاطر گزیں کیا گیا ہے کہ دنیوی زندگانی امیدوں کا سبز باغ ہے، اس میں عمر کھو کر جب آدمی اس غایت پر پہنچتا ہے جہاں اس کو حصولِ مراد کا اطمینان ہو اور وہ کامیابی کے نشے میں مست ہو، اچانک اس کو موت پہنچتی ہے اور وہ تمام نعمتوں اور لذتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضرتِ قتادہ نے فرمایا ہے کہ دنیا کا طلب گار جب بالکل بےفکر ہوتا ہے اس وقت اس پر عذابِ الٰہی آتا ہے اور اس کا تمام سر و سامان جس سے اس کی امیدیں وابستہ تھیں غارت ہو جاتا ہے۔

ایک مقام پر فرمایا:

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ وَ رِزْقُ رَبِّکَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ۝ (سورۂ طٰہٰ، آیت:۱۳۱)

ترجمہ: اور اے سننے والے! اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لیے دی ہے جیتی دنیا کی تازگی کہ ہم انھیں اس کے سبب فتنے میں ڈالیں۔

ایک مقام پر فرماتا ہے:

وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتُهَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (سورۂ قصص، آیت:۶۰)

ترجمہ: اور جو کچھ چیز تمھیں دی گئی ہے وہ دنیوی زندگی کا برتاوا اور اس کا سنگار اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا، تو کیا تمھیں عقل نہیں۔

ایک مقام پر فرمایا:

وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَo (سورۂ عنکبوت، آیت:۶۴)

ترجمہ: اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور بے شک آخرت کا گھر ضرور وہی سچّی زندگی ہے۔ کیا اچھا تھا اگر جانتے۔

ایک مقام پر فرمایا:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِo

ترجمہ: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمھارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا، اس مینہ (بارش) کی طرح جس کا اگایا سبزہ کسانوں کو بھایا، پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے، پھر روندن ہو گیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔

ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کی حقیقت بھی بیان فرمائی اور محبتِ دنیا کی مذمت بھی فرمائی۔ احادیث مبارکہ میں بھی دنیا کی مذمت کئی مقام پر وارد ہے۔

ایک دن حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ایک مُردار بکری پر ہوا، آپ نے فرمایا: دیکھتے ہو یہ مردار بکری کیسا ذلیل وخوار ہے، کوئی اس کو دیکھتا بھی نہیں۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے دستِ قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے، دُنیا حق تعالیٰ

کے نزدیک اس مُردار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ اگر خدائے تعالیٰ کے یہاں اس کی حیثیت ایک ذرّے کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو وہ ایک گھونٹ پانی بھی نہیں دیتا۔

ایک مقام پر آپ نے فرمایا: دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے ان چیزوں کے جو خدا کے واسطے ہوں۔

حاجت کی قسمیں

مطلق حاجت کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) کھانا (۲) کپڑا (۳) گھر۔ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا میں بنی آدم کو تین چیزوں کی حاجت ہوا کرتی ہے۔ ایک کھانا جو اس کو قوت پہنچائے۔ دوسری حاجت کپڑا جو اس کے بدن کو گرمی اور سردی سے محفوظ رکھے اور تیسری حاجت گھر جس میں وہ بود و باش کر سکے۔ گھر کا ساز و سامان بھی اسی شِق میں داخل ہے۔

دنیا کے درجے

دنیا کے تین درجے ہیں۔ ایک کھانے، کپڑے، مکان وغیرہ سے بقدرِ ضرورت کا ہے۔ دوسرا درجہ مقدارِ حاجت کا اور تیسرا درجہ مقدارِ زینت اور شان وشوکت کا۔ اس درجے کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ چوں کہ دنیا دل لگانے جیسی چیز نہیں ہے اس لیے اس سے بقدرِ حاجت پر ہی اکتفا کرنا چاہیے لیکن اس درجے کا صحیح پہلو پہچاننا قدرے مشکل کام ہے اس لیے کہ اس کے دو پہلو ہیں، ایک کا تعلق تو ضرورت سے ہے اور دوسرے کا تعلق ناز ونعمت سے ہے اور ان دونوں کے درمیان جو اعتدال کا درجہ ہے وہ پہچاننا بہت مشکل کام ہے۔ اس لیے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ زیادتی اور فراوانی جس کی اس کو حاجت نہیں ہے اسے وہ اپنی حاجت سمجھ بیٹھے اور اس صورت میں مؤاخذے میں گرفتار ہو جائے۔

دنیا کا انجام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا تجھے دنیا کی حقیقت دکھا دوں؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ میرا ہاتھ پکڑ کر مدینۂ منورہ کی ایک وادی میں لے گئے جہاں کوڑا پڑا تھا اور اس میں گندگی، چیتھڑے اور انسان کے سر کی بوسیدہ ہڈیاں تھیں۔ آپ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! یہ سر بھی تمھارے سروں کی طرح حریص تھے اور ان میں تمھاری طرح بہت آرزوئیں تھیں مگر آج یہ خالی ہڈیاں بن چکی ہیں جن پر کھال بھی نہ رہی اور عنقریب یہ مٹی ہو جائیں گی۔ یہ گندگی ان کے کھانوں کے رنگ ہیں جنھیں انھوں نے کما کما کر کھایا آج لوگ ان سے منہ پھیر کر گزرتے ہیں، یہ پرانے چیتھڑے جو کہ کبھی ان کے ملبوسات تھے آج ہوا انھیں اڑائے پھرتی ہے اور یہ ان کی سواریوں کی ہڈیاں ہیں جن پر سوار ہو کر شہروں شہروں گھوما کرتے تھے۔ جو دنیا کے انجام پر رونا پسند کرتا ہو اسے رونا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت روئے۔ (مکاشفۃ القلوب)

دنیا کے تین حصے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کے تین حصے کیے ہیں:

☆ ایک حصہ مومن کے لیے ہے کہ وہ اسے زادِ راہ یعنی آخرت کا توشہ بناتا ہے۔

☆ دوسرا حصہ منافق کے لیے ہے کہ وہ اس سے زیب وزینت کرتا ہے۔

☆ تیسرا حصہ کافر کے لیے ہے کہ وہ اس سے نفع اُٹھاتا ہے۔

مال کی محبت

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بنایا اوراس میں بہت سی نعمتیں اور مال و اسباب رکھے جنھیں دیکھ کرانسانی عقل حیران ہے لیکن انھی نعمتوں اور مال و اسباب کے تعلق سے ان کے پیدا کرنے والے رب نے فرمایا: مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ. (ترجمہ: دنیا کا ساز وسامان تھوڑا ہے۔)

اس کی تفسیر میں فرمایا گیا کہ یہ اس کے لیے ہے جو دنیا ہی کا ہو جائے اوراس پر بھروسہ کرلے اورآخرت کی فکر نہ کرے اور جو شخص دنیا میں آخرت کا طالب ہواور اسباب دنیوی سے بھی آخرت ہی کے لیے کوشش کرے تو اس کے لیے دنیا کی کامیابی آخرت کا ذریعہ ہے۔ حضرت ذوالنون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے گروہ مریدین دنیا طلب نہ کرو اور اگر طلب کرو تو اس سے محبت نہ کرو، توشہ یہاں سے لو آرام گاہ اور ہے۔

دنیا کی بہت سی شاخیں ہیں، ان میں سے مال ونعمت جاہ وحشمت بھی ہیں، ان کے علاوہ بھی اس کی بہت سی شاخیں ہیں۔ ان تمام میں مال کا فتنہ سب سے عظیم ہے کیوں کہ حق تعالیٰ نے اس کا نام عَقَبہ رکھا ہے اورفرمایا:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَ مَآ اَدْرٰیکَ مَا الْعَقَبَةُ فَکُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ.

ترجمہ: پھر بے تأمّل گھاٹی میں نہ کودا اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی بندے کی گردن چھڑانا یا بھوک کے دن کھانا دینا۔

یعنی اعمالِ صالحہ بجالا کر ان جلیل نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا، اس کو گھاٹی میں کودنے سے تعبیر فرمایا اس مناسبت سے کہ اس راہ میں چلنا نفس پر شاق ہے۔

انسان کے لیے مال ایک ضروری چیز ہے اور اس سے بچنا اس کے لیے دشوار ہے اور احتیاج وضرورت سے اس لیے مفر نہیں ہے کہ جس طرح عیش وآرام کے لیے مال ایک ذریعہ اور سبب ہے بالکل اسی طرح وہ زادِ آخرت بھی ہے۔ انسان کو لباس ومکان درکار ہے، اس کے سوا گزارہ نہیں اور یہ چیزیں مال سے میسر آتی ہیں۔ اگر یہ چیزیں انسان کو نہ ملیں تو اس کا صبر کرنا ناممکن ہے، جب مال مل گیا تو گناہ اور معصیت سے محفوظ رہنا ناممکن ہے، اگر مال نہ رہے تو اِفلاس اور غربت میں مبتلا رہنے پر کفر کا اندیشہ ہے اور اگر مال پاس ہے اور توانگر ہے تو تکبر اور غرور کا خطرہ ہے بہر حال مال فائدے اور مضر اثرات سے خالی نہیں ہے۔ اس لیے مال کے فوائد اور مضر اثرات دونوں کا پہچاننا اور ان کی معرفت فرض ہے تا کہ انسان مال کی آفت سے بچے اور فائدے کے موافق اس کی جستجو یعنی حصول کی کوشش کرے۔

مال کی مذمت

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَ لَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَo

ترجمہ: اے ایمان والو! تمھارے مال نہ تمھاری اولاد کوئی چیز تمھیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

اس ارشاد ربانی سے واضح ہے کہ جس شخص کو اس کا مال اور اس کی اولاد خدا کے ذکر، خدا کی یاد سے غافل کردے وہ نقصان اور خسران والوں میں ہوگا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مال وجاہ کی محبت دل میں نفاق کو اس طرح نشو نما دیتی ہے جس طرح پانی سبزے کو۔

بعض صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کی

اُمت میں برے لوگ کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: مالدار لوگ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دنیا کو اہلِ دنیا کے پاس چھوڑ دو کہ جو کوئی اس کو اپنی حاجت سے زیادہ لے گا وہ اس کی ہلاکت کا باعث بنے گی اور اس کو اس کی خبر ہی نہ ہوگی۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

هَلَکَ الْمُکْثِرُوْنَ اِلَّا مَنْ قَالَ هٰکَذَا وَ هٰکَذَا وَ هٰکَذَا وَ قَلِیْلٌ مَّا هُمْ.

(رواہ احمد)

ترجمہ: زیادہ مال والے ہلاک ہوئے مگر جس نے اپنے مال کے ساتھ اس طرح، اس طرح اور اس طرح کیا (آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں سے اپنے سامنے، دائیں اور بائیں اشارہ فرمایا یعنی صدقہ کیا) اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک درہم دست مبارک پر رکھ کر فرمانے لگے کہ اے درہم! تو وہ چیز ہے کہ جب تک میرے پاس سے نہیں جائے گا مجھے کسی قسم کا نفع نہیں پہنچا سکتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: خدا کی قسم جو مال وزَر کو عزیز رکھے گا حق تعالیٰ اس کو ذلیل وخوار کرے گا۔

یاد رکھنا چاہیے کہ دنیا سے بقدرِ حاجت مال حاصل کرنا بُرا نہیں ہے۔ حاجت سے زیادہ کی طلب میں لگنا یا مال کے حصول کی فکر میں خدائے تعالیٰ کو بھول جانا بُرا ہے۔

مال کی آفات اور اس کے مضر اثرات

مال کی آفتوں میں بعض دنیوی اور بعض دینی:

☆ آدمی اگر چہ بڑا دین دار ہے اور معصیت سے خود کو محفوظ رکھتا ہے پھر بھی مُباح چیزوں

کے ذوق وشوق سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے گا۔ کس شخص میں قدرت ہے کہ مال دار ہوتے ہوئے جَو کی روٹی پر گزر کرے اور موٹا کپڑا پہنے۔

☆ جب آدمی عیش وعشرت میں پڑ جاتا ہے تو جسم اس سے لذت پاتا ہے پھر وہ اس کو چھوڑ نہیں سکتا۔

☆ دنیا اس کے لیے بہشت کے مانند ہوگی، موت سے بیزار رہے گا۔

☆ ظاہر ہے کہ جب اسے عیش وعشرت کی عادت پڑ جائے گی تو وہ اس کا سامان ہمیشہ حلال روزی سے فراہم نہیں کر سکے گا اور مشتبہ ذرائع اور طریقوں سے کمائے گا۔

☆ مال حاصل کر لیا تو دوسرے لوگ اس پر حسد کریں گے اور اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے، پھر یہ بھی ان سے بدلہ لینے کے لیے کمر بستہ ہو جائے گا اور خود بھی جھگڑے فساد اور حسد میں مبتلا ہو جائے گا۔

☆ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ دُنیا داری کے ساتھ طمانیتِ قلب اور خاطر جمعی کو حاصل کرے تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو پانی میں گھُس کر یہ چاہتا ہو کہ بھیگنے سے محفوظ رہے جو کہ ناممکن ہے۔

یہ سمجھنا چاہیے کہ مال سانپ کی طرح ہے جس میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی، جو شخص سانپ کے کاٹنے کا منتر نہ جانتا ہو اس کا سانپ پر ہاتھ ڈالنا اور سانپ کو پکڑنا اس کی ہلاکت کا سبب ہوگا۔ مال دار ہونا درحقیقت عیب نہیں ہے، صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں سے بہت سے حضرات مال دار تھے جیسے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہاں جس کا مال اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرب سے دور کر دے وہ مال اس کے لیے مُضر اور نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

مال کی حقیقت

مال کی حقیقت کے بارے میں ہم اپنے اسلاف کی زندگی کو دیکھیں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ تمام بزرگوں کا مقصود و مطلوب آخرت کی سعادت ہے اور اس سعادت کا حصول تین طرح کی نعمتوں سے ممکن ہے۔ ایک نعمت تو دل میں ہے جیسے علم اور اخلاقِ حسنہ، دوسری نعمتِ جسمانی ہے یعنی جسم کی صحت اور سلامتی اور تیسری نعمت جسم کے باہر سے متعلق ہے یعنی دنیاداری لیکن صرف ضرورت بھر۔

بزرگانِ دین نے مال کو سب سے کم تر درجے کی نعمت میں شمار کیا ہے اور مال میں سب سے کم مرتبے پر سونے اور چاندی کو۔

جو مال غذا اور لباس پر صرف کیا جاتا ہے اسی میں صرف انسان کا فائدہ ہے اس کے علاوہ دوسرے کسی مال میں انسان کا فائدہ نہیں ہے۔

جو شخص یہ بات سمجھ لے کہ اسے دنیا کے مال سے صرف اتنا ہی لینا ہے جو دین کے راستے میں اس کے کام آئے اور باقی مال کو وہ اپنے لیے زہرِ قاتل سمجھے تو وہ خود بھی صالح ہے اور اس کا مال بھی صالح ہے۔ جو شخص اس بات کو سمجھ گیا اور اس کے مطابق عمل پیرا ہوا وہ ہرگز مال کو دوست نہیں رکھے گا کیوں کہ جو شخص ایک چیز کو اپنے کسی مطلب یا مقصد کے لیے ڈھونڈتا ہے وہ اس مطلب یا مقصد کو دوست رکھتا ہے نہ کہ اس چیز کو۔ جو شخص نفسِ مال کو دوست رکھتا ہے وہ اندھا ہے اور اس نے اس کی حقیقت کو نہیں پہچانا ہے۔

مال کی محبت کے اسباب اور ان کا علاج

مال کی محبت کے دو اسباب ہیں:

(۱) پہلا سبب یہ ہے کہ انسان مال سے اس لیے محبت کرتا ہے اور اسے حاصل کرنے کی

اس لیے کوشش کرتا ہے تاکہ دنیوی زندگی میں اسے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ اسے بہ آسانی میسر آسکیں۔

(۲) دوسرا سبب یہ ہے کہ اسے مال کے چوری ہو جانے یا ضائع ہو جانے یا خرچ ہو جانے کا خوف ہوتا ہے اس لیے اس کی محبت اس کے دل میں رچ بس جاتی ہے۔

مذکورہ دونوں کیفیات' دل میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل اور بھروسے کے ختم ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان سے بچنے کی صورت اور ان کا علاج یہی ہے کہ اپنے دل میں توکل کو راسخ کر لے، اس کی وجہ سے یہ اسباب ختم ہو جائیں گے اور ان اسباب کے ختم ہونے کی وجہ سے مال کی محبت دل سے نکل جائے گی۔

مال کی قسمیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کے مال میں سے تین قسم کا مال اس کا ہے۔

☆ جو کھا کر ختم کر دیا

☆ جو پہن کر پُرانا کر دیا۔

☆ جو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے جمع کر دیا۔ (اور یہی کام آنے والا ہے۔)

اِن کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب لوگوں کے لیے چھوڑ کر جانے والا ہے۔

مال یقیناً فنا ہونے والا ہے، اگر باقی رہنے والی کوئی چیز ہے تو وہ راہِ خدا میں خرچ کرنا اور نیک اعمال ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ. (سورۂ مزمل، آیت: ۲۰)

ترجمہ: اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پاؤ گے۔

اسی طرح نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا اُس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو۔ بے وقوف ہی اسے جمع کرتا ہے، بے علم ہی اس کے لیے جھگڑتا ہے، ناسمجھ ہی اس کے لیے دشمنی اور حسد کرتا ہے اور بے یقین ہی اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔

مال کی لالچ کا انجامِ بد

ایک شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ میں چاہتا ہوں کہ کچھ عرصہ آپ کی صحبت میں رہوں۔ آپ نے اسے اجازت دے دی۔ ایک مرتبہ آپ کے ساتھ وہ کسی سفر میں نکلا، راستے میں ایک دریا کے کنارے پہنچے، توشۂ سفر میں تین روٹیاں تھیں، دو روٹیاں ان دونوں نے کھائیں اور ایک روٹی بچ گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی ضرورت سے وہاں سے کچھ دیر کے لیے چلے گئے، جب واپس آئے تو وہ روٹی آپ کو نظر نہ آئی، آپ نے دریافت کیا کہ روٹی کس نے لی؟ اس شخص نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ وہاں سے آگے بڑھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معجزات دکھائے، ہرن کے بچے کو ذبح کر کے تناول فرمایا پھر اس کی ہڈیوں سے فرمایا تو وہ ہڈیاں پھر سے ہرن کا بچہ بن کر وہاں سے چلی گئیں۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر دریا کے اوپر سے دریا پار کر دیا۔ ریت کو جمع کر کے اسے حکم دیا تو وہ سونا بن گئی، آپ نے سونے کے تین حصے کیے اور فرمایا کہ ایک حصہ تمھارا ہے، ایک حصہ میرا ہے اور تیسرا حصہ اس شخص کا ہے جس نے وہ روٹی کھائی ہے۔ اس وقت اس شخص نے محض سونے کی لالچ میں اقرار کر لیا کہ وہ روٹی اس کے پاس ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اب یہ تینوں حصے تم ہی لے لو۔

سونے کا یہ ڈھیر اس کے حوالے کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تنہا وہاں سے روانہ

ہو گئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد اتفاقاً دو شخص وہاں آئے اور چاہا کہ اس کو مار کر یہ سونا اپنے قبضے میں کر لیں۔ اس نے کہا: مجھے کیوں مار رہے ہو؟ ہم تینوں اس کو بانٹ لیں۔ پس انھوں نے ان تینوں میں سے ایک شخص کو شہر میں بھیجا کہ کھانا خرید کر لائے، وہ شخص گیا، کھانا خریدا، اس وقت اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ دونوں اتنا سونا لے جائیں گے، اگر میں ان کے کھانے میں زہر ملا دوں تو دونوں مر جائیں گے اور پورا سونا میرا ہو جائے گا۔ یہاں ان دونوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ اگر اُس تیسرے شخص کو مار دیں گے تو اس کے حصے کا سونا یہ دونوں آپس میں بانٹ سکتے ہیں۔

جب وہ شخص کھانا لے کر آیا تو ان دونوں نے مل کر اسے مار ڈالا، پھر وہ زہر ملا ہوا کھانا کھایا تو خود بھی مر گئے اور پورا سونا وہیں دھرا کا دھرا رہ گیا۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس اسی جگہ پہنچے تو دیکھا کہ سونا اسی طرح پڑا ہوا ہے اور وہیں پر تینوں شخص مرے پڑے ہوئے ہیں۔

مال کے نقصان سے بچنے کی تدبیر

پانچ چیزیں ہیں جنھیں اپنا کر مال کے نقصان اور مُضر اثرات سے بچا جا سکتا ہے:

(۱) اپنے ذہن میں یہ بات بٹھائے کہ اس مال کو کس نے پیدا کیا ہے اور کس لیے پیدا کیا ہے۔ مال اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس لیے پیدا فرمایا کہ انسان اسے اپنی حاجت یعنی جس قدر خوراک، لباس اور مکان اس کے جسم کی پرورش اور حفاظت کے لیے ضروری ہیں ان میں استعمال کرے۔ بدن کی حفاظت سے حواس باقی رہتے ہیں، حواس کے ذریعے عقل باقی رہتی ہے، عقل کے ذریعے دل اور دل اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت کے لیے ہے۔ جو شخص یہ بات سمجھ لے گا وہ مال کو بقدرِ

ضرورت ہی حاصل کرے گا۔

(۲) مال کی آمدنی پر کڑی نظر رکھے تاکہ حرام اور شبہ والے ذرائعِ آمدنی سے بچ سکے۔ جو مال مروّت کے خلاف ہو اسے بھی قبول نہ کرے، جیسے رشوت وغیرہ۔

(۳) مال کی مقدار پر نظر رکھے اور جتنا حاجت سے زیادہ ہو اسے جمع نہ کرے۔ اگر اس کے پاس حاجت سے زیادہ مال ہے تو اسے مساکین کا حق جانے۔

(۴) اپنے اخراجات پر نظر رکھے اور فضول خرچی سے پرہیز کرے۔ اگر دل کھول کے خرچ کرنے کا ارادہ ہو تو نیکی کے کاموں میں خرچ کرے۔ فضول خرچی اور حرام کمائی دونوں ایک منزل میں ہیں۔

(۵) مال کمانے، خرچ کرنے اور جمع کرنے میں اپنی نیت درست رکھے اور ذہن میں یہی بات رکھے کہ جو کچھ کما رہا ہے وہ عبادت میں دل جمعی کے لیے کما رہا ہے۔

حاصل یہ کہ اگر انسان اپنا دلی مقصد خدا کی عبادت اور توشۂ آخرت کو بنالے تو اس کا ہر کام اور ہر حرکت خواہ قضائے حاجت اور کھانا کھانا ہی کیوں نہ ہو عبادت میں داخل ہے اور اسے ہر کام کا اجر و ثواب ملے گا۔

جاہ وحشم کی محبت

جاہ وحشم کی محبت، نیک نامی کی طلب اور مخلوق کی زبان سے اپنی تعریف کی تمنا کرنا بھی انتہائی مذموم عمل ہے۔اس طلب اور آرزو نے نہ جانے کتنوں کو ہلاک کر دیا ہے، ان کی وجہ سے نہ جانے کتنے لوگ جھگڑوں میں پڑے ہیں اور نہ جانے کتنے لوگ دشمنی اور گناہوں میں مبتلا ہیں۔ جب انسان پر یہ خواہش غالب ہوتی ہے تو دینداری میں خلل پڑتا ہے، دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے اور وہ شخص بُرے اخلاق سے تباہ ہوجاتا ہے۔

جاہ وحشم کی مذمت

جاہ وحشم کے طلب کرنے کی مذمت قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا وَ الْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَO (سورۂ قصص، آیت:۸۳)

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر (بلندی) نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیز گاروں ہی کی۔

اس سے پتہ چلا کہ جو شخص دنیا میں بلندی اور عُلُوِّ مرتبہ کا خواہش مند ہوتا ہے اسے آخرت میں مقام ومرتبہ حاصل نہیں ہوگا۔

سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَسَبُ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ اَنْ یُّشِیْرَ اِلَیْہِ النَّاسُ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنِہٖ وَ دُنْیَاہُ. (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: کسی انسان کی برائی کے لیے یہی کافی ہے کہ لوگ اس کے دین یا دنیا کے حوالے سے اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کریں، البتہ جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

ایک مقام پر آپ نے فرمایا:

اِنَّمَا هَلَاکُ النَّاسِ بِاِتِّبَاعِ الْهَوٰی وَ حُبِّ الثَّنَاءِ.

ترجمہ: لوگوں کی ہلاکت کی باعث دو چیزیں ہیں، خواہش کے پیچھے چلنا اور تعریفی کلمات کو پسند کرنا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ اس نادان شخص کے دل کو کبھی سکون میسر نہیں آئے گا جو یہ دیکھ رہا ہو کہ کچھ لوگ اس کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں اور وہ مقتدیٰ اور پیشوا بنا ہوا آگے آگے چل رہا ہے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میری نظر میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو شہرت کا طالب ہوا ہو اور اس کا دین نہ برباد ہوا ہو اور اس کے حصے میں رُسوائی نہ آئی ہو۔

جاہ وحشم کی حقیقت

جاہ وحشم کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے لیے لوگوں کے دل مسخر ہوں اور ان کے سلسلے میں وہ اپنا تصرف کر سکے۔ جب کسی کا دل کسی کے لیے مسخر ہوتا ہے تو اس کا جسم اور اس کا مال بھی اس کا تابع ہوتا ہے۔ دل کے مسخر ہونے کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے بارے میں اس طرح اچھا خیال رکھے کہ اس کی بزرگی اور بڑائی دل میں سما جائے، خواہ یہ بزرگی اس کے کسی کمال کی وجہ سے ہو یا علم وعبادت کی وجہ سے یا اچھے اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے یا قوت وطاقت کی وجہ سے یا اور کسی ایسی چیز کی وجہ سے جس کو لوگ اس شخص کا کمال اور بزرگی سمجھتے ہوں۔

جس کے دل میں ایسا خیال بیٹھ جائے گا اس کا دل اس کے لیے مسخر ہو جائے گا اور وہ شخص راضی خوشی اور رغبت کے ساتھ اس کا فرماں بردار بن جائے گا۔

جاہ وحشم کی خواہش بھی مکمل طور پر بُری نہیں ہے بلکہ جس طرح بقدرِ کفایت مال کا حاصل کرنا انسانی ضرورت ہے اور اس کے حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اسی طرح جاہ وحشم کا بھی بقدرِ کفایت حاصل کرنا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ انسان کو خادم کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح بادشاہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے، یہ شخص اپنے خادم سے جاہ و حشم میں بڑھ کر ہوگا اور اس کا بادشاہ اس سے بڑھ کر ہوگا۔ اسی طرح شاگرد کے دل میں اگر استاذ کی قدر و منزلت نہ ہو تو وہ علم حاصل نہیں کر سکے گا، جب تک استاذ کے دل میں شاگرد کا پاس ولحاظ نہیں ہوگا اس وقت تک وہ اسے تعلیم نہیں دے سکے گا۔

جاہ وحشم کی محبت کے نقصانات

جاہ وحشم کی محبت انسان کو نفاق، ریا کاری، جھوٹ، فریب کاری، دشمنی، حسد، جنگ وجدال اور طرح طرح کے گناہوں کی طرف آمادہ کرتی ہے۔ اس لیے کہ جس کے دل میں جاہ وحشم کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اس کی طبیعت میں اس کی طلب کا زبردست غلبہ ہو جاتا ہے۔ جب کسی شخص کی نظر اپنے کاموں میں اس بات پر ہوتی ہے کہ مخلوق اسے کس نظر سے دیکھتی ہے، مخلوق کی نظر میں اس کا کیا مقام ہے، لوگ کس طرح اس کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں اور اس کے بارے میں کیا گمان رکھتے ہیں تو اس صورت میں وہ جس کام میں بھی مشغول ہوتا ہے اس کا دل لوگوں کی بات چیت اور اس کے بارے میں ان کے جو خیالات ہیں اسی میں لگا رہتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی تخلیق کے مقصد اور اپنے خالق کی محبت کو فراموش کر بیٹھتا ہے۔ ایسے بیمار کو اپنا علاج کرانا فرض ہوتا ہے۔

جاہ وحشم کی محبت کے آفات

دنیا میں تو اس کی آفت یہ ہے کہ جاہ وحشم کا طالب ہمیشہ رنج وغم اور ذلت وخواری میں رہتا ہے، وہ مخلوق کی خاطر داری اور دل جوئی میں لگا رہے گا، اب اگر وہ کامیاب نہیں ہوا یعنی اسے اپنا مطلوبہ مقام نہیں ملا تو وہ ذلیل ہوا اور اگر مل گیا تو لوگ اس سے حسد کریں گے، اسے اس مقام سے ہٹانے کی کوشش میں لگ جائیں گے بلکہ اس کی جان کے پیاسے ہو جائیں گے اور یہ شخص ہر وقت دشمنوں کی دشمنی سے خوف زدہ رہنے لگے گا، حاسدوں کے حسد سے ڈرنے لگے گا، ان کی طرف سے پہنچنے والے نقصانات کے بارے میں فکر مند رہنے لگے گا اور ان سے بچنے کی تدبیر کرنے لگے گا۔

پھر یہ بھی جان لینا چاہیے کہ جاہ وحشم کا تعلق مخلوق کے دل سے ہے اور دلوں کی حالتیں بدلتی رہتی ہیں۔ آج لوگوں کے دلوں میں اس کی کوئی خاص خوبی دیکھ کر اس کا مقام و مرتبہ راسخ ہے، کل کو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ صفت ہی اس کے اندر سے ختم ہو جائے اور مخلوق کے دل میں اس کی حیثیت کم ہو جائے۔ اب اسے دوبارہ اس مقام پر پہنچنے کی فکر لاحق ہوگی اور اس کے لیے وہی حربے اپنائے گا جو پہلے اپنایا تھا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس صفت کی وجہ سے مخلوق کے دلوں میں اس کا مقام بنا ہوا ہے کوئی دوسرا شخص اس صفت میں اس سے آگے نکل گیا، اب مخلوق کے دل میں اُس شخص کا رُتبہ بیٹھ گیا اور اس کی وُقعت کم ہوگئی، اب یہ ذلیل ہوا، پھر اسے اُس سے حسد ہوگا اور یہ اُسے گزند پہنچانے اور اُسے نیچا دِکھانے کی کوشش میں لگ جائے گا۔

حاصل یہ ہے کہ طالبِ جاہ وحشم کسی نہ کسی آفت میں مبتلا رہے گا اور اس کے مقابل میں وہ شخص جسے جاہ وحشم کی کچھ پروا نہیں ہے وہ ان آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

جاہ وحشم کی محبت کا علاج

جب دل میں جاہ وحشم کی خواہش اور محبت غالب آجائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ دل بیمار ہے اور اس کا علاج کرنا ضروری ہے۔

جاہ وحشم کی محبت کا علاج بھی علم اور عمل دونوں کے مجموعے سے ہوگا۔ علمی علاج تو یہ ہے کہ جاہ وحشم میں کس قدر آفتیں ہیں۔ چند آفات جن کا ہم نے تذکرہ کیا، ان کے علاوہ اور بھی متعدد آفات ہیں۔ اپنے ذہن میں یہ بات بھی بٹھا لے کہ جو کوئی شخص جاہ وحشم کا خواہش مند اور طالب ہوتا ہے اس کا دل خداوندِ تعالیٰ کی محبت سے خالی رہتا ہے اور موت کے وقت جس کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی محبت ہو اس کے لیے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔

عملی علاج دو طرح کا ہے۔ ایک یہ ہے کہ جس جگہ اس کی عزت اور احترام کیا جاتا ہے اس جگہ کو چھوڑ دے، وہاں سے کسی اجنبی ملک یا شہر چلا جائے تاکہ اس کو وہاں کوئی نہ پہچانے۔ یہ سب سے اچھا علاج ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جس کام کی وجہ سے مخلوق اس کی تعریف کر رہی ہے وہ کام ترک کر دے اور ایسا کام کرے جس کی وجہ سے مخلوق اس کی ملامت کرے، اس کی وجہ سے اس کا نفس ذلیل ہوگا اور اس کے دل سے جاہ وحشم کی طلب نکل جائے گی۔

ریا اور سُمعہ کا بیان

رِیا کا معنیٰ ہے دِکھاوا کرنا اور سُمعہ کا معنیٰ ہے کسی کو سنانے کے لیے کوئی عمل کرنا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت میں ریا اور سُمعہ دونوں بہت ہی مذموم ہیں۔ عبادت میں رِیا کاری یہ ہے کہ کسی کو دکھانے کے لیے عبادت کرے یا اس خیال سے اچھی طرح عبادت کرے کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے، اگر وہ نہ دیکھتا تو اتنے اچھے انداز میں نہیں کرتا، یہ دونوں صورتیں مذموم ہیں۔ سُمعہ کا مطلب ہے سُنانا، مثلاً قرآنِ مقدس کی تلاوت بلند آواز سے کر رہا ہے تاکہ سننے والے اسے عبادت گزار اور تلاوتِ قرآن کا پابند سمجھیں یا جس جگہ پر لوگ سن رہے ہیں وہاں خوش اِلحانی اور اچھی آواز کے ساتھ پڑھ رہا ہے، اگر سننے والے نہ ہوتے تو اتنے اچھے انداز میں نہ پڑھتا، یہ سُمعہ ہے اور شریعت میں قابلِ گرفت ہے۔

رِیا اور سُمعہ کی مذمت

ریا اور سُمعہ کی مذمت قرآن وحدیث میں وارد ہے۔ دکھاوے کے لیے نماز پڑھنے والے کی مذمت قرآن مقدس میں ان الفاظ میں کی گئی ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ٥ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ ٥ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ ٥ وَ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ٥ (سورۂ ماعون، آیت: ۴-۷)

ترجمہ: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں، وہ جو دِکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

کسی شخص نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نجات کس چیز میں ہے؟ آپ نے فرمایا: تو خدا کی بندگی کرے اور ریا کے لیے عمل نہ کرے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ عَمَلًا فِيْهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ رِيَآءٍ. (الترغیب والترہیب)

ترجمہ: اللہ ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا جس میں ایک ذرے کے برابر بھی دکھاوا ہو۔

قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کیا اطاعت کی؟ وہ جواب دے گا کہ میں نے خدا کی راہ میں اپنی جان فدا کی اور جہاد میں مارا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا، جہاد تو اس لیے تو نے کیا تا کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص بڑا بہادر ہے اور اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم دے گا۔ اس کے بعد دوسرے شخص کو لایا جائے گا، اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کیا اطاعت کی؟ وہ کہے گا کہ جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں نے تیری راہ میں خیرات کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بول رہا ہے، تو نے اس واسطے یہ سخاوت کی تھی تا کہ لوگ تجھے سخی کہیں اور اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم فرمائے گا۔ پھر ایک اور شخص لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا: تو نے کیا اطاعت کی؟ وہ جواب دے گا کہ میں نے علم حاصل کیا، علمِ قرآن سیکھا اور اس کے حاصل کرنے پر بہت محنت کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بول رہا ہے، تو نے علم اس لیے حاصل کیا کہ لوگ تجھے عالم کہیں۔ اسے بھی دوزخ میں ڈالنے کا حکم فرمائے گا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی اُمّت کے معاملے میں کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا ان کے چھوٹے شرک سے ڈرتا ہوں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ چھوٹا شرک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ رِیا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: اے ریا کارو! تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جنھیں دکھانے کے لیے تم میری عبادت کیا کرتے تھے اور اپنے عمل کی جزا انھی سے مانگو۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جُبُّ الحُزن'' (یعنی غم کے

گڑھے) سے اللہ کی پناہ مانگو۔لوگوں نے عرض کیا: جُبّ الحزن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جہنم کا ایک غار ہے جو ریا کار عالموں کے لیے بنایا گیا ہے۔

رِیا اور سُمعہ کی حقیقت

لغت میں ریا ''رُویۃ'' سے ہے، جس کا معنی دیکھنا ہے۔اسی طرح سُمعہ ''سِمَاع'' سے ہے، جس کا معنیٰ شہرت ہے اور ریا کا شرعی معنیٰ ہے ''لوگوں کو اچھی خصلتیں دکھلا کر ان کے دلوں میں اپنی قدر و منزلت پیدا کرنا''

چوں کہ جاہ و منزلت کا دلوں میں پیدا ہونا سوائے عبادات کے اور اعمال سے بھی ہو سکتا ہے اور عبادات سے بھی، اس لیے ریا کی تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی عبادت سے بندوں کو خوش کرنا اور اپنی تعریف کروانا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنی گردن نیچے کیے ہوئے ہے یعنی یہ ظاہر کر رہا ہے کہ میں پارسا ہوں۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا: اے گردن کج کرنے والے! گردن سیدھی کر، تواضع اور خاکساری کا تعلق دل سے ہے، گردن سے نہیں۔

ریا کاری کی قسمیں

ریا کاری کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم کا تعلق بدن کی ظاہری صورت سے ہے۔مثلاً کوئی شخص اپنے بالوں میں کنگھی نہ کرے تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ عبادت میں مصروفیت کی وجہ سے اسے اپنے آپ کی بالکل فکر نہیں ہے۔لوگوں کے سامنے آہستہ گفتگو کرے تا کہ لوگ اسے سنجیدہ سمجھیں وغیرہ۔اگر ان چیزوں سے دل میں یہ ارادہ کیا کہ لوگ اس کے بارے میں اچھا گمان کریں تو یہ ریا کاری ہے۔

(۲) دوسری قسم کا تعلق لباس سے ہے۔ جیسے کوئی شخص معمولی، پھٹا ہوا اور میلا لباس پہنے تا کہ لوگ خیال کریں کہ یہ شخص بہت بڑا زاہد ہے۔

(۳) تیسری قسم کا تعلق گفتار اور بول چال سے ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنے ہونٹوں کو ہر وقت ہلاتا رہے تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ وہ ذکرِ الٰہی سے کبھی غافل نہیں ہوتا یا حدیثیں اور صحابہ کے واقعات بیان کرتا ہے تا کہ لوگ سمجھیں کہ بہت بڑا عالم ہے۔

(۴) چوتھی قسم کا تعلق عبادت سے ہے۔ مثلاً کوئی شخص دور دراز سے اس کے پاس ملنے کے لیے آیا تو اس کے سامنے اچھی طرح نماز پڑھنے لگا، قیام میں سر کو خوب جھکائے ہوئے ہے، رکوع اور سجود طویل کر رہا ہے۔ لوگوں کے مجمع میں صدقہ و خیرات کرر ہا ہے کہ لوگ اسے سخی کہیں۔

(۵) ریا کی پانچویں قسم کا تعلق جاہ و مرتبے سے ہے۔ مثلاً کوئی شخص سب کے سامنے بیان کرے کہ میرے اتنے زیادہ شاگرد ہیں یا بڑے بڑے لوگ مجھ سے ملنے کے لیے آتے ہیں یا بڑے بڑے علما میری عزت اور تعظیم کرتے ہیں وغیرہ۔

ریا کاری کے درجات

ریا کاری کے تین درجے ہیں:

(۱) پہلا درجہ یہ ہے کہ ریا کاری کرنے والے کو ثواب بالکل مقصود نہ ہو۔ جیسے کہ کسی شخص نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا، اگر وہ تنہا ہوتا تو یہ نہیں کرتا۔ یہ ریا کی سب سے بُری صورت ہے اور اس پر سخت عذاب ہے۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ ریا کار اپنا عمل دکھاوے کے لیے تو کر رہا ہے لیکن اس کو اپنے اس عمل پر ثواب بھی مقصود ہو۔ مثلاً تنہا ہوتا تو نماز نہ پڑھتا لوگوں کے مجمع میں

پڑھنے لگا لیکن یہ ارادہ کرلیا کہ اس سے اسے ثواب بھی ملے تو اس کے اس ارادے سے اسے کچھ ثواب نہیں ملے گا بلکہ یہ درجہ بھی پہلے درجے سے قریب ہی ہے۔

(۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ عبادت سے ثواب کا ارادہ غالب ہو۔ مثلاً اگر تنہا ہو تو تب بھی عبادت کرتا لیکن دوسروں کے سامنے بہت اچھے انداز میں کررہا ہے۔ اس صورت میں امید ہے کہ اس کی عبادت ضائع نہ ہو لیکن جس قدر ریا کاری کا غلبہ ہوگا اسی کے اعتبار سے اسے عذاب ہوگا اور اسی کے اعتبار سے اس کے ثواب میں کمی واقع ہوتی چلی جائے گی۔

رِیا کاری کی علامتیں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ریا کار (دکھاوا کرنے والے) کی تین علامتیں ہیں، جن کے ذریعے وہ پہچانا جاسکتا ہے۔

(۱) یہ کہ خلوت (تنہائی) میں تو کاہل رہتا ہے، عمل نہیں کرتا اور لوگوں کے سامنے چست و چالاک ہو جاتا ہے۔

(۲) یہ کہ جب اس کی تعریف کی جاتی ہے تو بڑھ چڑھ کر عبادت کرتا ہے۔

(۳) یہ کہ جب اس کی ملامت اور سرزنش کی جائے تو اپنے عمل کو کم کردیتا ہے۔

ریا کاری کے اسباب

ریا کاری کا عموماً سبب یہ بنتا ہے کہ جو شخص بچپن سے لوگوں کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے دِکھاوا کرتے ہیں اور اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے بنا سنوار کر پیش کرتے ہیں۔ اس سے ریا کی خاصیت بچے کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور پھر وہ خاصیت بڑھتی چلی جاتی ہے پھر جب تک وہ اس بات کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے کہ ریا میں اس کا نقصان

ہے خود اس کے اندر ریا کی عادت غالب آ جاتی ہے اور اب اس کے اندر سے اس کا نکالنا نہایت ہی دشوار ہو جاتا ہے۔

ریا کاری کا علاج

جس کے اندر ریا کاری پیدا ہو جائے اس کے لیے فرضِ عین ہے کہ اس سے اپنے آپ کو بچانے اور اس کے علاج کی ہر ممکن کوشش کرے۔ اس سے بچنے کے دو راستے ہیں۔

پہلا یہ کہ اپنے باطن سے اس بیماری کو بالکل نکال پھینکے، اسے تنقیح کہتے ہیں۔ یہ دو طرح سے ممکن ہے ایک علم کے ذریعے اور دوسرا عمل کے ذریعے۔ علم کے ذریعے اس طرح کہ انسان اس کے نقصانات کو پہچانے۔ اس لیے کہ انسان کوئی بھی کام اس کی لذت اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے اور جب اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ریا کاری کی آمیزش سے اس کام کی لذت اور فائدہ بالکل ختم ہو جائے گا تو اسے اپنے آپ کو اس سے بچانا کچھ حد تک آسان ہو جائے گا۔

عمل کے ذریعے علاج اس طرح ممکن ہے کہ انسان اپنی نیکیوں اور عبادتوں کو اس طرح چھُپائے جیسے کوئی شخص اپنی برائیوں اور عیوب چھُپاتا ہے۔ اس طرح کرنے سے اس کے دل میں یہ تصور بیٹھ جائے گا کہ میرے لیے بس اتنا کافی ہے کہ میرا مولا مجھے دیکھ رہا ہے، کسی اور کو دکھانے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ شروع شروع میں ایسا کرنا اگرچہ دشوار ہے لیکن کوشش کرنے سے آسانی پیدا ہوتی ہے۔ پھر جب وہ مناجات اور اخلاص کی لذت محسوس کرنے لگے گا اس وقت اس کی کیفیت خود بخود بدل جائے گی۔

دوسرا یہ کہ جب دل میں ریا کاری کا تصور گزرے تو اسے اُبھرنے نہ دے بلکہ دل میں ہی دَبا دے۔ اسے تعدیل کہتے ہیں۔

اطاعت و بندگی کو ظاہر کرنے کی رخصت

اگر کوئی شخص اطاعت و بندگی کرے تو بہتر تو یہ ہے کہ چھپا کر کرے تا کہ اس میں ریا کاری کا بالکل شائبہ نہ پایا جائے لیکن اس کے ظاہر کرنے میں بھی بڑا فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگ اس کی اطاعت و بندگی کو دیکھ کر اس کی پیروی کریں گے اور انھیں بھلائی کے کاموں کی طرف رغبت ہوگی اس لیے اگر کوئی شخص اس نیک نیتی کے ساتھ اپنی عبادت کو ظاہر کرتا ہے تو یہ بالکل درست ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دونوں طرح کے لوگوں کی تعریف فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا:

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَ اِن تُخۡفُوۡهَا وَ تُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ. (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۷۱)

ترجمہ: اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمھارے لیے سب سے بہتر ہے۔

غرور وتکبر

تکبُّر کا معنٰی ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا یا اپنی بڑائی کا اظہار کرنا۔ یہ بھی ایک بہت بڑی مُہلِک بیماری ہے جس میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں۔ انسان کچھ تو اپنی اُن خوبیوں پر تکبر کرتا ہے جو اللہ تبارک وتعالٰی نے اسے عطا فرمائی ہے، مثلاً مالدار بنا دیا یا صاحبِ علم بنا دیا یا خوبصورت بنا دیا تو اب وہ دوسروں کو اپنے سامنے حقیر و ذلیل سمجھنے لگتا ہے اور کچھ اپنی خود ساختہ خوبیوں پر بھی تکبر کرنے والے ہیں، لوگوں نے انسانیت کو طبقوں اور ذات پات میں بانٹ رکھا ہے، یہ مُغل ہے، یہ خان ہے، یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے اور ان کے درجے مقرر رکھے ہیں کہ اس کا یہ مقام ہے اور اُس کا وہ مقام ہے۔ یہ بھی تکبر میں شمار ہوگا۔ دراصل یہ فرعونی عمل ہے جس کی مذمت قرآن مقدس میں ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَھْلَھَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَۃً مِّنْھُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَ ھُمْ وَ یَسْتَحْیٖ نِسَآءَ ھُمْ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ o

ترجمہ: بے شک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا تھا اور اس کے لوگوں کو اپنا تابع بنا لیا، ان میں ایک گروہ کو کمزور دیکھتا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا۔ بے شک وہ فسادی تھا۔

تکبر کی مذمت

قرآن وحدیث میں تکبر کرنے والوں کی مذمت کئی مقامات پر وارد ہوئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالٰی نے ارشاد فرمایا: سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ. (سورۂ اعراف، آیت: ۱۴۶)

ترجمہ: اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جو لوگ میرے بندوں پر تجبُّر (برتری کا اظہار) کرتے ہیں اور میرے اولیا سے لڑتے ہیں میں انھیں اپنی آیتوں کے قبول اور تصدیق سے پھیر دوں گا تا کہ وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں، یہ ان کے عناد کی سزا ہے کہ انھیں ہدایت سے محروم کیا گیا۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ (سورۂ مومن، آیت:۳۵)

ترجمہ: اللہ یوں ہی مُہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تکبر کرنے والوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے تا کہ اس میں ہدایت قبول کرنے کا کوئی محل باقی نہ رہے۔

کئی مقامات پر فرمایا:

بِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ (سورۂ نحل، آیت:۲۹)

ترجمہ: کیا ہی بُرا ٹھکانہ مغروروں کا۔

تکبر کی مذمت میں متعدد احادیث کریمہ وارد ہیں۔ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ كَبَّهُ اللّٰهُ لِوَجْهِهٖ فِى النَّارِ.

ترجمہ: جس شخص کے دل میں (رائی کے) دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا اللہ تعالیٰ اسے اوندھا کر کے جہنم میں ڈالے گا۔

ایک مقام پر آپ نے فرمایا:

اِنَّ اَهْلَ النَّارِ كُلُّ جَعْظَرِيٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ جَمَّاعٍ مَنَّاعٍ وَ اَهْلَ الْجَنَّةِ الضُّعَفَاءُ الْمَغْلُوبُونَ. (رواہ احمد)

ترجمہ: وہ تمام لوگ دوزخی ہیں جو سخت مزاج، متکبر، خوب جمع کرنے والے اور خرچ نہ کرنے والے ہیں اور جنتی لوگ کمزور اور مغلوب لوگ ہوں گے۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا عابد وزاہد تھا اور ایک دوسرا شخص فاسق و بدکار، وہ عابد بیٹھا ہوا تھا تو بادل کا ایک ٹکرا اس کے سر پر سایہ فگن تھا، اس فاسق کو خیال آیا کہ جاؤں اور جا کر اس عابد کے پاس بیٹھ جاؤں، شاید حق تعالیٰ اس کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے۔ جب یہ فاسق اس عابد کے پاس جا کر بیٹھا تو اس عابد نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ یہ نالائق اور نِکمّا میرے پاس آ کر کیوں بیٹھا ہے؟ یہ خیال کر کے اس نے فاسق سے کہا کہ اٹھو اور یہاں سے جاؤ، تمھارا میرے پاس کیا کام ہے؟ جب وہ اُٹھ کر جانے لگا تو بادل کا وہ ٹکڑا بھی اس کے ساتھ چلنے لگا۔

اُس زمانے کے رسول پر وحی نازل ہوئی کہ ان دونوں سے کہہ دو کہ اب دونوں نئے سِرے سے عمل کریں اس لیے کہ جو گناہ فاسق نے کیے تھے وہ میں نے اس کے نیک ایمان کی وجہ سے بخش دیے اور عابد کی ساری عبادتیں اس کے تکبر کی وجہ سے برباد ہوگئیں۔

تکبر کی حقیقت

تکبر در حقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ایک طرح مقابلہ کرنا ہے اس لیے کہ بزرگی اور عظمت تو صرف اسی کی ذات کے لائق ہے۔ تکبر تو شیطانی عمل ہے اس لیے کہ سب سے پہلے شیطان نے تکبر کی تھی جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو

سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس نے کہا:

اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ. (سورۂ اعراف، آیت: ۱۲)

ترجمہ: میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اُسے مٹی سے بنایا۔

ابلیس نے اپنے مادے اور اصل کو اپنی فضیلت کا سبب سمجھا جب کہ یہ اس کی خام خیالی تھی۔ اس لیے کہ آگ کو مٹی سے افضل کہنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ آگ میں طیش و تیزی اور ترَفُّع ہے، یہ تکبر کا سبب ہوتا ہے اور مٹی سے وقار، بردباری، حیا اور صبر حاصل ہوتا ہے۔ مِٹی سے مُلک آباد ہوتے ہیں اور آگ سے برباد ہوتے ہیں۔ مٹی امانت دار ہے، جو چیز اس میں رکھی جائے اسے محفوظ رکھتی ہے اور بڑھاتی ہے اور آگ فنا کر دیتی ہے۔

تکبر کے درجات

تکبر کے تین درجے ہیں:

(۱) پہلے درجے میں وہ تکبر ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں ہو، جیسے نمرود، فرعون اور ابلیس کا تکبر یا ایسے لوگوں کا تکبر جو خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللہ کی عبادت سے شرم و عار محسوس کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے درجے میں وہ تکبر ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا جائے جیسے کہ کفارِ قریش نے کیا اور کہا کہ ہم اپنے جیسے ایک بشر کی اطاعت نہیں کریں گے، ہمارے پاس اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی فرشتے کو کیوں نہیں بھیجا یا کسی معزز سردار کو کیوں نہیں بھیجا۔

(۳) تیسرے درجے میں وہ تکبر ہے جو انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کے عام بندوں کے ساتھ کرے اور ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے، حق بات کو نہ مانے اور اپنے آپ کو

ان سے بہتر اور بزرگ سمجھے۔ یہ درجہ سب سے بُرا ہے۔

تکبر کی علامتیں

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ متکبر کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: متکبر وہ ہے جو خدا کے لیے گردن نہ جھکائے اور دوسرے لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔ انسان کی یہ دونوں خصلتیں اس کے اور اس کے معبود کے درمیان بڑا حجاب حائل کر دیتی ہیں۔ تکبر سے بُرے اخلاق پیدا ہوتے ہیں اور انسان نیک اخلاق سے محروم ہو جاتا ہے۔

تکبر کی کئی علامتیں بیان کی گئی ہیں، چند یہاں ذکر کی جارہی ہیں:

(۱) جب تک کوئی ساتھ میں یا آگے پیچھے چلنے والا نہ ہو وہ کہیں جانے کے لیے تیار نہ ہو۔

(۲) یہ پسند کرے کہ اس کے سامنے لوگ ہاتھ باندھے کھڑے ہوں۔

(۳) کسی سے ملنے جانا پسند نہ کرے۔

(۴) جو شخص کسی اعتبار سے اس سے کم درجے کا ہو اسے اپنے قریب بٹھانا پسند نہ کرے۔

(۵) گھر کے کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا کسرِ شان سمجھتا ہو۔

(۶) جب تک شاندار لباس نہ پہنے گھر سے باہر نکلنا پسند نہ کرتا ہو۔

تکبر کے اسباب

تکبر کے چھ اسباب ہیں:

(۱) علم۔ جب کوئی شخص اپنے آپ کو علم کے زیور سے آراستہ پاتا ہے تو دوسروں کو اپنے سامنے جانوروں کی طرح خیال کرتا ہے اور اس پر تکبر غالب آجاتا ہے۔

(۲) زُہد و عبادت۔ یہ بھی تکبر کا سبب بن جاتا ہے اور انسان سوچنے لگتا ہے کہ میرے زُہد

وعبادت کی وجہ سے لوگ میری تعظیم کریں۔

(۳) نسب اور خاندان کا تکبر۔ یہ تکبر بہت زیادہ عام ہے، لوگوں نے ساری انسانیت کو طبقوں میں بانٹ دیا ہے اور کچھ لوگ اپنے نسب اور خاندان کو اعلیٰ طبقے کا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو اپنے سامنے گھٹیا اور ذلیل سمجھتے ہیں۔

(۴) حسن و جمال۔ یہ تکبر اکثر عورتوں میں ہوتا ہے اور جو عورتیں یا مرد خوبصورت ہوتے ہیں وہ بہت ہی زیادہ اِتراتے ہوئے چلتے ہیں۔

(۵) مالداری۔ یہ تکبر بھی بہت ہی شائع وذائع ہے، خصوصًا ان لوگوں میں جو پہلے مفلس ہوتے ہیں اور عن قریب مال دار ہوئے ہوتے ہیں وہ اپنے سامنے مفلسوں اور ناداروں کو بہت ہی ذلیل اور گھٹیا سمجھتے ہیں۔

(۶) طاقت وقوت۔ طاقت وقوت کئی طرح کی ہوتی ہے اور اس کی بنیاد پر بھی قوی لوگ ضعیفوں اور کمزوروں پر تکبر کرتے ہیں۔

تکبر کا علاج

تکبر انسان کو دنیا اور آخرت دونوں میں تباہی کے دہانے پر پہنچانے والا مرض ہے۔ جس کے اندر تکبر کی علامتیں ظاہر ہوجائیں اس پر اس کا علاج فرض ہوجاتا ہے۔

تکبر کے علاج کی سب سے آسان صورت یہ ہے کہ انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کو پہچانے تاکہ اسے یہ بات معلوم ہوجائے کہ وہ ہر بڑوں سے بڑا ہے اور اس کے سامنے کسی کی کوئی بڑائی نہیں چلنے والی ہے اس لیے تکبر اسی کی شایانِ شان ہے اور اپنے آپ کو پہچانے اور اپنی ذات میں غور کرے کہ اس کی حقیقت کیا ہے، وہ ایک نطفۂ پلید ہے جسے اللہ نے صورت بخشی اور خوبی عطا فرمائی تو کیوں کر اس کے لیے یہ مناسب ہوگا کہ وہ اللہ کی کسی مخلوق کے

سامنے اپنی بڑائی بیان کرے اور تکبر کرے۔

انسان کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمائی:

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ٥ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ٥ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ٥ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ٥ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ٥ (سورۂ عبس، آیت:۲۰)

ترجمہ: آدمی مارا جائیو، کیا ناشکر ہے، اسے کاہے سے بنایا، پانی کی بوند سے اسے پیدا فرمایا پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا، پھر اسے (ماں کے پیٹ سے باہر آنے کا) راستہ آسان کیا، پھر اسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا۔

دوسری آیت میں فرمایا:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ٥

(سورۂ دہر، آیت:۱)

ترجمہ: بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

تکبر کا عملی علاج یہ ہے کہ اپنے تمام احوال اور تمام افعال میں تواضع اور عاجزی اختیار کرے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمین پر تشریف فرما ہو کر کھانا تناول فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں بندہ ہوں، میں اسی طرح کھاؤں گا جس طرح بندے کھانا کھاتے ہیں۔

غفلت وشقاوت

جو لوگ اُخروی نیک بختی سے محروم ہو جاتے ہیں اُن کی محرومی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستے پر نہیں چلتے۔ راہِ خدا پر نہ چلنے کی دو وجہیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ وہ لوگ اس راستے کو جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور دوسری یہ کہ ان کے اندر جاننے کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی۔ اِس نہ جاننے کی بھی دو وجہیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ وہ خواہشات کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور شہوت وخواہشات پر غالب نہیں آپاتے یا غفلت میں مبتلا رہتے ہیں اور اس طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔ یہ غفلت اور شقاوت بھی ہلاکت کے اسباب میں سے ہیں اس لیے ان کا علاج بھی ضروری ہے۔

شقاوت کی قسمیں

وہ شقاوت جس کا باعث اور موجب نادانی ہو اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) غفلت اور بے خبری۔

(۲) ضلالت وگمراہی۔

(۳) غرور وخود پسندی۔

شقاوت کی مذمت

قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ میں شقاوت اور اس کے خاص سبب یعنی غفلت کی بڑی مذمت آئی ہے۔

شقاوت کا انجام بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ○ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ ۝ (سورۂ ہود، آیت: ۱۰۵)

ترجمہ: جب وہ دن آئے گا کوئی بے حکمِ خدا بات نہ کرے گا تو ان میں کوئی بد بخت ہے اور کوئی خوش نصیب، تو وہ جو بد بخت ہیں وہ تو دوزخ میں ہیں وہ اس میں گدھے کی طرح رینکیں گے۔

قیامت میں ان کے محاسبے کا واقعہ کس طرح ہوگا اسے اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مقدس میں بیان فرماتا ہے۔

(ترجمہ) اور جن کی تولیں ہلکی پڑیں وہی ہیں جنھوں نے اپنی جانیں گھاٹے میں ڈالیں، ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ ان کے منہ پر آگ لپٹ مارے گی اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے۔ کیا تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں تو تم انھیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے رب ہمارے! ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ہم ظالم ہیں۔ رب فرمائے گا: دُھتکارے پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔ بے شک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے، تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے تو تم نے انھیں ٹھٹھا بنا لیا، یہاں تک کہ انھیں بنانے کے شغل میں میری یاد بھول گئے اور تم ان سے ہنسا کرتے۔ بے شک آج میں نے ان کے صبر کا انھیں یہ بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہیں۔ فرمایا: تم زمین میں کتنا ٹھہرے برسوں کی گنتی سے؟ بولے ہم ایک دن رہے یا دن کا حصہ تو گننے والوں سے دریافت فرما۔ فرمایا:

تم نہ ٹھہرے مگر تھوڑا اگر تمھیں علم ہوتا۔ تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھیں بے کار بنایا اور تمھیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

(سورۂ مومنون، آیت: ۱۰۲-۱۱۵)

ایک مقام پر فرماتا ہے:

مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ o وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ o (سورۂ اعراف، آیت: ۱۷۸-۱۷۹)

ترجمہ: جسے اللہ راہ دکھائے تو وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو وہی نقصان میں رہے اور بے شک ہم نے جہنّم کے لیے پیدا کیے بہت جن اور آدمی وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ، وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

ایک مقام پر فرماتا ہے:

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا o (سورۂ کہف، آیت: ۲۸)

ترجمہ: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے اور تمھاری آنکھیں انھیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں۔ کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار چاہو

گے اور اس کا کہانہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

شقاوت کا سبب

اللہ کے اکثر بندے اس کی بارگاہ سے دور ہیں، اس دوری کا سبب غفلت ہے۔ سو میں سے ننانوے افراد کا یہی حال ہے۔ غفلت کا معنٰی یہ ہے کہ لوگ آخرت کے کام کی دشواری سے بے خبر ہیں اور انھیں یہ نہیں معلوم کہ آخرت میں ان کو کن کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر ان کو ان دشواریوں سے آگاہی ہوتی تو وہ اس معاملے میں ہرگز ایسی کوتاہی نہیں کرتے۔ اس لیے کہ انسانی فطرت کا یہ خاصہ ہے کہ جب وہ کسی بلا کو دیکھتا ہے تو اس سے پرہیز کرتا ہے خواہ پرہیز کرنے میں اس کے لیے مشقت اور دشواری ہی کیوں نہ ہو۔

شقاوت کے درجے

شقاوت کے کئی درجے ہیں:

(۱) اس درجے میں وہ لوگ آتے ہیں جو آخرت کا انکار کرتے ہیں اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ انسان مرنے کے بعد نیست و نابود ہو جاتا ہے جس طرح گھاس جب سوکھ جاتی ہے تو نیست و نابود ہو جاتی ہے یا اس طرح خیال کرتا ہے کہ یہ ایک چراغ ہے جو بجھ جائے گا تو اس کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔

(۲) دوسرے درجے میں وہ لوگ ہیں جو آخرت کا انکار تو نہیں کرتے لیکن اس کے بارے میں متحیر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں آخرت کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی۔ ایسوں پر بھی شیطان قابو پا لیتا ہے اور انھیں آخرت کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(۳) تیسرے درجے میں وہ لوگ ہیں جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ دنیا نقد ہے اور آخرت اُدھار ہے اور نقد ہمیشہ اُدھار سے بہتر ہوتا ہے۔

(۴) چوتھے درجے میں وہ لوگ ہیں جو آخرت کے قائل ہیں لیکن جب وہ اس دنیا میں آرام و آسائش سے کھاتے پیتے ہیں اور اپنے لیے دنیا کی نعمتوں کو وافر دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جیسا آرام اور چین سے ہم اس دنیا میں ہیں آخرت میں بھی اسی طرح فراغت اور آسائش سے رہیں گے۔

(۵) پانچویں درجے میں وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کریم و رحیم ہے، وہ ہر ایک کو جنت عطا فرمائے گا۔ ایسا خیال کرنے والا بے وقوف ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ کوئی شخص بیج بوئے بغیر فصل اُگا لے گا۔

شقاوت کا علاج

(۱) پہلے درجے والوں کا علاج یہ ہے کہ دلیل کے ذریعے اس بات کو پہچانے کہ انسان اور اس کی روح کی کیا حقیقت ہے تاکہ اس کو معلوم ہو کہ روح ایک جوہر ہے جو قائم بالذات ہے اور اِس بدن کی اس کو ضرورت نہیں ہے، یہ بدن تو اس کے لیے ایک سواری کی حیثیت سے ہے جو اس کے قیام کا سبب ہے۔ اس کے فنا ہونے سے روح فنا نہیں ہوتی۔ اس طرح اسے اس بات کا علم ہوگا کہ اسی روح کے ذریعے سے اللہ تبارک و تعالیٰ حشر و نشر کا معاملہ فرمائے گا اور جزا و سزا مرتّب فرمائے گا۔

(۲) دوسرے درجے والوں کا علاج یہ ہے کہ انھیں اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا لینی چاہیے کہ دنیا کی لذت سو برس سے زیادہ نہیں ہے، جب یہ سو برس گزر جائیں گے تو وہ لذت ایک میٹھے خواب کی طرح ختم ہو جائے گی اور آخرت کی زندگی دائمی اور

ہمیشگی والی ہے اور جس کے عقائد و اعمال خراب ہیں ان کے لیے وہ اخروی زندگی خطروں والی ہے لہٰذا کسی کو خطروں سے نہیں کھیلنا چاہیے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اس پانی میں سانپ نے منہ ڈالا ہے تو اگر چہ اس پانی سے پیاس بجھنا یقینی ہے لیکن چوں کہ اس کے زہریلے اور خطرناک ہونے کا شک ہے لہٰذا انسان اس شک کی بنیاد پر اس پانی کا پینا ترک کر دیتا ہے۔

(۳) تیسرے درجے والوں کا علاج یہ ہے کہ انھیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا اگر چہ نقد کا مقام رکھتی ہے لیکن اس کا متاع قلیل بلکہ اقل ہے اور آخرت اگر چہ اُدھار کا مقام رکھتی ہے لیکن اس کا متاع کثیر ہے اور یہ فطری بات ہے کہ کم نقد کے مقابلے میں زیادہ اُدھار کو ترجیح دی جاتی ہے۔

(۴) چوتھے درجے والوں کو اپنی حماقت ایک مثال سے سمجھنی چاہیے۔ ایک شخص ہے جس کا ایک فرماں بردار عزیز بیٹا ہے اور ایک آزاد فکر خود مختار غلام ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو پورے دن مدرسے کی قید اور استاذ کی زجر و توبیخ میں گرفتار رکھتا ہے اور غلام کو آزاد اور مختار رکھتا ہے کہ پورا دن کھیل کود میں گزارے اس لیے کہ غلام کی بدبختی اور بے راہ روی کی اسے پرواہ نہیں ہے۔ اس بنیاد پر اگر وہ غلام یہ خیال کرے کہ میرے آقا نے مجھے دوسری اور محبت کی بنیاد پر یہ آزادی دی ہے اور اپنے بیٹے سے زیادہ مجھے محبوب رکھتا ہے تو یہ محض حماقت ہے۔ سنتِ الٰہی یہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو دنیا کی نعمتوں سے محروم رکھتا ہے اور دشمنوں کو مالا مال رکھتا ہے۔

(۵) پانچویں درجے والوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر کسی شخص کے دو بیٹے ہوں ایک فرماں بردار اور دوسرا نافرمان تو وہ دونوں کے ساتھ ایک جیسا معاملہ نہیں کرتا ہے

بلکہ فرماں بردار اس کی نظر میں عزیز اور نافرمان اس کی نظر میں ذلیل ہوتا ہے۔اسی طرح آخرت میں بھی فرماں بردار اور نافرمان بندوں کے ساتھ الگ الگ معاملہ کیا جائے گا۔ ہر عقل مند یہ جانتا ہے کہ بیج بوئے بغیر فصل نہیں اُگائی جاسکتی ہے، اسی طرح دنیا آخرت کے لیے کھیتی ہے جو اس میں نیکی کی بیج بوئے گا وہ آخرت میں فصل کاٹے گا اور جو غفلت کی وجہ سے بیج نہیں بوسکا یا بویا تو لیکن اس کی سینچائی نہیں کرسکا وہ آخرت میں کس طرح فصل کاٹے گا؟

تیرہواں باب

ترتیل کی معلومات

قرآن مقدس کو تجوید اور وقف کے قواعد کی رعایت سے پڑھنا لازم اور ضروری ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا: وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا. اس کی تشریح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یوں فرمائی: تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ. (حرفوں کو صحیح مخرج اور صفت کے ساتھ ادا کرنا اور وقف کے مقام اور کیفیت کا جاننا ترتیل ہے)۔ تجوید کی اہمیت اور عدم واقفیت کا وبال سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مختلف ارشادات سے بھی سمجھی جاسکتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

''بلاشبہ اتنی تجوید جس سے تصحیح حرف ہوا ور غلط خوانی سے بچے فرض عین ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، ص: ۳۴۳) ''الثغ کی نماز جبھی تو صحیح ہے کہ وہ تصحیح حرف میں کوشش کیے جائے یہ بھی بے تعلیم صحیح ناممکن، یہی تعلیم تجوید ہے تو اس کی فرضیت قطعاً ثابت، اگر صحیح کو نہ سیکھے یا سیکھے اور اس کے ادا کرنے کی کوشش نہ کرے تو نماز ضرور باطل ہوگی تو علم و عمل دونوں فرض ہوئے''۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، ص: ۳۳۹) ''اتنی تجوید کہ حرف دوسرے سے صحیح ممتاز ہو فرض عین ہے، بغیر اس کے نماز قطعاً باطل ہے۔ عوام بیچاروں کو جانے دیجیے خواص کہلانے والوں کو دیکھیے کتنے اس فرض پر عامل ہیں؟''

(فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، ص: ۲۵۳)

ان مذکورہ ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن مقدس کی تلاوت سے پہلے حرفوں کے مخارج، صفات، ٹھہرنے کی جگہوں اور کیفیتوں کا سیکھنا نہایت ہی ضروری ہے تاکہ ان کی رعایت سے ہم قرآن مقدس کو ترتیل سے پڑھ سکیں، جو قرآنی حکم ہے۔ اگلے صفحات میں تجوید اور وقف کے ضروری قواعد بیان کیے جا رہے ہیں، انہیں اچھی طرح سمجھ کر یاد کریں تاکہ قرآن مقدس کی صحیح تلاوت میں مدد ملے۔

ترتیل وتجوید

☆ اللہ عزوجل کا ارشادِ پاک ہے۔ ''وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا '' اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

☆ اس آیت میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کو ترتیل کہتے ہیں، لیکن اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کے بارے میں سیدنا مولائے کائنات رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ''اَلتَّرْتِیْلُ ھُوَ تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ، وَ مَعْرِفَۃُ الْوُقُوْفِ'' کہ حروف کو ان کے مخارج وصفات سے ادا کرنے اور وقف کی جگہوں کو پہچاننے کا نام ترتیل ہے۔

☆ اس ارشاد سے واضح ہوگیا کہ تجوید کی رعایت کیے بغیر اور وقف کے قوانین کا لحاظ کیے بغیر ترتیل پر عمل نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے علم تجوید اور علم وقف پڑھے اور پڑھائے جاتے ہیں اور یہ دونوں علوم ترتیل کے جز سمجھے جاتے ہیں۔

☆ **ترتیل کی تعریف**: وہ علم ہے جس کے ذریعہ حروف کو ان کے صحیح مخارج وصفات کے ساتھ ادا کرنے اور وقف کرنے کی جگہوں کو جان کر ان پر وقف کرنے کے انداز کے مطابق وقف کرنے کا طریقہ معلوم ہو۔

☆ **تجوید کی تعریف**: وہ علم ہے کہ جس سے حروف کو ان کے صحیح مخارج سے، صحیح صفات کے ساتھ ادا کرنے کا طریقہ معلوم ہو۔

☆ **تجوید کا موضوع**: حروفِ تہجی (الف سے ی تک کل ۲۹ حروف)

☆ **تجوید کا مقصود**: قرآنِ مقدس کو غلط اور مجہول انداز میں پڑھنے سے احتراز کرتے ہوئے، عربی انداز میں صحیح طریقہ پر پڑھنے کی قدرت حاصل کرنا۔

اِستِعاذہ اور بَسمَلہ کے احکام

☆ شروع تلاوت میں استعاذہ یعنی ”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ“ پڑھنا مستحب ہے، درمیان میں کوئی دنیاوی کام کریں تو ”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ“ اور ”بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ دونوں پڑھ لیں۔ اگر کوئی دینی کام کریں مثلاً سلام یا اذان کا جواب دیں، یا ”سُبْحٰنَ اللّٰہِ“ اور کلمۂ طیبہ وغیرہ اذکار پڑھیں تو پھر سے ”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ“ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

☆ شروع سورت میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور اگر کسی سورت کے درمیانی حصہ سے تلاوت شروع کی جائے تو بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

☆ لہٰذا تلاوتِ قرآن شروع کرنے سے پہلے ”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ“ پڑھنا چاہیے، خواہ کسی سورت کے آغاز سے تلاوت شروع کی جائے یا درمیان سے۔

☆ سورۂ توبہ کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں ”بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ ضرور پڑھنا چاہیے، خواہ تلاوت کا بھی آغاز ہو یا تلاوت پہلے سے جاری ہو۔

آغازِ توبہ میں تعوذ وتسمیہ

☆ سورۂ توبہ سے اگر تلاوت شروع کی جائے تو ”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ“ اور ”بِسْمِ اللّٰہِ“ دونوں پڑھ لیے جائیں۔

☆ اگر پہلے سے تلاوت جاری ہے اور سورۂ توبہ آ گئی تو تسمیہ (بِسْمِ اللّٰہِ) نہ کی جائے۔

☆ سورۂ توبہ کے شروع میں آج کل کچھ حفاظ تعوذ پڑھتے ہیں جبکہ تلاوت پہلے سے جاری

رہتی ہے، یہ غلط ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔

☆ یہ جو مشہور ہے کہ سورۂ توبہ ہی سے تلاوت شروع کی جائے جب بھی بسم اللہ نہیں پڑھی جانی چاہیے، یہ بھی محض غلط بات ہے۔

آغازِ توبہ میں بسملہ کیوں نہیں

☆ **فائدہ** (۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کاتبِ وحی ہیں، ان سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا کہ سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی، تو آپ نے فرمایا کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب کوئی وحی نازل ہوتی، تو آپ فرمادیتے تھے کہ ”ضَعُوْا هٰذَا فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهِ كَذَا وَ كَذَا“ (اس کو اس سورت کے ساتھ ملادو جس میں فلاں فلاں چیز کا ذکر ہے۔) لیکن جب سورۂ توبہ نازل ہوئی، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ وضاحت نہیں فرمائی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے بظاہر پردہ فرمانے کے بعد سورۂ توبہ کو میں (حضرت عثمان غنی) نے سورۂ انفال سے ملا دیا، اس وجہ سے کہ یہ سورۂ انفال کا جز ہے، کیوں کہ سورۂ انفال میں عہود (معاہدوں) کا ذکر ہے اور سورۂ توبہ میں نقض عہود (معاہدے توڑنے) کا ذکر ہے۔ (اسی لیے ان دونوں سورتوں کو قرینتین کہا جاتا ہے)

☆ **فائدہ** (۲) مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ وسیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آغازِ توبہ میں بسملہ نہ لکھی ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ بسم اللہ آیت رحمت ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے دو صفاتی نام الرحمٰن اور الرحیم ہیں جو رحمت پر دلالت کرتے ہیں اور رحمت کا معنی امان ہے جب کہ سورۂ توبہ کا آغاز لفظ براءۃ سے ہے اور براءۃ کا معنی رفعِ امان (امان اٹھا

لینا) ہے۔ تو چوں کہ امان اور رفع امان یکجا جمع نہیں ہو سکتے اس لیے سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔

تعوذ وتسمیہ کی پہلی صورت

(۱) ☆ آغازِ تلاوت اگر آغازِ سورت سے ہو تو ''اَعُوْذُ بِاللّٰه'' اور ''بِسْمِ اللّٰه'' دونوں کا محل ہوتا ہے، لہٰذا اس صورت میں ''اَعُوْذُ بِاللّٰه'' اور ''بِسْمِ اللّٰه'' کو وصل (ملا کر پڑھنا) اور فصل (علیٰحدہ علیٰحدہ پڑھنا) کے اعتبار سے کسی بھی طریقہ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

☆ اس صورت میں تعوذ اور تسمیہ کرنے کی صورت میں عقلاً اور فناً دونوں اعتبار سے چار وجہیں نکلتیں ہیں۔ (۱) وَصلِ کُل (۲) فصلِ کُل (۳) وصلِ اَوّل فصلِ ثانی (۴) فصلِ اَوّل وصلِ ثانی۔

☆ واضح رہے کہ اس صورت میں تعوذ وتسمیہ دونوں کرنا چاہیے کیوں کہ دونوں کا محل ہوتا ہے۔

تعوذ وتسمیہ کی دوسری صورت

(۲) ☆ آغازِ تلاوت اگر وسطِ سورت سے ہو تو تعوذ وتسمیہ کو کلامِ پاک سے فصل کر کے پڑھیں۔ یہاں صرف تعوذ کا محل ہے اس لیے تعوذ کرنا سُنّتِ مُستحبہ ہے اور تَسمیہ کا محل نہیں اس لیے تسمیہ کرنا بَرکتاً مستحب ہے۔

☆ اس صورت میں تعوذ وتسمیہ پڑھے جائیں تو چار وجہیں عقلاً نکلتی ہیں، جن میں سے دو فناً جائز اور دو ناجائز ہیں۔

جائز صورتیں: (۱)فصل کل (۲)وصل اول فصل ثانی۔ ناجائز صورتیں: (۱)وصل کل (۲)فصل اول وصل ثانی۔

☆اس صورت میں تسمیہ نہ پڑھی جائے تو دو صورتیں نکلتی ہیں (۱)وصل کل (۲)فصل کل۔ فصل کل مطلقاً (ہر حال میں) جائز ہے اور وصل کل اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ جہاں سے پڑھنا شروع کر رہا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کا ذاتی یا صفاتی نام یا حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام یا دوسرے انبیاے کرام میں سے کسی کا نام یا ان کے لیے کوئی ضمیر نہ ہو، ورنہ جائز نہیں۔

☆ واضح رہے کہ اس صورت میں تعوذ و تسمیہ دونوں پڑھنا چاہیے۔ کیوں کہ تعوذ کا تو محل ہے اور تسمیہ کا اگرچہ محل نہیں لیکن حصول برکت کے لیے پڑھنا چاہیے۔ اگر یہاں پر تسمیہ نہ کی گئی تو کوئی حرج بھی نہیں۔

تعوذ و تسمیہ کی تیسری صورت

(۳) ☆اگر دوران تلاوت کوئی نئی سورت آجائے تو وہاں تسمیہ کا محل ہوتا ہے، تعوذ کا نہیں۔ اس صورت میں بسملہ پڑھنے کی صورت میں عقلی اعتبار سے چار صورتیں نکلتی ہیں۔ وصل کل، فصل کل، وصل اول فصل ثانی، فصل اول وصل ثانی۔ فنی اعتبار سے تین صورتیں نکلتی ہیں۔ وصل کل، فصل کل، فصل اول وصل ثانی۔

☆ واضح رہے کہ اس صورت میں صرف تسمیہ کرنا چاہیے، تعوذ ہرگز نہ کیا جائے کیوں کہ اس کا محل نہیں۔

تجوید ولحن کا تعارف

☆ جس جگہ سے حرف نکلتا ہے اسے مخرج کہتے ہیں اور جس انداز سے حرف ادا ہوتا ہے اس کو صفت کہتے ہیں۔ حروف کو ان کے مخارج اور صفات کے ساتھ ادا کرنے کو تجوید کہتے ہیں اور حروف کو ان کے مخارج اور صفات کے ساتھ ادا نہ کرنے کو لحن کہتے ہیں۔

☆ لحن کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) لحنِ جلی (۲) لحنِ خفی۔ لحن جلی بڑی غلطی کو کہتے ہیں مثلاً حرف یا حرکت کا بدل جانا، اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس کا پڑھنا اور سننا دونوں حرام ہیں۔ لحنِ خفی چھوٹی غلطی کو کہتے ہیں، مثلاً صفات عارضہ اور صفات غیر ممیّزہ کا ادا نہ کرنا۔ اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس کا پڑھنا اور سننا دونوں مکروہ ہیں۔

اصولِ مخارج

☆ اصولِ مخارج تین ہیں۔ (۱) حلق (۲) لسان (زبان) (۳) شفتین (دونوں ہونٹ)

☆ ان کے علاوہ دو مخارج اور ہیں (۱) جوف (خالی جگہ) (۲) خیشوم (ناک کا بانسہ)۔

☆ حلق میں تین مخارج ہیں، ان سے چھ حروف ادا ہوتے ہیں۔

☆ لسان میں دس مخارج ہیں، ان سے اٹھارہ حروف ادا ہوتے ہیں۔

☆ شفتین میں دو مخارج ہیں، ان سے چار حروف ادا ہوتے ہیں۔

☆ جوف میں ایک مخرج ہے، اس سے تین حروف ادا ہوتے ہیں۔

☆ خیشوم میں ایک مخرج ہے۔ اس سے نون یا میم کا اخفا کرتے وقت یا نون کا ادغام ناقص یا میم کا میم میں ادغام کرتے وقت حرف غنہ نکلتا ہے۔

حلق کے مخارج

۱۔	۱۔	شروع حلق سے ہمزہ (ء) اور ہا (ہ) ادا ہوتے ہیں۔
۲۔	۲۔	درمیان حلق سے عین (ع) اور حا (ح) ادا ہوتے ہیں۔
۳۔	۳۔	اخیر حلق سے غین (غ) اور خا (خ) ادا ہوتے ہیں۔

لسان کے مخارج

۴۔	۱۔	زبان کی جڑ جب تالو سے مل جائے تو قاف (ق) ادا ہوتا ہے۔
۵۔	۲۔	جڑ زبان اور تالو کا وہ حصہ جو قاف کے مخرج سے تھوڑا سا ہٹ کر ہے جب اپنے مقابل تالو سے مل جائے تو کاف (ک) ادا ہوتا ہے۔
۶۔	۳۔	بیچ زبان جب تالو سے مل جائے تو جیم (ج)، شین (ش) اور یا (ی) غیر مدہ ادا ہوتے ہیں۔
۷۔	۴۔	زبان کا کنارہ جب داڑھ سے مل جائے تو ضاد (ض) ادا ہوتا ہے۔
۸۔	۵۔	زبان کا کنارہ جب مسوڑھے سے مل جائے تو لام (ل) ادا ہوتا ہے۔
۹۔	۶۔	زبان کا سرا جب تالو سے مل جائے تو نون (ن) ادا ہوتا ہے۔
۱۰۔	۷۔	زبان کی پشت کا وہ حصہ جو کہ سرا زبان سے قریب ہے جب تالو سے مل جائے تو را (ر) ادا ہوتی ہے۔
۱۱۔	۸۔	زبان کا سرا اوپر کے سامنے والے دانتوں کی جڑ سے مل جائے تو تا (ت)، دال (د) اور طا (ط) ادا ہوتے ہیں۔

۱۲۔ ۹۔ زبان کا سرا اوپر کے سامنے والے دانتوں کے سرے سے مل جائے تو ثا (ث)، ذال (ذ) اور ظا (ظ) ادا ہوتے ہیں۔

۱۳۔ ۱۰۔ زبان کی نوک اوپر اور نیچے کے دانتوں سے مل جائے تو زا (ز)، سین (س) اور صاد (ص) ادا ہوتے ہیں۔

جوف و شفتین کے مخارج

۱۴۔ ۱۔ نیچے کا ہونٹ جب اوپر کے دانتوں کے کنارے سے مل جائے تو فا (ف) ادا ہوتا ہے۔

۱۵۔ ۲۔ دونوں ہونٹوں کا تر حصہ مل جائے تو با ادا ہوتی ہے۔
دونوں ہونٹوں کا خشک حصہ مل جائے تو میم ادا ہوتی ہے۔
دونوں ہونٹ کچھ کھلے رہیں تو واو (و) غیر مدہ ادا ہوتا ہے۔

۱۶۔ ۱۔ جوف سے الف (ا)، یائے (ی) مدہ اور واو (و) مدہ ادا ہوتے ہیں۔
حلق کی خالی جگہ سے الف، بیچ زبان تالو کی خالی جگہ سے یائے مدہ اور ہونٹ کی خالی جگہ سے واو مدہ ادا ہوتا ہے۔

خیشوم

۱۷۔ ۱۔ خیشوم سے حرفِ غُنّہ ادا ہوتا ہے۔

☆ جب نون ساکن کا اخفا کیا جائے، جیسے مِنۡ دُوۡنِ یا تنوین کا اخفا کیا جائے، جیسے ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ یا میم ساکن کا اخفا کیا جائے جیسے اَمۡ بِہٖ یا میم ساکن کا میم میں ادغام کیا جائے، جیسے قَدۡ

جَآئَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ یا نون ساکن اور تنوین کا واو یا یا میں ادغام کیا جائے جیسے مَنْ یَّقُوْلُ اور مِنْ وَّالٍ یا نون مشدد ہو جیسے اِنَّ یا میم مشدد ہو جیسے عَمَّ ان تمام صورتوں میں ایک الف کے برابر غنہ کرنا چاہیے۔

☆ نونِ مُخفات کا غُنّہ، میم مُخفات کا غُنہ، تنوینِ مُخفات کا غنہ، اِقلاب کا غنہ، نون ساکن اور تنوین کے (واو اور یا میں) ادغام ناقص کرتے وقت کا غنہ حرف فرعی ہوتا ہے، باقی جگہوں پر صفتِ غنہ ہوتی ہے۔

حروف کو پُر پڑھنا

☆ حرف کے پر پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ حرف کو موٹا پڑھا جائے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ حرف کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ تالو کی طرف اٹھائیں۔

☆ حروف استعلا جو کہ خُصَّ ضَغطٍ قِظْ (خ، ص، ض، ط، ظ، غ، ق) میں ہیں، ہمیشہ پر پڑھے جائیں گے۔

☆ ص، ض، ط، ظ کو پر پڑھنے میں زبان کی جڑ کے ساتھ ساتھ بیچ زبان کو بھی اوپر کی طرف اٹھانا چاہیے۔

☆ حروف استعلا کے علاوہ الف، لام، واو اور را بھی پر پڑھے جاتے ہیں، ان میں اور حروف استعلا میں فرق یہ ہے کہ یہ حروف کبھی پُر پڑھے جاتے ہیں اور کبھی باریک جب کہ حروف استعلا ہمیشہ پُر ہی پڑھے جاتے ہیں۔

☆ الف اور واو مدہ سے پہلے کوئی پر حرف (یعنی حروف مستعلیہ یا رائے معجمہ) آئے تو یہ دونوں بھی پر پڑھے جائیں گے۔ جیسے قَالَ اور قُوْلُوْا اور اگر کوئی پُر حرف نہ ہو تو

باریک پڑھے جائیں گے جیسے کَانَ وکُوْنُوْا۔

☆ لامِ اللہ پر زبر یا پیش ہو تو لفظ اللہ کے دونوں لام پُر ہوں گے۔ جیسے اَللّٰھُمَّ۔

☆ لفظ اللہ سے پہلے زبر ہو تو دونوں لام پُر ہوں گے، جیسے مِنَ اللّٰہِ۔

☆ لفظ اللہ سے پہلے پیش ہو تو دونوں لام پُر ہوں گے، جیسے نَاقَۃُ اللّٰہِ۔

☆ اگر زیر ہو تو دونوں لام باریک ہوں گے جیسے لِلّٰہِ۔

☆ لفظ اللہ کے لام کے علاوہ اور کوئی لام پُر نہ ہوگا۔

☆ رائے متحرکہ پر زبر ہو تو راپُر ہوگی جیسے رَحْمَۃٌ۔

☆ رائے متحرکہ پر پیش ہو تو راپُر ہوگی جیسے رُبَمَا۔

واضح رہے کہ رائے متحرکہ پر زیر ہو تو را باریک ہوگی جیسے رِضْوَانٌ۔

☆ راساکنہ سے پہلے زبر اسی کلمے میں ہو تو راپُر ہوگی، جیسے وَالْمَرْوَۃَ۔

☆ راساکنہ سے پہلے زبر دوسرے کلمے میں ہو تو راپُر ہوگی، جیسے وَارْکَعُوْا۔

☆ راساکنہ سے پہلے پیش اسی کلمے میں ہو تو راپُر ہوگی، جیسے بُرْھَانٌ۔

☆ راساکنہ سے پہلے پیش دوسرے کلمے میں ہو تو راپُر ہوگی، جیسے مُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ۔

☆ راساکنہ سے پہلے زیر عارضی اسی کلمے میں ہو تو راپُر ہوگی، جیسے اِرْجِعِی۔

☆ راساکنہ سے پہلے زیر عارضی دوسرے کلمے میں ہو تو راپُر ہوگی، جیسے اَمِ ارْتَابُوْا۔

☆ راساکنہ سے پہلے زیر اصلی دوسرے کلمے میں ہو تو راپُر ہوگی، جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ۔

☆ راساکنہ سے پہلے زیر ہو اور حرف مستعلیہ میں سے کوئی حرف اس کے بعد اسی کلمے میں ہو تو راپُر ہوگی، جیسے مِرْصَادِ۔

واضح رہے کہ کلمۂ فِرْقٍ کو پُر اور باریک دونوں حالتوں میں پڑھا جاسکتا ہے۔ باریک

اس وجہ سے کہ را کے دونوں جانب کسرہ ہے۔

☆ را ساکنہ سے پہلے ساکن غیر یا ہو اور اس سے پہلے زبر ہو تو را پُر ہوگی جیسے اَلنَّارُ۔

☆ را ساکنہ سے پہلے ساکن غیر یا ہو اور اس سے پہلے پیش ہو تو را پُر ہوگی جیسے نُوْرٌ۔

واضح رہے کہ مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ را ساکنہ کو اپنی اصل کے اعتبار سے باریک پڑھا جائے گا۔

☆ را مشددہ پر زبر ہو تو را پُر ہوگی، جیسے اَلرَّحْمٰن۔

☆ را مشددہ پر پیش ہو تو را پُر ہوگی، جیسے اَلْبِرُّ۔

واضح رہے کہ را مشددہ پر زیر ہو تو را باریک ہوگی، جیسے اَلرِّزْقُ۔

☆ جب رائے متحرکہ یا رائے مشددہ پر وقف کیا جائے تو یہ دونوں را ساکنہ کے حکم میں ہو جائیں گے اور مذکورہ بالا سارے احکام ان پر لاگو ہوں گے۔

مد کا بیان

☆ حرف کو بڑھا کر پڑھنے کو مد کہتے ہیں۔ مد کی دو قسمیں ہیں (۱) مد اصلی (۲) مد فرعی۔

☆ حرف مد کے بعد ہمزہ یا سکون نہ ہو تو اس کو اس کی اصلی مقدار کے ساتھ ادا کیا جائے گا، اسی اصلی مقدار کو مد اصلی کہتے ہیں۔ اس کو دو حرکتوں کی مقدار میں ادا کیا جائے گا۔

☆ حرف مد کے بعد جب ہمزہ یا سکون ہو یا حرف لین کے بعد سکون ہو تو ان میں اصلی مقدار سے بڑھ کر روایت کے مطابق مد کیا جاتا ہے اور اسے مد فرعی کہتے ہیں۔

☆ مد فرعی کی چھ قسمیں ہیں (۱) مد متصل (۲) مد منفصل (۳) مد لازم (۴) مد عارض (۵) مد لین لازم (۶) مد لین عارض۔ ☆ سببِ مد دو ہیں۔ (۱) ہمزہ اور (۲) سکون۔

☆ مد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حروف مدہ (واو ساکن ماقبل مضموم، الف، یا ساکن ماقبل مکسور) کے بعد ہمزہ یا سکون ہو یا حروف لین (واو، یا ساکن ماقبل مفتوح) کے بعد سکون ہو۔

☆ وجوہ مد (مد کی صورتیں) تین ہیں (۱) طول (۲) توسط (۳) قصر۔ یعنی جب مد کیا جائے تو اس میں تین وجہیں نکلتی ہیں، یا تو طول (لمبا مد) ہوگا، یا توسط (درمیانی مد) ہوگا یا قصر۔ قصر ترکِ مد کو کہتے ہیں۔

☆ مد کی مقداریں پانچ ہیں۔ (۱) دو الف (۲) ڈھائی الف (۳) تین الف (۴) چار الف (۵) پانچ الف۔

☆ احکامِ مد تین ہیں (۱) لازم (۲) واجب (۳) جائز۔ مد لازم میں مد کرنا لازم ہے، مد متصل میں واجب اور باقی تمام صورتوں میں جائز ہے۔

مدمتصل ومنفصل

(۱) ☆حرف مداور ہمزہ دونوں ایک ہی کلمہ میں ہوں تو اس صورت میں جو مد کیا جائے گا اسے مدمُتَّصِل کہتے ہیں، جیسے جَآءَ، شَآءَ۔

☆ مدمتصل میں وجوہ مد میں سے صرف توسط ہے اوراس کی مقدار کم ازکم دوالف اورزیادہ سے زیادہ چارالف ہے۔اس میں ڈھائی الف بھی جائز ہے۔

(۲) ☆حرف مد کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو اس صورت میں جو مد کیا جائے گا اسے مدِمنفصل کہتے ہیں، جیسے بِهٖٓ اَنْذِرُ۔

☆ مدمنفصل میں وجوہ مد میں سے صرف توسط ہے اوراس کی مقدار بھی دو، ڈھائی، چارالف ہے۔

واضح رہے کہ منفصل اورمتصل میں فرق یہ ہے کہ فنی اعتبار سے منفصل میں مد کرنا جائز ہوتا ہے جب کہ متصل میں واجب ہوتا ہے۔ ☆☆☆

مدلازم وعارض

(۳) ☆حرف مد کے بعدسکون لازم (ایسا سکون جو پہلے سے ہواوروصل و وقف دونوں حالتوں میں باقی رہے) ہوتو اس وقت جو مد کیا جاتا ہے اسے مدلازم کہتے ہیں، جیسے دَآبَّةٌ۔

☆ مدلازم میں صرف طول ہے اورطول کی اقل مقدار تین الف اوراکثر مقدار پانچ الف ہے۔

☆ مدلازم اس وقت ہوتا ہے جب کہ حرف مد کے بعدسکون لازم اسی کلمہ میں ہو، اگر

دوسرے کلمہ میں ہو تو وہاں مد ہی نہ ہوگا بلکہ خود حرف مد گر جائے گا، جیسے قَـــالُـــوُا الْحَمْدُ۔

(۴) ☆ حرف مد کے بعد سکون عارضی ہو تو اس وقت جو مد کیا جاتا ہے اسے مد عارض کہتے ہیں، جیسے نَسْتَعِیْنُ (وقف کی حالت میں)۔

☆ مد عارض میں طول توسط، قصر (ترک مد) تینوں وجہیں جائز ہیں، طول کی مقدار تین اور پانچ الف ہے اور توسط کی مقدار دو اور تین الف ہے۔

واضح رہے کہ باعتبار فن مد لازم میں مد کرنا لازم ہے جب کہ مد عارض میں جائز ہے۔

مدلین لازم و عارض

(۵) ☆ حرف لین کے بعد سکون لازم ہو تو اس صورت میں جو مد کیا جاتا ہے اسے مدلین لازم کہتے ہیں، جیسے عَیْنْ (کٓھٰیٰعٓصٓ میں)۔

☆ مدلین لازم میں بھی طول توسط اور قصر تینوں وجہیں جائز ہیں۔ اس میں طول اولیٰ ہے، پھر توسط، پھر قصر۔

(۶) ☆ حرف لین کے بعد سکون عارض ہو تو اس وقت جو مد کیا جاتا ہے اسے مدلین عارض کہتے ہیں، جیسے خَوْفْ (وقف کی حالت میں)۔

☆ مدلین عارض میں بھی طول توسط اور قصر تینوں وجہیں جائز ہیں مگر اس میں قصر اولیٰ ہے، پھر توسط، پھر طول۔

کئی مدود کا جمع ہونا

☆ جب ایک قسم کے کئی مد جمع ہوں تو پڑھنے میں سب کو برابر ادا کرنا چاہیے، جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o دونوں میں حالت وقف میں مد عارض ہے اور مد عارض میں طول توسط، قصر تینوں وجوہات ہیں۔ تو اگر العٰلَمِیْنَ میں توسط ادا کیا گیا تو الرَّحِیْمِ میں بھی توسط ہی ادا کرنا چاہیے، طول یا قصر ادا نہیں کرنا چاہیے اور اگر پہلے میں طول کیا ہے تو دوسرے میں بھی طول ہی ادا کرنا چاہیے قصر یا توسط ادا نہیں کرنا چاہیے۔

☆ جب ایک قسم کے کئی مد جمع ہوں تو مقدار بھی سب کی برابر برابر ادا کرنی چاہیے، جیسے اگر دو یا دو سے زیادہ مد متصل ایک ساتھ جمع ہو گئے تو اگر پہلے میں تین الف کے برابر مد کیا گیا تو دوسرے میں بھی تین الف کے برابر مد کریں۔ ایسا نہ ہو کہ پہلے میں دو الف اور دوسرے میں چار الف یا پہلے میں چار اور دوسرے میں دو الف کے برابر مَد ہو۔

☆ اگر کئی قسم کے مد جمع ہوں تو ضعیف کو قوی پر ترجیح نہ دینا چاہیے، جیسے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَلْحَاقَّۃُ ۔ الرَّحِیْمُ میں مد عارض ہے اور اَلْحَاقَّۃُ میں مد لازم ہے۔

☆ مد لازم میں صرف طول ہے اور اس کی اکثر مقدار پانچ الف اور اقل مقدار تین الف ہے اور مد عارض میں طول توسط، قصر تینوں وجوہ جائز ہیں لیکن اگر مد لازم کے طول میں تین الف کی مقدار مد کرنے کا ارادہ ہے تو مد عارض میں بھی تین الف سے زیادہ مد نہیں کرنا چاہیے، اگرچہ اس میں طول بھی جائز ہے، کیوں کہ اگر مد عارض میں تین الف سے زیادہ مد کریں گے تو ضعیف مد کو قوی مد پر ترجیح دینا ہو جائے گا، کیوں کہ مد لازم قوی ہے اور مد عارض ضعیف ہے اور ضعیف کو قوی پر ترجیح دینا درست نہیں ہے۔

اِخفاو اِقلاب

☆ نون ساکن اور تنوین کو پوشیدہ اور میم ساکن کو ضعیف کر کے پڑھنے کو اخفا کہتے ہیں۔

☆ میم ساکن کے بعد با (ب) آئے تو اخفا ہوتا ہے۔ جیسے اَمْ بِہٖ۔

☆ نون ساکن اور تنوین کے بعد حروف یَرْمَلُوْنَ ، حروف حلقی اور با کے علاوہ کوئی حرف (یعنی تا، ثا، جیم، دال، ذال، زا، سین، شین، صاد، ضاد، طا، ظا، فا، قاف، کاف) آئے تو اخفا ہوگا، جیسے کُنْتُمْ، مَنْ قَالَ۔

☆ نون ساکن اور تنوین کو جب میم سے بدل کر پڑھا جاتا ہے تو اس کو اقلاب کہتے ہیں۔

☆ نون ساکن اور تنوین کے بعد با (ب) آئے تو اقلاب ہوگا، جیسے مِنْۢ بَعْدُ۔

اِظہار

☆ مخرج اور صفاتِ لازمہ کے ساتھ حرف ادا کرنے کو اظہار کہتے ہیں۔ تمام حروف میں اصل اظہار ہے، ادغام، اقلاب، اخفا کبھی کسی وجہ سے کیے جاتے ہیں۔

☆ لام تعریف کے بعد اِبْغِ حَجَّکَ وَ خَفْ عَقِیْمَہٗ میں سے کوئی حرف آئے تو لام تعریف کا اظہار ہوتا ہے، جیسے اَلْاَحَدُ، اَلْقَوِیُّ۔

☆ میم ساکن کے بعد با اور میم کے علاوہ کوئی حرف آئے تو اظہار ہوگا۔ جیسے اَمْوَال، اَمْسَاج۔

☆ نون ساکن اور تنوین کے بعد حروف حلقی میں سے کوئی حرف آئے تو اظہار ہوگا۔ جیسے مَنْ اٰمَنَ، اَنْھَارٌ۔

واضح رہے کہ جب نون اور میم متحرک ہوتے ہیں تو ان کا اظہار ہی ہوتا ہے۔

اِدغام

☆ ایک حرف ساکن کو دوسرے حرف متحرک میں ملا کر مشدد پڑھنے کو ادغام کہتے ہیں۔

☆ نون ساکن اور تنوین کے بعد حروف یَـرْمَلُوْنَ میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام ہوگا۔ جیسے مَنْ یَّرْغَبُ۔

☆ نون ساکن اور تنوین کا لام اور را میں جو ادغام ہوگا، اس میں غنہ نہیں ہوگا۔ جیسے مِـــنْ رَّبِّکُمْ۔

☆ نون ساکن اور تنوین کا یا، نون، میم اور واو میں ادغام ہوگا تو غنہ کے ساتھ ہوگا۔ جیسے مِنْ وَّال۔

☆ تا، ثا، دال، ذال، را، زا، سین، شین، صاد، ضاد، طا، ظا، لام، نون، ان حروف کو حروف شمسیہ کہا جاتا ہے۔

☆ اِبْغِ حَجَّکَ وَ خَفَّ عَقِیْمَہٗ (الف، ب، ج، ح، خ، ع، غ، ف، ق، ک، م، و، ہ، ی) کے حروف کو حروف قمریہ کہتے ہیں۔

☆ حروف شمسیہ اور قمریہ کو فقط ایک ادنی سی مناسبت کی وجہ سے شمسیہ اور قمریہ کا نام دیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ شمس و قمر قرآن مجید کے دو مشہور نام ہیں۔ شمس کے شروع میں شین اور قمر کے شروع میں قاف ہے، جو حروف شین کی طرح لام تعریف کو چھپا دیتے ہیں انہیں شمسیہ اور جو حروف قاف کی طرح لام تعریف کو ظاہر کرتے ہیں انہیں قمریہ کہہ دیا گیا۔

☆ دوسری مناسبت یہ ہے کہ لام تعریف کو تارہ فرض کر لیا جائے تو جس طرح سورج نکلنے کے بعد تارے چھپ جاتے ہیں، اسی طرح لام تعریف کے بعد حروف شمیہ آنے کی وجہ

سے لام تعریف چھپ جاتا ہے، یعنی اس کا ادغام ہو جاتا ہے اور جس طرح چاند نکلنے کے باوجود تارے نہیں چھپتے، اسی طرح حروف قمریہ آنے کے باوجود لام تعریف نہیں چھپتا بلکہ اظہار کرکے پڑھا جاتا ہے۔

☆ باعتبار محل، ادغام کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) ادغامِ مِثلَین (۲) ادغامِ مُتَجَانِسَین (۳) ادغام مُتَقَارِبَین۔

(۱) ☆ جس ادغام میں مدغم (جس حرف کا ادغام کیا جائے) اور مدغم فیہ (جس حرف میں ادغام کیا جائے) ایک ہی حرف ہوں تو اس ادغام کو ادغام مثلین کہتے ہیں، جیسے قُـلْ لَّکُمْ۔

(۲) ☆ جس ادغام میں مدغم اور مدغم فیہ دونوں ایک حرف تو نہ ہوں لیکن دونوں کا مخرج ایک ہو تو اس ادغام کو ادغام متجانسین کہتے ہیں، جیسے یَلْهَثْ ذّٰلِکَ۔

(۳) ☆ مدغم اور مدغم فیہ کا مخرج ایک تو نہ ہو بلکہ قریب قریب ہو تو اسے ادغام متقاربین کہتے ہیں، جیسے مِنْ لَّدُنْکَ۔

☆ ادغام کی باعتبار کیفیت دو قسمیں ہیں۔ (۱) ادغام تام (۲) ادغام ناقص۔

☆ جس ادغام میں مدغم کی کوئی صفت باقی نہ رہے بلکہ مدغم مکمل طور پر مدغم فیہ کی جنس سے ہو جائے تو اسے ادغامِ تام کہتے ہیں۔ جیسے مِنْ رَّبِّکَ۔

☆ جس ادغام میں مدغم کی کوئی صفت باقی رہے اور مدغم مکمل طور پر مدغم فیہ کی جنس سے نہ ہو جائے تو اس کو ادغامِ ناقص کہتے ہیں۔ جیسے مَنْ یَّقُوْلُ۔

☆ ادغام متقاربین' قاف کا کاف میں (جیسے اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ)، لام غیر تعریف کا را میں (جیسے قُـلْ رَّبِّ)، لام تعریف کا (سوائے لام کے بقیہ) حروف شمسیہ میں (جیسے

الشَّمْسُ)،نون ساکن اور تنوین کا (سوائے نون کے) یَرْمَلُوْنَ کے حروف میں (جیسے مِنْ رَّبِّکُمْ) ہوتا ہے۔

☆ **مثلین** کے تمام حروف میں ادغام تام ہوتا ہے۔**متجانسین** میں سے طا کا تا میں ادغام ناقص ہوتا ہے، باقی تمام صورتوں میں تام ہوتا ہے۔**متقاربین** میں سے قاف کا کاف میں ادغام تام اور ناقص دونوں جائز ہیں مگر تام اولیٰ ہے۔لام غیر تعریف کا را میں، لام تعریف کا حروف شمسیہ میں،نون ساکن اور تنوین کا نون، میم، را، لام میں ادغام تام ہوتا ہے۔(میم میں ادغام بالاختلاف تام ہوتا ہے۔)نون ساکن اور تنوین کا واو اور یا میں ادغام ناقص ہوتا ہے۔

☆ **متجانسین** کا پہلا حرف ساکن ہو تو با کا میم میں (جیسے اِرْکَبْ مَّعَنَا)،تا کا دال میں (جیسے اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا)،تا کا طا میں (جیسے قَالَتْ طَّائِفَۃٌ)،ثا کا ذال میں (جیسے یَلْھَثْ ذّٰلِکَ)،دال کا تا میں (جیسے قَدْ تَّبَیَّنَ)،ذال کا ظا میں (جیسے اِذْ ظَّلَمُوْا)،طا کا تا میں (جیسے اَحَطْتُّ)ادغام ہوگا۔(واضح ہو کہ فقط اَحَطْتُّ میں ادغام ناقص ہوگا اور بقیہ مثالوں میں تام ہوگا۔)

مختلف فوائد

فائدہ: ☆ نون ساکن یا تنوین کے بعد کوئی ساکن حرف آئے تو نون ساکن یا تنوین کے نون ساکن کو ایک زیر دے کر پڑھنا چاہیے، جیسے اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ ، قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدُ نِ اللّٰہُ الصَّمَدُ۔

فائدہ: ☆ جب کہیں دو ہمزہ جمع ہوں تو دونوں کو خوب صاف ادا کرنا چاہیے، اس کو تحقیق

کہتے ہیں، جیسے ءَاِذَا، ءَاَنْذَرْتَهُمْ۔

فائدہ: ☆ دو ہمزہ جمع ہوں اور دوسرے ہمزہ کو اس طرح ادا کیا جائے کہ اس میں جھٹکا نہ ہو بلکہ اسے الف اور ہمزہ کے مخارج کے درمیان سے ادا کیا جائے تو اس کو تسہیل کہتے ہیں، جیسے ءَاَعْجَمِیٌّ۔

واضح رہے کہ ماہر مُقری استاذ سے مشق کرنے پر ہی اس کی صحیح ادائیگی ہو سکتی ہے۔

فائدہ: ☆ روایت حفص میں صرف ءَاَعْجَمِیٌّ میں تسہیل واجب ہے، اس کے علاوہ کہیں تسہیل واجب نہیں۔

☆ اس کے علاوہ چھ مقامات ایسے ہیں جہاں پر تسہیل جائز ہے (۲،۱) ءآللّٰهُ (دو جگہ) (۴،۳) ءآلْئٰنَ (دو جگہ) (۶،۵) ءآلذَّكَرَيْنِ (دو جگہ) مگر ان میں ابدال یعنی ہمزہ کو الف سے بدل کر پڑھنا بہ نسبت تسہیل کے بہتر ہے۔

وقف کا بیان

☆ دوران تلاوت کلمہ کے آخر پر سانس اور آواز دونوں بند کر دینے کو وقف کہتے ہیں۔

☆ جس حرف پر وقف کیا جائے، اگر اس پر صرف زبر، زیر، پیش، دو زیر، دو پیش ہوں تو ان کو وقف کرنے کی حالت میں ساکن کر دیں۔ اس وقف کو وقف بالاسکان کہتے ہیں، جیسے تَعْلَمُوْنَ سے تَعْلَمُوْنْ۔

☆ اگر تائے مدورہ (ة) پر وقف کیا جائے تو اس کو ہائے ساکنہ (ہْ) سے بدل دیں، جیسے بَیِّنَةٌ سے بَیِّنَہْ۔ اس کو وقف بالابدال کہتے ہیں۔

☆ اگر حرفِ موقوف علیہ پر دو زبر ہوں تو انہیں الف سے بدل دیں، جیسے اَفْوَاجًا سے

اَفْوَاجًا اور نِسَاءً سے نِسَاءَا۔ اس کو بھی وقف بالابدال کہتے ہیں۔

☆ اگر حرفِ موقوف علیہ پہلے ہی سے ساکن ہو تو اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیں، اسے وقف بالسکون کہتے ہیں، جیسے فَحَدِّثْ۔

رموزِ اوقاف

رموزِ اوقاف سے مراد وہ اشارے اور علامتیں ہیں جن کے ذریعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مقدس میں کسی بھی جگہ پر وقف کرنے کا حکم کیا ہے؟ آیا جائز، ناجائز ہے یا واجب وحرام وغیرہ۔

☆ (O) اسے آیت کہا جاتا ہے۔ یہ وقفِ تام کی علامت ہوتی ہے۔ اس پر وقف کرنا چاہیے۔ علاماتِ وقف پانچ ہیں، جو بالترتیب بیان کیے جا رہے ہیں۔

☆ (م) میم، یہ وقف لازم کی علامت ہے، یہاں رکنا ضروری ہوتا ہے اور نہ رکنے کی صورت میں مفہوم بدل سکتا ہے۔

☆ (ط) طا، یہ وقف مطلق کی علامت ہے۔ لیکن بات اگر چہ پوری نہیں ہو جاتی لیکن بہرِ حال ٹھہرنا چاہیے۔

☆ (ج) جیم، یہ وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہوتا ہے۔

☆ (ز) زا، یہ وقف مُجَوَّز کی علامت ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہوتا ہے۔

☆ (ص) صاد، یہ وقف مُرَخَّص کی علامت ہے۔ اگر تھک نہ گئے ہوں تو یہاں ملا کر ہی پڑھنا چاہیے۔

☆ (۵) اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غیر کوفیین کے نزدیک یہ آیت ہے، لہٰذا اگر یہاں

وقف کیا جائے تو پیچھے سے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

☆ (صلے) یہ "اَلْوَصْلُ اَوْلٰی" کا مُخَفَّف ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

☆ (ق) یہ "قِیْلَ عَلَیْهِ الْوَقْفُ" کا مختصر ہے۔ یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔

☆ (صِلْ) یہ "قَدْ یُوْصَلُ" کا مختصر ہے، یہاں ضرورت ہو تو وقف کیا جائے ورنہ وصل کیا جائے۔

☆ (قِفْ) یہاں ملانا نہیں چاہیے۔ جہاں قاری کے ملانے کا اندیشہ ہوتا ہے، وہیں اس علامت کو لکھا جاتا ہے۔

☆ (س/سکتہ) یہاں سکتہ کرنا چاہیے۔ (سکتہ کے بیان میں اس کی وضاحت موجود ہے)

☆ (وقفہ) یہ لمبے سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں تھوڑا لمبا سکتہ کرنا چاہیے۔

☆ (ک) یہ کذالک کا مختصر ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پچھلی آیت میں جو علامت تھی، وہی علامتِ وقف یہاں پر بھی ہے۔

☆ (مع) اس کی جگہ پر کبھی تین نقطے لکھے جاتے ہیں، دونوں کا مطلب معانقہ کا ہوتا ہے۔ یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں دو وقف قریب، قریب ہوتے ہیں، اس صورت میں کسی ایک ہی پر ٹھہرنا چاہیے۔

☆ اگر کہیں ایسی جگہ وقف کیا گیا، جہاں نہ آیت ہے اور نہ ہی علامت وقف تو اوپر سے لوٹا کر پڑھنا چاہیے، اس لوٹانے کو اعادہ کہتے ہیں۔

☆ اگر آیت کے بیچ میں لام الف (لا) لکھا ہو اور اس جگہ اضطراراً وقف کر لیا گیا تو دہرانا چاہیے اور اگر آیت پر لام الف (۝لا) لکھا ہو تو وہاں وقف کرنے سے اعادہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

وقف کیسے کریں؟

☆ اگر حرفِ موقوف علیہ سے پہلے والا حرف ساکن ہو تو حرف موقوف علیہ کا سکون خوب صاف ادا ہونا چاہیے، ورنہ وہ ظاہر نہ ہوگا، جیسے ''وَالْبَغْیُ، اَلْفِ شَهْرٌ'' حالت وقف میں۔

☆ اگر حرفِ موقوف علیہ پر تشدید ہے تو اس کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح وصل کی حالت میں اس کو ادا کرتے وقت دو حرف کی تاخیر کرتے ہیں، اسی طرح اس میں بھی تاخیر کریں گے، صرف فرق اتنا ہوگا کہ دوسرا حرف جو متحرک ہے، اس کو ساکن کردیں گے۔ جیسے مُسْتَقَرٌّ۔

☆ نون اور میم مشدد پر وقف کریں گے تو یہ تاخیر ایک الف کے برابر غنہ کرنے سے ادا ہو جائے گی، جیسے وَ مَا فِيهِنَّ۔

☆ اگر حرفِ موقوف علیہ (ہ) ہائے ضمیر ہو تو اسے ساکن کرکے پڑھنا چاہیے۔ جیسی لَہٗ سے لَہْ، بِهٖ سے بِہْ۔

☆ اگر حرفِ موقوف علیہ پر دو زیر یا دو پیش والی تنوین ہو تو تنوین کو حذف کرکے، حرفِ موقوف علیہ کو ساکن کرکے پڑھنا چاہیے جیسے عَذَابٌ عَظِيْمٌ سے عَذَابٌ عَظِيْمْ اور لَفِيْ خُسْرٍ سے لَفِيْ خُسْرْ.

☆ جو حروف مدہ وصل کی حالت میں اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کرکے پڑھے جاتے ہیں جب ان پر وقف کیا جائے گا تو حروف مدہ کو ظاہر کرکے پڑھا جائے گا، جیسے يَوْمَ تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ میں تَرٰی، قَالُوا اللّٰهُمَّ میں قَالُوْا۔

سکتہ

☆ کسی آیت یا کسی کلمہ پر اس طرح آواز بند کی جائے کہ سانس نہ ٹوٹے اور اسی سانس میں اگلی آیت کا وصل کیا جائے تو اس کو سکتہ کہتے ہیں۔

☆ قرآن کریم میں چار جگہ سکتہ واجب ہے (۱) سورۂ یٰسین میں مِنۡ مَّرۡقَدِنَا کے الف پر (۲) سورۂ کہف میں لفظ عِوَجَا کے الف پر (۳) سورۂ قیامہ میں قِیۡلَ مَنۡ کے نون پر (۴) سورۂ مطففین میں کَلَّا بَلۡ کے لام پر۔ ان چار سکتوں کے علاوہ جو سکتے قرآن پاک میں لکھے ہوئے ہیں، وہ جائز ہیں، یعنی ان جگہوں پر سکتہ اور وقف دونوں کیے جا سکتے ہیں۔

☆ سکتہ میں بھی وقف کے تمام قاعدے جاری ہوں گے، صرف فرق اتنا ہے کہ وقف میں سانس اور آواز دونوں بند ہو جاتی ہے اور سکتہ میں صرف آواز بند ہوتی ہے۔

☆☆☆

چودھواں باب

سورتوں کی تحفیظ

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

''ایک آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلّف پر فرضِ عین ہے اور پورے قرآنِ مجید کا حفظ کرنا فرضِ کفایہ اور سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کے مثل، مثلاً تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا حفظ واجبِ عین ہے۔ بقدرِ ضرورت مسائلِ فقہ کا جاننا فرضِ عین ہے اور حاجت سے زائد سیکھنا حفظِ جمیعِ قرآن سے افضل ہے۔'' (بہارِ شریعت)

جس قدر تلاوت نماز میں فرض ہے قرآن میں سے اس قدر کا یاد کرنا فرض ہے اور جس قدر تلاوت نماز میں واجب ہے اتنا یاد کرنا واجب۔ اس کے علاوہ جس قدر ممکن ہو زیادہ سے زیادہ قرآنی آیات اور سورتوں کو یاد کرنا چاہیے تاکہ قرآن کی برکتیں میسر آئیں۔ آئندہ صفحات میں قرآن کی چھوٹی چھوٹی سورتیں اور خاص خاص جگہوں سے چند آیات درج کی جا رہی ہیں۔ تجوید ووقف کی رعایت کے ساتھ انہیں اچھی طرح یاد کرلیں تاکہ نمازوں کے لیے بھی معاون ثابت ہوں اور حفظِ قرآن کے فضائل وفوائد بھی حاصل ہوں۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ. (اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا)

سُوۡرَۃُ الۡاِخۡلَاصِ

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِo بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُo لَمۡ يَلِدۡ ۙ وَلَمۡ يُوۡلَدۡo وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo

سُوۡرَۃُ الۡكَوۡثَرِ

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِo بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo

اِنَّاۤ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ o فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ o اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ o

سُوۡرَۃُ الۡفَاتِحَةِ

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِo بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَo الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo مٰلِكِ يَوۡمِ

الدِّيۡنِo اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُo اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ

الۡمُسۡتَقِيۡمَo صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ

عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَo

سُوۡرَۃُ الۡعَصۡرِ

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِo بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo

وَالۡعَصۡرِo اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِىۡ خُسۡرٍo اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا

الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِo

سُوۡرَۃُ الۡفَلَقِ

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِo بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ o مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ o وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا

وَقَبَo وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِo وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَo

سُوْرَةُ النَّاس

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِo مَلِکِ النَّاسِo اِلٰهِ النَّاسِo مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ o الَّذِیْ يُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِo مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِo

سُوْرَةُ الْكَافِرُوْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَo لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَo وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُo وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْo وَلَاۤ اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُo لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِیَ دِيْنِo

سُوْرَةُ النَّصرِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ o وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا oفَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًاo

سُوْرَةُ لَهَبٍ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَتَبَّo مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَo سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍo وَّامْرَاَتُهٗ ط حَمَّالَةَ الْحَطَبِo فِیْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍo

سُوۡرَۃُ الۡفِیۡلِ

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِo بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِo اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَہُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍo وَّاَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَo تَرۡمِیۡہِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍo فَجَعَلَہُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍo

سُوۡرَۃُ قُرَیۡش

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِo بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍo اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِo فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِo الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّاٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍo

سُوۡرَۃُ الۡمَاعُوۡن

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِo بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِo فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَo وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِo فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَo الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَo الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَo وَیَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَo

سُوۡرَۃُ الۡقَدۡرِ

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِo بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِo وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِo لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍo تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ فِیۡہَا بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ مِّنۡ کُلِّ اَمۡرٍo سَلٰمٌ ۟ۛ ہِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِo

سُوۡرَةُ اَلَمۡ نَشۡرَحۡ

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِo بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَo وَوَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَo الَّذِیۡ

اَنۡقَضَ ظَهۡرَکَo وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِكۡرَکَoفَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًاo

اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًاoفَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡo وَاِلٰى رَبِّکَ فَارۡغَبۡo

سُوۡرَةُ التِّيۡنِ

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِo بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِo وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَo وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِo لَقَدۡ خَلَقۡنَا

الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍoثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَo اِلَّا الَّذِيۡنَ

اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍo فَمَا يُكَذِّبُکَ

بَعۡدُ بِالدِّيۡنِo اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِاَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَo

سُوۡرَةُ الضُّحٰى

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِo بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo

وَالضُّحٰىo وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰىo مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰىo وَلَلۡاٰخِرَةُ

خَيۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰىo وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰىo اَلَمۡ

يَجِدۡکَ يَتِيۡمًا فَاٰوٰىo وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰىo وَوَجَدَکَ عَآئِلًا

فَاَغۡنٰىo فَاَمَّا الۡيَتِيۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡo وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡo وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ

رَبِّکَ فَحَدِّثۡo

سُوْرَةُ التَّكَاثُر

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُo حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَo كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَo ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَo كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِo لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَo ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِo ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِo

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِo نِالَّذِىْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗo يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗo كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِo وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُo نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُo الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِo اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌo فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍo

سُوْرَةُ الْقَارِعَة

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

اَلْقَارِعَةُo مَا الْقَارِعَةُo وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْقَارِعَةُo يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِo وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِo فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗo فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍo وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗo فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌo وَمَآ اَدْرٰكَ مَا هِيَهْo نَارٌ حَامِيَةٌo

سُوْرَۃُ زِلْزَال

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَاo وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَھَاo وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَھَاo یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَاo بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَھَاo یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۵ لِّیُرَوْا اَعْمَالَھُمْo فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗo وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗo

سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰت

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًاo فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًاo فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًاo فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًاo فَوَسَطْنَ بِہٖ جَمْعًاo اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌo وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَھِیْدٌo وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌo اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِo وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِo اِنَّ رَبَّھُمْ بِھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌo

اَوائِلِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

الٓمّٓo ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ج ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَo الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَo وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ج وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَo اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ ق وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَo

آيةُ الْكُرْسِى

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِيْمُo

آخر سورهٔ بقره

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

لِـلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌo اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۙ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۙ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُo لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَ ارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَo

سُوْرَةُ الشَّمْسِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَاo وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَاo وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَاo وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَاo وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنٰهَاo وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَاo وَنَفْسٍ وَمَا سَوّٰهَا o فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا o قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاo وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَاo كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَاo اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَاo فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَاo فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَاo وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَاo

سُوْرَةُ الْعَلَقِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُo الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِo عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ o كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى o اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى o اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰىo اَرَاَيْتَ الَّذِیْ يَنْهٰىo عَبْدًا اِذَا صَلّٰى o اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰىo اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰىo اَرَاَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى o اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰىo كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا ۢبِالنَّاصِيَةِo نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ o فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗo سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَo كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْo

(نوٹ: اس آیت میں سجدہ ہے)

سُوْرَةُ الطَّارِق

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِo وَمَا اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُo النَّجْمُ الثَّاقِبُo اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌo فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَo خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍo يَخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِo اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌo يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُo فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍo وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِo وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِo اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌo وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِo اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًاo وَّاَكِيْدُ كَيْدًاo فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًاo

لَقَدْ جَآءَكُمْ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌo فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِo

لَا يَسْتَوِي

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ط اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَo لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَo

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ o هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ o هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ط يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o

سُوْرَةُ الْمُلْكِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ز وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرُ o الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ o الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ لا هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ o ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ o وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ o وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ o اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِىَ تَفُوْرُ o تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ط كُلَّمَآ اُلْقِىَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ o قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۵ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَىْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ o وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِىْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ o فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ o اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ o وَاَسِرُّوْا

قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ o اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ o هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِىْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ o ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوْرُ o اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ o وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ o اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىْءٍۢ بَصِيْرٌ o اَمَّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِىْ غُرُوْرٍ o اَمَّنْ هٰذَا الَّذِىْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِىْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ o اَفَمَنْ يَّمْشِىْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِىْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ o قُلْ هُوَ الَّذِىْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ o قُلْ هُوَ الَّذِىْ ذَرَاَكُمْ فِى الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ o وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۠ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ o فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ o قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِىَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِىَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ o قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ o قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ o

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِo هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍo وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُo ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِo مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ط بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ o قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًا م بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ o قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ o وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ط قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَo

سُوْرَۃُ یٰسٓ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

يٰسٓ o وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِo اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ o عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍo تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ o لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ o لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ o اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ o وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَo وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَo اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍo اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ o وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَاۗءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ o اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَo قَالُوْا مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَo قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَo وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُo قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ o قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ o وَجَآءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ o اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَo وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ o ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ o اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ o اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِo قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ

قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَo بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَo وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی
قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ o اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً
وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ o یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ ج مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا
بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَo اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا
یَرْجِعُوْنَ o وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ o وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ج
اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ o وَجَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ
وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ o لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ لا وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ط اَفَلَا
یَشْكُرُوْنَo سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ
وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ o وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ج نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ o
وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِo وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ
مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِo لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ
وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ o وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ
فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ o وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ o وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ
فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَo اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ o وَاِذَا قِیْلَ
لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ o وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ
اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَo وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ لا
قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَاءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ق ج اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ
ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍo وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا
صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ o فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّلَآ اِلٰٓی

اَهۡلِهِمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ۝ وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَاِذَا هُمۡ مِّنَ الۡاَجۡدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمۡ يَنۡسِلُوۡنَ ۝
قَالُوۡا يٰوَيۡلَنَا مَنۡۢ بَعَثَنَا مِنۡ مَّرۡقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ وَصَدَقَ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۝
اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ۝ فَالۡيَوۡمَ لَا تُظۡلَمُ
نَفۡسٌ شَيۡـًٔا وَّلَا تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ الۡيَوۡمَ فِیۡ شُغُلٍ
فٰكِهُوۡنَ ۝ هُمۡ وَاَزۡوَاجُهُمۡ فِیۡ ظِلٰلٍ عَلَی الۡاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوۡنَ ۝ لَهُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ
وَّلَهُمۡ مَّا يَدَّعُوۡنَ ۝ سَلٰمٌ ۟ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ ۝ وَامۡتَازُوا الۡيَوۡمَ اَيُّهَا
الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۝ اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ
مُّبِيۡنٌ ۝ وَاَنِ اعۡبُدُوۡنِیۡ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ۝ وَلَقَدۡ اَضَلَّ مِنۡكُمۡ جِبِلًّا كَثِيۡرًا ؕ
اَفَلَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡقِلُوۡنَ ۝ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝ اِصۡلَوۡهَا الۡيَوۡمَ بِمَا
كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ۝ اَلۡيَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاهِهِمۡ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيۡدِيۡهِمۡ وَتَشۡهَدُ اَرۡجُلُهُمۡ
بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ۝ وَلَوۡ نَشَآءُ لَطَمَسۡنَا عَلٰۤی اَعۡيُنِهِمۡ فَاسۡتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی
يُبۡصِرُوۡنَ ۝ وَلَوۡ نَشَآءُ لَمَسَخۡنٰهُمۡ عَلٰی مَكَانَتِهِمۡ فَمَا اسۡتَطَاعُوۡا مُضِيًّا وَّلَا
يَرۡجِعُوۡنَ ۝ وَمَنۡ نُّعَمِّرۡهُ نُنَكِّسۡهُ فِی الۡخَلۡقِ ؕ اَفَلَا يَعۡقِلُوۡنَ ۝ وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَمَا
يَنۡۢبَغِیۡ لَهٗ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ وَّقُرۡاٰنٌ مُّبِيۡنٌ ۝ لِّيُنۡذِرَ مَنۡ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَی
الۡكٰفِرِيۡنَ ۝ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَيۡدِيۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا مٰلِكُوۡنَ ۝
وَذَلَّلۡنٰهَا لَهُمۡ فَمِنۡهَا رَكُوۡبُهُمۡ وَمِنۡهَا يَاۡكُلُوۡنَ ۝ وَلَهُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا
يَشۡكُرُوۡنَ ۝ وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ۝ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ
نَصۡرَهُمۡ ۙ وَهُمۡ لَهُمۡ جُنۡدٌ مُّحۡضَرُوۡنَ ۝ فَلَا يَحۡزُنۡكَ قَوۡلُهُمۡ ۘ اِنَّا نَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ
وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ۝ اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ۝

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ۝ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْــًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

پندرہواں باب

حفظ احادیث

حدیثوں کا زبانی یاد کرنا اگر چہ فرض یا واجب نہیں ہے مگر اس میں متعدد فضائل و فوائد ہیں بلکہ ایک مسلمان کو چند حدیثیں تو لازمًا یاد کر لینی چاہیے کہ عشق رسول کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے ادا ہونے والے الفاظ عاشق رسول کے دل و دماغ میں موجود ہوں۔ حفظ احادیث کے فضائل میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْمَا یَنْفَعُھُمْ مِنْ اَمْرِ دِیْنِھِمْ بُعِثَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ الْعُلَمَاءِ. (میری امت سے متعلق جو کوئی چالیس حدیثیں ایسی یاد کرے جو ان کے دینی معاملات میں مفید ہوں قیامت کے دن علما کے ساتھ اٹھایا جائے گا) اسی لیے آئندہ صفحات میں چند احادیث عربی متن، ترجمہ اور حوالے کے ساتھ تحریر کی جا رہی ہیں، انہیں اچھی طرح یاد کریں۔ پہلے حدیث کے اجزا ذکر کیے جائیں گے تا کہ یاد کرنے میں آسانی ہو پھر طویل احادیث نقل کی جائیں گی۔

تَصَافَحُوْا يَذْهَبِ الْغِلُّ	مصافحہ کیا کرو اس سے کینہ دور ہوتا ہے۔	(موطاامام مالک:۳۳۶۸)
اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ	نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے۔	(صحیح مسلم:۶۶۸۰)
اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ	پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔	(صحیح مسلم:۵۵۶)
لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ	چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔	(صحیح مسلم:۳۰۳)
مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الْوُضُوْءُ	نماز کی کنجی وضو ہے۔	(ترمذی شریف:۴)
اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ	ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔	(مسند الفردوس:۲۶۱۱)
اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْنِ	نماز دین کا ستون ہے۔	(شعب الایمان للبیہقی:۲۸۰۷)
اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ	غیبت قتل سے بدتر ہے۔	(مسند الفردوس:۴۳۲۱)
اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ	دعا عبادت کا مغز ہے۔	(ترمذی شریف:۳۳۷۱)
تَرْكُ الْعَشَآءِ مَهْرَمَةٌ	رات کا کھانا چھوڑنا کمزور کرتا ہے۔	(ترمذی شریف:۱۸۵۶)
اَلْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ	حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔	(نسائی شریف:۵۰۲۳)
اِذَا دَخَلْتُمْ بَيْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهٖ	جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔	(شعب الایمان للبیہقی: ۸۸۴۵)
اِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ	حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔	(ابن ماجہ:۴۲۵۰)

اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ	مسواک منہ کی پاکی اور رب تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہے۔	(نسائی:۵)
اَلْكِذْبُ يَنْقُصُ الرِّزْقَ	جھوٹ رزق کو گھٹا دیتا ہے۔	(مسند الفردوس:۴۹۴۷)
اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ	اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔	(مسلم شریف:۲۷۵)
اَكْرِمُوا الْخُبْزَ	روٹی کی تعظیم کرو۔	(مجمع الزوائد:۷۹۷۶)
اَكْرِمُوا الضَّيْفَ	مہمان کی عزت کرو۔	(مسند الفردوس:۱۹۹)
سَمِّ اللّٰهَ وَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ	اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔	(بخاری شریف:۵۳۷۶)
اِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهٖ	جب کوئی چیز پیے تو داہنے ہاتھ سے پیے۔	(مسلم شریف:۵۳۸۴)
اَلصَّلٰوةُ نُوْرُ الْمُؤْمِنِ	نماز مومن کا نور ہے۔	(سنن ابن ماجہ:۴۳۵۰)
غُبَارُ الْمَدِيْنَةِ شِفَآءٌ مِّنَ الْجُذَامِ	مدینہ شریف کی مٹی جذام کے لیے شفا ہے۔	(مسند الفردوس:۴۲۸۱)
اَلْجَنَّةُ دَارُ الْاَسْخِيَآءِ	جنت سخی حضرات کا گھر ہے۔	(جامع الاحادیث للسیوطی: ۱۱۴۷۸)

اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا	اچھا انسان وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔	(جامع الاصول:۱۹۸۰)
اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ	اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔	(صحیح البخاری:۱)
لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا	جو چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔	(ترمذی شریف:۲۰۴۳)
اَحْسِنْ اِلٰى جَارِكَ	اپنے پڑوسی کے ساتھ بھلائی کر۔	(مسند الفردوس:۴۰٦۷)
لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ	اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔	(بخاری شریف:٦٣٧٦)
اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ	صدقہ گناہ (صغیرہ) کو مٹاتا ہے۔	(ابن ماجہ:۴۳۵۰)
طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ	حلال روزی کا طلب کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔	(طبرانی:۸۸۴۸)
اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ	روزے جہنم سے ڈھال ہیں۔	(سنن ابن ماجہ:۴۳۵۰)
اِنَّ كَثْرَةَ الضِّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ	زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔	(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۲۵)
اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ	بات کرنے سے پہلے سلام کرو۔	(ترمذی:۲۹۱٦)
اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ	باپ جنت کے دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے۔	(ابن ماجہ:۲۱٦۷)

اَلْاَکْلُ فِیْ السُّوْقِ دَنَائَۃٌ	بازار میں کھانا ذلت کی نشانی ہے۔	(مسند الفردوس:۴۳۹)
اَلْاِسْلَامَ نَظِیْفٌ فَتَنَظَّفُوْا	صاف رہو کیوں کہ اسلام صفائی والا مذہب ہے۔	(مجمع الزوائد:۸۵۸۰)
اَفْشُوْا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ	آپس میں سلام پھیلاؤ۔	(صحیح مسلم:۲۰۳)
طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ	علم کا طلب کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔	(ابن ماجہ:۲۲۹)
اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ قِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ	قرآن پاک کی تلاوت بہترین عبادت ہے۔	(جامع الاحادیث:۴۰۴۲)
اَلشَّحِیْحُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ	بخیل جنت میں نہیں جائے گا۔	(جمع الجوامع:۸۹)

حدیث

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعَرِ لَا یُرٰی عَلَیْہِ اَثَرُ السَّفَرِ وَ لَا یَعْرِفُہٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُکْبَتَیْہِ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَوَضَعَ کَفَّیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ وَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِی عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَ تَصُوْمَ رَمَضَانَ وَ تَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا. قَالَ صَدَقْتَ. قَالَ فَعَجِبْنَا لَہٗ یَسْئَلُہٗ وَ یُصَدِّقُہٗ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک روز ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا جس کے کپڑے بہت سفید تھے اور بال نہایت سیاہ، نہ اس شخص پر سفر کا کوئی نشان تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا۔ وہ آ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور دو زانو ہو کر اپنے گھٹنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے سے ملا دیے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیے اور عرض کیا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) مجھ کو اسلام کی حقیقت کے بارے میں آگاہ فرمائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدائے تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز ادا کرے، زکوٰۃ دے، ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور خانۂ کعبہ کا حج کرے اگر تو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔ اس شخص نے یہ سن کر عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا۔ (راوی کہتے ہیں) ہم لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ شخص دریافت بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ (مسلم شریف، حدیث:۱۰۲)

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِی مَا اَتٰی عَلٰی بَنِی اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ. حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِی اُمَّتِی مَنْ یَصْنَعُ ذٰلِکَ. وَ اِنَّ بَنِی اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِینَ مِلَّۃً وَ تَفْتَرِقُ اُمَّتِی عَلٰی ثَلٰثٍ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً. کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَاحِدَۃً. قَالُوا وَ مَنْ ھِیَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِی.

حضرت عبداللہ ابن عُمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت پر ایک زمانہ ضرور ایسا آئے گا، جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ بالکل ہو بہو ایک دوسرے کے مطابق یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں ضرور کوئی ہوگا جو ایسا کرے گا۔ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی، ان میں ایک مذہب والوں کے سوا باقی تمام مذاہب والے ناری اور جہنمی ہوں گے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ ایک مذہب والے کون ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ اسی مذہب وملت پر قائم رہیں گے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ (ترمذی شریف، حدیث:۲۸۵۳)

حدیث

عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ.

حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا: جس نے کسی بدمذہب کی تعظیم وتوقیر کی تو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔ (مشکوۃ شریف، حدیث:۱۸۹)

حدیث

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ. لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَ لَا صَلٰوةً وَ لَا صَدَقَةً وَ لَا حَجًّا وَ لَا عُمْرَةً وَ لَا جِهَادًا

وَ لاَ صَرُفًا وَ لاَ عَدُلاً. يَخُرُجُ مِنَ الْاِسُلاَمِ كَمَا تَخُرُجُ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ.

حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کسی بدمذہب کا نہ روزہ قبول کرتا ہے، نہ نماز، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ نفل اور نہ فرض۔ بدمذہب دینِ اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے، جیسا کہ گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث:۵۱)

حدیث

عَنُ اَبِىُ هُرَيُرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنُهُ قَالَ قَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَ سَلَّمَ: مَنُ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِىُ عِنُدَ فَسَادِ اُمَّتِىُ فَلَهُ اَجُرُ مِائَةِ شَهِيُدٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے فرمایا: جوشخص میری اُمّت میں (عملی یا اعتقادی) خرابی پیدا ہونے کے وقت میری سنت پر عمل کرے گا اس کو سوشہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ شریف، حدیث:۱۷۶)

حدیث

عَنُ جَرِيُرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَ سَلَّمَ مَنُ سَنَّ فِى الْاِسُلاَمِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجُرُهَا وَ اَجُرُ مَنُ عَمِلَ بِهَا بَعُدَهٗ مِنُ غَيُرِ اَنُ يَّنُقُصَ مِنُ اُجُورِهِمُ شَىءٌ. وَمَنُ سَنَّ فِى الْاِسُلاَمِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيُهِ وِزُرُهَا وَ وِزُرُ مَنُ عَمِلَ بِهَا مِنُ بَعُدِهٖ مِنُ غَيُرِ اَنُ يَّنُقُصَ مِنُ اَوُزَارِهِمُ شَىءٌ.

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

نے فرمایا: جو اسلام میں کسی اچھے طریقے کو رائج کرے گا تو اس کو اپنے رائج کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس کے بعد اس طریقے پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی اور جو مذہب اسلام میں کسی برے طریقے کو رائج کرے گا، اس شخص پر اس کے رائج کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس کے بعد اس طریقے پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مسلم شریف، حدیث ۲۳۹۸)

حدیث

عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ اَبِى الدَّرْدَاءِ فِى مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ اِنِّى جِئْتُكَ مِنْ مَّدِينَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِى اَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم -مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ .قَالَ فَإِنِّى سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا مِّنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ. وَ اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِّطَالِبِ الْعِلْمِ. وَ اِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِى الاَرْضِ وَ الْحِيْتَانُ فِىْ جَوْفِ الْمَاءِ. وَ اِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَ اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الاَنْبِيَاءِ. وَ اِنَّ الاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِينَارًا وَّ لَا دِرْهَمًا. وَرَّثُوا الْعِلْمَ. فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ.

حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں حضرت ابوالدردا رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ایک آدمی نے آکر کہا کہ اے ابودردا، میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر مدینہ طیبہ سے یہ سن کر آیا ہوں کہ آپ کے پاس کوئی حدیث ہے جسے آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور میں کسی دوسرے کام کے لیے نہیں آیا ہوں۔حضرت ابودردا نے کہا کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرتا ہے، خداے تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلاتا ہے اور طالب علم کی رضا حاصل کرنے کے لیے فرشتے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اور ہر وہ چیز جو آسمان وزمین میں ہے، یہاں تک کہ مچھلیاں پانی کے اندر عالم کے لیے دعاے مغفرت کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے، جیسی چودہویں رات کے چاند کی فضیلت ستاروں پر۔علما انبیا کے وارث ہیں، انبیاے کرام کا ترکہ دینار و درہم نہیں ہیں، انہوں نے وراثت میں صرف علم چھوڑا ہے۔ تو جس نے اسے حاصل کیا اس نے پورا حصہ پایا۔ (ابوداؤد شریف، حدیث:۳٦۴۳)

حدیث

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّ اللّٰهُ يُعْطِي.

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: خداے تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ (بخاری شریف، حدیث:۷۱)

حدیث

عَـنِ ابْـنِ عَبَّـاسٍ رَضِـیَ الـلّٰـهُ عَنْهُ قَالَ: تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِنْ اِحْيَائِهَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رات میں ایک گھڑی علم دین کا پڑھنا، پڑھانا رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

(دارمی، حدیث: ۲۷۰)

حدیث

عَـنِ ابْـنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقِيهٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے فرمایا: ایک فقیہ (عالم) شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

(ترمذی شریف، حدیث: ۲۸۹۷)

حدیث

عَـنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَا حَدُّ الْعِـلْـمِ الَّـذِیْ اِذَا بَـلَغَهُ الرَّجُلُ كَانَ فَقِيْهًا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَـلَّـمَ: مَنْ حَفِظَ عَلٰى اُمَّتِیْ اَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِیْ اَمْرِ دِيْنِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِيْهًا وَ كُنْتُ

لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا وَّ شَهِيْدًا.

حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے دریافت کیا گیا کہ اس علم کی حد کیا ہے جسے آدمی حاصل کرلے تو فقیہ (عالم) ہوجائے؟ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری امت تک پہنچانے کے لیے دینی امور کی چالیس حدیثیں یاد کرلے گا، خدائے تعالیٰ اسے قیامت کے دن عالمِ دین کی حیثیت سے اٹھائے گا۔ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہ رہوں گا۔

(مشکوٰۃ شریف، حدیث: ۲۵۸)

حدیث

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ فِيْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَّنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو باتیں میں نے معلوم کی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر صدی کے خاتمہ پر اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو اس کے لیے اس کے دین کو نکھارتا رہے گا۔ (ابوداؤد شریف، حدیث: ۴۲۹۳)

حدیث

عَنِ الْاَحْوَصِ ابْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَ اِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَاءِ.

حضرت احوص بن حکیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ کہ بروں میں سب سے بدترین برے علما ہیں اور اچھوں میں سب سے بہتر اچھے علما ہیں۔ (دارمی شریف، حدی:۳۷۸)

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ اُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ كَانَ اِثْمُهٗ عَلٰى مَنْ اَفْتَاهُ وَ مَنْ اَشَارَ عَلٰى اَخِیْهِ بِاَمْرٍ یَّعْلَمُ اَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے بغیر علم کے کوئی فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا اور جس نے جان بوجھ کر اپنے بھائی کو غلط مشورہ دیا تو اس نے اس کے ساتھ خیانت کی۔

(ابوداؤد شریف، حدیث:۳۶۵۹)

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَآئِقِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضَ بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ سَنَةٍ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: خدائے تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس قبل

مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا (لوح محفوظ میں ثبت فرمایا)۔ (مسلم شریف، حدیث ۶۹۱۹)

حدیث

عَنْ اَبِیْ خُزَامَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ رُقًی نَسْتَرْقِیْھَا وَ دَوَاءً نَتَدَاوٰی بِہٖ وَ تُقَاۃً نَتَّقِیْھَا، ھَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ شَیْئًا؟ قَالَ ھِیَ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ۔

حضرت ابوخزامہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ منتر کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جسے ہم پڑھتے ہیں اور دوا کے بارے میں جسے ہم استعمال کرتے ہیں اور بچاؤ کے بارے میں جسے ہم اختیار کرتے ہیں۔ کیا یہ چیزیں خداے تعالیٰ کی قضا وقدر کو بدل دیتی ہیں؟ فرمایا: یہ بھی خداے تعالیٰ کی قضا وقدر سے ہیں۔ (ترمذی شریف، حدیث: ۲۲۰۶)

حدیث

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَکُوْنُ السَّنَۃُ کَالشَّھْرِ وَ الشَّھْرُ کَالْجُمُعَۃِ وَ تَکُوْنُ الْجُمُعَۃُ کَالْیَوْمِ وَیَکُوْنُ الْیَوْمُ کَالسَّاعَۃِ وَ تَکُوْنُ السَّاعَۃُ کَالضَّرْمَۃِ بِالنَّارِ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ زمانہ ایک دوسرے کے قریب نہ ہو جائے (یعنی زمانے کے حصے جلد جلد گزرنے لگیں گے) سال مہینہ کے برابر ہو جائے گا، مہینہ ہفتے کے

برابر، ہفتہ ایک دن کے برابر اور اس وقت ایک دن ایک ساعت کے برابر ہوگا اور ساعت آگ کا ایک شعلہ (اٹھ کر کر ختم ہو جانے) کے برابر ہوگی۔ (ترمذی شریف، حدیث:۲۵۰۲)

حدیث

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لاَ يُقَالَ فِي الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: قیامت اس وقت آئے گی جب زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہ جائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف، حدیث:۵۵۱۶)

حدیث

عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَئَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنْ يَّشْفَعَ لِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ. قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ اَطْلُبُكَ؟ قَالَ اطْلُبْنِيْ اَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِيْ عَلَى الصِّرَاطِ. قَالَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْمِيْزَانِ. قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيْزَانِ؟ قَالَ فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْحَوْضِ. فَاِنِّيْ لاَ اُخْطِأُ هٰذِهِ الثَّلٰثَ الْمَوَاطِنَ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور قیامت کے دن میری سفارش فرمائی جائے۔ سرکار نے فرمایا میں کروں گا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں حضور کو کہاں تلاش کروں گا؟

سرکار نے فرمایا: پہلے مجھ کو پل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر حضور پل صراط پر نہ ملیں؟ فرمایا تو میزان پر۔ میں نے عرض کیا: اگر حضور میزان پر بھی نہ ملیں؟ فرمایا: تو پھر حوض کوثر پر۔ میں ان تینوں جگہوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ (یعنی ان مقامات میں سے کسی ایک جگہ ضرور ملوں گا) (ترمذی شریف، حدیث: ۲۶۲۰)

حدیث

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: شَفَاعَتِي لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔

(ترمذی شریف، حدیث: ۲۶۲۲)

حدیث

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَتَانِيْ اٰتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي فَخَيَّرَنِي بَيْنَ اَنْ يُّدْخِلَ نِصْفَ اُمَّتِي الْجَنَّةَ وَ بَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَ هِيَ لِمَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا.

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: میرے پاس خدائے تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ آیا، اس نے مجھے اختیار دیا کہ یا تو میری آدھی امت جنت میں داخل ہو یا میں شفاعت اختیار کروں تو میں

نے شفاعت کو منظور کیا۔ میری شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہوگی کہ جو اس حال میں مرے کہ اس نے کسی کو خداے تعالیٰ کا شریک نہ مانا ہو۔ (ترمذی شریف، حدیث:۲٦۲۸)

حدیث

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کی ایک جماعت میری شفاعت کی بدولت نار دوزخ سے نکال لی جائے گی جس کا نام جہنمی پڑا ہوا تھا۔ (بخاری شریف، حدیث:٦۵٦٦)

حدیث

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِی الْجَنَّةِ.

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: جو شخص خداے تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے مسجد بنائے گا خداے تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ (مسلم شریف، حدیث:۱۲۱۷)

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اَحَبُّ الْبِلاَدِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَ اَبْغَضُ الْبِلاَدِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک تمام آبادیوں میں محبوب ترین جگہیں اس کی مسجدیں ہیں اور بدترین مقامات بازار ہیں۔ (مسلم شریف، حدیث:۱۵٦۰)

حدیث

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَّکُوْنُ حَدِیْثُھُمْ فِیْ مَسَاجِدِھِمْ فِیْ اَمْرِ دُنْیَاھُمْ. فَلاَ تُجَالِسُوْھُمْ فَلَیْسَ لِلّٰہِ فِیْھِمْ حَاجَۃٌ.

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ مسجدوں کے اندر دنیا کی باتیں کریں گے۔ اس وقت تم ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھنا۔ خدائے تعالیٰ کو ان لوگوں کی کچھ پروانہیں۔

(مشکوٰۃ شریف، حدیث:۷۴۳)

حدیث

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَىْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ وَ اَبِىْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ.

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی۔ ایسا ہی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں بھی رائج تھا۔ (ابوداؤد شریف، حدیث:۱۰۹۰)

حدیث

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لاَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَ لاَ يَطْعَمُ يَوْمَ الْاَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ.

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عید الفطر کے دن جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ کھا نہ لیتے عیدگاہ کو تشریف نہ لے جاتے اور عید الاضحیٰ کے دن اس وقت تک کچھ نہ کھاتے جب تک کہ نماز نہ پڑھ لیتے۔ (ترمذی شریف، حدیث:۵۴۵)

حدیث

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لاَ نَبِيَّ بَعْدِىْ.

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا: میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (ابوداؤد شریف، حدیث:۴۲۵۴)

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ اَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَ اَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے فرمایا: میں قیامت کے دن اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا، میں سب سے پہلے قبر سے اٹھوں گا، سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ شریف، حدیث:۵۷۴۱)

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَ اَیُّكُمْ مِّثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَ یَسْقِیْنِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات دن پے درپے روزے رکھنے سے منع فرمایا تو ایک شخص نے حضور سے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ تو رات دن پے درپے روزے رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے مثل تم میں کون ہے؟ بے شک میں اس حال میں رات

گزارتا ہوں کہ میرا پروردگار مجھے کھلاتا، پلاتا ہے۔ (بخاری شریف، حدیث:۱۹۶۵)

حدیث

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ: لَمَّا کَذَّبَنِیْ قُرَیْشٌ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَّی اللّٰهُ لِیْ بَیْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰیَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهِ.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب قریش نے (واقعۂ معراج کے بارے میں) میری تکذیب کی تو میں مقام حجر میں کھڑا ہوا، خدائے تعالیٰ نے بیت المقدس کو میری نگاہوں کے سامنے کر دیا، میں بیت المقدس کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کی نشانیوں کے بارے میں قریش کے سوالات کے جواب دے رہا تھا۔ (بخاری شریف، حدیث:۴۷۱۰)

حدیث

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِرْقَتَیْنِ فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَ فِرْقَةً دُوْنَهٗ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اشْهَدُوْا.

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانۂ مبارکہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا پہاڑ سے اوپر تھا اور دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے۔ (بخاری شریف، حدیث:۴۸۶۴)

حدیث

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَاَخَّرَتْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورج کو حکم دیا کہ کچھ دیر کے لیے چلنے سے رک جائے، وہ فوراً رک گیا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث: ۴۱۸۷)

حدیث

عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُتِىَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِاِنَاءٍ وَ هُوَ بِالزَّوْرَاءِ، فَوَضَعَ يَدَهُ فِى الْاِنَاءِ، فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ، فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ. قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِاَنَسٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَلٰثَ مِائَةٍ، اَوْ زُهَاءَ ثَلٰثِ مِائَةٍ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے پاس پانی کا ایک برتن لایا گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت مقام زوراء میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے اپنا مقدس ہاتھ اس برتن میں رکھ دیا تو حضور کی انگلیوں کے درمیان سے پانی اُبلنے لگا جس سے تمام لوگوں نے وضو کرلیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا: اس وقت آپ لوگ کتنے تھے؟ انہوں نے فرمایا تین سو یا تین سو کے قریب۔ (بخاری شریف: ۳۵۷۲)

حدیث

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَـلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِمَکَّۃَ فَخَرَجْنَا فِیْ بَعْضِ نَوَاحِیْھَا فَمَا اسْتَقْبَلَہٗ جَبَلٌ وَّ لَا شَجَرٌ اِلَّا وَ ھُوَ یَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ.

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ میں تھا۔ پھر سرکار اقدس اور ہم مکہ شریف کے گرد ونواح میں گئے جس پہاڑ اور درخت کا بھی ہمیں سامنا ہوتا وہ عرض کرتا: اَلسَّلَامُ عَـلَیْکَ یَـا رَسُوْلَ اللّٰـہِ ۔
(اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام ہو) (مشکوٰۃ:۵۹۱۹)

حدیث

عَـنْ اَبِـیْ زَیْـدٍ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ قَالَ: صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَـلَیْـہِ وَ سَلَّمَ الْفَجْرَ وَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّھْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰی ثُـمَّ صَـعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَـخَـطَبَـنَـا حَتّٰـی غَـرَبَـتِ الشَّـمْسُ. فَاَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَ بِمَا ھُوَ کَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا.

حضرت ابوزید عمرو بن اخطب انصاری فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوکر ہمارے سامنے تقریر فرمائی یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا پھر منبر سے تشریف لاکر نماز پڑھائی۔ اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے پھر

تقریر فرمائی یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا پھر منبر سے اتر کر نماز پڑھائی اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ اس تقریر میں آپ نے جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے تمام واقعات کی ہمیں خبر دے دی۔ ہم لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ شخص ہے جسے حضور کی بتائی ہوئی خبریں زیادہ معلوم ہیں۔ (مسلم شریف: ۷۴۴۹)

حدیث

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا.

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی تو میں نے مشرق سے مغرب تک زمین کا تمام حصہ دیکھ لیا۔ (مسلم شریف: ۷۴۴۰)

حدیث

قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ: وَ اللّٰهِ مَا اَدْرِىْ اَنَسِيَ اَصْحَابِىْ اَمْ تَنَاسَوْا وَ اللّٰهِ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَعَهُ ثَلٰثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَ اسْمِ اَبِيْهِ وَ اسْمِ قَبِيْلَتِهٖ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی قسم میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے ساتھی بھول گئے ہیں یا بھول جانے کا اظہار کرتے ہیں۔ (آج سے) دنیا کے ختم ہونے

تک جتنے فتنہ انگیز لوگ پیدا ہوں گے جن کے ساتھیوں کی تعداد تین سو سے زائد ہوگی۔ خدا کی قسم حضور نے ہمیں ان کا نام، ان کے باپ کا نام اور ان کے خاندان کا نام (سب کچھ) بتا دیا۔ (ابوداؤد: ۴۲۴۵)

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوعُكُمْ وَ لَا رُكُوعُكُمْ، اِنِّیْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ یہ ہے؟ بخدا مجھ پر نہ تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ رکوع۔ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری: ۴۱۸)

حدیث

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمُ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا اَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ یُشَاكُهَا اِلَّا كَفَرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَایَاهُ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: مسلمان کو کوئی رنج، کوئی دکھ، کوئی فکر، کوئی تکلیف، کوئی اذیت اور کوئی غم نہیں پہنچتا یہاں تک کہ کانٹا جو اسے چبھے مگر اللہ تعالیٰ ان کے سبب اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری: ۵۳۱۸)

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهٗ اَذًى مِّنْ مَّرَضٍ فَمَا سِوَاهُ اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ لَهٗ سَيِّئَآتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا: مسلمانوں پر جب کوئی اذیت یا کوئی مرض وغیرہ لاحق ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ان کے گناہوں کو اس طرح مٹاتا ہے جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہوں۔ (بخاری شریف: ۵۳۳۶)

حدیث

عَنْ عَلِيٍّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ عَادَهٗ عَشِيَّةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهٗ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ.

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جو شام کے وقت عیادت کرتا ہے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے صبح تک دعاے مغفرت کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں

ایک باغ ہے۔ (ترمذی شریف:۹۸۵)

حدیث

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيّبِ مُرْسَلاً قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَفْضَلُ الْعِيَادَةِ سُرْعَةُ الْقِيَامِ.

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بہترین عیادت یہ ہے کہ مزاج پرسی کے بعد فوراً اٹھ جائے۔

(مشکوٰۃ شریف:۱۵۹۱)

حدیث

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ:مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: خدائے تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی ہے جس کے لیے شفا (دوا) نہ اتاری ہو۔ (بخاری شریف،۵۶۷۸)

حدیث

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلاَ تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ.

حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: خدائے تعالیٰ نے بیماری پیدا کی ہے، دوا بھی اور ہر بیماری کی دوا مقرر فرمائی ہے۔ لہٰذا دوا کرو لیکن حرام چیز سے دوا نہ کرو۔ (ابوداؤد، ۳۸۷۶)

حدیث

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنْ نَسْتَرْقِیَ مِنَ الْعَيْنِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حکم فرمایا ہے کہ ہم نظر بد کے لیے دعا تعویذ کرائیں۔ (مشکوٰۃ شریف: ۴۵۲۷)

حدیث

عَـنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِیِّ قَالَ: كُنَّا نَرْقِی فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرَی فِی ذٰلِكَ فَقَالَ اَعْرِضُوْا عَلَیَّ رُقَاكُمْ لَا بَاْسَ بِالرُّقٰی مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ.

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ زمانۂ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کرتے تھے۔ (اسلام لانے کے بعد) ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان منتروں کی بابت آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے منتر مجھے سناؤ۔ ان منتروں میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ ان میں شرک نہ ہو۔

(مسلم شریف: ۵۸۶۲)

حدیث

عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْھَا.

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔ (مسلم شریف: ۵۲۲۸)

حدیث

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ: کُنْتُ نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْا الْقُبُوْرَ فَاِنَّھَا تُزَھِّدُ فِی الدُّنْیَا وَتُذَکِّرُ الْاٰخِرَۃَ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا، اب میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں کہ زیارت کرو اس لیے کہ قبروں کی زیارت کرنا دنیا سے بیزار کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔ (ابن ماجہ، ۱۶۳۸)

حدیث

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ اَنَّہٗ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ. قَالَ فَحَفَرَ بِئْرًا وَّ قَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ.

حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا: اُم سعد (یعنی میری ماں) کا انتقال ہوگیا ہے، ان کے لیے کون سا صدقہ افضل ہے؟ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی بہترین صدقہ ہے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھدوایا اور کہا یہ کنواں سعد کی ماں کے (ایصال ثواب) لیے ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۸۳)

حدیث

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّیَ افْتُلِتَتْ نَفْسَهَا وَلَمْ تُوْصِ وَ اَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ اَفَلَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا اور وہ کسی بات کی وصیت نہ کرسکی۔ میرا گمان ہے کہ انتقال کے وقت اگر اسے کچھ کہنے سننے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ ضرور دیتی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کی روح کو ثواب پہنچے گا؟ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں پہنچے گا۔ (مسلم ۱۳۱،۲۳۷)

حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ لَيْلَةً، فَلاَ تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ، فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلٰثِيْنَ.

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا: مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے، پس تم جب تک چاند نہ دیکھ لو، روزہ نہ رکھو اور اگر تمہارے سامنے ابر یا غبار ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کر لو۔ (بخاری شریف:۱۹۰۶)

سولہواں باب

آداب وادعیہ

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے اور آپ نے جو کام جس طریقے سے کیا ہے اسی کے مطابق ہم اپنے کاموں کی انجام دہی کریں تو یہ ہمارے لیے باعث ثواب ہے۔ اس لیے ان آداب کا جاننا بھی ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے اور جو دعائیں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاص خاص مواقع پر پڑھا کرتے تھے ان کا یاد کرنا بھی ضروری ہے۔ اگلے صفحات میں آداب وادعیہ بیان کی جائیں گی۔ آداب وادعیہ زبانی یاد کر کے ان کے مطابق اپنے شب و روز کے معمولات کی انجام دہی کریں۔

کھانا کھانے کے آداب

☆ کھانا کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ اچھی طرح دھلنا۔

☆ ہاتھ دھلنے کے بعد نہ پوچھنا۔

☆ مسنون طریقے پر بیٹھنا۔

(بایاں پیر بچھا دیں اور داہنا کھڑا رکھیں یا پھر یا سرین پر بیٹھیں اور دونوں گھٹنے کھڑے کر دیں)

☆ سر ڈھانک کر کھانا کھانا۔

☆ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنا۔

☆ کھانا کھانے سے پہلے دعا پڑھنا۔

☆ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں تھوڑا سا نمک چکھنا۔

☆ دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا۔

☆ پلیٹ کا جو حصہ زیادہ قریب ہے اُسی طرف سے کھانا۔

☆ کھانا کھانے کے بعد دعا پڑھنا۔

جوتے اور موزے پہننے کے آداب

☆ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنا۔

☆ پہلے داہنے پیر میں پھر بائیں پیر میں موزے پہننا۔

☆ پہلے داہنے پیر میں پھر بائیں پیر میں جوتے پہننا۔

جوتے اور موزے اتارنے کے آداب

☆ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا۔
☆ پہلے بائیں پیر سے پھر دائیں پیر سے موزے اتارنا۔
☆ پہلے بائیں پیر سے پھر دائیں پیر سے جوتے اتارنا۔

پانی پینے کے آداب

☆ سر ڈھانک کر پانی پینا۔
☆ پانی دیکھ کر پینا۔
☆ پانی کا گلاس دائیں ہاتھ میں پکڑنا۔
☆ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا۔
☆ تین سانس میں پینا۔
☆ پانی پینے کے بعد دعا پڑھنا۔

استنجا کے آداب

☆ سر ڈھانک کر استنجا کرنا۔
☆ بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے کی دعا پڑھنا۔
☆ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں قدم داخل کرنا۔
☆ نکلتے وقت پہلے دایاں قدم نکالنا۔

☆ بیٹھ کر استنجا کرنا۔

☆ بائیں قدم پر زور دے کر بیٹھنا۔

☆ استنجا خانے سے نکلنے کے بعد کی دعا پڑھنا۔

گھر میں داخل ہونے کے آداب

☆ دایاں پیر داخل کریں۔

☆ داخل ہوتے وقت گھر میں موجود لوگوں کو سلام کریں۔

☆ اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَسَلَّمَ کہیں۔

☆ گھر میں داخل ہونے کی دعا پڑھیں۔

گھر سے نکلنے کے آداب

☆ گھر سے نکلتے وقت پہلے بایاں پیر باہر نکالیں۔

☆ گھر سے نکلنے کی دعا پڑھیں۔

☆ گھر سے نکلنے سے پہلے گھر میں موجود تمام لوگوں کو سلام کریں۔

سونے اور سو کر اٹھنے کے آداب

☆ سونے سے پہلے وضو کرلیں۔

☆ سونے سے پہلے تین مرتبہ بستر کو جھاڑ دیں۔

☆ سوتے وقت سر شمال کی طرف کریں اور پیر جنوب کی طرف اور دائیں کروٹ پر اس طرح سوئیں کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سر کے نیچے ہو اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں پٹھے کے اوپر اور چہرہ قبلہ کی طرف ہو۔

☆ سونے سے پہلے کی دعا پڑھیں۔

☆ اگر نیند نہ آتی ہو تو اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد، تسبیح، استغفار اور درود شریف وغیرہ میں مصروف ہوں۔

☆ سوکر اٹھتے ہی سب سے پہلے قبلہ رخ ہوکر بیٹھ جائیں۔

☆ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملیں۔

☆ سوکر اٹھنے کی دعا پڑھیں اور دونوں ہاتھوں کو دھولیں۔

کپڑا پہننے اور اتارنے کے آداب

☆ کرتا، پائجامہ، لنگی کوئی بھی لباس پہننے سے پہلے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھیں۔

☆ کرتا پہنیں تو کھڑے ہوکر پہنیں اور پائجامہ پہنیں تو بیٹھ کر پہنیں۔

☆ کرتا اتاریں تو کھڑے ہوکر اتاریں اور پائجامہ اتاریں تو بیٹھ کر اتاریں۔

مسجد کے آداب

☆ مسجد میں داخل ہونے سے پہلے کی دعا پڑھیں۔

☆ مسجد میں داخل ہوں، تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کریں۔

☆ وضو کا پانی مسجد میں نہ ٹپکائیں بلکہ اسے پہلے ہی پوچھ لیں۔

☆ بلاضرورت مسجد کی چھت پر نہ چڑھیں۔
☆ مسجد میں بلاضرورت بات نہ کریں۔
☆ اذان ہو جائے تو جب تک جماعت نہ ہو جاتی ہے مسجد سے باہر نہ نکلیں۔
☆ مسجد سے نکلتے وقت کی دعا پڑھیں۔

اذان کے آداب

☆ اذان کہنے والا باوضو اذان کہے۔
☆ اذان کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر کہے، جلد بازی نہ کرے۔
☆ اذان قبلہ کی طرف منہ کر کے دے۔
☆ اذان کھڑے ہو کر دے۔
☆ اذان بلند آواز سے کہے۔
☆ لوگوں کو چاہیے کہ اذان کو غور سے سنیں اور اذان کے وقت باتیں نہ کریں۔
☆ اندیشہ ہے کہ اذان کے وقت باتیں کرنے والے کا خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔

سفر کے آداب

☆ سفر کے لیے نکلنے سے پہلے والدین سے اجازت مانگیں۔
☆ گھر سے نکلنے سے پہلے اور بعد کچھ صدقہ کریں۔
☆ جمعرات یا ہفتہ یا پیر کے دن سفر بہتر ہے۔
☆ صبح کے وقت نکلنا مبارک ہے۔

☆ بہتر ہے کہ اکیلا سفر نہ کریں۔

☆ اگر کئی لوگ ساتھ میں ہوں تو اپنے میں بہتر کو امیر بنالیں۔

☆ گھر سے باہر نکلتے وقت کی دعا پڑھیں۔☆ سفر کے آغاز کی دعا پڑھیں۔

مریض کی عیادت کے آداب

☆ جب کسی مریض کی عیادت کو جائیں تو پہلے سلام کریں۔

☆ اس کی مزاج پرسی کریں۔

☆ کسی بھی مریض کے پاس زیادہ دیر نہ ٹھہریں۔

☆ ہمیشہ مریض کی ہمت افزائی کریں۔

☆ کوئی ایسا جملہ نہ کہیں جس سے اس کو مایوسی ہو۔

☆ اگر ممکن ہو تو مریض کے لیے پھل یا پھول یا کوئی تحفہ لے جائیں۔

☆ مریض کے پاس شور شرابا نہ کریں۔

مجلس کے آداب

☆ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھیں۔

☆ کوئی مجلس سے اٹھ کر گیا اور یہ معلوم ہے کہ وہ ابھی آئے گا، تو ایسی صورت میں اس جگہ بیٹھنا نہیں چاہیے۔

☆ اگر دو شخص مجلس میں پاس پاس بیٹھ کر باتیں کر رہے ہوں، تو ان دونوں کے بیچ میں جا کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔

☆ مجلس میں سردار بن کر نہ بیٹھیں بلکہ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائیں۔
☆ جمائی کو جہاں تک ہو سکے روکیں، اگر پھر بھی نہ رکے تو ہاتھ یا کپڑے سے منہ ڈھانک لیں۔
☆ بہت زور سے قہقہہ لگا کر نہ ہنسیں۔
☆ مجلس میں کسی کی طرف پیر نہ پھیلائیں۔

سلام کرنے کے آداب

☆ ہر مسلمان کو سلام کریں، چاہے اُسے جانتے ہوں یا نہیں۔
☆ کسی سے ملیں، تو بات کرنے سے پہلے سلام کریں۔
☆ بچے ماں، باپ کو سلام کریں۔ طالب علم استاذ کو سلام کریں۔
☆ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ چلنے والے بیٹھنے والوں کو سلام کریں۔
☆ اذان کے وقت، اقامت کے وقت اور خطبہ کے وقت کسی کو سلام نہ کریں۔
☆ ہمیشہ سلام کرنے میں پہل کریں۔

سر پر تیل لگانے کے آداب

☆ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھیں۔
☆ بائیں ہتھیلی میں تیل لیں۔
☆ دائیں ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے پہلے دائیں، پھر بائیں ابروؤں پر تین تین مرتبہ لگائیں۔
☆ دائیں ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے پہلے دائیں پھر بائیں بھوؤں پر تین تین مرتبہ لگائیں۔

☆ سر کے دائیں، پھر بائیں حصے پر تین تین مرتبہ لگائیں پھر پورے سر پر لگائیں۔

عمامے کے آداب

☆ عمامہ باندھنا ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔

☆ عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھیں۔

☆ عمامہ کم سے کم سات ہاتھ یا زیادہ سے زیادہ بارہ ہاتھ کا ہونا چاہیے یعنی تقریباً ساڑھے تین میٹر یا چھ میٹر ہونا چاہیے۔

☆ عمامہ کا شملہ پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان لٹکانا چاہیے۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی رنگ کے عمامے باندھے ہیں مگر سفید رنگ زیادہ پسند فرمایا ہے۔

☆ عمامہ کا شملہ نہ بالکل چھوٹا ہو اور نہ ہی اتنا بڑا کہ بیٹھنے میں دب جائے۔

☆ عمامہ کو جس طرح باندھیں کھولتے وقت اسی طرح کھولیں۔

ہاتھ کے ناخن تراشنے کے آداب

☆ داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کریں اور چھوٹی انگلی تک لے جائیں۔

☆ پھر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کریں اور شہادت کی انگلی تک لے جائیں۔

☆ پھر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹیں۔

☆ پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹیں۔

پیر کے ناخن تراشنے کے آداب

☆ داہنے پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کریں اور انگوٹھے تک لے جائیں۔
☆ پھر بائیں پیر کے انگوٹھے سے شروع کریں اور چھوٹی انگلی تک لے جائیں۔
☆ ناخنوں کو دفن کر دینا چاہیے۔
☆ ہر جمعہ کو ناخن کاٹنا بہتر ہے۔
☆ دانت سے ناخن نہ کاٹیں کہ اس سے برص (سفید داغ) کی بیماری کا اندیشہ ہے۔

سر کے بال کے آداب

☆ سر کے بال منڈانا اور ترشوانا یا زلف رکھنا سب درست ہے۔
☆ زلف رکھیں تو کانوں کی لو کے برابر رکھیں۔
☆ بال ترشوائیں تو پورے سر کے بال ایک جیسے ہوں، کچھ حصے کا چھوٹا رکھنا اور کچھ حصے کا بڑا رکھنا درست نہیں۔
☆ بال میں کنگھی کرتے وقت بیچ کی مانگ نکالیں، کنارے مانگ نہ نکالیں۔
☆ سر کے جو بال ترشوانے یا منڈوانے کے بعد نکلیں انہیں دفن کر دیں۔

تلاوت قرآن کے آداب

☆ احترام کے ساتھ قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھیں۔
☆ قرآن کو رحل وغیرہ کسی اونچی جگہ رکھیں۔

☆ اطمینان سے پڑھیں۔
☆ اگر آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ دوسری طرف متوجہ ہوں تو آہستہ آواز سے پڑھیں۔
☆ اگر لوگ متوجہ ہوں تو بلند آواز سے پڑھیں۔
☆ تجوید وغیرہ کی رعایت کے ساتھ قرآن مقدس پڑھیں۔

زیارت قبور کے آداب

☆ انبیاے کرام، صحابۂ عظام، دیگر بزرگانِ دین، اسی طرح اپنے گھر کے مرحومین، مثلاً ماں، باپ وغیرہ کی قبروں کی زیارت کے لیے جانا مستحب ومسنون ہے۔
☆ قبرستان جانے کے دوران فضول کاموں اور باتوں میں مشغول نہ ہوں، آخرت کا تصور ذہن میں بٹھائے ہوئے اور موت کو یاد کرتے ہوئے قبرستان حاضر ہوں۔
☆ قبرستان میں داخل ہوں تو سب سے پہلے یہ کہیں: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ. اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ. وَّ اِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ. (ترجمہ) تم پر سلامتی ہو اے قبر والو! تم ہم سے پہلے جانے والے ہو اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔
☆ قبرستان پہنچنے کے بعد جوتے، چپل وغیرہ اتار دیں اور قبر کے سامنے قبلہ کو پیٹھ کر کے صاحب قبر کے چہرے کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو جائیں۔
☆ اہل قبر اور تمام مسلمین کے لیے دعاے مغفرت کریں۔
☆ زیارت قبر کے وقت دل میں یہ تصور پیدا کریں کہ ہمیں بھی ایک دن یہاں آنا ہے۔
☆ مقدس راتوں میں زیارت قبور زیادہ بہتر ہے۔ اسی طرح ایام عید میں بھی۔

فاتحہ کا طریقہ

فاتحہ کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآنِ پاک سے جہاں سے میسر آئے پڑھیں یا کوئی سورت یا کوئی رکوع پڑھ کر ایک مرتبہ سورۂ کافرون، تین مرتبہ سورۂ اخلاص، ایک مرتبہ سورۂ فلق ، ایک مرتبہ سورۂ ناس، ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی پہلی چند آیتیں "هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" تک، نیز آیت الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری تین آیتیں پڑھ کر اس طرح دعا کریں۔

اے اللہ! اس کلام کا ثواب (اور اگر کوئی شیرینی یا کھانا وغیرہ بھی ہو تو پھر یوں کہیں: اے اللہ! اس پاک کلام اور اس کھانے یا شیرینی وغیرہ کا ثواب) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۃً وتحفۃً پیش ہے۔ (پھر یہ عرض کریں) اس کا ثواب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اور آپ کے توسل سے، آپ کی آل پاک اور اصحاب پاک اور آپ کی ازواج مطہرات، تابعین وتبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، سارے بزرگانِ دین اور جمیع مومنین و مومنات کی روحوں کو پہنچا کر خصوصا فلاں بن فلاں (یہاں جس کے نام سے ایصال ثواب کرنا ہے، اس کا نام ذکر کریں) کی روح کو پہنچا۔ پھر اخیر میں درود شریف پڑھ کر دعا ختم کردیں۔

کھانا کھانے سے پہلے یہ دعا پڑھیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَا یَضُرُّ مَعَ اسۡمِهٖ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُo بِسۡمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی بَرۡکَةِ اللّٰهِo

(ترجمہ) اللہ کے نام سے (شروع) جس کے نام (کی برکت) سے زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی سننے جاننے والا ہے۔ اللہ کے نام سے شروع اور اللہ کی برکت کے ساتھ۔

کھانے کے بعد کی دعا

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ اَطۡعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ.

(ترجمہ) تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور مسلمان بنایا۔

کسی دوسرے کے یہاں کھانا کھائیں تو کھانے کے بعد یہ دعا بھی پڑھیں

اَللّٰهُمَّ اَطۡعِمۡ مَّنۡ اَطۡعَمَنِیۡ وَاسۡقِ مَنۡ سَقَانِیۡ.

(ترجمہ) اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا، اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا، اسے سیراب فرما۔

کھانے کے شروع میں بسم اللہ بھول جائیں پھر یاد آئے تو کہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ فِیۡ اَوَّلِهٖ وَ اٰخِرِهٖ.

(ترجمہ) اللہ کے نام سے اس کے شروع میں اور اس کے آخر میں۔

پانی پینے کے بعد کی دعا

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ سَقَانَا عَذۡبًا فُرَاتًا بِرَحۡمَتِهٖ وَلَمۡ یَجۡعَلۡهُ مِلۡحًا اُجَاجًا بِذُنُوۡبِنَا.

(ترجمہ) سب تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے ہمیں اپنی رحمت سے میٹھا پانی پلایا اور اس کو ہمارے گناہوں کی وجہ سے کھارا اور کڑوا نہیں بنایا۔

بیت الخلا میں جانے سے پہلے کہیں

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبآئِثِ.

(ترجمہ) اے اللہ! میں خبیث جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

بیت الخلا سے نکلنے کے بعد یہ کہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ.

(ترجمہ) سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے اذیت دور فرمائی اور مجھے عافیت بخشی۔

جب گھر میں داخل ہونا چاہیں تو کہیں

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ

(ترجمہ) اے اللہ! میں تجھ سے اندر آنے اور باہر جانے کی بھلائی طلب کرتا ہوں۔

جب گھر سے نکلنے کا ارادہ کریں تو کہیں

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ

(ترجمہ) اللہ کے نام سے (نکلتا ہوں) مجھے اللہ پر بھروسہ ہے۔

بازار میں داخل ہوتے وقت

بِسْمِ اللّٰہِ. اَللّٰھُمَّ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ السُّوْقِ وَ خَیْرَ مَا فِیْھَا وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا فِیْھَا. اَللّٰھُمَ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُصِیْبَ بِھَا یَمِیْنًا فَاجِرَۃً وَ صَفْقَۃً خَاسِرَۃً.

ترجمہ: اللہ کے نام سے میں بازار میں داخل ہوتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس بازار کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا طلب گار ہوں اور اس کے شر سے اور جو

کچھ اس میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ تیری پناہ کہ یہاں مجھ سے جھوٹی قسم سرزد ہو جائے یا میں گھاٹے کا سودا کر بیٹھوں۔

سونے سے پہلے یہ دعا پڑھیں

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَ اَحْیٰی.

(ترجمہ) اے اللہ! میں تیرے ہی نام سے مرتا ہوں اور جیتا ہوں۔

سو کر اٹھنے کے بعد یہ دعا پڑھیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ.

(ترجمہ) تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے موت (نیند) کے بعد حیات (بیداری) عطا فرمائی اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

خواب دیکھ کر کیا کریں

اگر پسندیدہ خواب دیکھیں تو اللہ کا شکر ادا کریں اور وہ خواب اپنے کسی محبوب اور پسندیدہ شخص سے بیان کریں اور اگر ناپسندیدہ خواب دیکھیں تو بائیں طرف تین مرتبہ تھوکیں اور تین مرتبہ شیطان اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھیں، پھر پہلو بدل کر سو جائیں یا اٹھ کر نفل نماز پڑھیں اور وہ خواب کسی سے بیان بھی نہ کریں۔

بے خوابی کی دعا

جب نیند نہ آئے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبعِ وَ مَا اَظَلَّتْ وَ رَبَّ الْاَرْضِیْنَ وَ مَا اَقَلَّتْ وَ رَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَ مَا اَضَلَّتْ کُنْ لِیْ جَارًا مِّنْ شَرِّ خَلْقِکَ اَجْمَعِیْنَ اَنْ یَّفْرُطَ

عَلَیَّ اَحَدٌ مِّنْھُمْ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی، عَزَّ جَارُکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ.

ترجمہ: اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور جو ان کے سائے میں ہیں ان کے پروردگار، تمام زمینوں اور جو کچھ انھوں نے اٹھایا ہوا ہے ان کے رب، تمام شیطانوں اور جنھیں انھوں نے گمراہ کیا ہے ان کے پالنے والے! تو مجھے تمام مخلوق کی شر سے بچانے والا بن جا اور اس بات سے بچا کہ کوئی شخص مجھ پر زیادتی یا ظلم کرے۔ تیری پناہ پانے والا ہی غالب ہے اور تیرا نام بابرکت ہے۔

پھر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَ ھَدَأَتِ الْعُیُوْنُ وَ اَنْتَ حَیٌّ قَیُّوْمٌ لَّا تَاْخُذُکَ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَھْدِیْ لَیْلِیْ وَ اَنِمْ عَیْنِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! تارے ڈوب گئے، آنکھیں سکون پاگئیں، تو ہمیشہ زندہ رہنے والا اور سب کو قائم رکھنے والا ہے، نہ تو تجھے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند۔ اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور دوسروں کو قائم رکھنے والے! میری رات کو سکون بخش اور میری آنکھوں کو نیند عطا فرما۔

کپڑا پہنتے وقت یہ دعا پڑھیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ.

(ترجمہ) تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ پہنایا اور میری طاقت وقوت کے بغیر مجھ کو یہ عطا فرمایا۔

اعضاے وضو دھوتے وقت کی دعا

کلی کرتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ

عِبَادَتِکَ.

ترجمہ: اے اللہ! قرآنِ مقدس کی تلاوت، تیرے ذکر، تیرے شکر اور تیری اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ لَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سنگھا اور جہنم کی بد بو سے بچا۔

منہ دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ.

ترجمہ: اے اللہ! جس دن کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے سیاہ ہو جائیں گے، اس دن میرے چہرے کو سفید فرما۔

داہنا ہاتھ دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا.

ترجمہ: اے اللہ! میرا نامۂ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں عطا فرما اور مجھ سے آسان حساب لے۔

بایاں ہاتھ دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَ لَا مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دے اور نہ ہی میری پیٹھ کے پیچھے سے۔

سر کا مسح کرتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِکَ یَوْمَ لاَ ظِلَّ اِلاَّ ظِلَّ عَرْشِکَ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے اپنے عرش کے سائے میں اس دن جگہ عطا فرما جس دن تیرے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔

کانوں کا مسح کرتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کردے جو اچھی باتیں سن کر ان پر عمل کرتے ہیں۔

گردن کا مسح کرتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقْبَتِیْ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: اے اللہ! میری گردن آگ سے آزاد فرما۔

داہنا پاؤں دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ۔

ترجمہ: اے اللہ! پل صراط پر مجھے اس دن ثابت قدم فرما جس دن لوگوں کے پیر پھسل جائیں گے۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّ سَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَّ تِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ.

ترجمہ: اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما، میری کوششوں میں مجھے کامیاب فرما اور میری تجارت کو میرے لیے نفع بخش فرما۔

سب جگہوں پر درود شریف بھی پڑھ سکتے ہیں۔

وضو کے بعد کی دعا

جب وضو سے فارغ ہو جائیں تو آسمان کی طرف نظر کر کے تین مرتبہ کہیں:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ.

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے (خاص) بندے اور رسول ہیں۔

اس کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والوں اور خوب پاک ہونے والوں میں شامل کر دے۔

پھر یہ پڑھیں:

سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ.

ترجمہ: اے اللہ! تو پاک ہے اور تعریف کے لائق ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص وضو کے بعد مذکورہ کلمات پڑھے اس کا نام ایک کاغذ پر لکھ کر اس پر مہر لگا دی جاتی ہے پھر قیامت تک وہ مہر نہیں توڑی جائے گی۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت کی دعا

اَللّٰھُمَّ افۡتَحۡ لِیۡ اَبۡوَابَ رَحۡمَتِکَ.

(ترجمہ) اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجد سے نکلتے وقت کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ وَ رَحۡمَتِکَ.

(ترجمہ) اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

اذان کے بعد کی دعا

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعۡوَۃِ التَّآمَّۃِ وَ الصَّلٰوۃِ الۡقَآئِمَۃِ اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الۡوَسِیۡلَۃَ وَ الۡفَضِیۡلَۃَ وَ الدَّرَجَۃَ الرَّفِیۡعَۃَ وَ ابۡعَثۡہُ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدَنِ الَّذِیۡ وَعَدۡتَّہٗ وَارۡزُقۡنَا شَفَاعَتَہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ٥

اذان اور اقامت کے درمیان

اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعا نامقبول نہیں ہوتی اس لیے یہ دعا مانگنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسۡئَلُکَ الۡعَافِیَۃَ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ.

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت چاہتے ہیں۔

سجدوں کے درمیان

دونوں سجدوں کے درمیان حالتِ جلسہ میں یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ وَ ارۡحَمۡنِیۡ وَ عَافِنِیۡ وَ اھۡدِنِیۡ وَ ارۡزُقۡنِیۡ وَ اجۡبُرۡنِیۡ وَ ارۡفَعۡنِیۡ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے معاف کر دے، مجھے ہدایت عطا فرما، مجھے رزق عنایت فرما، میری بگڑی بنا اور مجھے بلندی عطا فرما۔

نماز اشراق کی دعا

جب سورج طلوع ہو جائے تو یہ دعا پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَقَالَنَا یَوْمَنَا هٰذَا وَ لَمْ یُهْلِکْنَا بِذُنُوْبِنَا.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں آج کا یہ دن دکھایا اور ہمارے گناہوں کے سبب ہمیں ہلاک نہیں کیا۔

پھر یہ دعا پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَنَا هٰذَا الْیَوْمَ وَ اَقَالَنَا فِیْهِ عِثْرَاتِنَا وَ لَمْ یُعَذِّبْنَا بِالنَّارِ.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں آج کا دن عطا فرمایا، ہماری لغزشیں معاف فرمائیں اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچایا۔

اس کے بعد کم از کم دو یا چار رکعتیں نفل نمازِ اشراق کی نیت سے پڑھیں۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے انسان! دن کے شروع میں تو میرے لیے چار رکعت نماز پڑھ میں تجھے دن کے آخری حصے میں کفایت کروں گا۔

نماز چاشت کے بعد

اَللّٰهُمَّ بِکَ اُحَاوِلُ وَ بِکَ اُصَاوِلُ وَ بِکَ اُقَاتِلُ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری مدد کے ساتھ اپنے مقصد کا قصد کرتا ہوں، تیری مدد سے حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے لڑائی کرتا ہوں۔

افطار کے وقت کی دعا

افطار کے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے:

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَ ابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ.

ترجمہ: پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہو گئیں اور ثواب ثابت ہو گا ان شاء اللہ۔

اس کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری اس رحمت کے وسیلے سے جو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے گناہ معاف کر دے۔

ضیافت میں افطار

اگر کسی کے یہاں افطار کی دعوت ہو تو افطار کے وقت یہ دعا پڑھیں:

اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَ اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَ صَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ.

ترجمہ: تمھارے پاس روزے دار روزہ افطار کریں، نیک لوگ تمھارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمھارے لیے بخشش مانگیں۔

استخارے کی دعا

جب کسی کام کا ارادہ ہو تو اس کام میں بھلائی طلب کرنے کے لیے دو رکعت نفل نمازِ استخارہ پڑھیں پھر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ اَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ

مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَ لَآ اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَآ اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَاشِيْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَ اٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَ يَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَاشِيْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَ اٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَ اصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَ اقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ.

یا اللہ! میں تیرے علم کے ساتھ طلب خیر کرتا ہوں، تیری قدرت کے سبب تجھ سے طاقت چاہتا ہوں اور تیرے بہت بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ بے شک تو قادر ہے اور مجھے طاقت نہیں، تو جانتا ہے اور مجھے علم نہیں۔ تو پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اگر تیرے علم کے مطابق یہ کام میرے لیے میرے دین، میری زندگی، میرے انجام کار یا اس جہان میں اور اس جہان میں میرے لیے بہتر ہے تو اس پر مجھ کو قابو دے اور اسے میرے لیے آسان کر دے اور اگر تیرے علم کے مطابق یہ کام میرے لیے میرے دین، میری زندگی، میرے انجام کار یا دنیوی اور اخروی امور میں میرے لیے برا ہے تو اسے مجھ سے اور مجھے اس سے پھیر دے اور اچھا کام میرے لیے مقدر فرما دے جہاں بھی ہو پھر مجھ کو اس پر راضی رکھ۔

بہتر یہ ہے کہ کم سے کم سات مرتبہ استخارہ کریں پھر دیکھیں جس بات پر دل جمے اسی میں بھلائی ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد اگر خواب میں کوئی سفید یا سبز چیز نظر آئے تو اچھا ہے اور اگر کوئی سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو برا ہے۔

نکاح کا استخارہ

اگر نکاح کے لیے استخارہ کرنا ہو اور یہ جاننا ہو کہ فلاں سے نکاح میرے لیے بہتر ہوگا یا نہیں تو نہایت عمدہ وضو کر کے جس قدر ہو سکے نوافل پڑھیں، اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں، اس کی بزرگی بیان کریں پھر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَقْدِرُ وَ لَآ اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَآ اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ فَاِنْ رَأَیْتَ اَنَّ فُلَانَۃً (فلانۃ کی جگہ عورت (اور عورت اپنے لیے استخارہ کرے تو مرد) کا نام ذکر کرے۔) خَیْرًا لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَ اٰخِرَتِیْ فَاَقْدِرْھَا (عورت فَاَقْدِرْہُ کہے) لِیْ.

اے اللہ! بے شک تو قادر ہے اور میں بے بس ہوں، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا۔ تو پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ اگر تیرے علم میں فلاں عورت میرے لیے دینی، دنیوی اور اخروی لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر فرما دے۔

بہتر یہ ہے کہ کم سے کم سات مرتبہ استخارہ کریں پھر دیکھیں جس بات پر دل جمے اسی میں بھلائی ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد اگر خواب میں کوئی سفید یا سبز چیز نظر آئے تو اچھا ہے اور اگر کوئی سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو برا ہے۔

شبِ زُفاف کی دعا

جب کوئی شخص پہلی رات اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس کی پیشانی کے بال پکڑے اور یہ دعا مانگے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِھَا وَ خَیْرِ مَا جُبِلَتْ عَلَیْهِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا جُبِلَتْ عَلَیْهِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس چیز کی بھلائی چاہتا ہوں جس پر تو نے اس کو پیدا کیا ہے اور اس کی برائی اور اس چیز کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں جس کے لیے تو نے اسے پیدا کیا ہے۔

جماع کے وقت کی دعا

مجامعت کے لیے ستر کھولنے سے پہلے یہ دعا پڑھیں:

بِسۡمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبۡنَا الشَّيۡطٰنَ وَ جَنِّبِ الشَّيۡطٰنَ مَا رَزَقۡتَنَا.

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ! ہمیں شیطان سے دور رکھ اور اس چیز سے شیطان کو دور رکھ جو تو نے ہمیں دی۔

اِنزال کے وقت یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ لَا تَجۡعَلۡ لِلشَّيۡطٰنِ فِيۡمَا رَزَقۡتَنِيۡ نَصِيۡبًا.

ترجمہ: اے اللہ! جو کچھ تو نے ہمیں دیا اس میں شیطان کا حصہ نہ بنا۔

جب کسی کو رخصت کریں

اگر کوئی شخص سفر پر جا رہا ہو تو اس کے ساتھ مصافحہ کرکے یہ کہیں:

اَسۡتَوۡدِعُ اللّٰهَ دِيۡنَكَ وَ اَمَانَتَكَ وَ خَوَاتِيۡمَ عَمَلِكَ.

ترجمہ: میں تیرا دین، تیری امانت اور تیرا انجام کار اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

سفر پر جانے والا وداع کرنے والے کے لیے ان الفاظ میں دعا کرے:

اَسۡتَوۡدِعُكُمُ الَّذِيۡ لَا تَخِيۡبُ وَدَائِعُهٗ.

ترجمہ: میں بھی تمھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں جس کے پاس رکھی گئی امانتیں سلامت رہتی ہیں۔

رخصت کرنے کے بعد

جب مسافر کو رخصت کر کے واپس ہوں تو اس کے لیے یہ دعا مانگیں:

اَللّٰھُمَّ اَطْوِ لَہُ الْبُعْدَ وَ ھَوِّنْ عَلَیْہِ السَّفَرَ.

ترجمہ: اے اللہ! اس کے لیے مسافت کو لپیٹ دے اور اس کا سفر آسان کر دے۔

بلندی پر چڑھتے وقت

اَللّٰھُمَّ لَکَ الشَّرَفُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ وَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ.

ترجمہ: اے اللہ! ہر بلندی پر تیرے ہی لیے بلندی ہے اور ہر حال میں تیرے ہی لیے تعریف ہے۔

سفر کے لیے گھر سے باہر نکلنے کے بعد کی دعا

بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ.
اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نُزَلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نُضَلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یَجْھَلَ عَلَیْنَا اَحَدٌ.

(ترجمہ) اللہ کے نام کے ساتھ۔ اللہ کی مدد سے اور میں نے اللہ عزوجل پر توکّل کیا اور اللہ کے علاوہ کسی کو کوئی قوت وطاقت نہیں۔ اے اللہ! ہم پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ لغزش کریں یا ہمیں کوئی لغزش دے یا گمراہ ہوں یا گمراہ کیے جائیں یا ظلم کریں یا ہم پر ظلم کیا جائے یا جہالت کریں یا ہم پر کوئی جہالت کرے۔

سفر کے آغاز کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَ مَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ
وَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ○

(ترجمہ) تمام تعریفیں اللہ کے لیے پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا جب کہ یہ ہمارے بس میں نہ تھی اور بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

مریض کے سر پر ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں

اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيْكَ.

(ترجمہ) میں عرش عظیم کے مالک خدائے برتر سے یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھ کو شفا دے۔

مجلس سے اٹھتے وقت یہ دعا پڑھیں

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ.

(ترجمہ) اے اللہ! میں تیری تعریف کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیرے دربار میں توبہ کرتا ہوں۔

سلام یوں کریں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ.

(ترجمہ) تم پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں ہوں۔

جواب یوں دیں

وَ عَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ.

(ترجمہ) تم پر بھی اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں ہوں۔

آئینہ دیکھتے وقت یہ دعا پڑھیں

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ.

(ترجمہ) اے اللہ! تو نے میری صورت اچھی بنائی، تو میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔

دودھ پیتے وقت کہیں

اَللّٰھُمَّ بارِکْ لَنا فِیْہِ وَزِدْنا مِنْہُ.

(ترجمہ) اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما

اور ہمیں اس سے زیادہ عنایت فرما۔

سرمہ لگاتے وقت یہ دعا پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَ الْبَصَرِ.

(ترجمہ) اے اللہ! مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے فائدہ پہنچا۔

جب چھینک آئے تو کہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ. (ترجمہ) تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

سننے والا جواب میں کہے

یَرْحَمُکَ اللّٰہُ. (ترجمہ) اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔

پھر چھینکنے والا جواب میں کہے

یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنا وَلَکُمْ. (ترجمہ) اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔

جب ہدیہ قبول کریں تو کہیں

بَارَکَ اللّٰہُ فِیْ اَھْلِکَ وَ مَالِکَ.

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ تمہارے اہل وعیال اور مال میں خیر وبرکت عطا فرمائے۔

قربانی کی دعائیں

جب قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے لٹایا جائے تو سب سے پہلے یہ پڑھیں:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ

الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْيَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ.

ترجمہ: میں نے ہر باطل سے جدا ہو کر اپنا چہرہ اُس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں سے ہوں۔ اے اللہ! یہ تجھ ہی سے (تیری ہی عطا سے) ہے اور تیرے ہی لیے ہے۔

اب بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے جانور کے سینے پر پاؤں رکھ کر چھری پھیریں اور کہیں:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ (اگر قربانی دوسرے کی طرف سے کر رہے ہوں تو مِنِّی کی جگہ مِنْ کہہ کر اس کا اور اس کے والد کا نام لیں) كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ.

ترجمہ: اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے (یا فلاں بن فلاں کی طرف سے) قبول فرما جیسا کہ تو نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے قبول فرمائی۔

جب بارش سے نقصان کا خوف ہو

جب بارش زیادہ ہونے لگے اور جانی یا مالی نقصان کا خوف ہو تو یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَ لَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَ الْاٰجَامِ وَ الظِّرَابِ وَ الْاَوْدِيَةِ وَ مَنَابِتِ الشَّجَرِ.

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے ارد گرد ہو اور ہمارے اوپر نہ ہو۔ یا اللہ! ٹیلوں، قلعوں، پہاڑوں، نالوں اور درختوں کے اُگنے کی جگہ بارش فرما۔

یا یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا مُرِیْعًا نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ عَاجِلاً غَیْرَ اٰجِلٍ وَ غَیْرَ رَائِثٍ.

ترجمہ: اے اللہ! ہم پر ایسی بارش نازل فرما جو فریاد کا مداوا ہو، خوش گوار ہو اور نفع بخش ہو، ضرر پہنچانے والی نہ ہو، جلدی برسنے والی ہو، دیر لگانے والی نہ ہو۔

یہ دعا بھی پڑھ سکتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادِکَ وَ بَھَائِمَکَ وَ انْشُرْ رَحْمَتَکَ وَ اَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ.

ترجمہ: اے اللہ! اپنے بندوں اور چوپایوں کو پانی عطا فرما۔ اپنی رحمت کو پھیلا دے اور مردہ شہر کو زندہ کر دے۔

گرج اور کڑک کے وقت

جب بادل گرجے اور کڑک کی آواز تیز آنے لگے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَ لَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَ عَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ.

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے نہ مار، اپنے عذاب سے نہ ہلاک کر، اس کے واقع ہونے سے پہلے ہمیں عافیت عطا فرما۔

یہ دعا بھی پڑھیں:

سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَ الْمَلٰٓئِکَةُ مِنْ خِیْفَتِہٖ.

ترجمہ: وہ ذات پاک ہے جس کی تعریف میں کڑک اس کی پاکیزگی بیان کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔

جب ہوا تیز چلے

جب ہوا تیز چلے تو اس کی طرف منہ کر کے دونوں گھٹنوں اور ہاتھوں پر جھک کر بیٹھتے ہوئے یہ دعا مانگیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَ خَیْرَ مَا فِیْھَا وَ خَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا فِیْھَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتَ بِہٖ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بہتری اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بہتری اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی بہتری کا سوال کرتا ہوں اور اس کی برائی سے، جو کچھ اس میں ہے اس کی شرارت سے اور اس چیز کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے۔

پھر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رِیَاحًا وَّ لَا تَجْعَلْھَا رِیْحًا، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رَحْمَةً وَّ لَا تَجْعَلْھَا عَذَابًا.

ترجمہ: اے اللہ! اسے مفید ہوا بنا دے، مضر نہ بنا۔ اے اللہ! اسے رحمت بنا دے، عذاب نہ بنا۔

آندھی کے وقت کی دعا

جب آندھی چلے تو قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھیں پھر یہ دعا مانگیں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِہِ الرِّیْحِ وَ خَیْرِ مَا فِیْھَا وَ خَیْرِ مَا اُمِرَتْ بِہٖ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الرِّیْحِ وَ شَرِّ مَا فِیْھَا وَ شَرِّ مَا اُمِرَتْ بِہٖ.

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے اس ہوا کی بہتری، جو کچھ اس میں ہے اس کی بہتری اور اسے جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اس کی بہتری کا سوال کرتے ہیں اور اس ہوا کے شر سے، جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جس چیز کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

پھر کثرت سے یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ لَقَحًا لَّا عَقِیْمًا.

ترجمہ: اے اللہ! اس ہوا کو بار آور (مفید) بنا دے اور اسے بانجھ نہ بنا۔

مرغ کی آواز سننے پر

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔

گدھے کی آواز سن کر

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

ترجمہ: میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

کتوں کے بھونکنے پر

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

ترجمہ: میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

نیا چاند دیکھ کر

اَللّٰهُ اَکْبَرُ. اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَ الْاِيْمَانِ وَ السَّلَامَةِ وَ الْاِسْلَامِ وَ التَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى، رَبِّىْ وَ رَبُّكَ اللّٰهُ.

اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ! ہمیں چاند دکھا برکت کے ساتھ، ایمان، سلامتی، اسلام اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جسے تو پسند کرتا ہے اور جس سے تو راضی ہے۔ (اے چاند!) میرا اور تیرا دونوں کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

تین مرتبہ یہ دعا پڑھنی چاہیے:

هِلَالُ خَيْرٍ وَ رُشْدٍ، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذَا الشَّهْرِ وَ خَيْرِ الْقَدْرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ.

ترجمہ: یہ بھلائی اور ہدایت کا چاند ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس مہینے کی بھلائی اور تقدیر کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

پھر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا خَيْرَهٗ وَ نَصْرَهٗ وَ بَرَكَتَهٗ وَ فَتْحَهٗ وَ نُوْرَهٗ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَ شَرِّ مَا بَعْدَهٗ.

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں اس مہینے کی بھلائی، مدد، برکت، فتح اور نور عطا فرما اور ہم اس کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور اس کے شر سے جو اس کے بعد ہے۔

شبِ قدر کی دعا

جب شبِ قدر کی علامات دیکھیں تو پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّىْ.

ترجمہ: اے اللہ! بے شک تو بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف فرما دے۔

خوش خبری سن کر

جب کوئی شخص خوش خبری سنے جس سے اسے مسرت ہو تو سجدۂ شکر ادا کرے اور سجدے کے بعد کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

یا یہ کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

دعاے مغفرت اور اس کا جواب

جب کوئی کسی کے لیے دعاے مغفرت کرتے ہوئے کہے:

غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ. ترجمہ: اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے۔

تو یہ جواب میں کہے: وَ لَكَ ترجمہ: اور تجھے بھی (بخش دے)۔

بری چیز دیکھ کر

جب کوئی بری اور ناپسندیدہ چیز نظر آئے تو پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ.

ترجمہ: بہر حال اللہ تعالیٰ کے لیے تعریف ہے۔

سستی سے نجات کے لیے

جب کوئی شخص کام کرتے کرتے تھک جائے یا ایسے ہی زیادہ قوت حاصل کرنا چاہے تو سوتے وقت یہ وظیفہ پابندی سے کرے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ (۳۳بار) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (۳۳بار) اَللّٰهُ اَكْبَرُ (۳۴بار) یاہر ایک ۳۳،۳۳،۳۳ بار یا ان میں سے کوئی ایک ۳۴ بار (باقی ۳۳،۳۳ بار) یا ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ اور سوتے وقت ۳۳،۳۳،۳۳ بار البتہ ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' (۳۴) بار پڑھے۔

وسوسے سے محفوظ رہنے کی دعا

جو شخص وسوسے میں مبتلا ہو تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھے اور وسوسے سے باز رہے یعنی کسی کام میں مشغول ہو کر دل سے وسوسہ نکالنے کی کوشش کرے اور پڑھے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ.

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔

اس کے بعد پڑھے:

اَللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ، وَ لَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ.

ترجمہ: اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد اور کوئی بھی اس کا ہمسر برابر نہیں۔

یہ کلمات پڑھنے کے بعد تین مرتبہ بائیں طرف تھوکے اور پھر پڑھے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ فِتْنَتِهٖ.

ترجمہ: میں مردود شیطان کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

بدزبانی سے نجات

جو شخص تیز زبان ہو اور اپنی تیز زبانی سے نجات چاہے اسے چاہیے کہ کثرت سے استغفار کرے۔ استغفار کے کلمات یہ ہیں:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ. ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔

حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی زبان کی تیزی کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کی، آپ نے فرمایا: تو استغفار کیوں نہیں کرتا؟ بے شک میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر

جو شخص کسی مصیبت زدہ یا بیمار وغیرہ کو دیکھے اسے چاہیے کہ دھیمی آواز سے یہ دعا پڑھے ان شاء اللہ وہ اس مصیبت اور بیماری سے محفوظ رہے گا۔ اگر کسی شخص کو گناہ کرتا دیکھے تو بلند آواز سے یہ دعا پڑھنی چاہیے تاکہ وہ شرمندہ ہو کر اپنے گناہ سے باز رہے، ہاں اگر فتنے کا خوف ہو تو دھیمی آواز ہی سے پڑھیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے اس چیز سے عافیت دی جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔

نظر کا علاج

اگر کسی شخص کو نظر لگ جائے تو یہ کلمات پڑھ کر اس پر دم کیا جائے:

بِاسْمِکَ، اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ حَرَّھَا وَ بَرْدَھَا وَ صَبَّھَا.

ترجمہ: تیرے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ! اس کی گرمی، سردی اور رنج و تکلیف دور فرما دے۔

نظر کی تاثیر حق ہے اور قرآن پاک کی آیات یا احادیث مبارکہ سے ثابت دعائیں

پڑھ کر دم کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے۔

قرض اور غم سے نجات کی دعا

اگر کوئی شخص پریشانی یا قرض میں مبتلا ہو تو کثرت سے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡھَمِّ وَ الۡحُزۡنِ وَ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡعِجۡزِ وَ الۡکَسۡلِ وَ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡجُبۡنِ وَ الۡبُخۡلِ وَ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ غَلۡبَۃِ الدَّیۡنِ وَ قَھۡرِ الرِّجَالِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں پریشانی اور غم سے، عاجزی اور سستی سے، بزدلی اور بخیلی سے، قرض کے غلبے اور لوگوں کے زور سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔

سترہواں باب

سیرت رسول

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات اور آپ کی سیرتِ طیبہ ہمارے لیے نمونۂ عمل اور مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیئت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ہر پہلو سیرت نگاروں نے ضبط کر رکھا ہے جن کے مطالعے سے جہاں ہمیں آپ کی عظمتِ شان، آپ کے تبلیغی مشاغل اور اشاعتِ اسلام میں آپ کی بے لوث جد وجہد کی عظمتوں کا اندازہ ہوتا ہے وہیں ہمیں اپنی زندگی کے روز وشب گزارنے کے لیے اصول و ضوابط بھی ملتے ہیں۔

اسی لیے اس کتاب میں اس باب کو شامل کیا گیا ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مختلف گوشے اختصار کے ساتھ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کی کتاب ''سیرۃ مصطفیٰ'' سے اخذ کر کے ذکر کیے گئے ہیں تاکہ قارئین ان کا مطالعہ کر کے ان سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اور نسب نامہ

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ کا نام حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دادا کا نام حضرت عبدالمطلب ہے۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوتے ہوئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے۔

☆ حضور کا سلسلۂ نسب یہ ہے: حضرت محمّد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و سلم بن عبداللّٰہ بن عبدالمُطَّلِب بن ھاشم بن عبدِ مُناف بن قُصَی بن کِلاب بن مُرَّہ بن کعب بن لُوَی بن غالب بن فِھر بن مالک بن نَضر بن کِنانَه بن خُزَیمَه بن مُدرِکه بن الیاس بن مُضَر بن نِزار بن مَعَد بن عَدنان۔

☆ والدہ کی جانب سے آپ کا نسب وہب بن عبد مناف سے ہوتے ہوئے آٹھویں پشت میں مُرّہ بن کعب سے مل جاتا ہے پھر باقی نسب اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ملا ہوا ہے۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاندان نسب و شرافت میں پوری دنیا کے تمام خاندانوں سے اشرف واعلیٰ ہے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو برگزیدہ بنایا اور کنانہ میں سے قریش کو چنا اور قریش میں

سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجداد میں فہر بن مالک ہیں، جن کا لقب قُرَیْش ہے انہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبیلے کا نام قبیلۂ قریش ہے۔

☆ آپ کے پردادا کا نام ہاشم ہے جو کہ خاندانِ قریش میں بڑے رتبے والے تھے، انہی کی نسبت سے آپ کو نبیِ ہاشمی کہا جاتا ہے۔

ولادت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲/ربیع الاول مطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء کو پیر کے دن پیدا ہوئے۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے ہی آپ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کے والدین کریمین اعلانِ نبوت کے بعد زندہ ہو کر آپ پر ایمان لائے، پھر انتقال فرمایا۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے تو عام بچوں کی طرح آپ کی پیدائش نہ تھی بلکہ آپ پاکیزہ بدن، ختنہ کیے ہوئے، خوشبو میں بسے ہوئے سجدے کی حالت میں پیدا ہوئے۔

جب ہمارے نبی پیدا ہوئے

☆ اس رات بت اوندھے منہ گر گئے تھے۔

☆ پورے عرب میں خوشحالی کا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔

☆ آپ کی پیدائش سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ ملک شام کے محلات اہل مکہ کو دکھائی دینے لگے۔

☆ پوری دنیا میں ایک عجیب انقلاب کی علامتیں ظاہر ہونا شروع ہو گئیں۔

ایام رضاعت

☆ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابولہب کی باندی ''حضرت ثُوَیبہ'' کا دودھ نوش فرمایا پھر اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے دودھ سے سیراب ہوتے رہے۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں، انہیں کے پاس آپ کا دودھ پینے کا زمانہ گزرا۔

☆ حضرت حلیمہ سعدیہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لینے مکہ شریف پہنچیں تو اس وقت آپ کی چھاتی میں اتنا دودھ نہ تھا کہ ایک بچے کے لیے کافی ہو سکے۔ جب آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لے کر اپنے خیمے میں پہنچیں اور دودھ پلانے بیٹھیں تو آپ کی چھاتی میں اس قدر دودھ اترا کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے رضاعی بھائی نے بھی خوب شکم سیر ہو کر دودھ پیا اور یہ سلسلہ جاری رہا۔

☆ حضرت حلیمہ سعدیہ کی اونٹنی جو کہ بیمار تھی اور اس کے تھن بھی سوکھے ہوئے تھے، حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر جلوہ گر ہوئے تو اس اونٹنی کے تھن بھی دودھ سے بھر گئے۔ آپ کے شوہر نے اونٹنی کا دودھ دوہا اور دونوں نے خوب شکم سیر ہو کر پیا۔

☆ حضرت حلیمہ کی بکریوں نے دودھ دینا چھوڑ دیا تھا لیکن جب ان کے گھر حضور کی آمد ہوئی تو ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے، یہاں تک کہ حضرت حلیمہ کے قبیلے کے دیگر لوگ ان کی بکریوں کو دیکھ کر حیرت کرتے۔

حضور کا بچپن وکفالت

☆ ایام رضاعت ختم ہونے کے بعد جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کی والدہ کے حوالے کرنے کے ارادے سے مکہ معظّمہ لے آئیں، اس وقت مکہ میں وبائی بیماری پھیلی ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت حلیمہ سعدیہ کو مزید کچھ دنوں تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے پاس رکھنے کی اجازت مل گئی۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلتے، دوسرے بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر آپ خود ہمیشہ ہر قسم کے کھیل کود سے الگ رہتے۔

☆ آپ حضرت حلیمہ کے بچوں کے ساتھ بکریاں چرانے کے لیے جایا کرتے۔

نوٹ: یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بکریاں چرانا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

☆ انہیں دنوں میں آپ کا ''شقِّ صدر'' ہوا۔ یعنی اللہ کی جانب سے بھیجے ہوئے فرشتے آئے آپ کے سینے کو چاک کیا اور اسے نور وحکمت سے بھر دیا۔

☆ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو آپ کے دادا کی نہنال بنو عدی میں لے گئیں۔ جب واپس آئیں تو راستے میں

مقام اَبوا میں ان کا انتقال ہو گیا۔

☆ حضرت اُمِ ایمن آپ کو لے کر مکہ آئیں اور آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیا۔

☆ جب آپ کی عمر آٹھ سال ہوئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا۔

☆ اس کے بعد آپ کی کفالت کی ذمہ داری آپ کے چچا ابو طالب نے قبول کی۔

سفرِ شام

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کا پہلا سفر فرمایا۔

☆ جب ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال ہوئی اس وقت آپ نے دوبارہ شام کا سفر فرمایا۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ کا مالِ تجارت آپ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس سفر میں ملک شام کے ایک شہر بصرہ میں نسطورا راہب نے آپ کو پہچانا کہ آپ اللہ کے پیارے رسول اور آخری نبی ہیں۔

☆ اس سفر سے جب آپ مکہ واپس آئے تو کئی گنا نفع ساتھ لائے۔

☆ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے ہی سے حضور سے متأثر تھیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ کیے ہوئے ہے تو حضور کی عظمت ان کے دل میں مزید بڑھ گئی۔

☆ پچیس سال کی عمر ہی میں آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

تعمیر کعبہ اور جھگڑے کا خاتمہ

☆ آپ کی عمر شریف جب پینتیس سال ہوئی تو خانۂ کعبہ کی تعمیر کا مسئلہ پیش آیا۔

☆ جب حجر اسود کو دیوار میں نصب کرنے کا وقت ہوا تو اہل عرب اپنی عادت کے مطابق لڑ پڑے اور آپس میں جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

☆ آپ نے اس لڑائی کا فیصلہ اس طور پر فرمایا کہ حجر اسود کو ایک کپڑے پر رکھ کر ہر قبیلہ کے سردار کو ایک ایک کونہ پکڑنے کے لیے فرمایا۔ سب لوگ حجر اسود کو لے کر خانۂ کعبہ تک پہنچے، پھر ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب فرمایا۔ اس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت سے جنگوں کا ایک بہت بڑا طوفان ٹل گیا۔

حضور اعلان نبوت سے پہلے

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اصل خاندانی پیشہ تجارت تھا۔ آپ بچپن ہی میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ کئی بار تجارتی سفر فرما چکے تھے جس سے آپ کو تجارتی لین دین کا کافی تجربہ بھی حاصل ہو چکا تھا۔ آپ نے آمدنی کے لیے تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا اور اس کے لیے ملک شام، بصرہ اور یمن کا سفر فرمایا۔

☆ آپ اتنی سچائی اور دیانت داری کے ساتھ تجارت کے معاملات انجام دیتے کہ آپ کے کاروباری شُرکا اور تمام اہل بازار آپ کو ''امین'' کے لقب سے پکارتے تھے۔

☆ جس طرح آپ کا بچپن عام بچوں کی طرح نہیں تھا، اسی طرح آپ کی جوانی کے ایام

بھی عام جوانوں سے بالکل جداگانہ تھے۔

☆ آپ جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو تمام اچھی عادتوں مثلاً سچائی، دیانتداری، وفاداری، وعدے کی پابندی، بزرگوں کی عظمت، چھوٹوں پر شفقت، رشتہ داروں سے محبت، رحم اور سخاوت، قوم کی خدمت، دوستوں سے ہمدردی، عزیزوں کی غمخواری، غریبوں اور مفلسوں کی خبر گیری، دشمنوں کے ساتھ بھی نیک برتاؤ، مخلوقِ خدا کی خیر خواہی وغیرہ میں آپ سب سے ممتاز جانے جاتے تھے۔

☆ کم بولنا، فضول باتوں سے نفرت کرنا، ہر معاملہ میں سادگی اور صفائی کے ساتھ بات کرنا آپ کے خاص معمولات میں سے تھے۔ اسی طرح حرص، لالچ، فریب، جھوٹ، شراب نوشی، بدکاری، ناچ گانا، لوٹ مار، چوری، فحش گوئی، عشق بازی اور ان جیسی کئی برائیاں جو عرب کے نوجوانوں میں کثرت سے پائی جاتی تھیں، ان تمام سے آپ بالکل پاک اور ستھرے تھے۔

غارِ حرا اور اعلانِ نبوت

☆ جب پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو اس وقت آپ تنہائی کو زیادہ پسند کرنے لگے، یعنی آپ کے اندر تنہائی میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔

☆ آپ دن بھر خالق کائنات کی ذات و صفات کے تصور میں ڈوبے رہتے اور اپنی بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کے لیے فکرمند رہتے۔

☆ انہی دنوں میں آپ کی حالت یہ ہوگئی کہ آپ کو اچھے اچھے خواب نظر آنے لگے۔

☆ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۵؍کلومیٹر کی دوری پر ایک پہاڑ کے اندر غار حرا ہے۔ آپ اکثر کئی دنوں کا کھانا پانی ساتھ لے کر غارِ حرا کے پرسکون ماحول میں خدا کی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ جب کھانا پانی ختم ہو جاتا تو لینے کے لیے کبھی خود گھر آجایا کرتے تھے اور کبھی حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے پاس بھیج دیا کرتی تھیں۔

☆ ایک دن جب آپ غارِ حرا میں عبادت کر رہے تھے، اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی جانب اللہ کی وحی لے کر آئے۔ اسی دن سے قرآن شریف نازل ہونا شروع ہوا۔ سب سے پہلے سورۂ اقرا کی کچھ آیتیں نازل ہوئیں، اس کے بعد آپ نے اللہ کے حکم سے اعلانِ نبوت فرمایا۔

☆ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کی گئی غلطی پر ہیں۔ آپ اسی دن سے نبی ہیں جس دن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا۔ ہاں البتہ آپ نے چالیس سال کی عمر شریف میں اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔

دعوت اسلام کا پہلا دور

☆ تین سال تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت ہی پوشیدہ طور پر، بالکل راز داری کے ساتھ اسلام کی تبلیغ فرمائی۔

☆ اس تین سال کی مدت میں سب سے پہلے عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایمان لائیں، آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے حضرت عثمان غنی، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن وقاص، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مشرف باسلام ہو گئے۔

☆ چند دنوں کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت سعید بن زید (حضرت عمر کے بہنوئی) اوران کی بیوی فاطمہ بنت خطاب (حضرت عمر کی بہن)، حضور کی چچی حضرت ام الفضل (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی)، حضرت اسما بنت ابوبکر وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اسلام قبول کیا۔

دعوتِ اسلام کا دوسرا اور تیسرا دور

☆ اعلان نبوت کو تین سال گزرے تھے کہ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تیار ہوگئی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" یعنی آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو اللہ سے ڈرایئے۔

☆ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوہِ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر خاندان قریش کو جمع فرمایا جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کا یقین کرلو گے؟ سب نے کہا ہاں! کیوں کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ بولنے والا پایا۔

☆ اب آپ نے اپنی قوم سے کہا کہ میں اللہ کی طرف سے تمہاری جانب بھیجا ہوا رسول ہوں، تا کہ تمھیں باطل معبودوں کی عبادت سے نجات دلا کر حقیقی خدا کی پہچان کراؤں۔ تو اے لوگو! تم اللہ پر ایمان لاؤ اوراس کے عذاب سے ڈرو۔

☆ یہ سن کر تمام اہل قریش، جن میں آپ کا چچا ابولہب بھی تھا، سخت ناراض ہو کر سب کے سب چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اول فول بکنے لگے۔

☆ اعلان نبوت کو چار سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے علانیہ تبلیغ کا حکم فرمایا۔ چنانچہ آپ علی الاعلان دین اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے۔ تمام قریش بلکہ پورا عرب آپ کی مخالفت کرنے لگا اور آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگا۔

حضور اور صحابہ پر مظالم

☆ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلانیہ تبلیغ شروع فرمادی تو کفارِ مکہ آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔

☆ مکہ کے ہر گلی کوچے میں آپ کے جادوگر، شاعر اور مجنون ہونے کا پروپیگنڈہ کرنے لگے۔ آپ کے پیچھے شرارتی لڑکوں کو لگا دیا جو کہ آپ کے پیچھے پیچھے آپ کو گالیاں دیتے اور برا بھلا کہتے ہوئے پھرتے۔ کفار مکہ آپ کے راستوں میں کانٹے بچھاتے، آپ کے جسم پر نجاست ڈالتے۔

☆ آپ راستہ چلتے تو آپ کے گلے میں چادر کا پھندہ ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے۔

☆ کفار مکہ نے گلی کوچوں میں پہرہ بٹھا دیا کہ قرآن کی آواز کسی کے کان میں نہ پڑنے پائے اور تالیاں پیٹ پیٹ کر اور سیٹیاں بجا بجا کر اس قدر شور وغل مچاتے کہ قرآن کی آواز کسی کو سنائی نہیں دیتی تھی۔

☆ مسلمانوں کو بھی کفار مکہ نے طرح طرح کی تکلیفیں دیں، تاکہ وہ مذہب اسلام چھوڑ کر

دوبارہ بتوں کی پوجا میں لگ جائیں۔

☆ مسلمانوں کی پیٹھ پر کوڑوں سے مار مار کر زخمی کرتے، پھر جلتی ہوئی ریت پر پیٹھ کے بَل انہیں لٹاتے اوران کے سینوں پر وزنی پتھر رکھ دیتے تاکہ وہ کروٹ نہ بدل پائیں۔

☆ لوہے کو آگ میں گرم کر کے اس سے ان مسلمانوں کے جسموں کو داغتے۔

☆ پانی میں اس قدر ڈبکیاں دیتے کہ ان کا دم گھٹنے لگتا۔

☆ چٹائیوں میں ان مسلمانوں کو لپیٹ کر ان کی ناکوں میں دھواں دیتے جس کی وجہ سے انہیں سانس لینا مشکل ہو جاتا۔

☆ بہت سارے مسلمانوں کو بے انتہا اذیتیں دی گئیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت خُباب، حضرت بلال، حضرت عمّار بن یاسر، حضرت صُہیب، حضرت بی بی سُمَیَّہ، حضرت ابو فُکَیھَہ، حضرت عامر بن فُھَیرہ، حضرت بی بی لُبَینہ، حضرت زُنَیرہ، وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہن۔

مِعراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ معراج ہے یعنی آپ نے بالکل ہی کم وقت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر مسجد اقصیٰ سے ساتوں آسمان، عرش، کرسی، جنت، دوزخ وغیرہ کی سیر فرمائی۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعلانِ نبوت کے دسویں سال میں معراج ہوئی۔

☆ اس سفر میں آپ جنت کی سواری "بُراق" پر سوار ہو کر گئے۔

☆ جب آپ مسجد اقصیٰ پہنچے اس وقت وہاں پر تمام انبیا موجود تھے۔ آپ نے ان کی

امامت فرمائی اور تمام انبیاے کرام نے آپ کی اقتدا میں دو رکعت نمازِ نفل ادا کی۔

☆ مسجد اقصیٰ سے نکل کر آپ کا آسمان کی طرف سفر شروع ہوا ساتویں آسمان پر پہنچے تو پھر آپ کو جنت کی سیر کرائی گئی پھر آپ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے یہاں پر حضرت جبریل نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

☆ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے آپ اکیلے گئے اسی سفر میں آپ نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمائیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے تحفے میں اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین چیزیں عطا فرمایا۔

(۱) پانچ وقت کی نمازیں۔

(۲) سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں۔

(۳) یہ خوشخبری کہ آپ کی امت کا ہر وہ شخص جس نے شرک نہ کیا ہو بخش دیا جائے گا۔

☆ واپسی میں آپ پھر مسجد اقصیٰ آئے اور پھر وہاں سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

☆ جب آپ نے کفارِ مکہ سے معراج کا واقعہ بیان فرمایا تو انہیں بہت تعجب ہوا۔ چوں کہ مکہ والوں کا بیت المقدس آنا جانا تھا اور انہوں نے کئی بار اسے دیکھا تھا لہٰذا آپ سے اس کے بارے میں سوال کرنے لگے کیوں کہ وہ یہ جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المقدس ایک بار بھی نہیں گئے تھے۔ آپ نے ان کے سارے سوالوں کا جواب دیا۔

ہجرت

☆ اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کو 'ہجرت' کہتے ہیں۔

☆ جب کفارِ مکہ کی سرکشی زیادہ ہوگئی اور مسلمانوں پر ان کے مظالم کی کوئی انتہا نہ رہی تو اللہ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم فرمایا۔

☆ ایک دن مکہ کے سرداروں نے دارالندوہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ کے خلاف میٹنگ کی جس میں سب لوگوں نے مل کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔

☆ رات کو ان لوگوں نے آپ کے گھر کو گھیر لیا تاکہ صبح جب آپ فجر کے لیے نکلیں تو آپ کو قتل کردیں۔ آپ نے اپنی امانتیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کیں اور وہاں سے مدینہ شریف کی طرف روانہ ہونے کے لیے تیار ہوگئے۔

☆ آپ اپنے گھر سے سورۂ یٰسین پڑھتے ہوئے نکلے اور کافروں کی طرف ایک مٹھی بھر مٹی پھینکی جس سے سب اندھے ہوگئے۔

☆ جب صبح ہوش آیا تو دیکھا ہر ایک کے سر پر مٹی پڑی ہوئی ہے۔

☆ ہجرت کے وقت آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

☆ راستے میں آپ جس غار میں رکے تھے اس غار کا نام ''غارِ ثور'' ہے۔

☆ اس غار میں حضرت ابو بکر کو سانپ نے کاٹ لیا تھا جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ کے کاٹے ہوئے پر اپنا لُعابِ دہن لگایا تو زہر کا اثر چلا گیا۔

☆ کافر آپ کو تلاش کرتے کرتے غار تک پہنچ گئے۔

☆ اللہ کے حکم سے فوراً مکڑی نے غار کے منہ پر جالا بُن دیا کبوتری نے فوراً گھونسلہ بنا کر

انڈا دیا۔ یہ دیکھ کر کافر سمجھے کہ غار میں کوئی نہیں ہے، وہ واپس ہو گئے۔

☆ غار میں آپ تین رات رکے، چوتھی رات وہاں سے روانہ ہوئے۔

☆ غار سے نکل کر آپ کا گزر اُمّ مَعبد کے خیمے سے ہوا وہ مسافروں کی خدمت میں مشہور تھیں، آپ نے پوچھا کھانے کو کچھ ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

☆ وہیں ایک کمزور سی بکری کھڑی تھی آپ نے اُمِّ مَعبَد سے اجازت لی اور اس کا دودھ دوہا، آپ حضرات نے بھی نوش فرمایا اور ایک برتن بھر کر اُم مَعبَد کو بھی عطا فرمایا۔

☆ قریش نے آپ کی گرفتاری پر ۱۰۰/ اونٹ انعام مقرر کیا تھا اسی کی لالچ میں بُرَیدہ اسلمی اپنے ستر ساتھیوں کو لے کر نکلے تھے، راستے میں حضور سے ملاقات ہو گئی، تھوڑی دیر بات کرنے کے بعد بریدہ اسلمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسلمان ہو گئے۔

مدینے میں آمد

☆ مدینہ شریف سے باہر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقام قُبا میں اپنے اصحاب کے ساتھ تین دن قیام فرمایا یہیں پر آپ نے مسجد قُبا کی تعمیر فرمائی جو آج بھی مسجد قُبا ہی کے نام سے مشہور ہے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قُبا سے روانہ ہو کر بنو سالم کی آبادی میں آئے یہاں پر سو لوگوں کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جمعہ ادا فرمائی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں یہ اسلام کا پہلا جمعہ تھا یہیں پر اس وقت مسجد جمعہ موجود ہے۔

☆ جب مدینے والوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی خبر ہوئی تو تمام لوگ استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔

☆ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہر مدینہ سے قریب پہنچ گئے تو اہل مدینہ کے جوش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر یہ اشعار پڑھنے لگیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعا لِلّٰہِ دَاع

اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

اَنْتَ شَرَّفْتَ الْمَدِیْنَہ مَرْحَبًا یَا خَیْرَ دَاع

فَلَبِسْنَا ثَوْبَ یَمَنٍ بَعْدَ تَلْفِیْقِ الرِّقَاع

فَعَلَیْکَ اللّٰہُ صَلّٰی مَا سَعٰی لِلّٰہِ سَاع

☆ مدینے کی ننھی ننھی بچیاں جوش مسرت میں جھوم جھوم کر اور دف بجا بجا کر یہ گیت گاتی تھیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِی النَّجَّارِ

یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارِ

☆ مدینے کے ہر قبیلے والے یہ تمنا کرنے لگے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر پر قیام فرمائیں مگر آپ نے فرمایا: جس جگہ میری اونٹنی بیٹھ جائے گی اس کے یہاں میں قیام کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے سامنے آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی اور آپ نے انہیں کے گھر پر قیام فرمایا۔

☆ سات مہینے تک آپ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر قیام فرمایا۔ پھر جب مسجد نبوی اور اس کے آس پاس کے کمرے تیار ہو گئے تو آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ اس میں رہنے لگے۔

ہجرت کا پہلا سال

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غلام زید بن حارثہ اور ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پانچ سو درہم اور اونٹ دے کر مکہ بھیجا تاکہ یہ دونوں صاحبان اپنے ساتھ حضور کے اہل وعیال کو مدینہ لائیں۔

☆ آپ دونوں حضرات حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم، حضرت سودہ اور حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر مدینہ آگئے۔

☆ انہی لوگوں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ بھی اپنے پورے گھر والوں کو لے کر مدینہ آگئے۔ یہ سب لوگ آکر پہلے حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ٹھہرے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنونجار کا ایک باغ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال سے قیمت ادا کر کے خریدا اور اس باغ کی زمین ہموار کر کے اس پر مسجد نبوی شریف کی تعمیر فرمائی۔

☆ جو مسلمان مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ شریف آئے انہیں ''مہاجر'' اور جو خود مدینہ شریف کے رہنے والے تھے انہیں ''انصار'' کہتے ہیں۔

☆ انصار صحابۂ کرام نے اپنے مہاجر بھائیوں کی بھرپور مدد کی۔ انہیں اپنی زمینوں میں سے حصہ دیا کہ وہ اس پر گھر بنائیں، گھر بنانے میں بھی ان کی مدد کی۔

☆ اسی سال اذان بھی رائج ہوئی۔ پہلے اذان اس طرح ہوتی تھی کہ حضرت بلال آبادی میں جا کر ''اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ'' کے الفاظ دہراتے تو تمام مسلمان جمع ہو کر نماز ادا

کرتے پھر کچھ دنوں کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن زید اور دیگر صحابہ کو بھی اللہ کی جانب سے خواب میں اذان کے الفاظ سکھائے گئے۔ اسی وقت سے باقاعدہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند مقام پر کھڑے ہوکر اذان دینے لگے۔

☆ اسی سال یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان چند باتوں پر معاہدہ بھی ہوا۔

ہجرت کا دوسرا سال

☆ ہجرت سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خانۂ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، ہجرت کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ سولہ یا سترہ مہینے تک آپ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے پھر اللہ کی جانب سے دوبارہ خانۂ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت ملی۔ اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے لہٰذا نماز ہی کی حالت میں آپ نے اپنے رخ کو بیت المقدس سے خانۂ کعبہ کی طرف پھیرلیا۔ اس واقعے کو تحویل قبلہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہجرت کے دوسرے سال میں تحویل قبلہ کا حکم ہوا۔

☆ 'غزوہ' اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے ہوں۔

☆ مسلمان جب ہجرت کر گئے تو مکہ کے کافروں نے ان کو ختم کرنے کی سازشیں رچیں۔ چنانچہ کفارِ مکہ ایک ہزار لوگوں کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے نکلے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار سے مقابلہ کے لیے صحابۂ کرام کی ایک جماعت کو

تیار فرمایا۔ ایک ہزار کافروں کے مقابلہ میں کل تین سو تیرہ مسلمان تھے جب کہ مسلمانوں کے پاس کوئی خاص جنگی سامان بھی نہیں تھا اس کے باوجود کافروں کو مسلمانوں نے شکست دیا اور کئی کفار مارے گئے۔ اس غزوے کو غزوۂ بدر کہتے ہیں۔ یہ غزوہ بھی ہجرت کے دوسرے سال درپیش ہوا۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کی رات ہی میں چند اصحاب کے ساتھ میدانِ جنگ کا معائنہ فرمایا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس چھڑی سے زمین پر لکیر بنا کر فرماتے تھے کہ فلاں کافر کے مرنے کی جگہ یہ ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ نے جس جگہ جس کافر کی قتل گاہ بتائی تھی اس کافر کی لاش ٹھیک اسی جگہ پائی گئی۔

☆ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے پانچ ہزار فرشتوں کو بھیجا۔ فرشتے نظر نہیں آتے تھے مگر ان کی مار کے اثرات نظر آتے تھے۔

☆ جنگ ختم ہونے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفارِ مکہ کی لاشوں کو بدر کے ایک گڑھے میں ڈالنے کا حکم فرمایا پھر آپ اس گڑھے کے پاس کھڑے ہو کر کفارِ مکہ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے ''اے فلاں! اے فلاں! کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ ہم نے تو اپنے رب کے وعدے کو بالکل سچ پایا۔

☆ ہجرت کے دوسرے سال ہی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا۔

☆ اسی سال روزے فرض ہوئے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہوا۔ اسی سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید اور بقرعید کی نماز جماعت کے ساتھ ادا فرمائی۔ اسی سال صدقۂ فطر ادا کرنے حکم ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی سال قربانی بھی فرمائی۔

ہجرت کا تیسرا سال

☆ ہجرت کے تیسرے سال غزوۂ بدر ہی کی طرح ایک اور غزوہ ''غزوۂ اُحد'' بھی ہوا۔

☆ اس جنگ میں کافروں کے لشکر میں پانچ ہزار کے قریب لوگ شریک تھے اور مسلمانوں کے لشکر میں تقریباً سات سو مجاہدین تھے۔

☆ اس غزوے میں مسلمانوں نے کافروں کے ۱۲ علم برداروں کو قتل کیا۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۵۰ تیر اندازوں کو پہاڑ کے اوپر متعین فرمایا تھا اور انہیں وہاں سے ہٹنے سے منع فرمایا تھا۔ جب ان حضرات نے مسلمانوں کو فتح کے قریب اور کافروں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو پہاڑ سے اتر پڑے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس نافرمانی کی وجہ سے یہ نقصان ہوا کہ کفار پہاڑ کے پیچھے سے گھوم کر آئے اور دوبارہ حملہ آور ہوئے۔ اس اچانک حملے سے مسلمان اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے اور کافی جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

☆ اسی جنگ میں حضور کے دو دندان مبارک شہید ہوئے اور نیچے کا ہونٹ زخمی ہوا۔

☆ اسی جنگ میں حضور کے چچا جان حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''وحشی'' نے شہید کیا۔

☆ حضرت حَنظَلَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نہایت ہی جانبازی اور جوانمردی کے ساتھ اس جنگ میں کفار سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ انہیں فرشتوں نے غسل دیا اسی لیے انہیں ''غسیل الملائکہ'' کہتے ہیں۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود شہدائے اُحد کی قبروں کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے، اسی طرح صحابۂ کرام کا بھی یہی عمل رہا۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت تک جو

مسلمان بھی ان شہیدوں کی قبروں پر زیارت کے لیے آئے گا اور ان کو سلام کرے گا یہ شہدائے کرام اس کے سلام کا جواب دیں گے۔

☆ اسی سال حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ اسی سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی حفصہ (بنت حضرت عمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نکاح فرمایا۔ اسی سال حضرت عثمان غنی کا نکاح حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوا۔

ہجرت کا چوتھا سال

☆ حادثۂ رجیع بھی ہجرت کے چوتھے سال میں پیش آیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قبیلۂ 'عَضَل' اور 'قارہ' کے چند آدمی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ کہا کہ ہمارے قبیلہ والے مسلمان ہوگئے ہیں لہٰذا آپ چند صحابہ کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ہم ان سے اسلام کے احکام وقوانین سیکھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عاصم بن ثابت کے ساتھ دس منتخب صحابۂ کرام کو بھیج دیا۔ جب یہ لوگ مقام ''رجیع'' میں پہنچے تو ان لوگوں نے غداری کی اور قبیلۂ بنی لحیان کے دوسو کافروں نے جمع ہو کر ان دس مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ یہاں پر ان لوگوں نے حضرت عاصم اور ۷ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو شہید کر دیا۔ دو حضرات کو قیدی بنا کر مکہ لے گئے اور وہاں پر انہیں بھی شہید کر دیا۔

☆ اسی سال واقعۂ بِئرِ مَعُونَہ بھی درپیش ہوا اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابو براعامر بن مالک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے اسلام کی دعوت پیش فرمائی، اس نے کہا آپ اپنے چند اصحاب کو ہمارے دیار میں بھیج دیجیے، امید ہے کہ ان

کی تبلیغ سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستّر صحابۂ کرام کی جماعت کو روانہ فرمایا۔ یہ لوگ بئر معونہ (جو ایک کنواں ہے) کے پاس ٹھہرے اور اس قافلے کے سالار حضرت حرام بن ملحان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط لے کر عامر بن طفیل (اس قبیلے کا رئیس اور ابو برا کا بھتیجا) کے پاس گئے۔ اس نے خط پڑھا بھی نہیں کہ پیچھے سے ایک کافر نے آ کر حضرت حرام کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ پھر عامر بن طفیل نے آس پاس کے قبیلے والوں کو جمع کر کے ایک لشکر تیار کیا اور صحابہ پر حملہ کر دیا۔ ان کافروں نے عَمر و بن اُمَیّہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ تمام صحابۂ کرام کو شہید کر دیا۔ حضرت عَمر و بن اُمَیّہ کو عامر بن طفیل نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لیے میں تجھے آزاد کرتا ہوں۔ حضرت عَمر و بن اُمَیّہ مدینہ واپس آئے اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعے کی خبر سنائی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا اور آپ ایک مہینے تک فجر کی نماز کے بعد ان کافروں کے لیے بددعا فرماتے رہے۔

☆ حضرت عمرو بن امیہ ضمری جب مدینہ واپس ہونے لگے تو راستے میں ایک درخت کے پاس قیام کیا وہاں پر دو کافر سو رہے تھے آپ نے انہیں قتل کر دیا۔ جب مدینہ پہنچے تو پتا چلا کہ یہ وہ کفار تھے جنہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ نے امان دی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کے خوں بہا ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوں بہا کے معاملے میں گفتگو کرنے کے لیے قبیلۂ بنی نضیر کے یہودیوں کے پاس حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ تشریف لے گئے تو یہودیوں نے آپ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھایا اور سازش رچی کہ آپ کے اوپر بھاری پتھر گرا کر آپ کو

ہلاک کر دیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے اس کی خبر دے دی۔ آپ فوراً وہاں سے روانہ ہو گئے اور ان کی سازش ناکام ہو گئی۔ چوں کہ بنونضیر نے معاہدہ توڑ دیا اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے پاس قاصد بھیجا کہ تم مدینے سے اتنی مدت کے اندر نکل جاؤ ورنہ اس مدت کے بعد تم میں سے جو بھی مدینے میں پایا جائے گا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ وہ مدینہ چھوڑنے کے لیے تیار ہو گئے مگر عبداللہ بن اُبی منافق نے ان سے کہا کہ تم مدینہ سے مت نکلو بلکہ مسلمانوں سے جنگ کرو ہم دو ہزار آدمیوں سے تمہاری مدد کریں گے۔ اسی طرح قبیلۂ بنوقریظہ اور بنوغِطفان بھی ان یہودیوں کی مدد کے لیے تیار ہو گئے مگر مسلمانوں نے جب بنونضیر کے قلعوں کا محاصرہ کیا تو ان میں سے کوئی بھی ان کی مدد کے لیے نہیں آیا۔ یہ محاصرہ پندرہ دنوں تک قائم رہا جس کی وجہ سے باہر کی چیزوں کا قلعے کے اندر آنا بند ہو گیا۔ یہودی اب اس شرط پر مدینہ چھوڑنے کے لیے تیار ہو گئے کہ وہ جتنا سامان اپنے اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے ہیں ان کو لے جانے کی اجازت دی جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی لہٰذا وہ چھ سو اونٹوں پر اپنا سامان لاد کر مدینے سے نکل گئے اور مسلمانوں نے ان کے مکان اور باقی سامانوں پر قبضہ کیا۔ اس غزوہ کو ''غزوۂ بنی نضیر'' کہتے ہیں۔ یہ بھی ہجرت کے چوتھے سال میں واقع ہوا۔

☆ اسی سال ''غزوۂ بدرِ صغریٰ'' بھی واقع ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جنگ احد سے لوٹتے وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ اگلے سال بدر میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان یا ذوالقعدہ کے مہینے میں مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ بدر کے میدان پہنچ گئے آٹھ روز تک کافروں کا انتظار کیا۔ ابوسفیان بھی اپنی فوج کے ساتھ چلا کچھ دور آنے

کے بعد اس نے اپنی فوج سے کہا کہ اس سال بڑی قحط سالی کی وجہ سے جنگ کرنا مناسب نہیں ہے، یہ کہہ کر وہ اپنی فوج کے ساتھ واپس چلا گیا۔ مسلمانوں کے پاس کچھ تجارت کا سامان تھا جب جنگ نہیں ہوئی تو مسلمانوں نے تجارت کر کے خوب نفع کمایا۔

☆ اسی سال اُمُّ المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی۔

☆ اسی سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اُمُّ المومنین بی بی اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

☆ اسی سال چار شعبان المعظم کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ہوئی۔

ہجرت کا پانچواں سال

☆ اسی سال غزوۂ مُرَیْسِیع بھی ہوا اس غزوے میں جن لوگوں کو مسلمانوں نے گرفتار کیا ان میں اس قوم کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ جب تمام قیدی لونڈی اور غلام بنا کر مجاہدین میں بانٹ دیے گئے تو حضرت جویریہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آئیں، انہوں نے ان سے کہا کہ تم مجھے اتنی اتنی رقم دے دو میں تمہیں آزاد کردوں گا مگر ان کے پاس کوئی رقم نہ تھی۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئیں اور عرض کیا کہ میں اپنے قبیلے کے سردار کی بیٹی ہوں اور مسلمان ہو چکی ہوں ثابت بن قیس نے مجھ سے ایسا ایسا کہا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے رقم ادا فرمائی اور آپ سے نکاح فرما لیا۔ جب مسلمانوں کو اس بات کا پتہ چلا تو ان کے حصے میں جتنے غلام اور باندیاں آئی تھیں، تمام نے یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ جس قبیلے میں حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا ہو اس قبیلے کی کوئی عورت، باندی اور کوئی مرد، غلام ہو، یہ ہمیں گوارا نہیں ہوسکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت جویریہ کے نکاح سے زیادہ خیر و برکت والا ہم نے کسی عورت کا نکاح نہیں دیکھا۔

☆ ہجرت کے پانچویں سال ہی میں غزوۂ بنی مُصطلَق سے واپسی کے وقت قافلہ مدینے کے قریب ایک پڑاؤ پر ٹھہرا اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ضرورت کے لیے کسی گوشے میں گئیں وہاں آپ کا ہار ٹوٹ کر گر گیا اس کی تلاش میں مصروف ہوگئیں اور ادھر قافلہ آگے بڑھ گیا۔ قافلہ والوں کو یہ خیال تھا کہ آپ کجاوے میں ہیں۔ جب آپ واپس آئیں تو قافلہ جا چکا تھا۔ قافلہ کے پیچھے گری پڑی چیزیں اٹھانے کے لیے حضرت صفوان مقرر تھے جب وہ وہاں پہنچے تو آپ کو سویا ہوا دیکھا آپ نے بلند آواز سے ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھا۔ حضرت عائشہ یہ آواز سن کر جاگ گئیں اور کپڑے سے پردہ کیا۔ حضرت صفوان انہیں اپنی اونٹنی پر بٹھا کر خود اس کی نکیل تھام کر آگے بڑھے اور لشکر سے جا ملے۔ مدینے کے منافقین خصوصاً عبداللہ بن اُبی نے مدینے میں حضرت عائشہ اور حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تعلق سے الزام تراشی کرتے ہوئے پورے مدینے میں اس بات کو پھیلا دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ پہنچ کر بیمار ہوگئی تھیں اس لیے ایک مہینے تک آپ کو اس بات کی خبر نہیں ہوئی کہ آپ کے بارے میں مدینے میں کیا خبر پھیلی ہوئی ہے۔ ایک مہینے بعد اُمّ مسطح سے آپ کو یہ خبر معلوم ہوئی۔ جب آپ نے یہ بات سنی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ اور زیادہ بیمار ہوگئیں اور اتنا روئیں کہ آنسو تھمتا نہ تھا۔ ایسے عالم میں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اور اُمّ المومنین کی طہارت و پاکیزگی میں درج ذیل

آیتیں اتریں:

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ بَلۡ هُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ لِکُلِّ امۡرِیٍٔ مِّنۡهُمۡ مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ وَالَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡهُمۡ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ○

(ترجمہ) بے شک وہ کہ یہ بڑا بہتان لائے ہیں، تمہیں میں کی ایک جماعت ہے، اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور ان میں وہ جس نے سب سے بڑا حصہ لیا، اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔

جب کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پہلے ہی منبر پر قسم کھا کر یہ اعلان فرما دیا تھا کہ مجھے اپنے اہل پر شرافت و پاک دامنی کا بالکل یقین ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک جوں کا خون لگنے پر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بذریعۂ وحی نعلین شریفین اتارنے کا حکم دیا، وہ خدا آپ کی زوجۂ محترمہ اُمّ المومنین میں کسی قسم کی آلودگی کو کیسے گوارا فرمائے گا۔

☆ اسی سال جنگ خَنۡدق بھی ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ قبیلۂ بنی نُضیر جب مدینے سے جلا وطن کر دیے گئے تو مختلف جگہوں پر جا بسے۔ ان میں سے کچھ مقام خیبر میں بھی آباد ہو گئے تھے۔ ان کے سینوں میں مسلمانوں سے بدلہ لینے کی آگ جل رہی تھی، اس لیے انہوں نے خیبر کے دیگر یہودیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کا منصوبہ بنایا اور انہوں نے اپنی مدد کے لیے کفارِ مکہ کو بھی تیار کر لیا۔ اسی طرح قبیلۂ بنو غِطفان، قبیلۂ بنو اَسد، قبیلۂ بنو اَسعد، قبیلۂ بنو سلیم کو بھی ان لوگوں نے تیار کر لیا۔ مجموعی طور پر ان کی فوج کی تعداد تقریباً دس ہزار ہو گئی اور ابو سفیان ان کا سپہ سالار تھا۔ جب حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی تو آپ نے مسلمانوں کو جمع فرما کر مشورہ فرمایا کہ کافروں کا دفاع کیسے کیا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ مدینے کے ارد گرد خندق کھود دی جائے تا کہ کفار ایک ساتھ مدینے پر حملہ نہ کرسکیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین ہزار صحابۂ کرام کو ساتھ لے کر خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے اور بیس دنوں میں یہ پانچ گز گہری خندق تیار ہو گئی۔ اسی وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تین معجزے ظاہر ہوئے۔ ایک یہ کہ بھاری بھرکم چٹان کو آپ نے ایک پھاوڑا مارا تو وہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔ دوسرا یہ کہ حضرت جابر کے گھر جب دعوت ہوئی تو آپ تمام اہل خندق کے ساتھ تشریف لے گئے ایک صاع جو اور ایک بکری کا بچہ جس کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذبح کر کے سالن بنوایا تھا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن پڑ جانے سے اتنی برکت ہوئی کہ تمام اہل خندق نے شکم سیر ہو کر کھا لیا اس کے باوجود گوندھا ہوا آٹا اور ہانڈی میں رکھا ہوا سالن ویسے کا ویسا ہی رہ گیا۔ تیسرا یہ کہ ایک بچی چند کھجور لے کر آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میری ماں نے میرے والد کے لیے بھیجا ہے۔ آپ نے ان کھجوروں کو ایک کپڑے پر بکھیر دیا اور اہلِ خندق نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔

جب کفار کا لشکر خندق کے پاس پہنچا تو سامنے خندق دیکھ کر ٹھہر گیا اور مدینے کا محاصرہ کر لیا۔ ایک مہینے تک کفار مدینے کے ارد گرد گھیرا ڈالے پڑے رہے۔ خندق کی وجہ سے آمنے سامنے لڑائی نہیں ہو پا رہی تھی مگر تیر اور پتھر کی روزانہ دونوں طرف سے برسات ہوتی تھی۔ تین کفار خندق کی ایک جگہ جو کچھ پتلی تھی وہاں سے اپنے گھوڑے کدا کر اس پار آ گئے جن میں عمر بن عبدِ وُد بھی تھا جسے کفار ایک ہزار بہادروں کے

برابر مانتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پلک جھپکتے ہی قتل کر دیا۔
آخر کار کفار کا راشن ختم ہو گیا اور یہودیوں نے بھی کفار مکہ کا ساتھ چھوڑ دیا جس کی وجہ سے کفار مکہ کا حوصلہ پست ہو گیا۔ پھر اچانک مشرق کی طرف سے زبردست طوفان آیا جس کی وجہ سے ان کی دیگیں چولہوں سے الٹ پلٹ ہو گئیں اور کافروں پر ایسی وحشت طاری ہوئی کہ ابوسفیان نے اپنے لشکر کے ساتھ بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو جانی و مالی نقصان بہت ہی کم ہوا جب کہ کفار کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔

☆ ہجرت کے پانچویں سال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جَحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

☆ اسی سال مسلمان عورتوں پر پردہ فرض کر دیا گیا۔

☆ اسی سال تیمّم کی آیت نازل ہوئی۔

ہِجرَت کا چھٹا اور ساتواں سال

☆ ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ سو صحابۂ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مکہ کے کفار اس بات پر جمع ہو گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ جب آپ مقام حُدَیْبِیَہ میں پہنچے تو وہاں پر مسلمانوں نے پڑاؤ کیا۔ چوں کہ مسلمان سب احرام کی حالت میں تھے اس لیے جنگ نہیں کر سکتے تھے۔ جب کہ کفار جنگ پر آمادہ تھے لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صلح کی گفتگو کرنے کے لیے مکہ روانہ کیا۔ آپ مکہ پہنچے تو کفار اس بات پر کسی صورت راضی ہی نہیں ہو رہے

تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں۔ اسی مسئلے پر حضرت عثمان کو مکہ میں رکنا پڑ گیا۔ یہاں مسلمانوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور مسلمانوں سے فرمایا کہ میرے ہاتھ پر اس معاملے میں بیعت کرو کہ آخری دم تک تم میرے وفادار بن کر رہو گے۔ تمام صحابۂ کرام نے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی اسی بیعت کو ''بیعت رضوان'' کہتے ہیں۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے اور کفار مکہ کے ساتھ چند اہم اُمور پر صلح ہوئی اسی صلح کو ''صلح حدیبیہ'' کہتے ہیں۔

☆ جنگ خیبر ماہ محرم الحرام ہجرت کے ساتویں سال میں ہوئی۔ پچھلی جنگوں میں خیبر کے یہودیوں کا کافی جانی و مالی نقصان ہوا تھا چنانچہ وہ مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے بے چین تھے اسی لیے وہ مدینے پر دوبارہ حملہ کرنے کے لیے تیاری کرنے لگے۔ چنانچہ خیبر کے یہودیوں نے بنی غطفان کے یہودیوں کے ساتھ مل کر ایک بڑی اور طاقتور فوج تیار کر لی۔ یہودیوں کی فوج میں بیس ہزار سے زیادہ طاقتور جوان تھے جب کہ مسلمانوں کا لشکر صرف سولہ سو جانباز سپاہیوں کا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر شہر خیبر میں داخل ہو گئے تاکہ مدینے پر ان کی چڑھائی کو روک سکیں۔

خیبر میں یہودیوں کے تین مضبوط قلعے تھے جن میں سے دو کو مسلمانوں نے آسانی کے ساتھ فتح کر لیا۔ قموص نامی قلعے کا کئی دن تک محاصرہ رہا، کئی صحابہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عَلَم دیا اور اسلامی فوج کئی دنوں تک مسلسل صبح سے شام تک لڑتی رہی مگر وہ

اس قلعے کے دروازے تک نہ پہنچ پاتے تھے۔ آخر کار ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کل میں علم ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح فرمادے گا۔ چنانچہ صبح کو آپ نے حضرت علی کے ہاتھ میں علم عطا فرمایا اور آپ نے نہایت ہی دلیری کے ساتھ جنگ فرمائی۔ اسی جنگ میں آپ کی ڈھال کٹ کر گر گئی تھی اور آپ نے قلعۂ قموص کا پھاٹک اکھاڑ لیا تھا۔ وہ اتنا وزنی تھا کہ جب آپ جنگ سے فارغ ہوئے اس وقت چالیس بہادر پہلوان اس پھاٹک کو نہ اٹھا سکے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کے ہاتھوں پر خیبر کو فتح فرما دیا۔ اس جنگ میں پندرہ مسلمان شہید ہوئے جب کہ ترانوے یہودی مارے گئے اسی لیے حضرت علی کو ''فاتح خیبر'' کہا جاتا ہے۔

☆ جنگ خیبر کے قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں جو کہ بنو نضیر کے سب سے بڑے رئیس کی بیٹی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا۔

☆ جنگ خیبر کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چند دنوں تک وہیں پر مقیم رہے یہودیوں نے وہاں پر یہ سازش رچی کہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب نے آپ کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ جب آپ کھانے کے لیے تشریف لے گئے اور ایک ہی بوٹی تناول فرمائی تھی کہ گوشت کی بوٹی نے آپ کو اس کے بارے میں بتا دیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوراً کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت بشیر بن برا نے شکم سیر ہو کر کھایا تھا لہٰذا زہر کے اثر سے آپ کی وفات ہو گئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس زہر کی وجہ سے تا لو میں عمر بھی تکلیف رہی۔

☆ ہجرت کے ساتویں سال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرۃ القضا ادا فرمایا۔ یعنی صلح حدیبیہ کے موقع پر جو معاہدہ ہوا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ اس سال عمرہ نہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو اگلے سال عمرہ کی اجازت ملے گی۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان صحابہ کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے جو حدیبیہ میں موجود تھے۔ آپ کو کفار مکہ پر بھروسہ نہیں تھا لہٰذا آپ مکمل جنگی سامان کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ مکہ سے آٹھ میل کی دوری پر تمام ہتھیار رکھے گئے اور چند صحابہ کو ان کی حفاظت کے لیے مقرر فرما کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ ادا فرمایا۔ چوں کہ معاہدے کے مطابق مسلمانوں کو تین ہی دن تک مکہ میں قیام کرنے کی اجازت تھی لہٰذا تیسرے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے تمام جاں نثار ساتھیوں کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اسی عمرۃ القضا سے واپسی کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چچی حضرت اُمّ الفضل کی بہن حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

ہِجرَت کا آٹھواں سال

☆ ہجرت کے آٹھویں سال میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھوں پر مکہ کو فتح فرما دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ صلح حُدَیْبِیَہ کے موقع پر مشرکین مکہ کے ساتھ جو معاہدے ہوئے تھے انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ جب مسلمانوں کی فوج مکہ میں داخل ہوئی اس وقت صرف خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستے کے ساتھ کافروں نے کچھ دیر مقابلہ کیا پھر سب بھاگ گئے۔ باقی تمام مسلمان بلا مزاحمت مکہ میں داخل ہوئے۔

۲؍مسلمان شہید ہوئے اور ۲۸؍کافر قتل ہوئے۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اسلامی لشکر کے ساتھ مکہ شریف میں داخل ہوئے اس وقت آپ نے اعلان فرمایا ''جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کے لیے امان ہے۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا اس کے لیے امان ہے۔ جو کعبہ میں داخل ہو جائے گا اس کے لیے امان ہے''۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ مکہ شریف میں داخل ہوئے، کفارِ مکہ جنہوں نے ہجرت سے پہلے آپ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا تھا طرح طرح کی تکلیفیں دی تھیں، وہ یہ سوچ رہے تھے کہ آج تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک ایک شخص سے گن گن کے بدلہ لیں گے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو معاف فرما دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حسن اخلاق دیکھ کر بہت سارے لوگ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ خانۂ کعبہ میں رکھے ہوئے ۳۶۰؍بتوں کو حضور نے توڑ دیا۔ فتح مکہ کے بعد آپ نے نمازِ شکرانہ ادا فرمائی۔

☆ ہجرت کے آٹھویں سال میں ہی جنگ حُنین ہوئی۔ اس جنگ کو ''غزوۂ ہَوازِن'' بھی کہتے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد پوری دنیا پر اسلام کی حقانیت بالکل واضح ہوگئی مگر مقام حُنَین میں دو قبیلے ہوازِن اور ثَقِیف رہتے تھے جو بہت دلیر اور جنگجو تھے۔ ان لوگوں نے سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی وجہ سے ہمیں نقصان پہنچے لہٰذا ان لوگوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ مسلمان ابھی مکہ میں جمع ہیں ان پر یکبارگی زبردست حملہ کر کے ان کو مٹا دیا جائے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے بھی بارہ ہزار کا لشکر جمع فرمایا چنانچہ جب مقام حُنَین پر پہنچے تو کفار نے زبردست تیر اندازی

شروع کر دی جس کے سبب مسلمانوں کا لشکر بکھر گیا۔ پھر پوری فوج اکٹھا ہوئی اور سب مل کر کفار کے لشکر پر جھپٹ پڑے چند ہی منٹوں میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ کفار میں سے کچھ قتل ہوئے، کچھ بھاگ گئے اور جو رہ گئے تھے وہ قید ہو گئے۔ اس جنگ میں کثیر تعداد میں مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

☆ حُنَین سے بھاگے ہوئے کچھ کافروں نے مقام اَوْطاس میں جا کر پناہ لے لی اور کچھ طائف میں رہنے لگے، جنگ اَوطاس کے موقع پر ان یہودیوں کو مسلمانوں نے ختم کیا تھا اور پھر طائف کے یہودیوں کے ساتھ جنگ کرنا بھی ضروری تھا لہٰذا مسلمانوں نے طائف کا رخ کیا۔ چوں کہ طائف کا شہر نہایت ہی محفوظ تھا اور شہر کے چاروں طرف حفاظتی دیواریں بنی ہوئی تھیں اس لیے شہر کے اندر داخل ہونا اور قلعے کا محاصرہ کرنا نہایت ہی مشکل کام تھا۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کیا اور کئی دنوں تک فریقین میں تیر اندازی ہوتی رہی۔ اس بیچ مسلمانوں نے طائف کے اردگرد بنے بت خانے مسمار کر دیے اور بتوں کو ڈھا دیا۔ بالآخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھانے کا حکم فرمایا۔ مدینے کی طرف واپس ہوتے ہوئے آپ نے طائف کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی چنانچہ چند دنوں بعد طائف کے وفد نے مدینے آ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر لیا۔

☆ جنگِ طائف کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام جِعِرَّانہ تشریف لائے وہاں پر مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرمایا پھر وہیں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آپ نے عمرہ ادا فرمایا اور ذوالقعدہ کے مہینے میں مدینہ میں داخل ہو گئے۔

☆ ہجرت کے آٹھویں سال میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے جو ڈیڑھ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

ہجرت کا نواں سال

☆ ہجرت کے نویں سال منافقوں نے ایک خاص سازش کے تحت مسجد قبا کے مقابلے میں ایک مسجد تعمیر کی تھی، اس مسجد میں بیٹھ کر منافقین، اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی تدبیریں کیا کرتے تھے۔ منافقوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آ کر کہا کہ ہم نے مریضوں اور کمزوروں کے لیے یہ مسجد بنائی ہے، آپ ایک بار اس مسجد میں نماز پڑھا دیں، تاکہ یہ مسجد خدا کی بارگاہ میں مقبول ہو جائے۔ آپ اس وقت جنگِ تبوک کے لیے جا رہے تھے، اس لیے آپ نے مسجد میں قدم رکھنے سے انکار فرما دیا۔ جب واپس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقوں کی چال بازی سے آگاہ فرما دیا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس مسجد کو ڈھا دینے کا حکم فرمایا، چنانچہ اسے ڈھا دیا گیا۔ اسی مسجد کو ''مسجدِ ضرار'' کہتے ہیں۔

☆ اسی سال زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا اور اسی سال سودی لین دین کو حرام فرما دیا گیا۔

☆ اسی سال حبشہ کے بادشاہ حضرت اَصحَمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا، انہیں کو نجاشی بادشاہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔

نوٹ: یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔

ہِجَرت کا دسواں سال

☆ ہجرت کے دسویں سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع ادا فرمایا۔ ہجرت کے بعد کا یہ آپ کا پہلا حج اور ظاہری زندگی کا آخری حج تھا۔ اس حج میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد شریک ہوئی۔ قربانی کے بعد حضرت مُعمر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے سر کے بال اتر وائے اور کچھ حصہ حضرت ابوطلحہ انصاری کو عطا فرمایا۔ باقی موئے مبارک کو مسلمانوں میں تقسیم کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ انہیں ایام میں آپ نے مسلمانوں کے سامنے ایک نہایت ہی جامع خطبہ ارشاد فرمایا، اس خطبہ میں آپ نے مسلمانوں کو یہ بات بتادی تھی کہ عنقریب میں دنیا چھوڑنے والا ہوں۔

ہِجَرت کا گیارہواں سال

☆ ہجرت کا گیارہواں سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کا سال ہے۔ آپ بیس یا بائیس صفر المظفر کو آدھی رات میں جنت البقیع میں تشریف لے گئے، وہاں سے جب واپس آئے تو آپ کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ اس دن کے بعد سے کبھی کچھ افاقہ ہوتا تو کبھی پھر علیل ہو جاتے۔ تمام ازواج مطہرات سے آپ نے اجازت لے کر حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں قیام فرمایا۔ جس دن آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی اس دن آپ کو بار بار غشی کا دورہ پڑ رہا تھا۔ آپ کے گھر میں صرف سات دینار رکھے ہوئے تھے، آپ نے انہیں منگوا کر صدقہ کر دیا۔ آخری وقت میں

آپ نے مسواک کیا اور فرمایا ''اے بلند رفیق!'' یہ کہتے ہی دست اقدس لٹک گیا، پتلی مبارکہ اوپر کو اٹھ گئی اور روح مقدسہ پرواز کر گئی۔ آپ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جنازۂ مبارکہ کی نماز صحابۂ کرام نے باری باری ادا کی، اس طرح کہ تھوڑے تھوڑے لوگ حجرۂ عائشہ صدیقہ میں جاتے اور نماز پڑھ کر واپس آجاتے۔ نمازِ جنازہ فرداً فرداً ادا کی گئی، جماعت کے ساتھ نہیں ادا کی گئی۔ وفات سے تقریباً ۳۲ گھنٹوں بعد بدھ کی شب کو تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی قبر منور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارکہ ہی میں اسی جگہ بنائی گئی جہاں پر آپ کا وصال ہوا۔

حضور کے معجزات

☆ حضرات انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ان کی نبوت کی سچائی ظاہر کرنے کے لیے کسی ایسی تعجب خیز چیز کا ظاہر ہونا جو عام طور پر لوگوں سے نہیں ہوا کرتی، اسی خلاف عادت ظاہر ہونے والی چیز کا نام معجزہ ہے۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے اپنی انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے ڈوبے ہوئے سورج کو پلٹا دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ کے بلانے پر درخت جڑ سے اکھڑ کر چلتے ہوئے آجاتے تھے۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ کی انگلیوں سے چشمے جاری ہو جایا کرتے تھے یہاں تک کہ بہت سارے لوگ پانی پی کر سیراب ہو جایا کرتے تھے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بھی معجزہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب کی باتیں جانتے اور بتاتے تھے۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بھی معجزہ ہے کہ آپ پہاڑوں کے پاس سے گزرتے تو پہاڑ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عرض کرتے۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی معجزہ ہے کہ جانور آپ کو سجدہ کرتے اور فریاد لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی معجزہ ہے کہ بڑے بڑے بیمار اور معذور حاضرِ بارگاہ ہو کر شفا پاتے، اندھے بینا ہو جاتے، گونگے بولنے لگتے۔

☆ حضور کا یہ بھی معجزہ ہے کہ آپ مردوں کو زندہ فرماتے۔

اَخلاق وعاداتِ رسول

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات سب سے اچھے تھے۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَصدَقُ الصَّادِقین (سب سے زیادہ سچے) تھے یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان آپ صادق کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔

☆ آپ کی بہادری کا یہ عالم تھا کہ رُکانہ جو عرب کا مشہور پہلوان تھا، اس نے کہا کہ اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ آپ نے اسے تین مرتبہ پچھاڑ دیا۔

☆ حلم اور عفو کے معاملہ میں آپ کی کوئی مثال نہیں۔ آپ کے عفو وکرم کی مثال پوری

تاریخِ انسانیت میں کہیں نہیں ملتی۔

☆ آپ کے تواضع کی شان یہ تھی کہ ساری کائنات کا اختیار آپ کو دیا گیا تھا مگر پھر بھی آپ نے فقر وفاقہ کی زندگی گزارنا پسند فرمایا۔

☆ آپ کے حسنِ مُعاشرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی ازواج مطہرات، اپنے احباب، اصحاب، اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں ہر ایک کے ساتھ اتنی خوش اخلاقی اور ملنساری کا برتاؤ فرماتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک آپ کے اخلاق حسنہ کا گرویدہ اور مَدّاح تھا۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیا کے بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "آپ کنواری پردہ نشین عورت سے بھی کہیں زیادہ حیادار تھے"۔

☆ وعدہ پورا کرنا بھی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کا ایک عظیم جز ہے۔آپ جس سے جو وعدہ فرماتے اسے ضرور پورا کرتے۔

☆ آپ نہایت ہی عادل تھے،اس لیے اعلان نبوت سے پہلے بھی اہل مکہ اپنے مقدمات اور جھگڑوں کا آپ سے فیصلہ کرایا کرتے تھے۔

☆ آپ نہایت ہی وقار کے ساتھ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ کے جملوں کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔

☆ غذا کے بارے میں آپ کی ہدایت یہ ہے کہ ایک تہائی معدہ کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی خود معدہ کے لیے چھوڑنا چاہیے۔

☆ بیماریوں سے بچاؤ رکھتے اور تندرستوں کو ان سے بچنے کا حکم دیتے، ماہر طبیب سے علاج کرانے کا مشورہ دیتے اور پرہیز کرنے کی بھی ہدایت کرتے۔

☆ اگر کوئی صحابی بیمار ہو جاتے تو ان کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ مریض کے

قریب بیٹھ کر اس کو تسلی دیتے۔

☆ حضرت وہب بن مُنَبّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اکہتر کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ پوری کائنات کے انسانوں کو جمع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کے سامنے رکھا جائے تو ایسا لگے گا جیسے کہ ریگستان میں ریت کا ایک ذرہ۔ یعنی ساری کائنات کی عقل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کے سامنے ایک ذرہ کے برابر لگے گی۔

☆ آپ اعلیٰ درجے کے امین اور عادل تھے، اس لیے اعلان نبوت سے پہلے بھی اہل مکہ اپنے جھگڑوں کا آپ سے فیصلہ کرایا کرتے تھے اور آپ کے فیصلوں کو بلا چوں و چرا تسلیم کرتے تھے۔

☆ صدقہ کی چیزیں ہرگز استعمال نہ فرماتے، تحفہ اور ہدیہ قبول فرماتے۔ البتہ مشرکوں کا تحفہ قبول نہ فرماتے۔

☆ مانگنے والے کو کبھی محروم نہ لوٹاتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے کچھ سوال کیا، اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ تھا، آپ نے فرمایا میرے نام پر قرض لے لو میں اتار دوں گا۔

☆ آپ اپنے کام خود اپنے ہاتھوں سے کرلیا کرتے تھے۔

☆ چھوٹوں، بڑوں سب کے ساتھ سلام کرنے میں پہل کرتے۔

☆ کسی پر لعنت و ملامت نہ کرتے، اگر کسی سے تکلیف پہنچتی تو صبر کرتے۔

حضور کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں

ہمارے نبی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کل ۷/صاحب زادے اور صاحب زادیاں تھیں۔ ۳/صاحب زادے اور ۴/صاحب زادیاں۔ ان کے نام یہ ہیں:

صاحبزادے

(۱) حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صاحبزادیاں

(۱) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۲) حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۳) حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۴) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اَزْواجِ مُطَہَّرات

ہمارے نبی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کل گیارہ ازواجِ مطہرات تھیں۔

ان کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۲) حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۴) حضرت حَفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۵) حضرت زَینَب بنت خُزَیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۶) حضرت اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۷) حضرت زَینَب بنت جَحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۸) حضرت جُوَیرِیَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۹) حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۱۰) حضرت صَفِیَّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۱۱) حضرت مَیمُونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

خلفاے راشدین

ہمارے نبی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کل ۵ر خلفاے راشدین تھے۔

ان کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت عمر بن خَطّاب رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت عثمان بن عَفّان رضی اللہ عنہ

(۴) حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ

(۵) حضرت امام حَسَن رضی اللہ عنہ

عشرۂ مبشرہ

عشرۂ مبشرہ ان دس صحابہ کرام کی جماعت ہے جنھیں دنیا ہی میں جنت کی خوش خبری مل گئی تھی ۔ان خوش نصیب حضرات کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت عمر بن خَطّاب رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت عثمان بن عَفّان رضی اللہ عنہ

(۴) حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ

(۵) حضرت عبد الرحمٰن بن عَوف رضی اللہ عنہ

(۶) حضرت ابو عُبَیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہ

(۷) حضرت سعد بن ابی وَقّاص رضی اللہ عنہ

(۸) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

(۹) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

(۱۰) حضرت زُبَیر بن عَوام رضی اللہ عنہ